دوم

انیس کے مرثیے

جلد دوم

انیس کے مرثیے

جلد دوم

مرتبہ

صالحہ عابد حسین

ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

ANEES KE MARSIAY-II

Edited By

Saliha Abid Hussain

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

سنہ اشاعت: پہلا ایڈیشن 1980 شک 1902

دوسرا ایڈیشن 1990 شک 1911 تعداد 3000

قیمت: 40/-

سلسلہ مطبوعات نمبر 641

ناشر: ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی 110066

طابع: سپیر پرنٹرز، ساؤتھ انارکلی، دہلی

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے ترقی اردو بیورو (بورڈ) قائم کیا گیا۔ اردو کے لیے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو دو دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادارہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاصی تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستیں تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترقی اردو بیورو نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔ کیونکہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقاء کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مُسلّم ہے۔ بیورو کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلوپیڈیا، ذولسانی اور اردو۔ اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ بیورو کی کتابوں کا معیار اعلا پائے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کررہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہوسکیں۔

یہ کتاب بھی بیورو کے اشاعتی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی ادبی ذوق کے تسکین کا باعث بنے گی اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے گی۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم

ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

فہرست

● پیش لفظ	3
● دیباچہ	7
● مراثی	11--497
۱ دشت وغا میں نور خدا کا ظہور ہے	11
۲ کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا	28
۳ جب رن میں سربلند علیؑ کا علم ہو	49
۴ حضرت سے جب برادر خوش خو جدا ہوا	78
۵ دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ	98
۶ جب رن میں حسینؑ اصغر بے تیر کو لائے	105
۷ ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں	119
۸ جب دولت سرور پہ زوال آ گیا رن میں	140
۹ شمشاد بوستان رسالت حسینؑ ہے	161
10 جب نوجواں پسر شہ دیں سے جدا ہوا	187
11 جب خیمہ میں رخصت کو شہ بحر و بر آئے	218
12 نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے	229
13 جب تیغ ید اللہ کھنچی دست وغا میں	252
14 جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں	269

15 اے شمع قلم روشنی طور دکھا دے — 287

16 جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے — 309

17 آج شبیر پہ کیا عالم تنہائی ہے — 342

18 جبکہ خاموش ہوئی شمع امامت رن میں — 352

19 جب غرق بحر خوں ہوئی کشتی نجات کی — 359

20 اے مومنو! کیا صادق الاقرار تھے شبیر — 369

21 آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے — 384

22 جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی — 391

23 جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد — 418

24 دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی — 433

25 دن گزرے بہت قید میں جب اہل حرم کو — 441

26 نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری — 451

27 جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا — 469

- اختلاف نسخ — 498
- فرہنگ — 517

دیباچہ

انیسؔ کے مرثیے کی پہلی جلد میری توقع سے زیادہ پسند کی گئی۔ اس سے میری اور ہمت بندھی اور مرکزی انیسؔ کمیٹی نے دوسری جلد کا جو کام میرے سپرد کیا تھا اُسے مکمل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن گذشتہ دو سالوں میں بیماریوں اور پریشانیوں کے ایسے ایسے کڑے وقت آئے کہ جی چھوٹ چھوٹ گیا۔ ایک منزل وہ آئی کہ اپنی سخت علالت کے سبب میں نے اس کام کو کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خدا کے فضل سے پھر طبیعت بہتر ہو گئی اور میرے محترم بزرگ سید بشیر حسین زیدی کے اصرار نے مجھے مجبور کر دیا کہ اس جلد کا کام بھی میں ہی انجام دوں۔ میں نے پھر کمر ہمت کسی اور انیسؔ کے مرثیے کی دوسری جلد کے کام میں جُٹ گئی۔

اس مجموعے میں میں نے انیسؔ کے جو مرثیے جمع کیے ہیں ان میں سے بیشتر وہ ہیں جو ان کے بہترین مرثیے مانے جاتے ہیں۔ ان میں بعض بہت طویل ہیں بعض بہت مختصر ہیں بعض سادگی اور پرکاری کا نمونہ ہیں تو بعض فصاحت و بلاغت، فن کاری اور صناعی کا بے مثال کرشمہ۔ یہ سب مرثیے اتنے پڑھے اور سنے ہوئے تھے کہ ان کا انتخاب کرنا میرے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا اور جلد انجام پا گیا۔

لیکن مرثیوں کی فرہنگ کا کام گذشتہ جلد سے بہت زیادہ تھا اور انتہائی کٹھن بھی۔ اس جلد کی مختصر فرہنگ دیکھ کر اس کام کو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کس قدر جاں فشانی کرنی پڑی ہے۔ یہاں صرف الفاظ اور محاوروں وغیرہ کے معنی بتانا نہیں تھے بلکہ بہت سی جگہ مصرعوں، شعروں اور کئی کئی بندوں کا مطلب بھی سمجھانا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی جگہ کلام پاک کی آیتوں کے ٹکڑے یا احادیث کے حوالے یا عربی کے جملے آئے ہیں۔ ان سب کا بالکل صحیح مطلب سمجھنے سمجھانے میں مشکل پیش آئی، خصوصاً تلمیحات کو بتانا کہ اس میں کون سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے یا کون سا موقع مقصود ہے، بڑا مشکل کام تھا کہ انیسؔ تو دریا کو کوزے میں بند کرنے میں ماہر ٹھہرے۔ اگر سمجھانا پڑے تو ایک شعر بلکہ ایک مصرعے کو سمجھانے میں کئی صفحے سیاہ ہو جائیں اور پورا مطلب واضح نہ ہو سکے پھر انیسؔ کا محاورہ اور روزمرہ اور الفاظ کا بے پناہ

استعمال !! خدا کی پناہ !! لفظوں کے معنی سمجھانا اتنا مشکل نہیں مگر مختصر لفظوں میں اس کے مطالب سمجھانا سے ماتھے پسینہ آجاتا ہے۔ میر انیسؔ کے ہاں بہت سے لفظ وغیرہ ایسے بھی ہیں جن کا مطلب کہیں نہیں ملتا۔ کم سے کم میرے پاس لغت کی جو کتابیں تھیں ان میں نہیں مل سکا۔ یا جو معنی ملے وہ انیسؔ کے ہاں فٹ نہیں بیٹھے۔ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ ڈاکٹر عابد حسین جنھوں نے پہلی جلد مرتب کرنے میں قدم قدم پر میری مدد کی تھی، خاص کر فرہنگ بنانے میں اور اس کے بغیر میں کامیاب نہ ہوسکتی تھی، وہ ایک عرصے سے بیمار ہیں اور اس بار وہ اس کام میں میری رہنمائی نہیں کرسکے اور یہ کٹھن کام مجھے تنہا انجام دینا پڑا۔ اس میں سب ملاکر تقریباً ساڑھے آٹھ سو لفظوں، مصرعوں اور بندوں کے مطالب دینے پڑے ہیں۔

بہ صورت جیسے تیسے میں نے اس اہم کام کو قابلِ اطمینان طور پر کرنے کی کوشش کی ہے۔ پورے دو سال مجھے اس کام میں صرف کرنے پڑے۔ لیکن میں یہ دعوےٰ نہیں کرسکتی کہ کہیں میں نے غلطی نہیں کی ہوگی۔ بعض جگہ محاوروں یا شعروں اور بندوں کا مطلب جو میں نے سمجھایا، ہوسکتا ہے کہ کسی کو اس پر اعتراض ہو یا نقص نظر آئے لیکن ایسا ہو تو امید ہے کہ میں قابلِ معافی سمجھی جاؤں گی۔ اس لیے بھی غالبؔ کے انتہائی مختصر کلام کی کئی شرحیں موجود ہیں پھر بھی اس کا سمجھنا سمجھانا آسان نہیں ہوتا۔ کلامِ انیسؔ جو ہزاروں ہزار بندوں پر پھیلا ہوا ہے (اور اکثر مرثیوں کے بعض حصے کلامِ غالبؔ سے کم مشکل اور ادق نہیں ہوتے) اس کی پوری شرح تو کیا دو چار مرثیوں کی بھی شرح کسی نے نہیں کی ہے۔ کم سے کم مجھ تک نہیں پہنچی ہے۔ اور نہ کوئی قابلِ اطمینان ایسی فرہنگ یا لغت ہے جس میں انیسؔ کے محاوروں اور مخصوص الفاظ کے معنی مل سکیں۔ البتہ جناب مسعود حسین رضوی ادیب نے روحِ انیس کے نام سے جو مرثیے ایڈٹ کیے ہیں (جس میں سے تین مرثیے اس جلد میں شامل ہیں) ان میں معنی و مطالب کو بڑی خوبی سے سمجھایا گیا ہے۔ البتہ مسعود صاحب نے زور صنائع بدائع وغیرہ پہ دیا ہے اور طالب علموں کو سمجھانے کے لیے صنائعوں کی طرف توجہ زیادہ فرمائی ہے۔ میں نے صرف معنی اور مطالب پر اکتفا کی ہے۔ دوسرے مرثیوں کے لیے اتنا مواد بھی کہیں سے نہ مل سکا۔

اس سے بھی کٹھن مرحلہ تھا اختلافِ نسخ کی نشان دہی کرنا۔ ان مراثی میں پونے پانسو اختلافِ نسخ دیے گئے ہیں۔ یہ کام اس شخص کے لیے تو آسان ہوتا ہوگا جس نے اس کی باقاعدہ تعلیم پائی ہے مگر میرے لیے بہت مشکل تھا۔ (اگر ایک یا دو آدمی ہی مجھے اس کام میں مدد کے لیے مل سکتے تو کچھ آسانی ہوسکتی تھی)۔ مگر یہ بھی میرے لیے ممکن نہ ہوسکا۔ البتہ میرے گھر میں میرے لیے ایک دو عزیزوں نے مدد کی جن کے سہارے میں اس مہم کو سر کرسکی۔

لیکن سب سے مشکل کام تھا وہ وقت نکالنا جب سکون سے دو تین گھنٹے بیٹھ کر اسے کیا جاسکے لیکن

اپنی بیماری کے علاوہ اپنے شوہر کی تیمارداری اور گھریلو اور خاندانی ذمہ داریاں اور کرم فرماؤں کا بیچ بیچ میں خلل ڈالنا۔ کیا بتایا جائے کہ کیسے اور کب کب اس کام کو کرنے کے لیے میں نے وقت نکالا ہے۔ کئی بار ہمت جواب دے گئی۔ سوچا کام واپس کر دوں۔ مگر پھر کسی نہ کسی طرح حوصلہ کیا اور خدا کا شکر و احسان ہے۔ میں نے اس کام کو تکمیل تک پہنچا دیا اور جو وعدہ مرکزی انیس کمیٹی سے کیا تھا اُسے پورا کیا۔

انیس کے مرثیے کی دوسری جلد میں میرانیس کے کئی شاہکار شامل ہیں (اگرچہ شاہکار کسی فن کار کا ایک ہی ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے کہ انیس کے کتنے ہی مرثیوں پر یہ لفظ صادق آتا ہے اور ایک مرثیہ کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل نظر آتا ہے) ان میں سے چند مرثیوں کے اوّل مطلع کا پہلا مصرعہ درج ہے ؎

؎ حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہُوا
؎ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے
؎ شمشادِ بوستانِ رسالت حسین ہے
؎ دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے
؎ جب نوجواں پسر شہِ دیں سے جدا ہُوا
؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا ان میں
؎ جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی
؎ نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری
؎ جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

یہ مرثیے انیس کی قادر الکلامی کی منہ بولتی شہادت ہیں۔ ان میں شاعر کا فن اپنے پورے عروج پر نظر آرہا ہے۔ ان میں فصاحت و بلاغت کے دریا رواں دواں ہیں اور منظر نگاری و نقشہ کشی بے مثال ہے۔ ساتھ ہی بعض مرثیوں میں اخلاقی تعلیم اور امام حسینؑ کی بلند سیرت دکھا کر ایک مکمل انسان اور سچے مسلمان کا جلوہ بڑی خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے اور نمک خوانِ تکلم ہے فصاحت میری خاص طور پر بے مثال مرثیوں میں شمار ہوتے ہیں اور اوپر دی گئی ساری خصوصیات کے حامل ہیں۔ اور ؎ جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا ان میں اور جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی ' ایسے مرثیے ہیں جن میں جذبات کی شدت' احساسات کی گہرائی ' خاندانی رشتوں کی نزاکت اور پاکیزگی اور زبان و بیان کی روانی ' دلکشی اور تاثر ایسا ہے جس کے بارے میں کہنا مشکل ہے محسوس کرنا آسان ہے۔

اس مجموعہ کا آخری مرثیہ اس کی جان ہے یعنی انیس کا وہ شہرۂ آفاق مرثیہ جس کو "ریاضِ انیس" کا تاج

دیا گیا ہے۔

ع جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

اگرچہ اس مرثیہ کا پہلا مطلع تھا۔

داستاں کہ عہدِ جوانی گزر گیا ۔۔۔ مگر اس نے شہرت دوسرے مطلع سے پائی کہ یہ پہلا مصرعہ ہی "جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا" ایسا بے مثال ہے جس کا جواب آج تک کوئی نہیں پیش کر سکا۔ ایک مصرعے کے اندر واقعاتِ کربلا کا نچوڑ اور شہدائے کربلا کی ایثار و قربانی اور جاں نثاری کی طویل اور لمبی داستان سمو دی گئی ہے۔ ایک لفظ "خاتمہ بخیر" نے مصرعہ کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ہم نے اپنے مجموعے میں دوسرے مطلع ہی کو پہلا مطلع مانا ہے البتہ اختلافِ نسخ کے ذیل میں پہلا مطلع بھی درج کر دیا گیا ہے۔ اس مرثیے کو سوائے سہلِ ممتنع کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

دیگر مراثی کا انتخاب ہم نے دو لحاظ سے کیا ہے۔ یہ مرثیے زیادہ تر امام حسین کی شہادت کے بعد کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ اہلِ حرم اور سیدِ سجاد کی گرفتاری اور مصائب، دربارِ شام میں آنا، قید خانے کی مصیبتیں، پرانی کنیزوں شیریں اور ہندہ کے واقعات، امام حسین کی تدفین کی داستان، یہ سب واقعات ایسے ہیں جن کے بغیر داستانِ حق و باطل مکمل نہیں ہوتی ہے۔

لیکن یہ مراثی صرف واقعات ہی کی وجہ سے نہیں شعر و فن کے لحاظ سے بھی بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان میں گھوڑے اور تلوار اور سراپا اور جنگ کے ذیل میں وہ کمالات نہیں دکھائے گئے جو عقیدے کے لحاظ سے بجا ہوں تو ہوں ویسے مبالغہ کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہاں تو انیس حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی مشکل ترین راہ سے بڑے کمال کے ساتھ گزرے ہیں۔ انداز میں سلاست ہے، روانی ہے، سوز و اثر کی ایک دنیا پوشیدہ ہے۔ انسانی فطرت کی عکاسی ہے، صبر و برداشت کی ایک پُر درد دلکش داستان ہے جو پڑھنے والے کو کرداروں کی اعلیٰ سیرت و اخلاق دکھا کر بہت کچھ درسِ اخلاق دیتی ہے۔ جس طرح غالب کا بہترین فن چھوٹی بحر کی غزلوں میں نظر آتا ہے۔ انیس کا بہت سا کلام جو مختصر بحر میں پایا جاتا ہے اپنی حسن سادگی اور اثر میں جواب نہیں رکھتا۔

ع آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے!

غضب کا بند ہے اور قیامت کا مرثیہ!

ع دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ!

بیٹے کے لیے باپ کی بے قراری ایسی فطری معلوم ہوتی اور اسی روانی سادگی سے بیانیہ بند تحریر کیے گئے

ہیں کہ دل سے آہ آہ نکل جاتی ہے۔

سے   اے مومنوں کیا صادق الاقرار تھے شبیر

اور سے   جب کہ خاموش ہوئی شمع امامت رن میں

اور سے   جب رن میں حسین اصغر بے شیر کو لائے

یا سے   دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو

اور سے   دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

یہ وہ مراثی ہیں جن میں انیس کا کلام اس قدر "سہل" رواں ہے جیسے کوئی سبک رو ندی دھیرے دھیرے بہہ رہی ہو۔ زبان میں تبحر سے بڑھ کر حلاوت، خیالات میں گہرائی اور درد کی انتہا کیفیت، پڑھنے اور سننے والے مبہوت ہوجاتے ہیں مسحور ہوجاتے ہیں۔ ان کے سرخاندانِ رسالت کے ان شہیدوں کے اعلیٰ اخلاق اور سیرت کے سامنے عقیدت سے جھک جاتے ہیں اور آنکھیں ان کے مصائب پر موتی نچھاور کرنے لگتی ہیں۔ انیس جیسے عظیم فن کار کو اس سے بڑا خراجِ عقیدت اور کیا مل سکتا ہے۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں جن حضرات سے مجھے مدد ملی ان کی میں تہ دل سے شکرگزار ہوں۔ سب سے پہلے تو میں سید محمد حسین رضوی لائبریرین مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنھوں نے حسبِ سابق مجھے لائبریری سے منشی نول کشور کے شائع شدہ مجموعہ مرثیہ میرانیس کے قدیم نسخے عنایت فرمائے جن کے بغیر میرا کام مکمل ہونا دشوار تھا۔

میں جناب نائب حسین نقوی کی بھی بہت مشکور ہوں جنھوں نے رجب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا، اپنا مخطوطہ مقابلے کے لیے مجھے عنایت کیا کہ اس مرثیہ کی دوسری کاپی مجھے کہیں اور سے دستیاب نہیں ہوسکی تھی۔

میں ڈاکٹر نیر مسعود کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں جنھوں نے مجھے مشورہ بھی دیا اور مدد بھی کی۔

شکریہ تو میں اپنی بہن انیس حسن مہدی کا بھی ادا کرنا چاہتی تھی جنھوں نے اپنی لاانتہا مصروفیات میں سے تھوڑا سا وقت چُرا کر میرے ساتھ اکثر مرثیوں کو پڑھوایا جس سے فرہنگ اور اختلافِ نسخ کے مرتب کرنے میں مجھے بڑی مدد ملی۔ مگر یہ کام انھوں نے مجھ سے محبت کی وجہ سے بھی کیا مگر اس سے زیادہ انیس اور کلامِ انیس سے عقیدت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں محبت اور عقیدت شکریہ کی محتاج نہیں ہوتیں۔

انیس کے مرثیے کی دوسری جلد مرتب ہونے میں انیس سے اس گہری عقیدت و الفت کا بڑا ہاتھ ہے۔ جو اپنے اس محبوب شاعر سے مجھے ہے۔ ورنہ یہ کام میرے بس کا نہ تھا۔ اس کتاب کی ترتیب اسی اعتراف کا کرشمہ ہے۔ اس شعر کی تکرار کے ساتھ جو سو فیصدی سچائی پر مبنی ہے کہ

کسی نے تری طرح سے اے انیس   عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

1 دشتِ وفا میں نورِ خدا کا ظہور ہے ذرّوں میں روشنیِ تجلّیِ طور ہے
اِک آفتابِ رُخ کی ضیا دُور دُور ہے کوسوں زمین عکس سے دریائے نُور ہے
اللہ رے حُسن طبقۂ عنبر سرشت کا
میدانِ کربلا ہے نمونہ بہشت کا

2 حیراں زمیں کے نُور سے ہے چرخِ لاجورد مانندِ کہربا ہے، رخِ آفتاب زرد
ہے روکشِ فضائے ارم وادیِ نبرد اٹھتا ہے خاک سے تتقِ نور جائے گرد
حیرت سے حاملانِ فلک ان کو تکتے ہیں
ذرّے نہیں زمیں پہ ستارے چمکتے ہیں

3 ہے آبِ نہر صورتِ آئینہ جلوہ گر تاباں ہے مثلِ چشمۂ خورشید ہر بھنور
لہریں بسانِ برق چمکتی ہیں سر بہ سر پانی پہ مچھلیوں کی ٹھہرتی نہیں نظر
یہ آب و تاب ہے کہ گہر آب آب ہیں
دریا تو آسماں ہیں ستارے حباب ہیں

4 پرتو فگن ہوا جو رخِ قبلۂ انام مشہور ہو گئی وہ زمیں عرش احتشام
اور سنگریزے درِ نجف بن گئے تمام صحرا کو مل گیا، شرفِ وادی السلام
کعبے سے اور نجف سے بھی عزت سوا ہوئی
خاک اس زمینِ پاک کی، خاکِ شفا ہوئی

5 پھیلا جو نورِ مہرِ امامت دمِ زوال ذرّوں سے واں کے آنکھ ملانا ہوا محال
سارے نہال، فیضِ قدم سے ہوئے نہال اختر بنے جو پھول، تو شاخیں بنیں ہلال
پتّے تمام آئینۂ نور ہو گئے
صحرا کے نخل سب شجرِ طور ہو گئے

غل تھا زہے حسینؑ کی شوکت زہے وقار ۶ گویا کھڑے ہیں جنگ کو محبوبِ کردگار
رُخ سے عیاں ہے دبدبۂ شاہِ ذوالفقار ہے نورِ حق جبینِ منوّر سے آشکار
کیونکر چھپے نہ ماہِ دو ہفتہ حجاب سے
چودہ طبق میں نور ہے اس آفتاب سے

یہ روئے روشن اور یہ گیسوئے مشک فام ۷ یاں شام میں تو صبح ہے اور صبح میں ہے شام
ہالے میں یوں نظر نہیں آتا ہے مہ تمام قدرت خدا کی، نور کا ظلمت میں ہے مقام
زلفوں میں جلوہ گر نہیں، چہرہ جناب کا
ہے نصف شب میں آج ظہور آفتاب کا

قرباں کمانِ ابروئے مولا پہ جان و دل ۸ گر ماہِ نو کہیں، تو ہے تشبیہ مبتذل
چشمِ غزال دشتِ ختن چشم سے خجل دیکھا جسے کرم سے عطائیں ہوئیں بحل
پُتلی، بسانِ قبلہ نما بے قرار ہے
گریاں ہیں وہ، یہ گردشِ لیل و نہار ہے

رخسار ہیں ضیا میں قمر سے زیادہ تر ۹ جن پر ٹھہر سکی نہ کبھی شمس کی نظر
ریشِ مخضّب، اور یہ رُخِ شاہِ بحر و بر پیدا ہیں صاف معنیِ واللیل والقمر
قرآن سے عیاں ہے بزرگی امام کی
کھائی قسم خدا نے اسی صبح و شام کی

کس منہ سے کیجیے لبِ جاں بخش کا بیاں ۱۰ چوسی جنھوں نے احمدِ مختار کی زباں
کیا دُرِّ آبدار ہیں اس دُرج میں نہاں گویا کہ موتیوں کا خزانہ ہے یہ دہاں
ذرّے زمیں پہ عکس سے سارے چمک گئے
جس وقت یہ کھلے تو ستارے چمک گئے

شمعِ حریمِ لم یزلی تھا گلوئے شاہ ۱۱ تاریک شب میں جیسے ہویدا ہو نورِ ماہ
اے چرخِ بے مدار، یہ کیسا ستم ہے آہ شمشیرِ شمر اور محمدؐ کی بوسہ گاہ
جس پر رسولؐ ہونٹوں کو ملتے ہوں پیار سے
کٹ جائے کربلا میں وہ خنجر کی دھار سے

منظوریاں تھی مدح گلوئے شہِ اُمم ۱۲ یاد آگئی مگر یہ حدیثِ غم و الم
مسجد میں جلوہ گر تھے رسولِ فلک حشم ملتے تھے ذکرِ حق میں لبِ پاک دم بہ دم
روشن تھے بام و در رخِ روشن کے نُور سے
آئینہ بن گئی تھی زمیں تن کے نُور سے

تھا جو ستوں کہ رکنِ رسالت کا تکیہ گاہ ۱۳ کرسی بھی اس کی پشت پہ تھی عرش کی پناہ
تھا جس حصیرؐ پر وہ دو عالم کا بادشاہ حسرت سے عرش کرتا تھا اس فرش پر نگاہ
اوجِ زمیں بہشتِ بریں سے دوچند تھا
منبر کا نہؐ فلک سے بھی پایہ بلند تھا

اصحابِ خاص گرد تھے انجم کی طرح سب ۱۴ تاباں تھا بیچ میں، وہ مہ ہاشمی لقب
سر پہ ملک صفات مگس راں تھے دو عرب جبرئیلؑ تکیے ہوئے تھے زانوے ادب
خادم بلالؓ و قنبرؓ گردوں اساس تھا
نعلین اس کے پاس، عصا اس کے پاس تھا

گیسو تھے وہ مفسرِ والّیل اذا سجا ۱۵ رُخ سے عیاں تھے معنی والشمس والضحیٰ
وہ ریشِ پاک اور رخِ سردارِ انبیا گویا دھرا تھا رحل پہ قرآں کھلا ہوا
اوڑھے سیہ عبا، جو وہ عالم پناہ تھا
کعبہ کا صاف، حاجیوں کو اشتباہ تھا

پہلو میں بادشاہ کے تھا، جلوہ گر وزیر ۱۶ سردارِ دیں، علیؑ ولی، خلق کا امیر
دونوں جہاں میں کوئی نہ دونوں کا تھا نظیر احمدؐ تھے آفتاب، تو حیدرؑ مہِ منیر
ظاہر میں ایک نور کا دُوجا، ظہُور تھا
گر غور کیجیے تو وہی ایک نُور تھا

مصروفِ وعظ و پند تھے سلطانِ مشرقین ۱۷ جو گھر سے نکلے کھیلتے زہراؑ کے نورِ عین
نانا بغیر دونوں نواسوں کو تھا نہ چین بڑھ جاتے تھے حسنؑ کبھی آگے کبھی حسینؑ
کہتے تھے دیکھیں کون قدم جلد اٹھاتا ہے
نانا کے پاس کون بھلا پہلے جاتا ہے

۱۸ وہ گورے گورے چہروں پہ زلفیں اِدھر اُدھر — کرتے گلوں میں نور بدن جن سے جلوہ گر
اختر سے وہ چمکتے ہوئے کان کے گہر — رشکِ ہلال طوق، گلے غیرتِ قمر
ہیکل پہ نقش نامِ خدائے جلیل کے
تعویذ گردنوں پہ پرِ جبرئیلؑ کے

۱۹ مسجد میں آئے ہنستے ہوئے جب وہ گل بدن — خوش بو سے صحن مسجد جامع بنا چمن
تسلیم کو حسینؑ سے پہلے جھکے حسنؑ — خوش ہو کے مسکرانے لگے سرورِ زمن
بڑھ بڑھ کے خم سلام کو چھوٹے بڑے ہوئے
بیٹھے رہے رسولؐ ملک اٹھ کھڑے ہوئے

۲۰ بیٹوں کو تھا علیؑ کا اشارہ کہ بیٹھ جاؤ — لازم نہیں کہ وعظ میں نانا کو تم ستاؤ
پھیلا کے ہاتھ بولے محمدؐ کہ آؤ آؤ — شبیرؑ نے کہا ہمیں پہلے گلے لگاؤ
بھائی حسنؑ جو آپ کی گودی میں آئیں گے
ہم تم سے نانا جان ابھی روٹھ جائیں گے

۲۱ بولے حسنؑ کہ واہ ہمیں اور کریں نہ پیار — اقرار کر چکے ہیں شہنشاہِ نامدار
بولے بہ چشمِ نم یہ حسینؑ فلک وقار — دیکھیں تو کون کاندھے پہ ہوتا ہے اب سوار
سب سے سوا جو ہیں سو ہمیں اُن کے پیارے ہیں
آگے نہ بڑھیے آپ کہ نانا ہمارے ہیں

۲۲ بھائی سے تب کہا یہ حسنؑ نے بہ التفات — بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم اے نکو صفات
نانا ہمارے کیا نہیں سلطانِ کائنات — ہوتی ہے ناگوار تمھیں تو ذرا سی بات
غصہ نہ اتنا چاہیے خوش خُو کے واسطے
مچلے تھے یوں ہی بچۂ آہو کے واسطے

۲۳ یہ سن کے منہ علیؑ کا لگے دیکھنے رسولؐ — ہنس کر کہا یہ دونوں ہیں میرے چمن کے پھول
میں چاہتا ہوں، ایک کی خاطر نہ ہو ملول — روئیں گے یہ تو گھر سے نکل آئے گی بتولؑ
ہووے نہ رنج میرے کسی نورِ عین کو
تم لو حسنؑ کو گود میں مَیں لوں حسینؑ کو

شبرؓ سے پھر اشارہ کیا ہو کے بے قرار ۲۴ غصہ نہ کھاؤ پہلے تمھیں کو کریں گے پیار
پھر بولے دیکھ کر سوئے شبیرؑ نامدار آ اے حسینؑ آ تری باتوں کے میں نثار
چھاتی سے ہم لگائیں گے جان اپنی جان کر
دیکھیں تو پہلے کون لپٹتا ہے آن کر

دوڑے یہ بات سن کے برابر وہ خوش سیر ۲۵ پاس آئے آفتابِ رسالت کے دو قمر
لپٹے حسینؑ ہنس کے اِدھر اور حسنؑ اُدھر تھے پانوں زانوؤں پہ، تو بالائے دوش سر
نانا کے ساتھ پیار میں، دونوں کا ساتھ تھا
گردن میں ایک اُن کا اور اِن کا ہاتھ تھا

پھر پھر کے دیکھتے تھے شہنشاہِ مشرقین ۲۶ گہہ جانبِ حسنؑ تو کبھی جانبِ حسینؑ
بیٹھے جو زانوؤں پہ، وہ زہراؑ کے نورِ عین تھا تن کو لطف، قلب کو راحت، جگر کو چین
جھک جھک کے منہ رسولِ زمن چومنے لگے
اِن کا گلا تو اُن کا دہن چومنے لگے

شبیرؑ چاہتے تھے کہ چومیں مرے بھی لب ۲۷ پر کچھ گلے کے بوسوں کا کھلتا نہ تھا سبب
نانا کے منہ کے پاس یہ لاتے تھے منہ کو جب جھک جھک کے چومتے تھے گلا سیدِ عرب
بھائی کو دیکھ کر جو حسنؑ مسکراتے تھے
غیرت سے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے

اُٹھے حسینؑ زانوئے احمدؐ سے خشمگیں ۲۸ غصے سے رنگ زرد اور آنکھوں پہ آستیں
رُخ پر پسینہ، جسم میں رعشہ، جبیں پہ چیں پوچھا کدھر چلے، تو یہ بولے کہیں نہیں
گھر میں اکیلے تیوری چڑھائے چلے گئے
دیکھا نہ پھر کے سر کو جھکائے چلے گئے

بیت الشرف میں آئے جو شبیرؑ نامدار ۲۹ کرتے کو منہ پہ رکھ کے لگے رونے زار زار
دوڑیں یہ کہہ کے فاطمہؑ زہراؑ جگر فگار ہے ہے حسینؑ کیا ہوا تو کیوں ہے اشکبار؟
تجھ کو رُلا کے غم میں مجھے مبتلا کیا
قربان ہو گئی، تجھے کس نے خفا کیا؟

میرا کلیجہ پھٹتا ہے اے دل رُبا نہ رو ۳۰ زہرا ہزار جان سے تجھ پہ فدا، نہ رو
غش میں نہ درد ہو کہیں، اے مہ لقا نہ رو بس بس نہ رو حسینؑ برائے خدا، نہ رو
میری طرف تو دیکھو کہ بے تاب ہوتی ہوں
چادر سے منہ کو ڈھانپ کے لو میں بھی روتی ہوں

تو منہ تو کھول اے مرے شبیرؑ خوش خصال ۳۱ تر ہو گئے ہیں آنسو سے گورے گورے گال
مل مل کے پشتِ دست سے آنکھیں کرو نہ لال سلجھاؤں آؤ الجھے ہوئے گیسوؤں کے بال
گھر سے گئے تھے ساتھ، جدا ہو کے آئے ہو
سمجھی میں کچھ حسنؑ سے خفا ہو کے آئے ہو

تم چپ رہو وہ گھر میں تو مسجد سے پھر کے آئیں ۳۲ گذری ہیں کھیل سے مرے بچے کو کیوں رلائیں
ان سے نہ بولیو وہ تمھیں لاکھ گر منائیں تو آؤ جانے دو تمھیں چھاتی سے ہم لگائیں
واری اگر حسنؑ نے رُلایا بُرا کیا
پوچھوں گی کیا نہ میں مرے پیارے نے کیا کیا؟

بولے حسینؑ ہم تو ہیں اس بات پر خفا ۳۳ نانا نے چومے بھائی کے ہونٹ اور مرا گلا
تم اماں جان منہ کو تو سونگھو مرے ذرا کچھ بوئے ناگوار ہے میرے دہن میں کیا!
بھائی کے لب سے اپنے لبوں کو ملاتے ہیں
اب ہم نہ جائیں گے ہمیں نانا رُلاتے ہیں

منہ رکھ کے منہ پہ بولی یہ زہرا جگر فگار ۳۴ بوئے گلاب آتی ہے، اے میرے گلعذار
چوما اگر گلا تو خفا ہو نہ میں نثار تم کو زباں چوساتے تھے محبوبِ کردگار
یہ مشک میں مہک نہ گلِ یاسمن میں ہے
خوشبو اسی دہن کی تمہارے دہن میں ہے

کہنے لگے حسینؑ یہ ماں سے بچشمِ نم ۳۵ کیا جانو تم حسنؑ سے ہمیں چاہتے ہیں کم
یہ کیا! انھیں پہ لطف و عنایت ہے دم بدم معلوم ہو گیا انھیں پیارے نہیں ہیں ہم
رو رو کے آج جان ہم اپنی گنوائیں گے
پانی نہ اب پئیں گے نہ کھانے کو کھائیں گے

یہ بات سن کے ہو گیا زہرا کا رنگ فق ۳۶ بولی پسر سے رو کے وہ بنتِ رسولِ حق
صدقے گئی کرو نہ کلیجے کو میرے شق ہے ہے یہ کیا کہا مجھے ہوتا ہے اب قلق
میرا لہو بہے گا جو آنسو بہاؤ گے
کاہے کو ماں جیے گی جو کھانا نہ کھاؤ گے

یہ کہہ کے اوڑھ لی سرِ پُرنور پر ردا ۳۷ موزے پہن کے گود میں شبیر کو لیا
در تک گئی جو گھر سے وہ دل بندِ مصطفٰے فضہ نے بڑھ کے بوذرؓ و سلماںؓ کی دی صدا
پیشِ نبیؐ حسینؑ کو گودی میں لاتی ہیں
ہٹ جاؤ سب کہ فاطمہؑ مسجد میں آتی ہیں

اللہ رے آمد آمدِ زہراؑ کا بندوبست ۳۸ ساتوں فلک تھے اوجِ شرافت سے جس کے پست
احمدؐ کے گرد و پیش سے اٹھے خدا پرست انساں تو کیا، ملک کو نہ تھی قدرتِ نشست
آئیں تو شاد شاد، رسولِ زمن ہوئے
گھر میں خدا کے ایک جگہ پنجتن ہوئے

تعظیم فاطمہؑ کو اٹھے سیدالبشر ۳۹ دیکھا کہ چشمِ فاطمہؑ ہے آنسوؤں سے تر
غم سے حسینؑ دوش پہ ماں کے جھکائے سر تھا اک ہلال، مہر کے پہلو میں جلوہ گر
ماں کہتی تھی نہ روؤ، مگر چپ نہ ہوتے تھے
آنکھیں تھیں بند ہچکیاں لے لے کے روتے تھے

گھبرا کے پوچھنے لگے محبوبِ ذوالجلال ۴۰ روتا ہے کیوں حسینؑ، یہ کیا ہے تمہارا حال؟
بولیں بتولؑ آج قلق ہے مجھے کمال رویا ہے یہ حسینؑ کہ آنکھیں ہیں دونوں لال
آتے ہیں ہنستے، روتے ہوئے گھر میں جاتے ہیں
شفقت بھی آپ ہی کرتے ہیں آپ ہی رلاتے ہیں

ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں یا شاہِ بحر و بر ۴۱ شفقت کی اس کے حال پہ ہر دم رہے نظر
رونے سے اس کے ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر مجھ فاقہ کش غریب کا پیارا ہے یہ پسر
حیدرؑ سے پوچھیے مری عسرت کے حال کو
کس کس دکھوں سے پالا ہے اس نونہال کو

۴۲ اشک اس کے جتنے نکلے ہیں یا شاہِ نیک خُو   اتنا ہی گھٹ گیا ہے مرے جسم کا لہو
روئے ہیں پھوٹ پھوٹ کے یہ میرے روبرو   تر ہو گیا ہے آنسوؤں سے چاند سا گلو
دیکھا نہ تھا یہ میں نے جو حال اس کا آج ہے
حضرت تو جانتے ہیں کہ نازک مزاج ہے

۴۳ شفقت سے آج آپ نے چومے حسنؑ کے لب   بوسہ لیا نہ ان کے لبوں کا یہ کیا سبب؟
رتبے میں دونوں ایک ہیں یا سرورِ عرب   میں سچ کہوں یہ سن کے مجھے بھی ہوا عجب
اس کو جو ہو خوشی تو دل اس کا بھی شاد ہو
چھوٹے سے چاہیے کہ محبت زیاد ہو

۴۴ آپ ان کے ناز اٹھاتے ہیں یا شاہِ بحر و بر   پھر کس سے روٹھیں آپ سے روٹھیں نہ یہ اگر
اکثر انھیں چڑھایا ہے حضرت نے دوش پر   گیسو دیے ہیں ننھے سے ہاتھوں میں بیشتر
روٹھے تھے یہ سو قدموں پہ سر دھرنے آئے ہیں
منہ کے نہ چومنے کا گلا کرنے آئے ہیں

۴۵ یہ کہہ کے پھر حسینؑ سے بولیں بہ چشمِ تر   لو جا کے اب نبیؐ کے قدم پر جھکاؤ سر
آئے حسینؑ ہاتھ جو ننھے سے جوڑ کر   بے اختیار رونے لگے سیدالبشر
رہ رہ کے دیکھتے تھے علیؑ و بتولؑ کو
نزدیک تھا قلق سے غش آئے رسولؐ کو

۴۶ تھی آنسوؤں سے ریشِ مبارک تمام نم   فرطِ بکا سے خاک پہ جھکتے تھے دم بہ دم
گاہے ستوں سے لگ کے ہوئے راست گاہ خم   ہر لحظہ اضطراب زیادہ تھا، صبر کم
ہو سکتا تھا نہ ضبط شہِ مشرقین سے
روتے تھے بار بار لپٹ کر حسینؑ سے

۴۷ شبیرؑ رو کے کہتے تھے نانا نہ روئیے   روئیں گے اب نہ ہم شہِ والا نہ روئیے
ہلنے لگے گا عرشِ معلّٰی نہ روئیے   پھٹتا ہے اب ہمارا کلیجہ نہ روئیے
سو بار دن میں ہم تو منہ اشکوں سے دھوتے ہیں
حضرت ہمارے رونے پہ کاہے کو روتے ہیں؟

گھبرا گئے علیؑ ولی شاہِ بحر و بر ۴۸ کی عرض فاطمہؑ نے جھکا کے قدم پہ سر
بیٹی نثار ہو گئی، یا سیدُ البشر کیا وجہ ہے؟ جو آپ ہیں اس طرح نوحہ گر
جلدی بتایئے کہ مجھے تاب اب نہیں
رونا خدا کے دوست کا یہ بے سبب نہیں

حضرت کو علمِ غیب ہے یا شاہِ انس و جاں ۴۹ آئندہ و گذشتہ کا سب حال ہے عیاں
کیا آئی آج وحیِ خداوندِ دو جہاں ہونا ہے جو حسینؑ پہ مجھ سے کرو بیاں
فاقوں سے کاٹتی ہوں مصیبت جہان کی
کیوں بابا جان، خیر تو ہے اس کی جان کی

بولے جگر کو تھام کے محبوبِ ذوالجلالؐ ۵۰ تجھ سے سنا نہ جائے گا اے فاطمہؑ یہ حال
کس منہ سے میں کہوں کہ قلق ہے مجھے کمال زہراؑ شہید ہوئیں گے تیرے یہ دونوں لال
ماتم کی یہ خبر ابھی جبریل لائے تھے
سارے ملک حسینؑ کے پُرسے کو آئے تھے

الماس پی کے ہوئے گا بے جاں ترا حسنؑ ۵۱ یہ وجہ ہے کہ چومتا ہوں اس کا میں دہن
بھر جائے گا کلیجوں کے ٹکڑوں سے سب لگن ہوگا زُمرّدی، ترے اس لال کا بدن
سوئے بہشت جب یہ جہاں سے سدھاریں گے
بدکیش تیر اس کے جنازے پہ ماریں گے

زہراؑ مجھے کلام کی طاقت نہیں ہے اب ۵۲ حلقِ حسینؑ چومنے کا کیا کہوں سبب
اک بَن میں تین روز رہیں گے یہ تشنہ لب کٹ جائے گا گلا یہی خنجر سے ہے غضب
نیزے پہ سر چڑھے گا ترے نورِ عین کا
گھوڑوں سے روند ڈالیں گے لاشہ حسینؑ کا

روئے خبر یہ کہہ کے جو محبوبِ ذوالمننؐ ۵۳ گھبرا کے منہ حسینؑ کا تکنے لگے حسنؑ
زہراؑ پکاری ہائے لٹے گا مرا چمن میں مر گئی، دُہائی ہے، یا سرورِ زمن
یہ کیسی آگ ہے کہ مری کوکھ جل گئی
ہے ہے چھری کلیجے پہ زہراؑ کے چل گئی

فریاد یا نبیؐ شہِ ابرار الغیاث ۵۴ اے مرسلانِ حق کے مددگار الغیاث
اے بے کسوں کے وارث و سردار الغیاث اے جزو کل کے مالک و مختار الغیاث
قدرت ہے سب طرح کی شہِ مشرقین کو
حضرت سے لوں گی اپنے حسنؑ اور حسینؑ کو

کس جرم پر یہ لال مرے قتل ہوں گے آہ ۵۵ رو کر کہا رسولِ خدا نے کہ بے گناہ
کی عرض فاطمہؑ نے کہ اے عرشِ بارگاہ بچوں کو میرے کیا نہ ملے گی کہیں پناہ
تلواریں کھینچ کھینچ کے ظالم جو آئیں گے
حضرت نہ کیا نواسوں کو اپنے بچائیں گے

آساں ہے کیا جو قتل کریں گے ستم شعار ۵۶ کیا شیرِ حق کمر سے نہ کھینچیں گے ذوالفقار
اعدا پہ کیا چلے گا نہ دستِ خدا کا وار بالوں کو کیا نہ کھولے گی زہراؑ جگر فگار
ٹکڑے جگر جو ہوئے گا مجھ دل دونیم کا
پایہ نہ کیا ہلاؤں گی، عرشِ کا

زہراؑ سے رو کے کہنے لگے شاہِ نیک خُو ۵۷ بیٹی مجھے ستائیں گے، تربت میں کینہ جُو
اس وقت قتل ہوئیں گے یہ دونوں ماہ رُو دنیا میں جب نہ ہوگا علیؑ، اور نہ میں نہ تُو
لاشے پہ مجتبیٰؑ کے تو شبیرؑ روئے گا
شبیرؑ جب مرے گا تو کوئی نہ ہوئے گا

چلائی سر پٹک کے یہ زہراؑ کہ ہے ستم ۵۸ پیٹے گا کون، تن سے جو نکلے گا اُس کا دم
ماتم کی صف بچھائے گا کون، اے شہِ اُمم؟ پُرسے کو کون آئے گا اس کے بہ چشمِ نم؟
ہم میں سے ایسے وقت جو کوئی نہ ہوئے گا
ہے ہے مرے حسینؑ کو پھر کون روئے گا؟

بچے کی میرے تعزیہ داری کرے گا کون؟ ۵۹ منہ ڈھانپ گریۂ زاری کرے گا کون؟
دریائے اشک چشم سے جاری کرے گا کون؟ امداد بعدِ مرگ ہماری کرے گا کون؟
ہوگا کہاں نبیؐ کے نواسے کا فاتحہ
شربت پہ کون دیوے گا پیاسے کا فاتحہ

بولے نبیؐ کہ آپ کو زہراؑ نہ کربلاک ٦ فرما چکا ہے مجھ سے یہ وعدہ خدائے پاک
پیدا کریں گے قوم اک ایسی برنئے خاک جو رات دن رہیں گے اسی غم میں دردناک

بزمِ عزا میں آئیں گے وہ دُور دُور سے
تن خاک سے بنائیں گے دل اُن کے نُور سے

ہوگی انھیں سے مجلسِ ماتم کی زیب و زین ٦١ دیں گے انھیں وہ لب کہ جو ہے بین پہ واحسینؑ
آنکھیں وہ دیں گے رونے کو سمجھیں جو فرضِ عین ہاتھ ایسے، غیر سینہ زنی، جو جنھیں نہ چین

سامانِ تعزیت کے کبھی کم نہ ہوئیں گے
وہ حشر تک حسینؑ کے ماتم میں روئیں گے

ہوگا عیاں فلک پہ محرم کا جب ہلال ٦٢ رخت سیاہ پہنیں گے مردوں وہ خوش خصال
کھولیں گی بی بیاں بھی سب اپنے سروں کے بال ہر گھر میں ہوگا شور کہ ہے ہے علیؑ کا لال

لیں گے صلے میں خلد ترے نُورِ عین سے
آنسو عزیز وہ نہ کریں گے حسینؑ سے

پیاسا شہید ہوگا جو تیرا[28] یہ دل رُبا ٦٣ مومن سبیلیں رکھیں گے پانی کی جا بہ جا
ہوئے گی شاد روحِ شہیدانِ کربلا بھر بھر کے آب سرد پکاریں گے برملا

محبوبِ کبریاؐ کے نواسے کی نذر ہے
پیاسے نہ جائیو کہ یہ پیاسے کی نذر ہے

کہنے لگی نبیؐ سے بتولِؑ فلک جناب ٦٤ ہے ہے میں کیا کروں مرے دل کو نہیں ہے تاب
اے بادشاہِ کون و مکاں مالکُ[29] الرقاب درگاہِ حق میں آپ کی ہے عرض مستجابؐ[30]

کیجئے دعا کہ خالقِ اکبر مدد کرے
اللہ یہ بلا مرے بچے کی رد کرے

بیٹی سے رو کے کہنے لگے، شاہ کائنات ٦٥ روحؑ[31] الامیں نے مجھ سے تو یہ بھی کہی ہے بات
چاہو تو رد کرے یہ بلا ربِّ پاک ذات لیکن نہ ہوئے گی مری اُمت کی پھر نجات

محبوبِ حق نثار ترے نورِ عین پر
موقوف ہے یہ امر تو قتلِ حسینؑ پر

۶۶ اللّٰہ رے صبرِ دخترِ محبوبِ کردگار — اُمّت کا نام سن کے جھکایا سر ایک بار
خوشنود ہو کے کہنے لگے شاہِ ذوالفقار — صدقے حسنؑ، حسینؑ تصدق، علیؑ نثار
اس راہ میں نہ مال نہ دولت عزیز ہے
پیارے پسر نہیں، ہمیں اُمّت عزیز ہے

۶۷ کہنے لگے حسینؑ سے پھر شاہِ بحر و بر — بتلا مجھے کہ کیا تری مرضی ہے اے پسر
نانا سے بولے چھوٹے سے ہاتھوں کو جوڑ کر — اُمّت کے کام آئے تو حاضر ابھی ہے سر
وعدہ کو ہم نہ بھولیں گے گو خورد سال ہیں
جھوٹے نہیں ہیں، مخبرِ صادق کے لال ہیں

۶۸ روتے ہیں آپ کس لیے یا سیّدِ امم — راضی ہیں ہم پہ راہِ خدا میں ہوں جو ستم
تلواریں بھی چلیں تو نہیں مارنے کے دم — اُمّت پہ اپنے سر کو تصدق کریں گے ہم
ہم راست گو ہیں بات پہ جس وقت آتے ہیں
کہتے ہیں جو زباں سے وہی کر دکھاتے ہیں

۶۹ بچپن میں جو زباں سے کہا تھا کیا وہ کام — جس وقت رن میں ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام
گردن جھکا کے برچھیاں کھایا کیے امام — خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام
تیغیں علیؑ کے لال کے شانے پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

۷۰ پھیری[۱] نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف — تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بہ ناف
سیّد سے، بے وطن سے، زمانہ تھا برخلاف — غل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف
سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

۱؎ بعض دوسری جگہ کے مطبوعہ مراثی میر انیس میں یہاں سے شدید اختلاف ہے یعنی یہ بند وہاں نہیں بالکل نئے ہیں مگر چونکہ مترادف مضمون ہیں لہٰذا ان کا اتباع ضروری نہیں سمجھا گیا میر انیس کے مرثیے مختلف طور سے ملتے ہیں ممکن ہے کہ یہ دونوں اپنی جگہ پر صحیح ہوں ۱۲ مصحح

مینھ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر ۷۱ تھرّا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
دامن پہ تیر، جیب پہ تیر، آستیں پہ تیر پہلو پہ تیغ، سینہ پہ نیزہ، جبیں پہ تیر
داغوں سے خوں کے رُختِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ ضریح سینۂ اقدس فگار تھا

ترتھی لہو میں زلفِ شکن در شکن جدا ۷۲ مجروح لعل لب تھے جدا، اور دہن جدا
درپے تھے نیزہ دار جدا، تیغ زن جدا کٹ کٹ کے ہو گیا تھا ہر اک عضوِ تن جدا
سی پارہ تھا نہ صدر، فقط اُس جناب کا
پُرزے ورق ورق تھا، خدا کی کتاب کا

کرتا تھا وار، برچھیوں والوں کا جب پَرا ۷۳ تیغوں سے دم بھی لینے کی مہلت نہ تھی ذرا
نیزوں میں خوں، نبیؐ کے نواسے کا تھا بھرا شمشیر و تیر و نیزہ و خنجر کے ماورا
تھیں سختیاں ستم کی شۂ خوش خصال پر
چلتے تھے سنگ فاطمۂ زہرا کے لال پر

تھے دو ہزار جسمِ شۂ بحر و بر پہ زخم ۷۴ ماتھے پہ زخم تیر کے، تیغوں کے سر پہ زخم
گردن پہ زخم، سینہ پہ زخم اور کمر پہ زخم اور اس کے ماورا تھے بہتّر جگر پہ زخم
گھوڑے پہ گہہ سنبھلتے تھے گہہ ڈگمگاتے تھے
غش آتا تھا تو ہرنے پہ سر کو جھکاتے تھے

گھوڑے پہ جب سنبھلنے کی مطلق رہی نہ تاب ۷۵ ہاتھوں سے باگ چھٹ گئی اور پاؤں سے رکاب
گرنے لگا جو خاک پہ وہ آسماں جناب مرقد میں بے قرار ہوئی روحِ بوتراب
غُل تھا کہ خاک پر شۂ کون و مکاں گرا
بس اب زمیں اُلٹ گئی اور آسماں گرا

جلتی ہوئی زمیں پہ تڑپنے لگے امام ۷۶ بے کس پہ ظالموں نے کیا اور اژدہام
اس وقت شمر سے یہ عمرو نے کیا کلام ہاں تن سے جلد کاٹ سرِ سرورِ انام
ڈر یو نہ سن کے فاطمۂ زہرا کی آہ کو
گل کر دے شمع قبرِ رسالت پناہ کو

یہ سنتے ہی چڑھائی ستمگر نے آستیں ۷۷ خنجر کمر سے کھینچ کے آگے بڑھا لعیں
تھے قبلہ رُو جھکے ہوئے سجدے میں شاہِ دیں لب ہلتے دیکھے شاہ کے آیا وہ جب قریں
سمجھا کہ تشنگی سے جو صدمے گزرتے ہیں
اس وقت بددعا مجھے شبیر کرتے ہیں

جھک کر قریب کان جو لایا تو یہ سنا ۷۸ حق میں گناہ گاروں کے کہتے ہیں شہ دعا
جاری زبانِ خشک پہ یہ ہے کہ اے خدا کر حاجتوں کو میرے محبوں کی تو روا
شیعوں کا حشر روزِ جزا میرے ساتھ ہو
میرا یہ خوں بہا ہے کہ ان کی نجات ہو

یہ سن کے مستعد ہوا وہ شہ کے قتل پر ۷۹ زانو رکھا حسینؑ کے سینے پہ بے خطر
گردن پہ پھیرنے لگا خنجر جو بدگہر آئی صدا علیؑ کی کہ ہے ہے مرے پسر
زہرا پکاری کچھ بھی نبیؐ سے حجاب ہے
ظالم یہ بوسہ گاہِ رسالتؐ مآب ہے

کیوں ذبح میرے لال کو کرتا ہے بے گناہ ۸۰ کیوں کاٹتا ہے میرے کلیجے کو رو سیاہ
کشتی کو اہلِ بیت نبیؐ کی نہ کر تباہ میں فاطمہ ہوں عرش ہلائے گی میری آہ
ہوئے گا حشر قتل جو یہ بے وطن ہوا
یہ مر گیا تو خاتمہ پنجتن ہوا

آواز اپنی ماں کی یہ زینبؑ نے جب سنی ۸۱ دوڑی نکل کے خیمے سے سر پیٹتی ہوئی
دیکھا کہ ذبح کرتا ہے حضرت کو وہ شقی سر پیٹ کر یہ کہنے لگی وہ جگر جلی
ہے ہے نہ تین روز کے پیاسے کو ذبح کر
ظالم! نہ مصطفیٰؐ کے نواسے کو ذبح کر

بانو پکارتی تھی یہ کیا کرتا ہے لعیں ۸۲ پیاسا ہے تین روز سے حیدر کا جانشیں
چلاتی تھی سکینہ کہ جینے کی میں نہیں بابا کو ذبح کرتا ہے کیوں اے عدوئے دیں؟
خنجر نہ پھیر چاند سی گردن پہ رحم کر
ابا کو چھوڑ دے، مرے بچپن پہ رحم کر

زخموں سے چور چور ہے زہراؑ کا یادگار ۸۳ جس چھاتی پہ میں سوتی تھی اس پہ ہے تو سوار
بابا کے حلق پر نہ پھرا اب چھری کی دھار بدلے پدر کے سر کو مرے تن سے تو اتار
سید پہ تشنہ لب پہ ستم اس قدر نہ کر
پوتی ہوں فاطمہؑ کی، مجھے بے پدر نہ کر

رو کر بیاں یہ کرتی تھی وہ سوختہ جگر ۸۴ دے کر دہائی اہلِ حرم پیٹتے تھے سر
کرتا تھا ذبح شہ کو وہاں شمر بدگہر فرماتے تھے یہ شاہ کہ پیاسا ہوں رحم کر
پانی دیا نہ ہائے نبیؐ کے نواسے کو
جلاد ذبح کرنے لگا بھوکے پیاسے کو

آخر سرِ امام امم تن سے کٹ گیا ۸۵ چلا کے فاطمہؑ نے یہ زینب کو دی صدا
میداں سے جلد لے کے سکینہ کو گھر میں جا بے جرم کٹ گیا تیرے ماں جائے کا گلا
مارا بظلم شمر نے پیاسے کو جان سے
میں لٹ گئی حسینؑ سدھارے جہان سے

بس اے انیسؔ بزم میں ہے نالہ و فغاں ۸۶ پوچھو ان کے دل سے جو ہیں سخن فہم نکتہ داں
حق ہے سنا نہیں کبھی اس حسن کا بیاں گویا کہ یہ خلیق کی ہے سربسر زباں
سچ ہے کہ اس زباں کو کوئی جانتا نہیں
جو جانتا ہے اس کو وہ مانتا نہیں

۲

کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا ۱ کیا رنج ہے وہ رنج، کہ یارا نہیں جس کا
کیا دُکھ ہے، قلق دل کو گوارا نہیں جس کا کس تیغ کا ہے زخم، کہ چارا نہیں جس کا
صابر بھی تڑپتے ہیں، وہ کیا رنج والم ہے
اک داغ ہے اولاد کا اک بھائی کا غم ہے

دشمن سے بھی دنیا میں، برادر نہ جدا ہو ۲ لشکر کی جو زینت ہے، وہ صفدر نہ جدا ہو
جاں تن سے نکل جائے، پہ دلبر نہ جدا ہو وابستہ ہو دَم جس سے، وہ دم بھر نہ جدا ہو
دولت ہے بڑی، بیٹے کا اور بھائی کا جینا
انساں کے لیے موت ہے تنہائی کا جینا

بے کار ہے وہ ہاتھ کہ بازو نہیں جس کا ۳ کیا صبر کرے قلب پہ، قابو نہیں جس کا
کون اس کا ہے، پھر زینتِ پہلو نہیں جس کا ہستی کا چمن خار ہے، گل رو نہیں جس کا
برچھی اسے لگتی ہے جو شمشاد کو دیکھے
جب صرفِ خزاں، گلشنِ اولاد کو دیکھے

ہر رَم سے زمانے میں، فزوں تر ہیں یہ دو غم ۴ سو داغ کے، سو غم کے، برابر ہیں یہ دو غم
کٹتا ہے جگر جس سے، وہ خنجر ہیں یہ دو غم موت اس کی ہے جس شخص کے دل پر ہیں یہ دو غم
سب دُکھ ہوں، پہ خالق یہ جدائی نہ دکھائے
داغ اپنا کسی بھائی کو بھائی نہ دکھائے

ہوتا ہے بہت نیک پسر باپ کو پیارا ۵ پیری کا عصا، گھر کا چراغ، آنکھوں کا تارا
کردیتا ہے یہ داغ، کلیجے کو دو پارا بھائی ہے، مگر زیست کا، بھائی کی سہارا
مرجائے پسر تو ہے، پھر امید پسر کی
بھائی نہ جدا ہو، کہ نشانی ہے پدر کی

٦ جس شخص پہ یہ رنج والم ہو وہی جانے دل جس کا تہِ تیغ دو دم ہو، وہی جانے
تیغوں سے چمن جس کا قلم ہو وہی جانے جس درد رسیدہ کو یہ غم ہو، وہی جانے
مظلوم سے باعث نفسِ سرد کا پوچھو
گر پوچھو تو بسمل سے مزا درد کا پوچھو

٧ حضرت نے یہ دو داغ سہے، دل پہ برابر اک فرقتِ عباسؑ اور اک رحلتِ اکبرؑ
بھائی بھی وہ بھائی کہ جو تھا ثانیِ حیدرؑ فرزند وہ فرزند کہ تصویرِ پیمبرؐ
آنکھوں سے نہاں چاہنے والے ہوئے دونوں
محبوب جواں، گود کے پالے ہوئے، دونوں

٨ بھائی کو وہ اب نہر پہ روئیں کہ پسر کو ٹوٹے ہوئے بازو کو سنبھالیں کہ جگر کو
توڑا ہے علمدار کے ماتم نے کمر کو چھوڑا ہے جواں بیٹے نے پیری میں پدر کو
فوجِ غم و اندوہ میں، شبیرؑ گھرے ہیں
اک جان پہ، دو کوہِ الم، ساتھ گرے ہیں

٩ دو آفتیں بالائے سر آئی ہیں غضب ہے دو تیغیں جگر تک اتر آئی ہیں غضب ہے
دو برچھیاں اک دل میں در آئی ہیں غضب ہے دو پیاروں کی لاشیں نظر آئی ہیں غضب ہے
جینا غمِ جاں کاہ میں مشکل ہے بشر کا
پتھر کا کلیجہ تو نہیں دل ہے بشر کا

١٠ ہیں خاک نشیں زیرِ علم، حضرتِ شبیرؑ اور سامنے ہے، خوں میں بھری بیٹے کی تصویر
وارث کو سنبھالے ہوئے ہے بانوئے دلگیر جب پیٹتے ہیں، ہاتھ پکڑ لیتی ہے ہمشیر
فرماتے ہیں صدمے ہیں بڑے بھائی کے غم کے
للہ تڑپنے دو ہمیں گرد علم کے

١١ تقدیر نے بھائی کو مرے ہاتھ سے کھویا رونے دو کہ جی بھر کے ابھی میں نہیں رویا
وہ شیر ترائی میں، مجھے چھوڑ کے سویا سر پر سے مرے، آج علیؑ اٹھ گئے گویا
ہے داغ بڑا بھائی کے مرجانے کا، مجھ کو
کیوں روکتی ہو، چین نہیں آنے کا، مجھ کو

عاشق مرے بچپن کا سدا پیارا، میں نہ روؤں ۱۳ اعدا نے مرے شیر کو مارا، میں نہ روؤں
آنکھوں سے نہاں ہو گیا تارا، میں نہ روؤں لُوٹا گیا لشکر مرا سارا، میں نہ روؤں
پھٹ جاتے جگر جس کا، وہ بے پر نہیں روتا
کیا بھائی کے ماتم میں برادر نہیں روتا

مرتا میں تو کیا محو نہ روتا مرا بھائی جیتا جو مرے مرنے میں ہوتا مرا بھائی
ماتم میں مرے جان کو کھوتا مرا بھائی پہلو میں مری لاش کے سوتا مرا بھائی
خوں اس کا بہا، چشم بھی پُرنم نہ کروں میں
ہے ہے، یہ غم ایسا ہے کہ ماتم نہ کروں میں

منہ رونے کو ڈھانپو صفِ ماتم کو بچھاؤ ۱۴ پُرسا مجھے دو بین کرو خاک اُڑاؤ
بھابی سے کہو زیرِ علم رونے کو آؤ مجھ تک کوئی عباسؑ کے فرزند کو لاؤ
اب منہ سے نکلتا ہے کلیجہ مرا پھٹ کر
روئے گا حسینؑ اپنے بھتیجے سے لپٹ کر

غش ہو گئے کہہ کر یہ سخن حضرتِ شبیرؑ ۱۵ ہوش آیا تو چپکے سے یہ کہنے لگی ہمشیر
قربان گئی، دیکھ کے حال آپ کا تغیر فرزند کو رو سکتی نہیں بانوئے دل گیر
تصویر سی پاس آپ کے حیرت میں کھڑی ہے
تنہا علیؑ اکبر کی مرے لاش پڑی ہے

دل ماں کا ہے، کس طرح کلیجے کو سنبھالے ۱۶ مر جائے وہ، اٹھارہ برس تک جسے پالے
پر اب تو اُسے آپ کے جینے کے ہیں لالے کہتی ہے خدا کو کہ تو زہراؑ کی بچا لے
جو کچھ بھی ہے بے جا نہیں واللہ بجا ہے
وارث کا غم اولاد کے ماتم سے سوا ہے

عباسؑ کو روتے ہیں جو آپ اے شہِ ابرار ۱۷ بیتاب ہے بسمل کی طرح وہ جگر افگار
فرزند کے لاشے کو بھی دیکھا نہیں زنہار ہے لب پہ یہی، ہائے علمدار، علمدار
کہتی ہے غش آتے ہیں شہِ جن و بشر کو
تھامو انھیں لوگو، میں نہ روؤں گی پسر کو

بانو کی طرف دیکھ کے کہنے لگے سرور ۱۸ لے آئے کوئی زیرِ علم لاشۂ اکبر
کلثوم نے ہمراہ اٹھیں زینبِ مضطر نزدیک علم لا کے رکھی لاش زمیں پر
حضرت نے کہا اب مرے دلبند کو رو لو
عباسؑ کو بس رو چکیں فرزند کو رو لو

آغوش میں لو لاش جواں بیٹے کی بانو ۱۹ پھر پاؤ گی تصویر کہاں بیٹے کی بانو
ہو جائے گی اب شکل نہاں بیٹے کی بانو بس آخری رخصت ہے یہاں بیٹے کی بانو
کس پیاس میں تنہا یہ ہزاروں سے لڑے ہیں
کس شان سے چھاتی پہ سناں کھائے پڑے ہیں

دل کھول کے رو لو کہ یہ اولاد کا غم ہے ۲۰ بانو تمھیں روحِ علیؑ اکبر کی قسم ہے
مظلوم کا ماتم ہے یہ بے کس کا الم ہے ہم بھی انھیں رو لیویں کہ وقت کوئی دم ہے
کیوں کر انھیں تشنہ وہاں باپ نہ روئے
دادی سے کہیں گے ہمیں ماں باپ نہ روئے

محبوب ہے ان سے پدرِ بے کس و بے پر ۲۱ رو رو کے پیارے مرے گھر سے گئے اکبرؑ
لے جائیں کہاں لاشۂ ہم شکل پیمبرؐ سامان کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر
تابوت بھی اٹھوا نہیں سکتا پدر ان کا
کس عالمِ غربت میں ہوا ہے سفر ان کا

یہ کہتے ہی حضرت پہ تو رقت ہوئی طاری ۲۲ منہ رکھ دیا چھاتی پہ پسر کے کئی باری
فرزند کا منہ کھول کے ، بانو یہ پکاری اٹھتے نہیں تم باپ کے سمجھانے کو واری
رونے بھی نہ دیتے تھے ، سو جی کھوتے ہیں شبیرؑ
صدقے گئی تم سوتے ہو ، اور روتے ہیں شبیرؑ

بس سو چکے ، اٹھو علی اکبر ، علی اکبر ۲۳ آواز مجھے دو ، علی اکبر ، علی اکبر
کیا ہو گیا تم کو ، علی اکبر ، علی اکبر ہے ہے مرے گم گو علی اکبر ، علی اکبر
غفلت تمھیں ایسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے
نیند آج یہ کیسی ہے کہ کروٹ نہیں لیتے

بیٹا علی اکبر مجھے ماں کہہ کے پکارو ۲۴ ہتھیار سبھی باپ کے ہمراہ سدھارو
واری میں پریشان ہوں اب گیسو تو سنوارو مرجائے گی ماں ہاتھ تو سینے سے اتارو
دن ڈھل گیا، اب کون سا سونے کا محل ہے
یہ نیند جوانی کی ہے، یا خوابِ اجل ہے

صدقے گئی سنتے نہیں شاید مرا رونا ۲۵ بازو میں ہلاتی ہوں، خفا مجھ سے نہ ہونا
اٹھو تو بچھا دیوے یہ ماں، نرم بچھونا اب چونکو میں صدقے گئی، پھر چین سے سونا
ہے فرش کی جا خاک، تنِ زار کے نیچے
تکیہ تو دھرو، چاند سے رخسار کے نیچے

ایسی تو نہ غافل تھی کبھی نیند تمھاری ۲۶ گر بولتا تھا کوئی تو چونک اٹھتے تھے واری
اب سوتے ہو اور گرد ہے یہ گریہ وزاری کیوں کر تمھیں چونکائے یہ ماں درد کی ماری
پردیس میں برباد مجھے کر گئے بیٹا
معلوم یہ ہوتا ہے کہ تم مر گئے بیٹا

اب گھر میں مرے کس کی دلہن آئے گی اکبر ۲۷ ماں بیاہ کا جوڑا کسے پہنائے گی اکبر
تصویر یہ اب آنکھوں سے چھپ جائے گی اکبر زہرا کی ہو تم کو کہاں پائے گی اکبر
معلوم نہ تھا یہ کہ جواں ہو کے مرو گے
چھوڑا ہمیں اب قبر کو آباد کرو گے

کیا شکل، یہ اے غنچہ دہاں، ماں کو دکھائی ۲۸ نکلی ہوئی ہونٹوں پہ زباں، ماں کو دکھائی
تم نے نہ دلہن، اے مری جاں، ماں کو دکھائی ایامِ بہاری میں خزاں، ماں کو دکھائی
دادی کی ملاقات کے شایق ہوئے بیٹا
موت آگئی، جب بیاہ کے لایق ہوئے بیٹا

اب سو گئے مٹی کے تلے، اے علی اکبر ۲۹ اماں کی مرادوں کے پلے اے علی اکبر
دنیا میں نہ پھولے نہ پھلے، اے علی اکبر سبزے کے نکلتے ہی چلے، اے علی اکبر
برچھی لگی، یہ نخلِ تمنا میں پھل آیا
خط بھی نہ بھرا تھا کہ پیامِ اجل آیا

ہے ہے مرے ارمان بھرے پیاس کے مارے ۳۰ ہے ہے مری پیری کے عصا، آنکھوں کے تارے
اس دارِ فنا سے مری جاں تم تو سدھارے اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے
ساتھ اپنے مزا زیست کا لیتے گئے واری
ہے ہے مجھے مٹی بھی نہ دیتے گئے واری

یاں حشر بپا تھا، کہ پکارے کئی خوں خوار ۳۱ ہیں دیر سے مقتل میں صفیں، فوج کی تیار
بس رو چکے، اب جنگ کو آئیں شہِ ابرار ہو جائے نہ بے پردگیِ عترتِ اطہار
گھر روکتی ہیں، بیبیاں زہرا کے پسر کو
ہم آکے وہیں کاٹیں گے شبیر کے سر کو

اٹھے یہ صدا سن کے، شہِ صابر و شاکر ۳۲ زینب سے کہا، لاؤ بہن خلعتِ آخر
بانو کو سنایا کہ خدا حافظ و ناصر بیٹی سے کہا، ہوتا ہے رخصت یہ مسافر
اب دیر کا موقع نہیں حاکم کی طلب ہے
نامحرم اگر خیمے میں آئے تو غضب ہے

کافر ہیں وہ یہ بے ادبی ان سے نہیں دور ۳۳ ہے آلِ محمد کی تباہی انہیں منظور
یاں آنے کا لے نام، کسی کا تھا یہ مقدور عباس کے مر جانے سے ہم ہو گئے مجبور
سنتا یہ سخن صاحبِ شمشیر ہمارا
جو چاہیں کہیں قتل ہوا شیر ہمارا

ہر بی بی کا رنگ اڑ گیا سنتے ہی تقریر ۳۴ ثابت ہوا مرنے کو چلے، حضرتِ شبیر
سر پیٹ کے ہاتھوں سے گری خاک پہ ہمشیر اکبر کا بھی غم بھول گئی بانوئے دل گیر
گودی سے رکھا خاک پہ دلبند کا لاش
سر ننگے اٹھی چھوڑ کے دلبند کا لاشہ

گر کر قدمِ شہ پہ کہا، اے شہِ عالی ۳۵ سر پر مرے کیسی یہ بلا، چرخ نے ڈالی
کی موت نے لونڈی کی بھری گود تو خالی چھوڑو نہ مجھے اے مرے آقا مرے والی
وارث شہِ والا کے سوا کوئی نہیں ہے
میں غیر تھی، اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے

اک بار جو تکلیف اسیری کی اٹھائی ٣٦ تقدیر مری کھر میں علی کے مجھے لائی
زہرا کی بہو جانتی ہے، ساری خدائی جس دن سے ہوا وصل، نہ دیکھی تھی جدائی
ان قدموں سے چھوٹی تو کدھر جائے گی بانو؟
اب کی جو ہوئی قید تو مر جائے گی بانو

بچوں کا ہے ساتھ اے مرے سید مرے سرور ٣٧ اک لال ہے بیمار تو اک ماندہ ہے دختر
فرقت میں سکینہ کو قرار آئے گا کیونکر؟ اس چاند سی چھاتی پہ وہ سونے کی ہے خوگر
نادان ہے، پچلی تو سنبھلنے کی نہیں یہ
صدرت گئی لونڈی سے تو پلنے کی نہیں یہ

حضرت نے کہا سب کا مددگار خدا ہے ٣٨ حمد اور پرستش کا سزاوار خدا ہے
ہم لوگ تو مجبور ہیں، مختار خدا ہے چھن جائے ردا سر سے تو ستار خدا ہے
اولادِ علیؑ عقدہ کشائی کے لیے ہے
یہ قید تو امت کی رہائی کے لیے ہے

میں کون ہوں جس کے لیے یہ گریہ و زاری ٣٩ مظلوم، غریب الغربا، بندۂ باری
یہ فیض اسی کا ہے مرے ہاتھ سے جاری وارث وہی، مالک وہی، عزت کا تمہاری
عورت کا رنڈاپا بھی گزرتا ہے صاحب
شوہر کے لیے کیا کوئی مرجاتا ہے صاحب

دنیا میں اسیری کی بلا سخت ہے ہر چند ٤٠ لازم ہے رہو سلسلۂ صبر کے پابند
مر جاتے ہیں جو چھوڑ کے اپنے زن و فرزند پلتے نہیں کیا خلق میں ان لوگوں کے دلبند
کر دیتا ہے آسان ہر اک رنج و محن کو
کچھ زور نہیں دیکھ لو اولادِ حسن کو

کیا عمر تھی فرزندوں کی جب اٹھ گئے بھائی ٤١ پروان چڑھے، پرورش اس لطف سے پائی
تو تم کو کوئی روک سکا جب اجل آئی وہ آج تنی، چھوڑ گئے تھے جو کمائی
شادی نہیں رہتی ہے سدا، غم نہیں رہتا
دنیا کا کبھی ایک سا عالم نہیں رہتا

شہزادہ ہو کبریٰ ہو سکینہ ہو کہ صغرا ۴۲ بندے ہیں سب اس کے، وہی مختار ہے سب کا
ہوگا وہی جو، جس کے مقدر میں ہے لکھا ہم شکلِ نبی مر گئے، تب ہم نے کیا کیا
جلدی میں وصیت کے سخن ہو نہیں سکتے
فرزند جواں مر گیا، ہم رو نہیں سکتے

جیتا ہے ہمیشہ بھی کوئی دارِ محن میں ۴۳ یہ روح ہے مہماں کوئی دم، خانۂ تن میں
ہے آج بہار اور خزاں کل ہے چمن میں ہم سے بہت ایسے ہیں کہ سوتے ہیں کفن میں
ہر شام کو دس بیس چراغِ سحری ہیں
ہر صبح کو دس آتے ہیں اور دس سفری ہیں

جاری ہے سدا حکمِ تعزّی[1] وبحالی ۴۴ موہوم ہے جاہ و حشم و ملکی و مالی
گھر ہوتا ہے آباد کوئی اور کوئی خالی ہو جاتی ہے عورت کوئی بے وارث والی
آباد کوئی ہوتا ہے، لٹ جاتا ہے کوئی
پھنستا ہے کوئی، قید سے چھٹ جاتا ہے کوئی

اس باغ میں بے زر ہے کوئی اور کوئی زردار ۴۵ صحت سے کوئی، صورتِ نرگس کوئی بیمار
آزاد ہے گر سرو، تو قمری ہے گرفتار گل ہیں جو چمن میں کہیں، جا پر تو کہیں خار
اشکوں سے رخِ گل کو سدا دھوتی ہے شبنم
غنچے تو ہنسے دیتے ہیں اور روتی ہے شبنم

شادی ہے کسی شخص کی، غم کھاتا ہے کوئی ۴۶ نعمت کوئی پاتا ہے، کفن پاتا ہے کوئی
آتا ہے جہاں میں کوئی، اور جاتا ہے کوئی کھلتا ہے کوئی پھول تو مرجھاتا ہے کوئی
گر غور سے دیکھا تو بھروسا نہیں دم کا
دنیا بھی مرقع ہے عجب شادی و غم کا

گر تختہ تابوت ہے، گر مسندِ شاہی ۴۷ اک آتا ہے دنیا میں تو اک ہوتا ہے راہی
بس خیر ہے جب تک کہ رہے فضلِ الٰہی کچھ بن نہیں پڑتا ہے جو آتی ہے تباہی
سلطان بھی کفن کے لیے محتاج ہوئے ہیں
لاکھوں ہی گھر اسی طرح سے تاراج ہوئے ہیں

آرام کی جا گہ نہیں، یہ غم کدۂ دہر ۴۸ گھر سیکڑوں ڈوبے ہیں، یہ دریا ہے وہ پُر قہر
ویران نظر آتے ہیں، آباد تھے جو شہر شیرینیِ دنیا ہے مسافر کے لیے زہر
زندہ ہے اگر آج بھروسا نہیں کل کا
چکھے گا ہر اک ذائقۂ تلخیِ اجل کا

تھرّائے نہ کس طرح مسافر کا تنِ زار ۴۹ نہ راحلہ، نہ زاد، نہ رہبر، نہ مددگار
وہ جُرم کی پُرسش، وہ نکیرین کی گفتار وہ قبر کی وحشت، وہ غریبی وہ شبِ تار
غفلت ہے اسے موت کا دھڑکا نہیں جس کو
درپیش ہے وہ راہ کہ دیکھا نہیں جس کو

کام آئیں گے تربت میں نہ ازواج نہ اطفال ۵۰ نے ملک نہ جاگیر نہ منصب نہ زر و مال
وہ کیا ہیں کہ جو ساتھ نہ چھوڑیں گے بہرحال اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال ہیں اعمال
ہمدرد بجز بےکسی و یاس نہ ہوگا
سوئیں گے لحد میں تو کوئی پاس نہ ہوگا

سب جیتے ہی جی تک ہیں برادر ہوں کہ فرزند ۵۱ ہر شخص پہ کھل جائے گا جب آنکھ ہوئی بند
کیا رشتہ پھر اس سے جو ہوا خاک کا پیوند پر ہم سے تو پہلے ہی جدا ہو گئے دلبند[۱۲]
کیا قبر میں ہوئے گا خبر آہ نہیں ہے
زندہ ہیں ابھی اور کوئی ہمراہ نہیں ہے

فرما کے یہ شبّیر کو رقّت بہت آئی ۵۲ گردان کے دامانِ قبا لاش اُٹھائی
اک غُل جو ہوا لُٹتی ہے زہراؑ کی کمائی غش ہو گئی مخدومۂ[۱۳] کونین کی جائی
سمجھا کے ہر اک رانڈ کو آقا نکل آئے
لاشہ لیے باہر شہِ والا نکل آئے

دو گام چلے تھے کہ ہوئی تیروں کی بوچھار ۵۳ میّت پہ بھی پیکانِ ستم لگ گئے دو چار
فرزند کے لاشے سے یہ بولے شہِ ابرار ورثہ تمھیں عمّو[۱۴] کا ملا اے مرے دلدار
عادی ہیں لڑکپن سے ہم اس رنج و محن کے
مارے تھے یوں ہی تیر جنازے پہ حسنؑ کے

یہ کہتے ہوئے لاش کو مقتل میں جو لائے ۵۴ میت کو رکھا خاک پہ اور اشک بہائے
چلّائے کہ ہے گرم زمیں اے مرے جائے — بتلاؤ پدر کون سی جا تم کو سلائے؟
فرمایا کہ لایا ہوں چھڑا کر اسے ماں سے
اے خاک خبردار مرے راحتِ جاں سے

برباد نہ کیجو، یہ بضاعت ہے ہماری ۵۵ راحت اسے دیجو، یہی راحت ہے ہماری
اے ارضِ مقدس یہ امانت ہے ہماری — اٹھارہ برس کی یہی دولت ہے ہماری
تُربت کی جگہ چاہیے اس بے جان کی خاطر
خاطر سے مری کیجیو مہمان کی خاطر

سب گھر ترا ہو جائے گا اس چاند سے روشن ۵۶ بن جائے گا صحرائے بلا وادیٔ ایمن
لو چلتی ہے اس دھوپ میں عریاں ہے یہ تن — اے دشتِ پُر آشوب اُڑھا دے اسے دامن
شیریں سخن و گُل بدن و غنچہ دہن ہے
لازم ہے ترحم کہ یہ محتاجِ کفن ہے

ہاتھ آئے گا ایسا نہ تجھے پھر گہرِ پاک ۵۷ رشتے میں یہ اس کے ہے جو ہے صاحبِ لولاک
تجھ کو ترے دیکھ کے جھک جائیں گے افلاک — اور آنکھوں پہ رکھیں گے ملائک تجھے اے خاک
اعجاز مسیحا کے نظر آئیں گے تجھ سے
بیمار زمانے کے شفا پائیں گے تجھ سے

شبیر کے بیٹے کا مکیں تجھ کو ملا ہے ۵۸ فرزند شہِ عرش نشیں تجھ کو ملا ہے
اے خاک عجب دُرِّ ثمیں تجھ کو ملا ہے — خاتم کے حسینوں کا نگیں تجھ کو ملا ہے
جیتا اسے قسمت نے نہ چھوڑا مرے گھر میں
رونق ترے گھر میں ہے اندھیرا مرے گھر میں

سُن سُن کے یہ پُر درد کلام شہِ ابرار ۵۹ کہتے ہیں کہ مقتل کی زمیں ہل گئی یک بار
پیدا ہوئی آواز کہ اے خلق کے سردار — ہاں آپ کا یاں [illegible] بیدار
یوں رکھوں گی آرام سے اس نورِ نظر کو
ماں چھاتی پہ جس طرح سلاتی ہے پسر کو

ہے فخر کی جا آپ کا لال اور مرا گھر ٦٠ مولا کبھی بے چین نہ ہوں گے علی اکبر
ہے ہے صدفِ قبر کہاں اور یہ گوہر اب تک تو اُلٹ جاتی میں یا سبطِ پیمبر
لیتی عوض اس قتل کا بیدادگروں سے
جبریل امیں نے مجھے روکا ہے پروں سے

گر جانتی دنیا میں کبھی آئے گا یہ دن ٦١ زنہار نہ پانی پہ کبھی ہوتی میں ساکن
حیدر ہوئے آکر مرے ہر امر کے ضامن ہے ہے نہ اس آفت کی خبر تھی مجھے لیکن
زہرا کا پسر پانی سے محروم رہے گا
خوں مجھ پہ محمد کے نواسے کا بہے گا

سب جانتے ہیں نوح کی اُمت کی تباہی ٦٢ طوفاں ہوا، امداد جو اللہ سے چاہی
سب دیتے ہیں حضرت کی غریبی پہ گواہی مجبور ہوں میں اے پسرِ شیرِ الٰہی
برباد یہ ناری ہوں تو کچھ دور نہیں ہے
ثابت ہوا، حضرت کو ہی منظور نہیں ہے

کروٹ میں اگر لوں تو ابھی زلزلہ آجائے ٦٣ شق ہوں تو ابھی مجھ میں یہ سب فوج سما جائے
ایک ایک کو ہر غار، دہن کھول کے کھا جائے اعدا کا پرا، قعرِ[22] جہنم میں چلا جائے
طوق آتشِ سوزاں کے ہوں، اور ان کے گلے ہوں
قاروں کا خزانہ تو ہو اوپر، یہ تلے ہوں

حضرت نے کہا بندے پہ ہے فضلِ الٰہی ٦٤ سب حکم میں ہیں ماہ سے تا مسکنِ ماہی
میری نہ فقیری، نہ کسی اور کی شاہی ہاں ہاں مجھے منظور نہیں ان کی تباہی
مہلت ابھی دے تو انھیں، گو بے ادبی کی
وہ نوح کی اُمت تھی، یہ اُمت ہے نبی کی

یہ کہہ کے فرس تک گئے غمگین و اَلم ناک ٦٥ کچھ عرض کو تب آئی ہوا، اُڑنے لگی خاک
حضرت سے کہا، اے پسرِ سیدِ لولاک ہو حکم تو اس نوح کا قصہ ہی کروں پاک
تن روح سے خالی ہو، دہن خاک سے بھر جائیں
آندھی ابھی یوں آئے کہ ٹکرا کے یہ مر جائیں

بھر کر نفسِ سرد، یہ بولے شہِ ذی جاہ ٦٦ پانی یہ نہ دیں میں تو ہوں ان سب کا ہوا خواہ
ان ناریوں نے، خاک کیا گھر کو مرے آہ برباد ہو، اُمّت یہ گوارہ نہیں واللہ
مشکل نہیں کچھ سہل ہے، سب راہِ خدا میں
کھائیں گے ہمیں برچھیاں، اس گرم ہوا میں

یہ کہہ کے ہوئے جلوہ نما خانۂ زیں پر ٦٧ خاتم پہ نگیں جیسے ہو اور نقش نگیں پر
پرتو سے بھی چادرِ مہتاب زمیں پر بوسہ دیا نصرت نے، رکابِ شہِ دیں پر
جبریل و سرافیل سپرداری کو آئے
اقبال و حشم غاشیہ[٢٥] برداری کو آئے

ہمت یہ پکاری کہ زہے عزم، زہے شان ٦٨ ہاں ابنِ یداللہ، ترے ہاتھ ہے میدان
چلّائے علیؑ، واہ یہ جرأت ہے مری جان زہراؑ نے صدا دی، تری تنہائی کے قربان
گھوڑے پہ شہادت کی ہو، تم تو تگ[٢٦] و دو میں
محبوبِ خدا ساتھ ہیں سر ننگے جلو میں

پیشانیِ پُر نور سے تھا، رن میں اُجالا ٦٩ رُخ اور خطِ رخسار، یہ مہتاب، وہ ہالا
ابرو ہیں کہ سر تند سروہی کا ہے مالا پلکیں نہیں جھکیں پہ ہے لشکر تہ و بالا
دیکھے سے نہ کیوں ہوش اڑیں اہلِ حسد کے
آنکھیں تو ہیں آہو کی پہ تیور ہیں اسد کے

جلتے رہیں کیونکر نہ مہ و خور، سحر و شام ٧٠ ہے حُسن کی آتش سے، بھبھوکا، رخِ گلفام
خال اور خطِ شبگیر، وہ دانہ ہے تو یہ دام ہے سب دلِ عالم کی اسیری کا سرانجام
بینی کو تو دیکھو کہ عجب شوکتِ شاں ہے
شبگیر کے یہ حُسن کے لشکر کا نشاں ہے

یک جا جو مناسب تھے نہ دو مردمِ بیمار ٧١ صانع نے اُٹھائی ہے عجب نُور کی دیوار
اک شاخ سے یا دو گلِ بادام ہیں اظہار یا یہ الفِ ماہِ دو ہفتہ ہے، نمودار
خوشبوئے گلستانِ ارم اس میں بھری ہے
گویا ورقِ زر پہ کلی گل کی دھری ہے

تقریر کے رشتہ میں پروتا ہوں میں گوہر ۷۲ آتی ہے شناسائی دُرِ دنداں جو زباں پر
یہ بحرِ شرافت کے ہیں موتی، تو وہ پتھر ہیرے کے نگیں ان سے ہوں کس طرح برابر
ہنسنے میں جو پڑ جاتا ہے عکس ان کا فلک پر
بجلی بھی تڑپ جاتی ہے دانتوں کی چمک پر

مہتاب کو ہے جس کے گلے ملنے کا ارمان ۷۳ دل کون سا گردن کی صفا پر نہیں قربان
شانوں سے نشانِ اسدِ حق ہے نمایاں گویا کہ ہلالِ شبِ اوّل ہے گریبان
حیراں ہے نظر، دوشِ مبارک پہ گماں ہے
یا قوس میں، خورشیدِ جہانتاب نہاں ہے

پڑتی ہے سدا نور پہ جن کے نظرِ حسن ۷۴ ہیں بازوئے شبیر کہ شاخِ شجرِ حسن
طالع ہے کفِ دست سے مہرِ سحرِ حسن گر حُسن کا سینہ ہے، تو شانے ہیں حدِ حسن
ان ہاتھوں سے ہم دستِ کفِ حور نہیں ہے
خورشید کے پنجے میں بھی یہ نور نہیں ہے

در پیش ہے اب وصفِ قدم ہائے مبارک ۷۵ شمشاد سے بالا، قدِ بالائے مبارک
جس جا کہ نشاں کا ہے، وہ ہے جائے مبارک تعویذِ شفا، نقشِ کفِ پائے مبارک
واں آتے ہیں سجدہ کو ملک عرشِ بریں سے
احساں ہے ان ہی پاؤں کے زیبِ سرِ دیں کے

راہی سوئے جنت ہوئے، انصارِ حسینی ۷۶ جب جاں بلب [illegible] سرکارِ حسینی
مارا گیا، دریا پہ علمدارِ حسینی [illegible] ہوا دریا پہ حسینی
[illegible] مونس، یاور نہ مددگار تھا کوئی
ہمراہ نہ پیدل تھا، نہ اسوار تھا کوئی

تصویرِ غم و درد، سراپا سے عیاں تھی ۷۷ [illegible] صاحبِ شوکت و شاں تھی
تھراتے ہوئے ہاتھوں میں گھوڑے کی عناں تھی [illegible] لب پہ خشک زباں تھی
نسبت ہے نہ لرزے قدِ راست کے خم کو
ہاتھوں سے رکابوں نے سنبھالا ہے قدم کو

لپٹے تھے جو لاشے سے پسر کے کئی باری ۷۸ خونِ علی اکبر سے قبا سرخ تھی ساری
تھا گھوڑے پہ اس رنگ سے وہ عاشقِ باری جس طرح ہے جائے کسی دولہا کی سواری
معلوم یہ ہوتا تھا کہ بچھڑے ہیں دلہن سے
آجاتی ہے پھولوں کی مہک صاف بدن سے

افروختہ تھا چہرۂ نورانیِ شبیرؑ ۷۹ روشن تھی رخِ مہر سے پیشانیِ شبیرؑ
زلفوں سے نمایاں تھی پریشانیِ شبیرؑ تھراتے تھے سب سن کے رجز خوانیِ شبیرؑ
نعرہ تھا کہ میں نام و نشانِ اَب[26] و جد ہوں
روباہ ہیں سب میں اسدِ حق کا اسد[3] ہوں

دو نور[27] کے دریا جو ملاقی ہوئے اک بار ۸۰ پیدا کیا اللہ نے، مجھ سا دُرِ شہوار
وہ شمس و قمر، عرش خدا کے جو ہیں سیار ہیں جن کی ضیا سے مہ و خور مطلعِ انوار
روشن ہے شرف خلق پہ جن دونوں کے گھر کا
میں اخترِ تابندہ ہوں، اُن شمس و قمر کا

وہ نخل کہ جس نخل کی ہے اصل نبوت ۸۱ وہ نخل کہ جس نخل کی ہے فرع ولایت
وہ نخل کہ جس نخل کی شاخیں ہیں امامت وہ نخل کہ جس نخل کے سایہ میں ہے جنت
میوہ بھی اُسی کا ہوں اُسی کا گلِ تر ہوں
شیعہ مرے برگ اُس کے ہیں جس کا میں ثمر ہوں

میں عطرِ گلِ سرسبد[28] باغ جہاں ہوں ۸۲ پانی ہو دلِ سنگ وہ اعجاز بیاں ہوں
کاذب نہیں میں مخبرِ صادق کی زباں ہوں کوثر کا تو مختار ہوں، پر تشنہ دہاں ہوں
سب کے لیے رحمت ہوں عنایت ہوں خدا کی
کھوؤ نہ مجھے، تم میں امانت ہوں خدا کی

زہرا مری مادر ہے، مرا باپ علیؑ ہے ۸۳ احمدؐ کا بھی وہ دوست، خدا کا بھی ولی ہے
فرزند یداللہ، شجاعِ ازلی ہے یہ تیغ وہ ہے، جو سرِ مرحب پہ چلی ہے
کیا منہ ہے جو وار اس کا رُکے فوجِ ستم سے
جبریل کے پر جلتے ہیں اس برقِ دودم سے

۸۴ دعویٰ ہو جسے، تیغِ شرربار کو روکے — ضربِ خلفِ حیدرِ کرّار کو روکے
ہاں بڑھ کے کوئی ڈھال پہ تلوار کو روکے — بجلی کو جو روکے، وہ مرے وار کو روکے
گردوں پہ نہ ٹھہرے گی، زمیں سے نہ رُکے گی
تم کیا ہو؟ پرِ روحِ امیں سے نہ رُکے گی

۸۵ لو تیغِ شرربار نکلتی ہے، خبردار — لو ضرب مری فوج پہ چلتی ہے، خبردار
لو زہر یہ ناگن اب اُگلتی ہے، خبردار — لو تیغِ علیؑ رنگ بدلتی ہے، خبردار
بخشا نہ اثر میری کسی بات[29] نے تم کو
سنبھلو کہ، لیا مرگِ مفاجات نے تم کو

۸۶ یہ سنتے ہی لشکر تو ہوا سب تہ و بالا — اور آپ نے قبضے پہ اُدھر ہاتھ کو ڈالا
کاٹھی سے کھنچی تیغ کہ لہرا گیا کالا — غُل تھا کہ وہ منھ ناگ نے بانبی سے نکالا
کاٹا جسے پھر کب اُسے یارائے سخن ہے
دیکھو تو زباں ہیں تو ہیں دو، ایک دہن ہے

۸۷ یہ کاٹ کے ہر صف کو نکل جائے گی رن سے — لشکر پہ خزاں لائے گی، جوہر کے چمن سے
زہر اس کا چڑھے گا تو نہ اُترے گا بدن سے — اژدر ہے، نکلتے ہیں شرر اس کے دہن سے
زور اس سے کسی کا تہِ گردوں نہ چلے گا
جس دم یہ چلے گی، کوئی افسوں نہ چلے گا

۸۸ دریا میں تلاطم ہوا، لشکر میں ہوا شور — جس شور سے بہرام کی تھرّانے لگی گور
ڈر[30] سے اُڑے کبک تو جنگل سے اُڑے مور — صفدر کے قدم بڑھتے ہی، اعدا کا گھٹا زور
آمد میں بہادر کی، شجاعت کے چلن تھے
نے شیر ترائی میں، نہ جنگل میں ہرن تھے

۸۹ ناگاہ بیاباں میں لگی برق چمکنے — روکا سپرِ مہر کو چہرے پہ فلک نے
وحشت سے دلیروں کی لگی آنکھ جھپکنے — دیکھا زرہ جسم کو، تھرّا کے سمک نے
بڑھنے لگی اعدا پہ، جو ضربت شہِ دیں کی
خم ہوگئی ضربت سے کمر گاوِ زمیں کی

بجلی کی تڑپ، اسپِ دلاور نے دکھائی ۹۰ تصویرِ اجل، تیغِ دو پیکر نے دکھائی
اور آنکھ ہر اک فرد کو جوہر نے دکھائی قوت اسد اللہ کی، سَروَر[۳۱] نے دکھائی
تیر ایک طرف، تیر فگن ایک طرف تھے
سر ایک طرف جمع تھے تن ایک طرف تھے

چمکی صفتِ برق جو شمشیرِ ستمگر[۳۲] انداز ۹۱ اندازِ وغا بھول گئے، سب قدَر[۳۳] انداز
گوشے میں چھپا سہم کے ہر خانۂ[۳۴] تیر انداز رُخ پھر گئے بھاگے صفتِ تیر، دُزد[۳۵] انداز
گھبرا گئے چلّے کدھر اور تیر کہاں کے
خود اہلِ خطا پھنس گئے حلقوں میں کماں کے

تھے موت کے حلقے میں کماں دار نظر بند ۹۲ تیروں کا یہ عالم تھا کہ تھے طائرِ پر بند
نیزے کا کوئی باندھتا تھا بڑھ کے اگر بند وا کرتا تھا ہر بند کو حیدر کا جگر بند
سب بند کھلے ناخنِ شمشیرِ قضا سے
باقی کوئی رہتی ہے گرہ، عقدہ کشا سے

جانوں کا ابھی نرخ، نہ زِنہار کھلا تھا ۹۳ سر بِک رہے تھے، موت کا بازار کھلا تھا
ہر زخم کا منہ، صورتِ سوفار[۳۶] کھلا تھا دروازہ اجل کا پئے کفار کھلا تھا
زخم اُن کو زِبس تیغِ شرر دَم کے لگے تھے
ناری سبھی رستے پہ جہنم کے لگے تھے

سب فوج کو نظروں میں زِبس تول لیا تھا ۹۴ گویا پئے[۳۷] چورنگ انھیں مول لیا تھا
تلوار نے بھاگے ہوؤں کو رُول لیا تھا صفدر نے درِ فتح و ظفر کھول لیا تھا
خونِ تنِ اعدا سے زمیں لال ہوئی تھی
تلوار کلیدِ درِ اقبال ہوئی تھی

کیا تاب جو کشتے کی، کوئی لاش اٹھائے ۹۵ پرزے ہو وہ خود، جو تنِ صد پاش اٹھائے
کیا منہ تھا، جو کوئی سرِ پرخاش اٹھائے کس طرح نظر مہر پہ خفاش[۳۸] اٹھائے
آنکھوں میں چکا چوند تھی، اس برقِ دو سر سے
منہ ڈھانپتا تھا ہر ایک سیہ تن نے سپر سے

پنہاں تھے زرہ میں جو سیہ کاروں کے اندام ۹۶ صاف اس سے عیاں ہوتے تھے مثلِ دد و دام
یوں کاٹ کے کڑیوں کو نکل آتی تھی صمصام جس طرح سے ماہی کو نہ ہو دام میں آرام
وہ تیغ، زرہ پوشوں کی کیا فوج پہ ٹھہرے
دریا پہ گرے برق، تو کیا موج پہ ٹھہرے

جس وقت چمکتی تھی وہ پرکالۂ آتش ۹۷ ہو جاتے تھے چار آئینہ والے بھی مشوّش
ہر غول میں گردن کو جھکا لیتے تھے سرکش اک ہوش میں رہتا تھا تو ہو جاتے تھے دس غش
ہشیار صدا دیتے تھے جاگو اجل آئی
ہر صف میں یہ تھا شور کہ بھاگو اجل آئی

چار آئینہ کو اٹھ کے جو کر دیتی تھی تلوار ۹۸ ششدر تھا کوئی اور کوئی حیراں کوئی ناچار
تھا شور کہ صابون میں رکتا ہے کہیں تار سر خاک پہ ہیں ساتھ سینے یہ برقِ شرر بار
آفاق میں ثانی نہیں اس برقِ دو سر کا
شمشیر تو یہ، ہاتھ یداللہ کے پسر کا

گہ غرب کی جانب تو سوئے شرق کبھی تھی ۹۹ اور خاک میں دنبالہ تلک، فرق کبھی تھی
گہ زیرِ فرس اور پہ سرِ فرق کبھی تھی پانی تھی کبھی، ابر کبھی، برق کبھی تھی
بے دست ستمگاروں کے دستے نظر آئے
ہر ضرب میں سر تن سے برستے نظر آئے

تھا چار طرف شام کے لشکر میں تلاطم ۱۰۰ آندھی سی اٹھی، جیسے سمندر میں تلاطم
برپا تھا عجب فوجِ ستم گر میں تلاطم واں بحر میں ہلچل تھی ادھر بر میں تلاطم
تھا شور کہ لشکر کی بھی کثرت میں کمی ہے
ٹوٹی ہوئی کشتی، کہیں پانی میں چلی ہے

رُخ پھر گئے سب کے تہ و بالا ہوا لشکر ۱۰۱ گھبرا کے پکارا، پسرِ سعدِ ستمگر
انبار ہیں کشتوں کے صفیں ہو گئیں بے سر اب رحم کا ہنگام ہے، یا سبطِ پیمبر
پروا نہ کیا فاسق کبھی آفتِ بد کا
مشہور ہے عالم میں کرم آپ کے جد کا

سو بار لعینوں نے کیا قتل کا آہنگ[۲۲] ۱۰۲ اُس رحمتِ حق نے کبھی اس طرح نہ کی جنگ
شکوہ نہ کیا جب دُرِ دنداں پہ لگا سنگ گردن میں رِدا ڈال کے کھینچا نہ ہوئے تنگ
حضرت میں بھی خُو بُوئے شہنشاہِ عرب ہے
کُھلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب ہے

حضرت نے یہ ارشاد کیا روک کے تلوار ۱۰۳ انصاف کر، انصاف کر، اے ظالمِ غدّار
تنہا میں کئی لاکھ ترے ساتھ ستمگار اُمت نے دیے ہیں کسی مرسل کو یہ آزار
ہاں نسلِ رسولوں پہ ستم ہر چند ہوا ہے
پانی تو کسی پر نہیں یوں بند ہوا ہے

بے دست ہوا کس کا مرا بھائی سا بھائی ۱۰۴ چھاتی پہ سناں کس کے جواں بیٹے نے کھائی
غربت میں لٹی کون سے مرسل کی کمائی؟ اک دن میں ہوئی کس کے بھرے گھر کی صفائی؟
یوں باغ کٹا خنجر و شمشیر سے کس کا؟
ششماہہ پسر قتل ہوا تیر سے کس کا؟

اس ظلم پہ کچھ حرف نہیں منہ سے نکالا ۱۰۵ میرا ہی یہ تھا کام، کہ غصّے کو سنبھالا
لڑتا میں تو تھا کون مرا روکنے والا اک حملے میں تھا، دفترِ عالم تہ و بالا
ہوتا ابھی نازل غضب اس لشکرِ کیں پر
ہوتی یہ زمیں چرخ پہ اور چرخ زمیں پر

کہتے ہیں جسے غیظ، وہ اب تک نہیں آیا ۱۰۶ جو حکمِ خدا تھا، سو بجا اس کو میں لایا
ان ہاتھوں نے کب زورِ یداللہ دکھایا؟ ڈرتا ہے عبث، جنگ سے لے ہاتھ اٹھایا
چرچا رہے اس کا بھی کہ مظلوم نے جاں دی
طالب جو اماں کا ہے تو لے تجھ کو اماں دی

روکوں نہ ابھی ہاتھ کو، تھا دل میں یہ میرے ۱۰۷ دشمن ہے مگر رحم کیا حال پہ تیرے
لے فوج سے کہہ دے کہ پھر آکر مجھے گھیرے قاتل کو بلا، جلد پھرے حلق پہ میرے
جرأت کو تو دیکھا پسرِ شیرِ خدا کی
مظلومی بھی اب دیکھ غریب الغربا کی

۱۰۸ کیا حلم ہے کیا صبر، نثارِ شہِ دلگیر خوں پونچھ کے مولا نے رکھی میاں میں شمشیر
خوش ہو کے، پھرے دور سے، بھاگے ہوئے بے پیر پہلو پہ لگیں برچھیاں، چھاتی پہ لگے تیر
کپڑے ہوئے سب سرخ شہِ تشنہ گلو کے
ہر زخم سے چھٹنے لگے فوارے لہو کے

۱۰۹ تیروں کے جہاں زخم تھے واں پڑتی تھی تلوار تلوار کے زخموں پہ لگے برچھیوں کے وار
تھے برچھیوں کے زخم سے پیکانِ ستم پار باہم تھے بدن پہ لبِ زخم اور لبِ سوفار
دھاریں تھیں لہو کی، رخِ پاکِ شہِ دیں پر
پیوستہ ہوئے تھے کئی تیر ایک جبیں پر

۱۱۰ جن انگلیوں سے خلق کی تھی عقدہ کشائی کٹ کٹ کے انھیں ہو گئی ہاتھوں سے جدائی
خوں سے نظر آتی تھی کفِ دستِ حنائی گلدستۂ فردوس تھی، مجروح کلائی
تھے بازوؤں پر زخم جو شمشیرِ عدو کے
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں دریا میں لہو کے

۱۱۱ پہلو پہ لگا تھا جو نیزہ کوئی بے پیر دل تھام کے جھکتے تھے فرس پر شہِ دلگیر
غل ہوتا تھا گرتے ہیں اب خاک پہ شبیر سر پیٹ کے پردے سے نکل آتی تھی ہمشیر
گھبرا کے ہر اک گام پہ گرتی تھی سکینہ
بسمل کی طرح لوٹتی پھرتی تھی سکینہ

۱۱۲ کہتی تھی یہ ماں کُرتے کے دامن کو پکڑ کر للہ نہ جا رن میں نہ جا اے مری دلبر
ننھے سے اُٹھا ہاتھ یہ کہتی تھی وہ دختر تم دیکھو تو ہے یہ ستم ہوتا ہے کس پر
کیوں روکتی ہو؟ تیغ و تبر کھانے دو مجھ کو
رہوار سے گرتے ہیں پدر، جانے دو مجھ کو

۱۱۳ اس خوں میں بھری چاند سی صورت کے میں واری بھولی نہیں اس دم بھی انھیں یاد ہماری
سر پیٹ کے کرتی ہوں جو میں گریہ و زاری مڑ مڑ کے ادھر دیکھ چکے ہیں کئی باری
نرغہ ہے لعینوں کا ادھر آ نہیں سکتے
مجھ تک مرے مظلوم پدر آ نہیں سکتے

بابا تو ہمیں پیار سے چھاتی پہ سلائیں ۱۱۴ ہم ایسے برے وقت میں پاس ان کے نہ جائیں
اب دل کو یہ امید نہیں ہے کہ وہ آئیں اماں مجھے لے آنے دو بابا کی بلائیں
رہوار سے گر کر شہِ والا نہ ملیں گے
جیتے ہیں ابھی پھر مرے بابا نہ ملیں گے

ماں کہتی تھی واں تیرِ ستم چلتے ہیں واری ۱۱۵ سادات کے بچوں کے بھی دشمن ہیں یہ ناری
کہتی تھی مچل کر یہی وہ پیاس کی ماری جانے دو مجھے جان نہیں باپ سے پیاری
اس وقت اگر روکو گے مجھ خستہ جگر کو
اچھا میں تمہیں لوگوں سے پھر لوں گی پدر کو

دیکھو مجھے روکو گے تو پچھتاؤ گے لوگو ۱۱۶ پھر لال کو زہرا کے کہاں پاؤ گے لوگو
گر ذبح ہوئے وہ تو کدھر جاؤ گے لوگو کیا داغِ یتیمی مجھے دکھلاؤ گے لوگو
فریاد مری سن کے تڑپ جائیں گے بابا
زخمی بھی جو ہوں گے تو چلے آئیں گے بابا

پردے سے کئی بار تڑپ کر نکل آئی ۱۱۷ چھوڑی نہ مگر ہاتھ سے مادر نے کلائی
شبیر کو چلائی وہ دے دے کے دہائی کچھ بس نہیں مجبور ہے یہ آپ کی جائی
یہ قافلہ میدان میں جانے نہیں دیتا
بابا کوئی تم تک ہمیں آنے نہیں دیتا

روئے یہ صدا بیٹی کی سن کر شہِ ذی جاہ ۱۱۸ نزدیک تھا خیمہ پہ نہ جانے کی ملی راہ
اک تیرِ ستم شعبہ جو لگا سینے پہ ناگاہ گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزندِ ید اللہ
تھا دھیان کہ مل لیں اگر آئے سکینہ
بھر کر نفسِ سرد کہا ہائے سکینہ

اس دم نہ سکینہ کو رہا ضبط کا یارا ۱۱۹ چلائی کہ اماں مجھے بابا نے پکارا
دیکھو تو کہ اس وقت بھی ہے دھیان ہمارا اک دم مری فرقت نہیں بابا کو گوارا
روتے ہوئے ہاتھوں سے جگر تھام لیا ہے
کس درد سے بابا نے مرا نام لیا ہے

یہ کہہ کے گئی دیکھنے پردے کو اٹھا کر ۱۲۰ دیکھی وہ قیامت کہ نہ دیکھے کوئی دختر
تھا سینۂ اقدس پہ لعیں، حلق پہ خنجر اُمّت کی دعا مانگتے تھے سبطِ پیمبر
چلّائی سکینہ کہ جگر پھٹتا ہے اماں
ہے ہے مرے بابا کا گلا کٹتا ہے اماں

یاں رہ گئی سر پیٹتی وہ بےکس و مضطر ۱۲۱ واں کٹ گیا شمشیرِ ستم سے سرِ سرور
خاموش انیس اب کہ چھری چلتی ہے دل پر تا حشر نہ کم ہوگا، غمِ سبطِ پیمبر
جب تک کہ زمیں پر فلکِ پیر رہے گا
ہر گھر میں یوں ہی ماتمِ شبیر رہے گا

۳

جب رن میں سربلند علی کا علم ہوا ۱ فوجِ خدا پہ سایۂ ابرِ کرم ہوا
چھرریِ غنزبرجدی، پے تسلیم خم ہوا پنجے پہ سلطنت بار تصدق حشم ہوا
دیکھا نہ تھا کبھی جو علم اس نمود کا
دونوں طرف کی فوج میں غل تھا درود کا

وہ شان اس علم کی، وہ عباس کا جلال ۲ نخلِ زمردی کے تلے تھا، علی کا لال
پرچم پہ جان دیتی تھیں پریوں کا تھا یہ حال غل تھا کہ دوش حور پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
ہر لہر آبدار تھی، کوثر کی موج سے
طوبیٰ بھی دب گیا تھا پھریرے کی اوج سے

تھا پنجتن کا نور جو پنجے میں جلوہ گر ۳ آئے کی پتلیوں میں بھی تھا، روشنی کا گھر
ذرے نثار کرتے تھے اٹھ اٹھ کے اپنا زر تکتے تھے فوق سے تو ملک تحت سے بشر
اللہ ری چمک علم بوتراب کی
تارِ نظر بنی تھی کرن آفتاب کی

قربانِ احتشام علمدار نامور ۴ رُخ پر جلالت شہ مرداں تھی سربسر
چہرہ تو آفتاب سا اور شیر کی نظر قبضے میں تیغ، بر میں زرہ، دوش پر سپر
چھایا تھا رعب لشکرِ ابن زیاد پر
غل تھا چڑھے ہیں شیرِ الٰہی جہاد پر

وہ اوج، وہ جلال وہ اقبال وہ حشم ۵ وہ نور، وہ شکوہ وہ توقیر، وہ کرم
پنجے کی وہ چمک، وہ سرافرازیِ علم گرتی تھی برق فوج مخالف پہ دم بدم
کیا رفعتِ نشانِ سعادت نشان تھی
سائے میں جس نشان کے طوبیٰ کی شان تھی

پنجہ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتا تھا بار بار ٦ عالم میں پنجتن کی بزرگی ہے، آشکار
یہ شش جہت انھیں کے قدم سے ہے برقرار کیوں ہفتہ دوست ہوتے ہو اے قوم نابکار
آٹھوں بہشت ملتے ہیں مولا کے نام سے
بیعت کرو حسین علیہ السلام سے

غرفوں سے جھانک کے بولی ہر ایک حُور . صلِّ علیٰ، عَلَم کی چمک ہے کہ برقِ طُور
یارب رہے نگاہِ بد اُس کی ضیا سے دُور پنجہ ہے یہ کہ ایک جگہ پنجتن کا نُور
جلوے ہیں سب محمدؐ و حیدرؑ کی شان کے
قربان اس جواں کے نثار اس نشان کے

آگے کبھی نہ دیکھی تھی اِس حُسن کی سپاہ ٨ دنیا بھی خوبیوں کا مُرقّع ہے، واہ واہ
دیکھیں کسے کسے کہ ہے یک ایک رشکِ ماہ جاتی ہے جس کے رُخ پہ، تو پھرتی نہیں نگاہ
دیکھو انھیں دموں سے ہے رونق زمین کو
چن کر حسینؑ لائے ہیں کس کس حسین کو

شہرہ بہت تھا حسن میں کنعاںؑ کے ماہ کا ٩ قصّہ سُنا ہُوا ہے زلیخا کی چاہ کا
یاں آفتاب کو نہیں یارا نگاہ کا یوسفؑ ہے ایک ایک جواں اِس سپاہ کا
سنتے تھے ہم کہ عالمِ ایجاد زشت ہے
ایسے چمن کھلے ہیں کہ دنیا بہشت ہے

ہم شکل مصطفیٰ کا ہے کیا حُسن کیا جمال ١٠ صبح جبیں بھیؐ اور شبِ گیسو بھی بے مثال
یہ لب، یہ خط، یہ چشم، یہ ابرو، یہ رُخ، یہ خال یاقوت و مشک و نرگس و نجم و مہ و ہلال
اک گُل پہ یاں ہزار طرح کی بہار ہے
چہرہ نہ کہیے قدرتِ پروردگار ہے

لختِ دلِ حسنؑ بھی ہے کس مرتبہ حسین ١١ جس کے چراغِ حُسن سے روشن ہے سب زمیں
یہ زلفِ مشک بیز، یہ آئینہ جبیں سرمایۂ خطا و ختن، کائنات چیں
رخ کی بلائیں لیتی ہیں پریاں کھڑی ہوئی
سہرے کی ہر لڑی سے ہیں آنکھیں لڑی ہوئی

نامِ خدا ہیں عونؑ و محمدؑ بھی کیا شکیل ۱۲ اک مہرِ بے نظیر ہے اک بدرِ بے عدیل
افروختہ ہیں رُخ، یہ شجاعت کی ہے دلیل   ہمت بڑی ہے، گو کہ ہیں عمریں ابھی قلیل
مثلِ علیؑ ہیں جنگ و جدل پر تُلے ہوئے
دونوں کے نیمچوں کے ہیں ڈورے کھلے ہوئے

عباسؑ نام ور بھی عجب سج کا ہے جوان ۱۳ نازاں ہے جس کے دوشِ منور پہ خود نشان
حمزہ کا رعب، صولتِ جعفرؑ، علیؑ کی شان   ہاشم کا دل، حسینؑ کا بازو، حسنؑ کی جان
کیوں کر نہ عشق ہو شہِ گردوں جناب کو
حاصل ہیں سیکڑوں شرف اِس آفتاب کو

اُس مہر کو تو دیکھو، یہ ذرّے ہیں جس کے سب ۱۴ سرتاجِ آسمان و زمیں نورِ عرشِ رب
ابرِ کرم، خدیوِ عجم، خسروِ عرب   عالی ہمم امامِ اُمم شاہِ تشنہ لب
جنباں زبانِ خشک ہے، ذکرِ الٰہ میں
گویا کھڑے ہیں، ختمِ رسلؐ رزمگاہ میں

کیا فوج تھی حسینؑ کی، اس فوج کے نثار ۱۵ ایک ایک آبروئے عرب فخرِ روزگار
جرّار و دیں پناہ و نمودار نامدار   لڑکوں میں سبزہ رنگ کوئی، کوئی گل عذار
فوجیں کوئی سماتی تھیں ان کی نگاہ میں؟
وہ سب پلے تھے، بیشۂ شیرِ الٰہ میں

ایک ایک ملکِ جرأت و ہمت کا بادشاہ ۱۶ کیواں خدم، سپہر حشم، عرش بارگاہ
آنکھیں غزالِ رشک، مگر شیر کی نگاہ   وہ رُعب چتونوں میں کہ اللہ کی پناہ
دیکھا تو دل کو توڑ کے برچھی نکل گئی
ابرو ذرا جو بل گئے تلوار چل گئی

وہ اشتیاقِ جنگ میں لڑکوں کے ولولے ۱۷ بے تاب تھے کہ، دیکھیے تلوار کب چلے؟
چہرے وہ آفتاب سے، وہ چاند سے گلے   سب فاطمہؑ کی بیٹیوں کی گود کے پلے
اک اک رسولِ حق کی لحد کا چراغ تھا
جس پر علیؑ نے کی تھی ریاضت وہ باغ تھا

اکبر سے عرض کرتے تھے سینہ سپر کیے ۱۸ یہ نیچے نہ لیویں گے دم ، بے لہو پیے
گر آج مر گئے تو قیامت تلک جیے صدقے ہوں اس قدم پہ ، یہ سر ہیں اسی لیے
آقا کے آگے لطف ہے تیغ آزمائی کا
آج آپ دیکھیے گا تماشا لڑائی کا

بچپن پہ خادمانِ اولوالعزم کے نہ جائیں ۱۹ جب چاہیں معرکے میں ہمیں آپ آزمائیں
تن تن کے دیکھیں برچھیاں ، ہنس ہنس کے زخم کھائیں بجلی گرے تو منھ پہ جھجک کر سپر نہ لائیں
جھپکے پلک کسی سے تو آنکھیں نکالیے
بڑھ کر ہٹیں ، جو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیے

کہتے تھے مسکرا کے یہ زینب کے دونوں لال ۲۰ کھلتے ہیں خود دلیروں کے جوہر دمِ جدال
ہر وقت چاہیے ، مددِ شیرِ ذوالجلال نعرے ابھی کریں تو ہلے عرصۂ قتال
اتری ہے تیغ جن کے لیے وہ دلیر ہیں
ہم سب کو جانتے ہیں کہ شیروں کے شیر ہیں

یہ بچے جو کہتے تھے ، باہم وہ گل عذار ۲۱ شبیر دیکھتے تھے ، کنکھیوں سے بار بار
پس آ کے عرض کرتے تھے عباسِ نامدار سنتے ہیں آپ کہتے ہیں جو کچھ یہ جاں نثار
جرأت ٹپک رہی ہے ہر اک کے کلام سے
یہ پیچھے رکیں گے ، بھلا فوجِ شام سے

یہ سن یہ زور شور ، یہ عمریں یہ آن بان ۲۲ یہ بھولے بھولے منھ ، یہ جواں مردیاں یہ شان
تیں رجز سے کم نہیں ، اللہ رے خوش بیان چلتی ہے ، ذوالفقارِ علی کی طرح زبان
کس دبدبے سے کاندھوں پہ نیزے سنبھالے ہیں
گویا چلن لڑائی کا سب دیکھے بھالے ہیں

زینب کے لاڈلوں کی طرف دیکھیے حضور ۲۳ مثلِ عرق ٹپکتا ہے پیشانیوں سے نور
رخ پر جلالِ شیرِ خدا کا ہے سب ظہور پرتو گلوں کا ہے کہ چمکتی ہے برقِ طور
دونوں میں صاف حیدر و جعفر کے طور ہیں
اللہ کی پناہ ، یہ تیور ہی اور ہیں

یہ ذکر تھا کہ بجنے لگا طبل اُس طرف ۲۴ مشکل کُشا کی فوج نے باندھی اِدھر بھی صف
تیروں نے رُخ کیا سوئے ابنِ شہِ نجف سینوں کو غازیوں نے اُدھر کر دیا ہدف
تھا بس کہ شوقِ جنگ ہر اک رشکِ ماہ کو
جوش آ گیا وغا کا حُسینی سپاہ کو

غصے سے آفتاب ہوئے مہ وشوں کے رنگ ۲۵ فوجوں پہ جا پڑیں، یہ دلوں کی ہوئی اُمنگ
تن تن کے برچھیاں جو سنبھالیں برائے جنگ بے چین ہو گئے فرسِ ابلق و سمند
پاسِ ادب سے شاہ کے صف بڑھ کے تھم گئی
پٹڑی ہر اک سوار کی گھوڑے پہ جم گئی

تنتا ہوا بڑھا کوئی قبضے کو چوم کے ۲۶ بھالا کسی نے رکھ لیا کاندھے پہ جھوم کے
بولا کوئی یہ غول ہیں کیا شام و رُوم کے ٹکڑے اُڑائیں گے عمرِ و شمرِ شوم کے
نامرد ہیں جو آنکھ چُراتے ہیں مرد سے
دونوں کو چار کرکے پھریں گے نبرد سے

دو ہاتھ سے نظر کسی غازی کی لڑ گئی ۲۷ بل کھا کے رُخ پہ زلف کسی کی اکڑ گئی
چتون کسی کی شورِ دُہل سے بگڑ گئی منھ سُرخ ہو گیا شکن ابرو پہ پڑ گئی
نکلا کوئی سمند کو رانوں میں داب کے
غصے سے رہ گیا کوئی ہونٹوں کو چاب کے

بڑھ کر کسی نے تیر ملایا کمان سے ۲۸ نیزہ کوئی ہلانے لگا آن بان سے
نعرہ کسی کا پار ہوا آسمان سے تلوار کھینچ لی کسی صفدر نے میان سے
ایک شور تھا کہ تلخ کیا ہے حیات کو
لاشوں سے چل کے پاٹ دو نہرِ فرات کو

سُنتے ہی یہ کلام جوانانِ نام ور ۲۹ لڑکے الگ کھڑے ہوتے غول اپنا باندھ کر
کہتے تھے نیچے لیے وہ غیرتِ قمر یارب شکست کوفیوں کو دے ہمیں ظفر
سر کے نہ پھیر دو فا میں جو بڑھ کے قدم گڑے
جا کر یزید پہ اپنا عَلَم گڑے

عبّاس شہ سے کہتے تھے بپھرے ہوئے ہیں شیر ۲۰ تیر اُس طرف سے آ چکے، اب کس لیے ہے دیر
دو دن کی بھوک پیاس میں ہیں زندگی سے سیر — مولا غلام سے نہیں رکنے کے یہ دلیر
پاسِ ادب سے غیظ کو ٹالے ہوئے ہیں یہ
شیرِ خدا کی گود کے پالے ہوئے ہیں یہ

کس کو ہٹائے کس کو سنبھالے، یہ جاں نثار ۲۱ مرنے پہ ایک دل ہیں بہتّر وفا شعار
ہے مصلحت کہ دیجیے اب اِذنِ کارزار — ایسا نہ ہو کہ جا پڑیں لشکر پہ ایک بار
برہم ہیں سرکشی پہ سوارانِ شام کی
اکبؑر کی بات مانتے ہیں نہ غلام کی

جب روکتا ہوں میں انھیں لے آسماں سریر ۲۲ کہتے ہیں کیوں امام کی جانب لگائے تیر
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ شریر — ہنگامِ جنگ شیر کے بچّے ہوں گوشہ گیر
کس قہر کی نظر سے لعینوں کو تکتے ہیں
بچّوں کو ہے یہ غیظ کہ آنسو ٹپکتے ہیں

اک اک جری کو تشنۂ جرأت کا جوش ہے ۲۳ عالم ہے بے خودی کا، پہ مرنے کا ہوش ہے
ہر صف میں یا علیؑ ولی کا خروش ہے — کہتے ہیں بار بار کہ سر بارِ دوش ہے
مشتاق ہیں وہ پیاس میں تیغوں کے گھاٹ کے
ڈر ہے کہ مر نہ جائیں، گلے کاٹ کاٹ کے

حسرت سے کی سوئے رُفقا شاہ نے نظر ۲۴ بولے حبیبؑ نذر کو حاضر ہیں سب کے سر
فرمایا شہ نے ہم بھی ہیں آمادۂ سفر — اچھا بڑھے جہاد کو ایک ایک نامور
یہ راہِ حق ہے جو قدم آگے بڑھائے گا
دربارِ مصطفیٰ میں وہی پہلے جائے گا

مژدہ یہ سُن کے شاد ہوئے غازیانِ دیں ۲۵ اک اک دلیر جانے لگا سوئے فوجِ کیں
جب نعرہ زن ہوئے صفتِ شیرِ خشمگیں — تھرّائے آسماں کے طبق، ہل گئی زمیں
برپا تھا شورِ حشر دلیروں کی حرب سے
فوجیں تو کیا، جہان تہ و بالا تھا ضرب سے

اللہ رے جہادِ حبیب و زہیرِ قین ۲۶ گویا بپا تھا معرکۂ خندق و حنین
جب مر گئے وہ عاشقِ سلطانِ مشرقین مقتل میں پیٹتے ہوئے دوڑے گئے حسینؑ
یوں جا کے روئے ان کے تنِ پاش پاش پر
جس طرح بھائی روتا ہے بھائی کی لاش پر

خالی ہوا قدیم رفیقوں کا جب پُرا ۲۷ کانپا سپہر، شہ نے دمِ سرد یوں بھرا
کٹنے لگا عزیزوں کا بھی جب چمن ہرا گو روئے آپ، ہاتھ جگر پر کبھی دھرا
لڑ کے جو یک بہ یک کئی ہاتھوں سے کھو گئے
ٹکڑے حسنؑ کی طرح کلیجے کے ہو گئے

تھی قہرِ حق عقیلؑ کے پوتوں کی کارزار ۲۸ شمشیرِ حیدری کا نمونہ تھے جن کے وار
عزت عرب کی رکھ گئے جعفرؑ کے یادگار تھے تین چار شیر کہ جھپٹے سوئے شکار
فتح و ظفر تھی، مثلِ علیؑ اختیار میں
پنجے میں تھا وہی جسے تاکا ہزار میں

نکلے برادرانِ علمدارِ صف شکن ۲۹ دکھلا دیے علیؑ کی لڑائی کے سب چلن
بے سر تھے مورچوں میں جوانانِ پیل تن لاشوں پہ لاشیں گرتی تھیں، پڑتا تھا رن پہ رن
آنکھوں میں پھر رہی تھی چمک ذوالفقار کی
عباسؑ داد دیتے تھے، ایک ایک وار کی

تھا چھوٹے بھائیوں کے لیے مضطرب جو دل ۳۰ گر شہ کے پاس تھے کبھی لشکر کے متصل
نعرہ یہ تھا کہ شیر ہے ماں کا تمھیں بحل شیرو رُکے نہ ہاتھ، بدن گو ہے مضمحل
یہ وقتِ آبرو ہے، بڑی جِدّ و کد کرو
ہاں بھائیو امام کی اپنے مدد کرو

اُلٹو پَروں کو بڑھ کے صفوں کو بچھا کے آؤ ۳۱ ساحل کے پاس، خون کا دریا بہا کے آؤ
جب باگ اٹھاؤ، فوج کے اس پار جا کے آؤ یا مر کے آؤ، یا انھیں رن سے بھگا کے آؤ
ہاں صفدرو نشاں نہ رہے فوجِ شام کا
دشمن کو پاس چاہیے، بابا کے نام کا

۴۲ رو کر حسینؑ کہتے تھے بھائی سے دم بہ دم — دولت پدر کی لٹتی ہے، اور دیکھتے ہیں ہم
جیتے نہ دے گا آہ، ہمیں بھائیوں کا غم — عباسؑ عرض کرتے تھے اے قبلۂ امم
اب آپ کی جگہ شہِ عالی مقام ہیں
صدقے نہ کس طرح ہوں کہ ہم سب غلام ہیں

۴۳ بے جاں ہوئے جو راہِ خدا میں وہ شیرِ نر — حضرت ضعیف ہو گئے، خم ہو گئی کمر
ماتم میں تھے کہ موت نے لوٹا حسنؑ کا گھر — اک دم میں قتل ہو گئے دونوں جواں پسر
سب چل بسے نبیؐ و علیؑ پاس رہ گئے
سترّ دو تن میں اکبرؑ و عباسؑ رہ گئے

۴۴ آیا نظر جو لاشۂ نوشاہِ نیک خو — اکبرؑ کی چشمِ تر سے ٹپکنے لگا لہو
کی غیظ کی نظر طرفِ لشکرِ عدو — پہلو سے آئے روتے ہوئے شہ کے روبرو
نکلی یہ بات، جوشِ بکا میں زبان سے
قاسمؑ کے ساتھ جائیں گے ہم بھی جہان سے

۴۵ بچپن سے ہم سے یہ نہ ہوئے تھے کبھی جدا — سوتے تو ایک فرش پہ، کھیلے تو ایک جا
طفلی کا ساتھ چھوٹ گیا، وامصیبتا — مر جائے ایسا بھائی تو جینے کا لطف کیا
حسرت یہ ہے کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
پہلو میں ابنِ عم کے ہماری بھی لاش ہو

۴۶ شہ نے کہا کہ سچ ہے، یہ ایسا ہی ہے الم — خالق جہاں میں بھائی کا بھائی کو دے نہ غم
بازو کا ٹوٹنا اجل آنے سے کیا ہے کم — مر مر کے غم میں بھائی حسنؑ کے جیتے ہیں ہم
تازہ تھا غم پدر کا، خوشی دل سے فوت تھی
عباسؑ نامدار، نہ ہوتے تو موت تھی

۴۷ بھائی کے بعد ان سے ملی لذتِ حیات — بے کس کے غم گسار تھے یہ، یا خدا کی ذات
خالی نہ پائی مہر و مروت سے کوئی بات — سویا جو میں تو اُن کو کٹی، جاگنے میں رات
صدمے بھلائے دل سے حسنؑ کی جدائی کے
رونے نہیں دیا، مجھے ماتم میں بھائی کے

۴۸ ہے ان کے اتحاد کا سب سے جدا مزا — بیٹے کا لطف، بھائی کا خط، باپ کا مزا
ملتا ہے بات بات میں ہر دم نیا مزا — اوجھل یہ آنکھ سے ہوں تو جینے کا کیا مزا
قاسم رہے خدا کرے علیؑ کے نشان ہیں
مالک یہی ہیں گھر کے، یہی تن کی جان ہیں

۴۹ قوت جگر کی تم ہو تو یہ بازوؤں کا زور — بچھڑا جو دو میں ایک، تو پھر میں کنار گور
ہوتا ہے زخم دل پہ نمک آنسوؤں کا شور — جب پتلیاں جدا ہوں تو چشم بشر ہے کور
تم پہلوؤں میں تھے تو یہ بے کس سنبھل گیا
پھر خاک ہے یہ جسم، جب دم نکل گیا

۵۰ ان سے نشاں علیؑ کا ہے، تم سے ہمارا نام — گھر مٹ گیا نبیؐ کا، جو دونوں ہوئے تمام
میت کے دفن کا بھی مقدم ہے اہتمام — مرنے کے بعد کوئی تو آئے ہمارے کام
تربت پہ تم سے گل ہوں تو دل باغ باغ ہو
اندھیر ہے جو قبر پدر، بے چراغ ہو

۵۱ کچھ تو نہ ذکر ہجر، یہ صدمہ ہے دل خراش — بے سر پدر کو کفن و گور کی تلاش
ہوگا یہ جسم ظلم کی تیغوں سے پاش پاش — دو شخص چاہیے کہ اٹھائیں ہماری لاش
رونے کو کوئی دوست نہ یاور سرہانے ہو
فرزند پائنتی ہو برادر سرہانے ہو

۵۲ اکبرؑ نے سن کے بات یہ، اشک خوں بہائے — عباسؑ بول اٹھے، نہ خدا وہ گھڑی دکھائے
ہے زندگی یہی کہ ہمیں پہلے موت آئے — خاک اس غلام پر کہ جو آقا کی لاش اٹھائے
دست قوی ہیں نیزہ و صمصام کے لیے
بازو ہیں کیا یہ ہاتھ اسی کام کے لیے

۵۳ بس گر پڑا یہ کہہ کے قدم پر وہ باوفا — جھک کر کہا حسینؑ نے، بھائی یہ کیا کیا
قاسم کا ذکر کرتے تھے، ہم شکل مصطفیٰ — باتیں تو ان سے تھیں، تمھیں کیوں غصہ آگیا
ہم تم تو ساتھ گلشن ہستی سے جائیں گے
اچھا ہماری لاش کو اکبرؑ اٹھائیں گے

اُٹھیے قدم سے آپ کی الفت کے میں نثار ۵۴ غصے میں بھول جاتے ہو بیٹا ہمارا پیار
آنکھیں قدم پہ مَل کے یہ بولا وہ نامدار بے اذنِ جنگ، سر نہ اٹھائے گا خاکسار
ایسا نہ ہو خجل ہوں، رسالتمآبؐ سے
پہلے مروں گا اکبرِ عالی جناب سے

صدقہ علیؑ کی روح کا، اکبرؑ کو رد کیجے ۵۵ دے کر قسم، شبیہِ پیمبرؐ کو رد کیجے
نورِ نگاہِ بانوئے بے پر، کو رد کیجے اے آفتابِ دیں، مہِ انور کو رد کیجے
پہلے رضا ملے تو بہت نیک نام ہوں
آقا یہ شاہزادہ ہے، اور میں غلام ہوں

شہ نے کہا کہ سر تو قدم سے اُٹھایئے ۵۶ لیجے رضائے جنگ(ص) نہ آنسو بہایئے
فرقت میں ہم مریں کہ جئیں خیر جایئے اپنی سکینہؑ جان سے جا کر مل آیئے
زوجہ کو پیٹتے ہوئے سر دیکھ لیجیے
بچوں کو اور ایک نظر دیکھ لیجیے

عباسؑ شہ کے گرد پھرے اُٹھ کے سات بار ۵۷ بھائی کو گھر میں لے کے چلے شاہِ ذی وقار
بولا یہ پیکِ شاطرِ فوجِ ستم شعار لو اذنِ جنگ پا چکے عباسؑ نامدار
خود دیکھ کر یہ حال پھرا ہوں میں راہ سے
ملنے گئے ہیں خیمے میں ناموسِ شاہ سے

تھے آگے آگے ہاتھوں سے تھامے کمر امامؑ ۵۸ نعرہ یہ دم بہ دم تھا کہ اب ہم ہوئے تمام
تیغوں سے گھاٹ روک لو آیا وہ نیک نام اب معرکہ ہے قہر کا، اے ساکنانِ شام
دیکھو بچے رہو کہ لڑائی ہے شیر سے
چھوٹے گی مشکلوں میں ترائی دلیر سے

دل ہل گئے سپاہ کے سنتے ہی یہ خبر ۵۹ کانپے مثالِ بید، جوانانِ پُر جگر
ہل چل میں اس طرف کے پرے ہو گئے اُدھر ساحل سے ہٹ کے نہر پکاری کہ الحذر
پیچھے ہٹیں صفیں یہ تلاطم عیاں ہوا
دریا جو پاؤں پر تھا وہ اُلٹا رواں ہوا

ٹوٹے وہ مورچے جو بندھے تھے، پٹے جدال ٦٠ برچھی گری زمیں پہ کسی کی کسی کی ڈھال
اللہ ری ہیبت غضب شیر ذوالجلال کانپی زمیں کھڑے ہوئے رُدیں تنوں کے بال

منہ زرد ہو کے رہ گیا ہر نوجوان کا
دشت نبرد کھیت بنا زعفران کا

تھا شش جہت میں غل کہ یہ ہے روزِ انقلاب ٦١ اُلٹے گا اس زمیں کا ورق ابن بوتراب
اس شیر پر نہ ہوگی کوئی فوج فتح یاب بس اب بنائے عالمِ امکاں ہوئی خراب

حملہ غضب ہے، بازوئے شاہِ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا

ڈر سے بھاگتی اک طرف، گرد اک طرف ٦٢ بھرتے تھے خیبری بھی دمِ سرد اک طرف
بیٹھے ہوئے تھے کوفے کے نامرد اک طرف تھے روسیاہ شام کے سب زرد اک طرف

بھاگے تھے نیزہ باز لڑائی کو چھوڑ کے
ضیغم نکل گئے تھے ترائی کو چھوڑ کے

تھی ابتری سپاہِ ضلالت شعار میں ٦٣ اِس صف میں تھی وہ صف، یہ قطار اُس قطار میں
سو بار جو لڑے تھے اکیلے ہزار میں وہ جائے امن ڈھونڈتے تھے کارزار میں

چہرے تھے زرد، خوف سے حیدر کے لال کے
نامرد منہ چھپائے تھے گھونگھٹ میں ڈھال کے

سرکردہائے فوج مخالف تھے بے حواس ٦٤ کچھ شمر کے قریب تھے، کچھ تھے عمرو کے پاس
سب کا یہ قول تھا کہ ہوئی زندگی سے یاس ضربِ علیؑ ہے، ضربِ علمدارِ حق شناس

طاقت سے ہیں بھرے ہوئے بازو دلیر کے
خیبر کشا کا زور ہے، پنجے میں شیر کے

اس فوج میں ہے گو یہ تزلزل یہ انتشار ٦٥ ہتھیار اُدھر لگاتے ہیں عباسِ نامدار
مضطر ہیں بیبیاں شہِ والا ہیں بے قرار بھائی کے منہ کو دیکھ کے روتے ہیں زار زار

بیٹا کھڑا ہے چاک گریباں کیے ہوئے
روتی ہے سوکھی مشک سکینہ لیے ہوئے

منہ دیکھتی ہے باپ کا جب وہ بہ چشمِ تر ۶۶ کہتے ہیں یہ اشارے سے سلطانِ بحر و بر
تکتا ہے باپ تم کو سکینہؑ نہیں خبر جانے نہ دو چچا کو، تمہیں چاہتی ہو گر
آنسو بہا بہا کے نہ پانی کا نام لو
دامن قبا کا ننھے سے ہاتھوں سے تھام لو

بھائی کے اضطراب سے زینبؑ کا ہے یہ حال ۶۷ ڈھلکی ہوئی ہے سر سے ردا اور کھلے ہیں بال
عباسؑ سے یہ کہتی ہے رو کر بہ صد ملال چھوڑو نہ شہ کو اے اسدِ کبریا کے لال
کیا کہتے ہو سکینہؑ سے منہ موڑ موڑ کے
بھیّا کدھر چلے مرے بھائی کو چھوڑ کے

دیکھو تو حالِ سبطِ رسولِ فلک اساس ۶۸ بیٹے کا غم، بھتیجے کا ماتم، ہجومِ یاس
ہے کثرتِ سپاہ میں، تنہا وہ حق شناس قربان جاؤں، تم تو رہو بھائی کے پاس
عاشق ہو، دلبرِ اسدِ ذوالجلال کے
بازو قوی تمہیں سے ہیں زہراؑ کے لال کے

عباسؑ کہتے ہیں کہ نہ جاؤں تو کیا کروں ۶۹ کیوں کر نہ حق امامِ زماں کا ادا کروں
اُلٹوں صفیں ہزاروں سے تنہا وغا کروں یہ سر ہے اس لیے کہ قدم پر فدا کروں
پہونچا ہے فیض سیدِ کوثر کے ہاتھ سے
دنیا میں کچھ تو کام ہو بازو کے ہاتھ سے

رخصت طلب ہے شاہ سے اکبرؑ سلالہ فام ۷۰ شہزادہ مرنے جائے سلامت رہے غلام
للہ روکیے نہ اب، اے خواہرِ امامؑ وہ امر کیجیے کہ بڑھے جس سے میرا نام
بیکس ہوں، ساتھ ماں نہیں، سر پہ پدر نہیں
میں آپ کا غلام تو ہوں، گو پسر نہیں

باتیں یہ سن کے روتی ہیں زینبؑ جھکا کے سر ۷۱ تھرا رہی ہے لاج، عباسؑ نام اللہ
چہرہ تو فق ہے گود میں ہے چاند سا پسر مانع ہے شرم، روتی ہے منہ پھیر پھیر کر
موقع نہ رونے کا ہے نہ بول سکتی ہے
حضرت کے منہ کو نرگسی آنکھوں سے تکتی ہے

کہتی ہے رو کے، بانوئے عالم یہ بار بار ۴۲ ہم کو تباہ کرتے ہیں عباسِ نام دار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار کچھ آپ بولتی نہیں، اس وقت میں نثار
کہیے جو روکنے کی کوئی اِن کے راہ ہو
اب عنقریب ہے کہ، مرا گھر تباہ ہو

اکبر کا واسطہ، کوئی تدبیر کیجیے ۴۳ امداد بہرِ حضرتِ شبیرؑ کیجیے
کچھ دل کو ہو قرار، وہ تقریر کیجیے پٹکا وہ باندھتے ہیں، نہ تاخیر کیجیے
اک دل ہے میرا، اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں مرے بچے صغیر ہیں

عباس دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار ۴۴ ہوتا ہے تیرِ غم جگرِ ناتواں کے پار
روتے ہیں خود، مگر یہ اشارہ ہے بار بار شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بیقرار
آؤ ادب سے دلبرِ زہراؑ کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحب یہ کیا؟ یہ کیا! ۴۵ پیٹو نہ سر کو روتا ہے فرزندِ مصطفاؐ
خیر النساؑ کے لال پہ ہوتے ہیں ہم فدا شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جا
ایذا میں صبر، صاحبِ ہمت کا کام ہے
میری بھی آبرو ہے تمھارا بھی نام ہے

پونچھ ڈالو آنسوؤں کو، بہرِ ذوالجلال ۴۶ دیکھو، زیادہ رونے سے ہوگا ہمیں ملال
میری مفارقت کا، نہ کیجو کبھی خیال قائم تمھارے سر پہ رہے، فاطمہؑ کا لال
غم چاہیے، نہ آہ و بکا چاہیے، تمھیں
شہ کی سلامتی کی دعا چاہیے، تمھیں

صدقے ہیں ابنِ فاطمہؑ پر مجھ سے سو غلام ۴۷ دیکھو نہ روتے دیکھ لیں تم کو کہیں امام
کیا اشکِ خوں بہا کے، بگاڑو گی میرا کام ہم ہاتھ جوڑتے ہیں، یہ ہے صبر کا مقام
پوچھیں حضورؑ، کہ تمھیں کیا ملال ہے
صاحب یہ کہیو تم کہ، رنڈاپا محال ہے

دیکھو کہ گھر میں اور بھی رانڈیں ہیں تین چار ۷۸ آداب شہ سے چپ ہیں نہیں کوئی بیقرار
رہ جائے بات کرتے ہیں وہ لڑا(ی) ہوشیار دُنیا ہے بے ثبات، زمانہ ہے بے مدار
(ر)کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں
صاحب سدا کوئی بھی جیا ہے جہان میں

قاسم کو دیکھو، جانبِ کبرا کرو نگاہ ۷۹ گذری جو شب، تو صبح کو گھر ہو گیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ کیا صابرہ ہے، دخترِ شبیرؑ واہ واہ
سہتے ہیں یوں جہاں میں جفا رانڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح بیبیاں ۸۰ ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل، مگر نہ اُٹھے آہ کا دھواں ۱ اُف کیجیے نہ منہ سے، جو پہنچے لبوں پہ جاں
چپ چاپ رہ کے وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علیؑ کی بڑا نام کر گئی

شوہر نے یہ کلام کیے، جب بہ چشمِ تر ۸۱ چپ ہو گئی وہ صاحبِ ہمت جھکا کے سر
ہتھیار سج کے حضرتِ عباسؑ نامور آئے قریب لختِ دلِ سید البشر
صدمے سے رنگ سبطِ نبیؐ زرد ہو گیا
کانپے یہ دست و پا کہ بدن سرد ہو گیا

جوں جوں قریب آتے تھے عباسؑ نامور ۸۲ بے تاب تھے حسینؑ سنبھالے ہوئے جگر
کہتے تھے اضطراب میں جھک کر اِدھر اُدھر بیٹھے نہ دے گا آہ، ہمیں صدمۂ کمر
ہے زیست تلخ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
زینبؑ کہاں ہو، آ کے سنبھالو حسینؑ کو

سب [illegible] پاس ٹھل ۸۳ بانو کہاں ہیں، نذرِ عباسؑ کو بلائیں
لوری میں [illegible] کو لائیں کوچ اب جہاں سے ہے، ہمیں سب آ کے دیکھ جائیں
[illegible] سنبھالے گا جس دم مروں گا میں
[illegible]س سے ہر اک کی سفارش کروں گا میں

۸۴ یہ سن کے ساری بیبیاں آئیں بہ حالِ زار — بولے قدم پہ جھک کے، یہ عباسِ نامدار
اے آفتابِ عالمیاں، نورِ کردگار — ہل من مبارز کا اُدھر غل ہے بار بار
اس ذرہ پروری کے چلن آفتاب میں
آقا یہ دیر کس لیے خادم کے باب میں

۸۵ لڑکوں نے معرکہ میں کیے اپنے نام — کیا میں غلامِ خاص نہیں یا شہِ امام
ایسا دن اور بھی کوئی ہوئے گا یا امام — کس کام کا، جو آج نہ کام آئے گا غلام
مشکل ہے ایسے وقت میں رُکنا دلیر کا
آخر پسر ہوں شیرِ الٰہی سے شیر کا

۸۶ ہوتا جو سب سے پہلے فدا غلامِ جناب — خوش ہوتی خاکسار سے روحِ ابوتراب
اب ہوں ہر اک کے آگے، خجالت سے آب آب — زہرا سے بھی حجاب ہے، شبّر سے بھی حجاب
اب بھی نہ تیغ و تیر اگر تن پہ کھاؤں گا
مولا بتایئے کیسے پھر منہ دکھاؤں گا

۸۷ ساتھ آپ کے ہوں گا، نہ اگر قتل کی جفا — مجھ سے رسولِ پاک خوشی ہوں گے یا خفا؟
بیزار کیا نہ ہوگا دلِ شاہِ لافتا — پھر فاطمہ کہیں گی مجھے صاحبِ وفا؟
مرنے کا حظ، نہ جینے کا مطلق مزا رہا
انساں کی آبرو نہ رہی جب، تو کیا رہا

۸۸ پالا ہے مجھ کو یا شہِ دلگیر آپ نے — کی ہے ہمیشہ پیار سے تقریر آپ نے
بندھوائی ہے کمر سے یہ شمشیر آپ نے — بخشی ہے سب میں عزت و توقیر آپ نے
وقتِ مدد ہے آج بھی امداد کیجیے
بندہ سمجھ کے اب مجھے آزاد کیجیے

۸۹ گردن ہلا کے شہ نے کہا آہ کیا کروں؟ — مشکل ہے سخت اے مرے اللہ کیا کروں؟
جینے نہ دے گا یہ غمِ جاں کاہ، کیا کروں؟ — چھٹتا ہے اب برادرِ ذی جاہ کیا کروں؟
دم بھر کی زندگی مجھے دشوار ہو گئی
سب تو خفا تھے موت بھی بیزار ہو گئی

غازی نے رکھ دیا قدمِ شاہِ دیں پہ سر ۹۰ بولے گلے لگا کے شہنشاہِ بحر و بر
اے تن کی جان، اے سببِ قوتِ جگر یوں ہے خوشی تو خیمہ جہاں سے کرو سفر
بھائی نہ ہو تو بھائی کی مٹی خراب ہے
اچھا تمھارا کوچ، مرا پا تراب[۳۴] ہے

روتا ہوا جھکا پئے تسلیم، وہ جری ۹۱ سب روئے، مشک دوشِ مبارک پہ جب دھری
اک آہِ سرد زوجۂ عباسؑ نے بھری صدمے سے رنگ زرد تھا، اور تن میں تھرتھری
سر سے ردا بھی دوش تلک آ کے گر پڑی
بانو کے پاس، خاک پہ غش کھا کے گر پڑی

نکلا وہ شیر خیمے سے باہر علم لیے ۹۲ مجرے کو آئی فتح، سپاہ حشم لیے
جرأت نے بڑھ کے بوسۂ تیغِ دودم لیے نصرت نے چومے ہاتھ، ظفر نے قدم لیے
خورشید کا جلال نگاہوں سے گر گیا
اقبال سر کے گرد ہُما بن کے پھر گیا

آیا سجا ہوا وہ سمندِ[۳۵] بُراق سیر ۹۳ تھا جو فلک پہ اڑنے کو تیار مثلِ طیر
ہوتا تھا اس کے دوڑنے سے غزالوں کا حال غیر ان میں سپاہِ شر اُسے روکے تو یہ خیر[۳۶]
صرصر قدم کی، گرد کو پاتی نہیں کبھی
ڈھونڈے بشر، پری نظر آتی نہیں کبھی

وہ زیب و زین زین کی، وہ ساز، وہ پھبن ۹۴ زیور سے جیسے ہوتی ہے آراستہ دُلہن
چشمِ سیاہ، دیدۂ آہو پہ طعنہ زن سرعت یہ تھی کہ بھولتے تھے چوکڑی ہرن
جادو تھا، معجزہ تھا، پری تھی، طلسم تھا
پاکھر نہ تھی، زرہ میں تہمتن کا جسم تھا

رکھا قدم رکاب میں حیدر کے لال نے ۹۵ نعلینِ پا کو فخر سے چوما ہلال نے
بخشی جو سطحِ زیں کو ضیا، خوش جمال نے دُم کو چنور کیا، فرسِ بے مثال نے
کس ناز سے وہ رشکِ غزالِ ختن چلا
طاؤس تھا کہ سیر کو سوئے چمن چلا

خوشبو سے ارضِ پاک رشکِ جناں بنی ۹۶ گرد اُڑ کے غازۂ رخِ لیلیٰ وشاں بنی
جلوے سے راہِ دشت رہِ کہکشاں بنی ذرّے بنے نجوم، زمیں آسماں بنی
سُم بدر تھے، تو نعل بھی چاروں ہلال تھے
نقشِ سُمِ فرس سے، ہزاروں ہلال تھے

وہ دبدبہ، وہ سطوتِ شاہانہ، وہ شباب ۹۷ تھرا رہا تھا جس کی جلالت سے آفتاب
وہ رعبِ حق کہ شیر کا زہرہ ہو آب آب صولت میں فرد، دفترِ جرأت میں انتخاب
تیور میں سارے طور خدا کے ولی کے ہیں
شوکت پکارتی ہے کہ بیٹے علیؑ کے ہیں

پہونچے جو دشتِ کیں میں اڑاتے ہوئے فرس ۹۸ گھوڑے کو ہاتھ اٹھا کے یہ آواز دی کہ بس
دیکھیں صفیں بھی جو چپ و راس و پیش و پس نعرہ کیا کہ نہر پہ جانے کی ہے ہوس
روکے گا جو وہ موت کے پنجے میں آئے گا
ہٹ جاؤ سب کہ شیر ترائی میں جائے گا

روکے ہمیں نکل کے، جو طاقت کسی میں ہو ۹۹ لے تیغ میان سے، جو شجاعت کسی میں ہو
گرمائے رخش کو، جو حرارت کسی میں ہو آئے، جو حربِ ضرب کی قدرت کسی میں ہو
دو ہاتھ میں علیؑ کے پسر، وار پار ہیں
دریا نہیں کہ رک گیا، ہم ذوالفقار ہیں

تم کیا، پہاڑ بیچ میں گر ہو، تو ٹال دیں ۱۰۰ شیروں کو ہم ترائی سے باہر نکال دیں
مہلت نہ ایک کو، دمِ جنگ و جدال دیں پانی تو کیا ہے آگ میں گھوڑے کو ڈال دیں
منہ دیکھتے ہیں جو ہیں نگہبان گھاٹ کے
لے جائیں گھر پہ تیغ سے، دریا کو کاٹ کے

سرکش ہیں سب ہماری زبردستیوں سے زیر ۱۰۱ دادا شجاع، باپ اولوالعزم، ہم دلیر
جب رن پڑا ہے کر دیے ہیں زخمیوں کے ڈھیر لائے ہیں جا کے آگ سے پانی، خدا کے شیر
عفریت بھاگتے ہیں، وہ چوٹیں ہماری ہیں
بیرالعلم میں کود کے تلواریں ماری ہیں

جرأت جلو میں رہتی ہے نصرت رکاب میں ۱۰۲ لیتے ہیں گھاٹ پہ سپر کے تیغوں کی آب میں
لکھے ہوئے ہیں شیروں کے حملے کتاب میں فصلیں ہیں اپنے زور کی خیبر کے باب میں
ناصر ہیں بادشاہ فلک بارگاہ کے
دفتر الٹ دیے ہیں عرب کی سپاہ کے

بے مشک کے بھرے نہیں آتا ہے چین کب ۱۰۳ گرمی سے پیاس سے کئی بچے ہیں جاں بلب
اصغر کی گودیوں میں تڑپتے کٹی ہے شب کیا وقت ہے حسین کے بچوں پہ ہے غضب
لالے پڑے ہوئے ہیں سکینہ کی جان کے
کانٹے مجھے دکھائے تھے سوکھی زبان کے

عبرت کی یہ جگہ ہے کہ ہم اور سوالِ آب ۱۰۴ سقہ بنے ہیں دیکھ کے بچوں کا اضطراب
اس مشک نے کیا ہمیں عقبیٰ میں کامیاب اللہ ری آبرو کہ بہشتی ملا خطاب
شہ سے نشانِ فوجِ پیمبر بھی مل گیا
طوبیٰ کے ساتھ چشمۂ کوثر بھی مل گیا

یہ ذکر تھا کہ فوج کی جانب سے تیر آئے ۱۰۵ نیزے اٹھا کے شیر کے منہ پر شریر آئے
یہ بھی جھپٹ کے مثلِ شہِ قلعہ گیر آئے گیتی ہلی غضب میں جنابِ امیر آئے
گھوڑا اڑا پروں کو سواروں کے توڑ کے
لپکی صفوں پہ سیف بھی کاٹھی کو چھوڑ کے

آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا ۱۰۶ یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا
بجلی سا ہر جگہ فرس تیز گام تھا ششدر تھی موت چار طرف قتل عام تھا
اس غول پر کبھی تھی کبھی اُس قطار پر
پڑتا تھا ایک تیغ کا سایہ ہزار پر

وہ تیغ کی چمک وہ تڑپ راہوار کی ۱۰۷ رفرف کی اک شبیہ تو اک ذوالفقار کی
شوکت سوار میں شہِ دُلدل سوار کی حملوں میں شان سب اسدِ کردگار کی
چتون وہی، غضب وہی، بے باکیاں وہی
پھرتی وہی، جھپٹ وہی، چالاکیاں وہی

توڑا یہ مورچہ، یہ صف الٹی، اُدھر پھرے ۱۰۸ تلوار خوں میں، آپ پسینے میں تر پھرے
یوں خاک پہ گرا کے بہتوں کے سر پھرے جیسے شکار کھیلے ہوئے شیرِ نر پھرے
تھی قہر کی نگاہ، غضب کا جلال تھا
آنکھیں بھی سرخ سرخ تھیں، چہرہ بھی لال تھا

منہ پھر گئے سپاہ کے، جس سمت رخ کیا ۱۰۹ یاں سے وہاں گئے، اِسے مارا، اُسے لیا
باقی رہے ہزار میں سو، دس میں ایک جیا اللہ رے دَم، لہو پہ لہو تیغ نے پیا
اس پر بھی تشنگی کو نہ تسکیں ذری ہوئی
گویا تھی آگ پیٹ میں اس کے بھری ہوئی

بے شک تھا ان کا ہاتھ، امیرِ عرب کا ہاتھ ۱۱۰ پہونچا وغا میں سو طرف اک تشنہ لب کا ہاتھ
آئی اجل، اٹھا جو کسی بے ادب کا ہاتھ تیغِ خدا کے شیر نے مارا غضب کا ہاتھ
بازو پہ آئی تیغِ دودم، شانہ کاٹ کے
پہنچے کو بھی قلم کیا دستانہ کاٹ کے

چلتا تھا مثلِ برق، یمین و یسار ہاتھ ۱۱۱ ڈر ڈر کے جوڑتے تھے، ضلالت شعار ہاتھ
اُن کی نہ ایک ضرب، نہ اُن کے ہزار ہاتھ کافی تھے سب کو تیغِ دودستی کے چار ہاتھ
آواز شش جہت میں بگیر و بزن کی تھی
اللہ کا کرم تھا، مدد پنجتن کی تھی

نعرہ جدا، صدائے بگیر و بدہ[35] جدا ۱۱۲ گوشہ کماں سے دور، تھے گوشوں سے وہ جدا
بکتر جدا، زمیں پہ ٹکڑے زرہ جدا نیزوں کو دیکھیے تو گرہ سے گرہ جدا
اللہ رے فرق، گردن و سر بھی بہم نہ تھے
کشتوں کا ذکر کیا ہے کہ تیغوں میں دم نہ تھے

جس کی طرف نظر دمِ جنگ و جدل پھری ۱۱۳ کچھ ہٹ کے تیغ سے اسی جانب اجل پھری
رہوار یوں پھرا کہ اشارے میں کل پھری تلوار بھی گلوں کی طرف برمحل پھری
ایسے جری سے کس کو مجالِ مصاف تھی
یوں پھر کے صف کی صف کو جو دیکھا تو صاف تھی

چل پھر کے کاٹتی تھی وہ تلوار ہاتھ پاؤں ۱۱۴ ڈر سے بڑھا نہ سکتے تھے خونخوار ہاتھ پاؤں
سر بچ گیا تو ہو گئے بے کار ہاتھ پاؤں چمکی گری تو آٹھ ہوئے چار ہاتھ پاؤں
روحیں پکاریں تیغ پھر آئی نکل چلو
بولی اجل اب اٹھ کے تو پنجوں کے بل چلو

برسے اُدھر قلم تو اِدھر برچھیاں قلم ۱۱۵ ترکش دو نیم ٹکڑے کمانیں نشاں قلم
ہر ہاتھ میں قلم کی طرح استخواں قلم منھ تیغ کا خراب، سناں کی زباں قلم
جب سن سے آئی سر پہ کسی بدخصال کے
گویا سموم چل گئی پھولوں پہ ڈھال کے

کی جس نے سرکشی وہی فتنہ فرو ہوا ۱۱۶ ظالم ہزار میں تھا جو یکتا وہ دو ہوا
افشاں لہو سے شیر کا دستِ نکو ہوا ٹھنڈا وہی تھا، جنگ پہ سرگرم جو ہوا
تھا خاتمہ سپاہ جہنم مقام کا
شعلے بجھائے دیتا تھا پانی حسام کا

وہ تیغ کھول دیتی تھی لوہے کا بھی حصار ۱۱۷ تھا اُس کے ہاتھ سے دلِ چار آئینہ فگار
آری تھیں، منھ پہ تیغوں کے ایسے پڑے تھے وار خُود اپنے سر پٹکتے تھے گر گر کے بار بار
پانی وہ زہر تھا کہ پیا اور فنا ہوا
ہے آج تک زرہ کا کلیجہ چھنا ہوا

جاتی تھی ہر پرے کی طرف سن کے بار بار ۱۱۸ چڑھتے سوار گرتے تھے توسن کے بار بار
اڑتی تھی الاماں کی صدا رن سے بار بار ہر سر کا بار اترتا تھا گردن سے بار بار
غارت ہوئے تباہ ہوئے بے ترک ہوئے
ضربِ گراں جو اٹھ نہ سکی کیا سبک ہوئے

ثابت رہی نہ ڈھال نہ مغفر، نہ سر بچا ۱۱۹ سینے میں دل کو کاٹ گئی گر جگر بچا
دو ٹکڑے ہو گیا وہ اُدھر، جو اِدھر بچا بے زخم کھائے ایک نہ بیداد گر بچا
تلوار سے کوئی، کوئی ڈر سے ہلاک تھا
سالم تھا جس کا جسم، جگر اس کا چاک تھا

۱۲۰ سر سے کمر میں تھی تو کمر سے تہِ فرس ۔ آفت کا منہ تھا، قہر کا دم، خم، ستم کا کس
کشتے تڑپ رہے تھے چپ و راست پیش و پس ۔ دو تھے اگر تو چار ہوئے پانچ تھے تو دس
غل تھا وہی لڑے جسے سر تن پہ بار ہو
آفت بپا ہے کون اجل سے دوچار ہو

۱۲۱ غل تھا شرارتوں سے اس آتش زبان کی ۔ پریاں پکارتی تھیں کہ ہو خیر جان کی
دنیا میں شعلہ بار ہے آگ اُس جہان کی ۔ بدلی ہوئی ہے آج ہوا آسمان کی
بجلی خجل ہے ناز یہ اس شعلہ خُو کے ہیں
بوچھاڑ ہے سروں کی درڑے لہو کے ہیں

۱۲۲ جب بڑھ کے سن سے صورتِ تیغ علی چلی ۔ ثابت ہُوا کہ ضربتِ دستِ ولی چلی
دل پر خفی چلی تو گلوں پر جلی چلی ۔ تن سے نکل کے روح پکاری چلی چلی
دی تیغ نے صدا کہ ارادہ کدھر کا ہے
چلّائی موت چل یہی رستا سفر کا ہے

۱۲۳ خشکی میں تھی جو آب تو آتش تری میں تھی ۔ ہم نامِ ذوالفقارِ علیؑ صفدری میں تھی
تلوار تھی کہ برق، لباسِ پری میں تھی ۔ بے باک اس لیے تھی کہ دستِ جری میں تھی
خوں بھی اِسے حلال دیّت بھی معاف تھی
کاٹا تھا سو گلوں کو مگر پاک صاف تھی

۱۲۴ سارے رسالدار تباہی میں پڑ گئے ۔ اب منہ کسے دکھائیں کہ چہرے بگڑ گئے
نامی جو تھے جواں، قدم اُن کے اکھڑ گئے ۔ بھاگے جو سب، نشاں بھی خجالت سے گڑ گئے
علموں کے پاس ڈھیرے پھریروں کے رن میں تھے
ریتی پہ بیرقیں تھیں کہ مُردے کفن میں تھے

۱۲۵ پہنے ہوئے تھے جسم میں زرہیں جو چُست چُست ۔ چوٹیں کڑی پڑیں تو ہوئے وہ بھی سخت سُست
خوفِ اجل سے بھول گئے دمدمہ نخست ۔ ٹوٹی صفوں میں ہاتھ کسی کے نہ تھے درست
اک شور تھا کہ جان گئی اس لڑائی میں
گھوڑے بھگاؤ آگ لگی ہے ترائی میں

۱۲۶ مغفر نہ سر کے پاس نہ خنجر کمر کے پاس — بیٹے کے پاس باپ نہ بیٹا پدر کے پاس
قبضے کے پاس تیغ نہ دستہ تبر کے پاس — کڑیاں زرہ کے پاس نہ دامن سپر کے پاس
ابوٹی سناں[ف-۱۴] پر تھی نہ پرچم نشان پر
پیکاں نہ تیر پر تھے نہ چلّے کماں پر

۱۲۷ نہ وہ علم سیاہ نہ، وہ رُو سیاہ تھے — تیغ و سپر بھی پاس نہ تھی، بے پناہ تھے
بے سر تھے وہ جو فوج میں صاحب کلاہ تھے — سب چھاؤنی اجاڑ، محلّے تباہ تھے
دکھلا دیا تھا خالقِ[ح-۵] عادل نے قہر کو
گویا غنیم لُوٹتا پھرتا تھا شہر کو

۱۲۸ بولی سپر سے تیغ کہ تجھ میں پناہ ہے — اس نے کہا کہ بھاگ، زمانہ سیاہ ہے
ہر جا یہ تیغ شعلہ فشاں سدِّ راہ ہے — اس معرکہ میں کوہ بھی گر ہو تو کاہ ہے
جنّات ڈر کے ہاتھ سے منہ ڈھانپتے ہیں آج
میں کیا ہوں جبرئیل کے پر کانپتے ہیں آج

۱۲۹ ڈر ڈر کے پچھلے پاؤں سیاہِ لعیں ہٹی — یہ صف سوئے یسار وہ سوئے یمیں ہٹی
سنّر[ف-۱] کے جبالِ نہر کہیں سے کہیں ہٹی — دہشت سے آسماں ہوا اونچا زمیں ہٹی
بھاگڑ پڑی کہ ایک سے ایک آگے بڑھ گیا
دریا لہو کا کشتیِ گردوں پہ چڑھ گیا

۱۳۰ اللہ ری جنگِ شیرِ نیستان و کربلا — چونٹی بھی مورچوں میں نہ تھی آدمی تو کیا
پہونچے ترائی میں تو یہ اعدا کو دی صدا — کیوں اب یہ نہر کس کی ہے اے قوم اشقیا
اک آن[ف-۱] میں شکست ہزاروں کو دیتے ہیں
دیکھو اسد ترائی کو یوں چھین لیتے ہیں

۱۳۱ رستے کھلے ہوئے ہیں کہاں ہے وہ بند و بست — کس نے یہ ردم و شام کی فوجوں کو دی شکست؟
کیا ہو گئے ترائی سے وہ سب ہوا پرست؟ — کیوں سر بلند کون ہے اس وقت کون پست؟
فوجوں میں یوں کسی نے بھی گھوڑے اڑائے ہیں
دیکھو تو ہم کہاں سے کہاں[ح-۱] لڑتے آئے ہیں

دُنیا جو اک طرف ہو تو ہم پر ظفر نہ پائے ۱۳۲ فاقوں میں شیر بھی ہو مقابل تو منہ کی کھائے
کس دبدبے سے جوہرِ تیغِ علیؑ دکھائے اب کچھ الم نہیں اجل آئے کہ جان جائے
بس ہم نے گھاٹ چھین لیا مشک بھر چکے
شیروں نے جو زباں سے کہا تھا وہ کر چکے

لب تشنہ تین دن سے ہیں اور ہے فرات پاس ۱۳۳ چاہیں ابھی تو ہاتھ بڑھا کر بجھائیں پیاس
پر زہر سے بتر ہے تشنہ آسماں اساس مرتے ہیں آبرو پہ غلامانِ حق شناس
آقا کی تشنگی پہ جگر چاک چاک ہے
بے ان کے آبِ خضر بھی ہووے تو خاک ہے

فرما کے یہ سمند کو ڈالا فرات میں ۱۳۴ گویا خضر اُتر گئے آبِ حیات میں
دریا دل ایسا کون ہوا کائنات میں تسمہ پکڑ کے مشک بھری ایک بات میں
سیراب جب تلک کہ شہِ بحر و بر نہ ہوں
منظور تھا کہ ہاتھ بھی پانی سے تر نہ ہوں

گرمی سے تشنگی میں کلیجہ تھا آب آب ۱۳۵ تڑپا رہا تھا قلب کو موجوں کا پیچ و تاب
آجاتے تھے قریب جو ساغر بکف حباب کہتا تھا منہ کو پھیر کے وہ آسماں جناب
عباس آبرو میں تری فرق آئے گا
پانی پیا تو نامِ وفا ڈوب جائے گا

دریا سے مشک بھر کے جو نکلا وہ نیک نام ۱۳۶ اُمڈی سیہ گھٹا کی طرح سب سپاہِ شام
یوں ڈوب کر نکلتا تھا وہ آسماں مقام ظاہر ہو جیسے ابر میں چھپ کر مہِ تمام
موجیں تھیں رودِ نیل کی فوجوں کا دَل نہ تھا
پر واہ رے حواس کہ ابرو پہ بل نہ تھا

چلتی تھی بڑھ کے چار طرف تیغِ برق دم ۱۳۷ کاندھے میں مشکِ آب تھی پنجہ میں تھا عَلَم
دامن سے لگ کے ہاتھ اُٹھتا تھا دمبدم کرتا تھا جا بجا تگ و دو اسپِ خوش قدم
اُڑ اُڑ کے برچھیوں جو اترتا تھا کھیت میں
گھوڑے کے چاروں پاؤں دھنس جاتے تھے ریت میں

۱۲۸ گھیرے تھے ایک جان کو دو لاکھ اہلِ شر — ٹھیرے کہاں قرار کہاں لیں تھمیں کدھر
بھائی کے پاس برچھیاں تیغیں قریبِ سر — پہلو میں اُس طرف تو سنانیں اُدھر تبر
ملتی نہ تھی اماں سپہ تیرہ بخت سے
گوشوں سے تیر چلتے تھے پتھر درخت سے

۱۲۹ جب مشک کی طرف کوئی آتا تھا سَن سے تیر — کہتے تھے یا حفیظ کبھی گاہ یا قدیر
چلّا رہا تھا شمرِ جفا پیشہ و شریر — جانے نہ پائے لختِ دلِ شاہِ قلعہ گیر
رخ اُس جری کا خیمہ کی جانب سے موڑ دو
ہاں برچھیوں سے شیر کے سینہ کو توڑ دو

۱۳۰ سُن کر زباں درازیِ شمرِ ستم شعار — عبّاس مثلِ شیر جھپٹتے تھے بار بار
تلواریں سیکڑوں تھیں ہزاروں تھے نیزہ دار — توڑی اگر یہ صف تو جمی دوسری قطار
تنہا سنبھالے مشک و علم یا وغا کرے
بلوہ ہو ساری فوج کا جس پر وہ کیا کرے

۱۳۱ مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں دو بشر — درپے تھے اک جواں کے پئے لاکھ اہلِ شر
کھائے اِدھر سے زخم جو کی اُس طرف نظر — کس کس کا وار رد کریں دیکھیں کدھر کدھر
جب دم لیا تو سینہ پہ سَو تیر چل گئے
پہلو کو توڑ توڑ کے نیزے نکل گئے

۱۳۲ سینہ سپر تھے مشک پہ روکے ہوئے تھے ڈھال — لڑنے میں بھی حسینؑ کے بچوں کا تھا خیال
کہتا تھا ڈگمگا کے فرس پر وہ خوش خصال — فرزند کو سنبھالیے یا شیرِ ذوالجلال
جا پہونچوں مشک لے کے جو تھوڑی سی راہ ہو
ایسا نہ ہو کہ پیاسوں کی کشتی تباہ ہو

۱۳۳ یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑا لشکرِ کثیر(۱) — بس چور ہو گیا پسرِ شاہِ قلعہ گیر
آکر لگا میانِ دو ابرو جو ایک تیر — تیورا گیا علی ولی کا مہِ منیر
چھوٹی جو باگ پاؤں فرس کے بھی رک گئے
پھیلا کے ہاتھ مشک سکینہ پہ جھک گئے

اب یاں تو خاتمہ ہے سنو اُس طرف کا حال ۱۴۴ ڈیوڑھی پہ ننگے سر ہے رسولِ خدا کا لال
غم سے کمر جھکی ہوئی، رُخ زرد، جی نڈھال — یہ کرب ہے کہ ہوتا ہے جو وقتِ انتقال
گر گر اُٹھے، تڑپ کے اِدھر سے اُدھر گئے
جب آہ کی تو سب نے یہ جانا کہ مر گئے

فریاد کر کے دل کبھی تھاما جگر کبھی ۱۴۵ پکڑی طناب خیمے کی گر، اور کمر کبھی
گھبرا کے پیارے بھائی کی پوچھی خبر کبھی — رو دیئے پسر کے دوش پہ رکھ رکھ کے سر کبھی
کی آہ سامنے کبھی زہرا کی جائی کے
رو کر کبھی لپٹ گئے بیٹے سے بھائی کے

فرماتے تھے کراہ کے اکبر سے بار بار ۱۴۶ شانے دباؤ اے علی اکبر پدر نثار
کیسا یہ درد ہے کہ جگر کو نہیں قرار — بازو کا زور لے گئے، عباسِ نامدار
واحسرتا کہ بے کس و بے یار ہو گئے
سر پیٹیں کس سے ہاتھ تو بیکار ہو گئے

چلاتے تھے کہ جانِ برادر بس اب پھر آؤ ۱۴۷ پہونچا ہے دم لبوں پہ ہمیں آ کے دیکھ جاؤ
بھیا خدا کے واسطے اب برچھیاں نہ کھاؤ — عباس ہم اخیر ہیں، تشریف جلد لاؤ
پیاری تمھاری ملنے سے ہاتھوں کو ملتی ہے
تم کو ڈھونڈھنے کو سکینہ نکلتی ہے

حضرت تو پیٹتے ہیں یہ کہہ کر بصد ملال ۱۴۸ خیمے میں غش ہے زوجۂ عباسِ خوش خصال
ڈیوڑھی پہ اہلِ بیت ہیں سب کھولے سر کے بال — پردے سے منہ نکالے ہیں، اطفالِ خورد سال
لب ان کے اودے اودے ہیں منہ گورے گورے ہیں
آنکھوں میں اشک ہاتھوں میں خالی کٹورے ہیں

کہتے ہیں سب لبوں پہ زبانوں کو پھیر کر ۱۴۹ اب پانی لے کے آتے ہیں عباسِ نامور
حضرت سے پوچھتی ہے سکینہ بچشمِ تر — میرے چچا کب آئیں گے یا شاہِ بحر و بر
کیا میں سفر کروں گی جہاں سے تب آئیں گے
بہلاتے ہیں حسین کہ بی بی اب آئیں گے

۱۵۰ گھیرے ہیں لاکھ ان کو ستمگار ہائے ہائے — مانگو دعا کہ بھائی کو میرے خدا بچائے
وہ کہتی ہے میں پانی سے گزری نہ مشک آئے — بس اب چچا کو مرے کوئی پھیر لائے
رکھے خدا جہاں میں علیؑ کی نشانی کو
میں کیا کروں گی آگ لگے ایسے پانی کو

۱۵۱ یہ ذکر تھا کہ فتح کے باجے بجے اُدھر — تڑپے زمیں پہ گر کے شہنشاہِ بحر و بر
چلائے بڑھ کے فوج سے دو چار اہلِ شر — حضرت کہاں ہیں مر گئے عباسِ نامور
کیا کیا چلی ہیں تیغوں پہ تیغیں لڑائی میں
وہ زخم کھائے شیر پڑا ہے ترائی میں

۱۵۲ افشاں ہیں سر کے خون کی چھینٹوں سے سب نشاں — عباسؑ کانپ جاتے تھے جھکتا تھا جب نشاں
نام آوروں نے آج مٹایا عجب نشاں — کیوں اے حسینؑ کون اٹھائے گا اب نشاں
لاش ان کی پائمال ہوئی زخم پھٹ گئے
جن میں علیؑ کا زور تھا وہ ہاتھ کٹ گئے

۱۵۳ آئی صدا یہ نہر کی جانب سے ایک بار — آقا تمام ہوتا ہے یہ عبدِ جاں نثار
تن سے نکل کے آنکھوں میں اٹکی ہے جانِ زار — اب ہے فقط حضور کے آنے کا انتظار
بابا کے ساتھ خلد سے تشریف لائی ہیں
حضرت کی والدہ مرے لینے کو آئی ہیں

۱۵۴ شہ دوڑ کر پکارے کہ آتا ہوں بھائی جان — گھر لٹ گیا ہے خاک اڑاتا ہوں بھائی جان
طاقت بدن میں اب نہیں پاتا ہوں بھائی جان — اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھاتا ہوں بھائی جان
دست شکستہ بیٹے کی گردن میں ڈالے ہیں
بھیا ہمیں تو اکبرِ مہ رو سنبھالے ہیں

۱۵۵ دیکھا جو در سے بنتِ علیؑ نے یہ شہ کا حال — ڈیوڑھی سے نکلی چند قدم کھولے سر کے بال
چلائی کون قتل ہوا اے علیؑ کے لال — مڑ کر کہا حسینؑ نے عباسؑ خوش خصال
دریا پہ فوجِ شام نے مارا دلیر کو
زینب اجل نے چھین لیا میرے شیر کو

خورشیدِ مشرقین زمانے سے اُٹھ گیا ۱۵۶ شبیرؑ کا نورِ عین، زمانے سے اُٹھ گیا
وہ عاشقِ حسینؑ زمانے سے اُٹھ گیا زینبؑ ہمارا چین زمانے سے اُٹھ گیا
آتا نہیں قرار، دلِ بے قرار کو
دریا پہ روتے جاتے ہیں، خدمت گزار کو

اکبرؑ کو ہاتھ اٹھا کے پکاری، وہ سوگوار ۱۵۷ ہے ہے حسینؑ ہوگئے، بے یار و غم گسار
ماتم جوان بھائی کا ہے، تم پہ میں نثار اکبرؑ خدا کے واسطے، بابا سے ہوشیار
گرنے لگیں تو حیدرؑ صفدر کا نام لو
بیٹا پدر کے ہاتھ کو مضبوط تھام لو

اکبرؑ پدر کو تھامے ہوئے نہر پر جو لائے ۱۵۸ غلطاں لہو میں بازوئے سرور کے ہاتھ پائے
چلائے شاہ لاش کدھر ہے کوئی بتائے فرق آگیا ہماری بصارت میں ہائے ہائے
رو لیں گلے لگا کے تنِ پاش پاش کو
اکبرؑ ہمیں دکھا دو برادر کی لاش کو

اکبرؑ نے شہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بصد بکا ۱۵۹ رکھے چچا کے سینے پہ، اور رو کے یہ کہا
لیجے یہی ہے لاشِ علمدارِ باوفا چلائے جھک کے لاش پہ سلطانِ کربلا
ٹوٹی ہوئی کمر ہے سنبھالو حسینؑ کو
بھیا ذرا گلے سے لگا لو حسینؑ کو

عباسؑ ہاتھ کٹ گئے شانوں سے ہے غضب ۱۶۰ ریتی پہ دو طرف یہ تمہارا لہو ہے سب
لوٹا ہمیں رسولؐ کی اُمت نے بے سبب بھیا ہماری جان نکلتی ہے تن سے اب
مر جائیں گے جِلا دو ہمیں منہ سے بول کر
دو باتیں کر لو بھائی سے آنکھوں کو کھول کر

کیوں خاک پر دھرے ہو رخسار خوں میں تر ۱۶۱ آؤ ہم اپنے زانو پہ رکھیں تمہارا سر
لیتے ہو کیوں کراہ کے کروٹ اِدھر اُدھر ثابت ہوا کہ جلد ہے دنیا سے اب سفر
یہ ہے دلیلِ مرگ ہے لکنت زبان کی
ہچکی نہیں یہ جسم سے رخصت ہے جان کی

غش میں سُنی جو گریۂ شبیر کی صدا ۱۶۲ چونکے تڑپ کے حضرتِ عباسؑ باوفا
آہستگی سے عرض کی اے سبطِ مصطفےٰ اس پیار کے نثار، اس الطاف کے فدا
زیبا ہے نکلے جان اگر پیشوائی کو
گویا رسولؐ آئے ہیں مشکل کشائی کو

یہ کہہ کے روئے شہ کی طرف کی نظر بہ غور ۱۶۳ جھک کر پکارے شاہ کہ بھیّا کہو کچھ اور
تڑپا قدم پہ شہ کے وہ مقتولِ ظلم و جور لیں ہچکیاں بگڑنے لگے تیوروں کے طور
پتھرا کے چشمِ اشک فشاں بند ہو گئی
تھرّائے دونوں ہونٹ، زباں بند ہو گئی

اکبر نے عرض کی کہ چچا جان مر گئے ۱۶۴ جھک کر پکارے شاہ کے بھیّا کدھر گئے
منہ تو اٹھاؤ خاک سے رخسار بھر گئے واحسرتا حسینؑ کو بے آس کر گئے
اب کون دے گا دکھ میں نبیؐ کے پسر کا ساتھ
دم بھر میں تم نے چھوڑ دیا عمر بھر کا ساتھ

ہاں مومنو یہ بُکا کا مقام ہے ۱۶۵ تم میں شریک روحِ رسولِ انامؐ ہے
اب رخصتِ حسین علیہ السلام ہے تاریخ آٹھویں ہے محرم تمام ہے
موت آئی تو شریکِ عزا کون ہوئے گا؟
جو سال بھر جیے گا وہ پھر شہ کو روئے گا

آگے تمہارے مرتے جو عباس باوفا ۱۶۶ پُرسا نہ دیتے سبطِ رسولِ خدا کو کیا
تم سب کو دیکھتے ہیں شہنشاہِ کربلا زہرا بھی ننگے سر ہیں قیامت کر و بپا
سمجھو شریکِ بزمِ شہِ مشرقین کو
دے لو جوان بھائی کا پُرسا حسینؑ کو

پیٹو سروں کو ہوتا ہے اب مرثیہ تمام ۱۶۷ پلٹو ضریحِ پاک سے کہہ کہہ کے یا امام
رخصت طلب ہے باپ سے اکبرِ سالاالرفام خاموش ہیں حسینؑ نہیں کرتے کچھ کلام
مقتولِ ظلم و جور ہے اب رن میں فاطمہؑ
ہوتا ہے پنجتن میں کوئی دم میں خاتمہ

بس اے انیسؔ روک لے اب خامہ کی عناں ۱۶۸ یہ غم ہے جاں گزا نہ کبھی ہوئے گا بیاں
آنکھوں سے سامعین کے بھی اشک ہیں رواں خالق سے عرض کر کہ اے خلّاقِ انس و جاں
آنکھوں سے مس کروں میں مزارِ بتولؑ کو
دکھلا دے جلد مرقدِ سبطِ رسُولؐ کو

۴

حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہوا ۱ تنہا ہوئے کہ زینتِ پہلو جدا ہوا
جو گھر کی روشنی تھا وہ مہرِ رُو جدا ہوا جس سے قوی تھے ہاتھ وہ بازو جدا ہوا
تیغِ خزاں چلی شہِ مرداں کے باغ میں
ٹوٹی کمر حسینؑ کی بھائی کے داغ میں

دشمن کو بھی نہ بھائی کا ماتم خدا دکھائے ۲ پوچھو اسی کے دل سے کمر جس کی ٹوٹ جائے
فرماتے تھے پسر سے یہ رو رو کے ہائے ہائے اکبر بتاؤ بھائی کو بھائی کہاں سے لائے؟
عباسؑ کیا جدا ہوئے گھر میرا لُٹ گیا
بچپن کا ساتھ ہائے غضب آج چھٹ گیا

اعدا میں شور تھا کہ اکیلے ہوئے امام ۳ وہ مر گیا کہ جس سے لرزتا تھا روم و شام
تھا لشکروں کو خوف علمدارِ نیک نام بیکس ہوئے حسینؑ لڑائی ہوئی تمام
کیا ہو سکے گا اب شہِ گردوں اساس سے
اک نوجوان پسر ہے وہ مرتا ہے پیاس سے

غصے سے کانپتے تھے علیؑ اکبرِ دلیر ۴ تکتے تھے رو کے فوج کو ہر دم مثالِ شیر
کہتے تھے ہائے موت نے کیوں کی ہے اتنی دیر؟ میں تو خدا کی راہ میں ہوں زندگی سے سیر
اکبر بھی جلد قافلے والوں سے جا ملے
مشکل ہے دیکھیے ہمیں کیونکر رضا ملے

دیکھا امامِ دیں نے کہ ہے غیظ میں پسر ۵ تیغِ علیؑ کو ٹیک کے اٹھے بچشمِ تر
فرمایا دیکھتے ہو لعینوں کا شور و شر ہے شادیِ شہادتِ عباسِ نامور
اعدا کی ہے خوشی ہمیں جتنا ملال ہو
تم غیظ میں نہ آؤ کہ صابر کے لال ہو

قدموں پہ سر کو رکھ کے یہ بولا وہ مہ جبیں ۶ کب تک غلام صبر کرے یا امامِ دیں
مجکو سنا سنا کے یہ کہتے ہیں اہلِ کیں اب فاطمہ کے لال کا یاور کوئی نہیں
پیاسے جو ہوں وہ جان کو کھوتے نہیں ہیں کیا؟
ہم شیرِ کردگار کے پوتے نہیں ہیں کیا؟

اچھا کہیں جو کہتے ہیں بڑھ بڑھ کے بدخصال ۷ پاسِ ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال
باندھیں گے جب کمر تو کھلے گا ہمارا حال لشکر کے سرکشوں کو کیا کس نے پائمال
میداں سے روم دڑے کہ دلاور کہاں گئے
لاشے کہاں تڑپتے رہے سر کہاں گئے

ہم حق پہ ہیں تو پھر ہمیں مرنے سے کیا ہراس ۸ فاقہ نہ ہم پہ شاق نہ ہوگی پہر کی پیاس
صابر ہیں بندگانِ شہنشاہِ حق شناس لب تشنہ جائیں گے، تو ہیں کوثر پہ جد کے پاس
پیاسے جہاں سے آپ کے آگے سفر کریں
دریا خود آئے گر تو زباں کو نہ تر کریں

پانی سے کیا انہیں جنہیں ہے آبرو کا دھیان ۹ ہم اور سوالِ آب کریں گے، خدا کی شان
گر لاکھ بار پیاس سے آئے لبوں پہ جان ہونٹوں پہ بھی پھرائیں نہ سوکھی ہوئی زبان
ابرِ عطا و فیض ہیں، دریا نوال ہیں
کوثر کو جو لٹائے تا ہم اس کے لال ہیں

دیکھا حسین نے کہ رُکے سے دلِ رُبا ۱۰ رو کر کہا کہ باپ سے پہلے مرو گے کیا؟
کی عرض دم بدم یہی خالق سے ہے دعا فرمایا لاؤ اپنی پھوپھی جان سے رضا
میں خوب جانتا ہوں کہ جینے سے سیر ہو
جلدی مگر کہ میرے نہ مرنے میں دیر ہو

خیمے میں آئے اکبرِ مہرو جھکائے سر ۱۱ لپٹا لیا کلیجے سے زینب نے دوڑ کر
رو کر کہا کہو مرے بھائی کی کچھ خبر اکبر نے عرض کی تن تنہا ہیں اب پدر
رونے کی جا ہے فہد و کعب کے حال پہ
سب فوج کی چڑھائی ہے زہرا کے لال پر

تین دن کی پیاس یہ دھوپ اور یہ زوال ۱۲ نیلے ہیں ہونٹ، زرد ہے رخ، ضعف سے کمال
خوں تیغیں سامنے ہیں، ڈھال پر ہے ڈھال چلّے چڑھا رہے ہیں کمانوں پہ بدخصال
اتنا کوئی نہیں ہے کہ سینہ سپر کرے
تیروں کی اب مہم ہے خدا اس کو سر کرے

یہ سن کے پیٹنے لگی زینبؑ جگر فگار ۱۳ رانڈوں میں وا حسینؑ کی ہر سو ہوئی پکار
بولی پسر سے بڑھ کے یہ بانوئے نامدار تم رن سے ایسے وقت میں کیوں آگئے ہیں نثار
ماں کے لیے رنڈاپے کا پیغام لائے ہو
کس نے طلب کیا تھا! جو گھبرا کے آئے ہو

میں مر گئی تھی کیا جو چلے آئے بے حواس ۱۴ چھوڑ آئے کس کو تینوں میں سبطِ نبیؐ کے پاس
ہے ہے یہ دکھ یہ رنج، یہ صدمہ یہ بھوک پیاس کیا کہتے ہوں گے، دل میں، شہنشاہِ حق شناس
کس کی مدد امامِ دو عالم نے کی نہیں
سچ ہے مصیبتوں میں کسی کا کوئی نہیں

کیسا لہو سفید ہے دنیا کا ہائے ہائے ۱۵ بیٹا جوان باپ کو آفت میں چھوڑ آئے
یوں ناز اٹھا اٹھا کے جو پالے وہ تیر کھائے سیّد تری مدد کو یہ لونڈی کسے بلائے
کیا وقت ہے نثار شہ مشرقین کے
کلٹے مرا گلا کوئی بدلے حسینؑ کے

بتلاؤ پاس سب ہیں رفیقان پُر جگر ۱۶ بھائی سے دور تو نہیں عباسؑ نامور
قاسمؑ کیے ہیں سینے کو تلواروں میں سپر زینبؑ کے دونوں چاند ہیں پہلو میں جلوہ گر
تم گھر میں آئے گر تو مجھے کچھ گلا نہیں
تنہا تو نورِ چشم رسولِ خدا نہیں

بچے نہیں، جواں ہو، بہادر ہو، میں نثار ۱۷ بھولو پھوپھی کو، دل سے اٹھا دو ہمارا پیار
بس ایک جنگ ہے دنیا میں یادگار یہ موت زندگی ہے، عبادت یہ کارزار
جینا ہے تب، جو فاطمہؑ کا مہ لقا جیے
اچھا پدر کو کھو کے جیے گر تو کیا جیے

کہتی ہوں صاف میں کہ نہ بھائے مجھے یہ طور ۱۸ میں منہ نہ دیکھتی کبھی ہوتا جو کوئی اور
عاقل وہ ہے مآل کی جانب کرے جو غور مضطر نہ ہو ہزار ستم ہوں ہزار جور
مر جاتے ہیں دغا میں صفیں توڑ توڑ کے
گھر میں بھی مرد آتے ہیں میدان چھوڑ کے؟

گھر کیسا ماں کہاں کی تمھیں کیا کسی سے کام؟ ۱۹ نیزوں میں باپ، گھر میں جگر بندِ تشنہ کام
اچھا خدا نہ کردہ، جو زخمی ہوئے امام پھر آبرو رہے گی مری اور تمھارا نام؟
ماں ہو کے میں کہوں، تمھیں کیونکر یہ دھیان ہو
جاؤ سدھارو، نامِ خدا اب جوان ہو

یہ کہہ کے منہ پر [illegible] کے روئی وہ نوحہ گر ۲۰ اکبرؑ نے کی پھوپھی کی طرف یاس سے نظر
کہنے لگیں یہ حضرت زینبؑ جھکا کے سر حق ہے یہ سب جو کہتی ہیں بانوئے نامور
گھر لُٹ رہا ہے کشتۂ اندوہ و یاس ہوں
واری مجھے تو ہوش نہیں بے حواس ہوں

بن آئے تم سے جو وہ کرو اے پھوپھی کی جاں ۲۱ حافظ علیؑ خدا و پیمبر نگاہ باں
آنسو بہائے آنکھوں سے، بولا وہ نوجواں میرا ہے سب قصور، یہ ہے والدہ کو دھیاں
جو خود لہو گرائے پسینے پہ باپ کے
وہ تیر لگتے دیکھے گا سینے پہ باپ کے؟

عمو سے پہلے تھی مجھے مرنے کی آرزو ۲۲ چارہ ہے کیا رضا جو نہ دیں شاہِ نیک خو
سو سو طرح سے کی دُرِ مطلب کی جستجو کھوتا ہے کوئی دیدہ و دانستہ آبرو
میں اور حسرت [illegible] کہ تم پہ فدا کروں
لکھی (۲) ہے بخت میں جو ندامت تو کیا کروں

جب میں بڑا قدم پہ کہا ماں سے اذن لاؤ ۲۳ جوڑے جو ہاتھ، بولے کہ زینبؑ سے پوچھ آؤ
ان کی طرف بڑھا تو یہ فرمایا گھر میں جاؤ مالک ہیں اور لوگ، ابھی برچھیاں نہ کھاؤ
میں کس طرح کہوں کہ سدھارو سوار ہو
دونوں خوشی سے دیں جو رضا تب نثار ہو

اب کی، خدا کے فضل سے قسمت نے یاوری ۲۴ دیکھیں حضور گود کے پالے کی صفدری
رگ رگ میں ہے لہو کے عوض زورِ حیدری ہم سا بھی دوسرا کوئی دنیا میں ہے جری
اس کو ہراس کیا ہے جو شیروں کا شیر ہو
بخشیں نہ آپ دودھ، جو مرنے میں دیر ہو

تسلیم کو جھکا جو یہ کہہ کر وہ سیمبر ۲۵ بنتِ علی زمیں پہ گری تھام کر جگر
ماں کو یقیں ہوا کہ چلا اب جواں پسر پھیلا کے دونوں ہاتھ پکاری وہ نوحہ گر
اتنا تو منہ سے کہہ دو کہ رن سے کب آؤ گے ؟
واری مرے گلے سے نہ کیا مل کے جاؤ گے ؟

قدموں پہ ماں کے جھک گیا بڑھ کر وہ نونہال ۲۶ رخ کی بلائیں لے کے یہ بولی وہ خوش خصال
کیا کچھ خفا ہو تم مری باتوں سے میرے لال اکبر یہ ہاتھ جوڑ کے بولے کہ کیا مجال
صدقہ یہ آپ کا ہے کہ عالی مقام ہوں
خادم ہوں، جاں نثار ہوں، ادنیٰ غلام ہوں

یوں ہے پسر کے واسطے ماں باپ کا عتاب ۲۷ جیسے ثمر پہ تابِ جہاں تاب، آفتاب
احساں کیا غلام پہ اے آسماں جناب کیجے دعا کہ اب ہوں شہادت سے کامیاب
ہیں آپ صابرہ غم و اندوہ یاس میں
اب دودھ بخشیے کہ افاقہ ہو پیاس میں

ہاتھوں سے دل کو تھام کے بولی وہ سوگوار ۲۸ میں صدقے تم پہ اور مرے ماں باپ بھی نثار
کیا دودھ ایسی چیز ہے، بخشا ہزار بار ماں کو دعائیں دے کے یہ بولا وہ ذی وقار
اب دل سے دور رنج و غم و درد ہو گیا
تر ہو گئی زبان، جگر سرد ہو گیا

باندھے کمر جو خیمے سے نکلا وہ گل بدن ۲۹ دیکھا کہ قبلہ رو ہیں شہنشاہ بے وطن
خود دستِ پاک پہ ہے، لب پہ یہ سخن اکبر کو بہرہ یاب کر اے ربِ ذوالمنن
بیٹے کے ساتھ نکلے نہ ماں اضطراب میں
یارب خلل نہ ہو کہیں کارِ ثواب میں

اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے گل عذار ۳۰ پالا جو ہے دکھوں سے پھوپھی اس پہ ہے نثار
ماں آتما کی آنچ سے ہووے گی بے قرار تو صبر کر عطا انھیں اے میرے کردگار
فرقت ہے اس کی تلخ جو فرزند اہل ہو
ہاں تو مدد کرے تو یہ مشکل بھی سہل ہو

سب مشکلوں میں تو نے سدا کی مری مدد ۳۱ آسان اس امرِ صعب کو بھی کر دے یا احد
اکثر جہان میں ترے بندے ہیں لاولد مجھ پر تو وہ کرم ہے کہ جس کی نہیں ہے حد
نانا نبیؐ ہے باپ علیؑ ماں بتولؑ ہے
بیٹا بھی وہ دیا جو شبیہ رسولؐ ہے

ہو جائے بہر شکر جو ہر موئے تن زباں ۳۲ شمہ نہ ہو سکے ترے اوصاف کا بیاں
اے خالقِ زمین و زماں ربِ انس و جاں لاتا ہے نذر بندۂ مسکین و ناتواں
دیتا ہوں واسطہ میں جنابِ امیر کا
مقبولِ بارگاہ ہو ہدیہ فقیر کا

بعد اس دعا کے چپ جو ہوئے شاہِ نامدار ۳۳ حضرت کے پاس جا کے یہ بولا وہ گل عذار
لایا غلام رخصتِ میدانِ کارزار فرمایا صاف ہوتا ہے چہرے سے آشکار
مشکل ہے سہل جس کو بھروسا خدا کا ہے
اے لال یہ اثر یہ ہماری دعا کا ہے

طے ہو گیا وہ امر کہ جس کا یقیں نہ تھا ۳۴ مجمل تو کچھ کہو، تمھیں کیوں کر ملی رضا
کی عرض سن کے بے کسیِ شاہِ کربلا اماں نے اور پھوپھی نے تڑپ کر یہی کہا
صدقے ہیں تیرے قبلۂ عالم پناہ پر
دو دو تو سب ہو، فاطمہ زہرا کے ماہ پر

بنتِ علیؑ یہ کہتی تھیں [illegible] ۳۵ کام آؤ شہ کے، ہے یہ مرے پالنے کا حق
تھا [illegible] ایسا گلہ کیا کہ ہوا میں عرق عرق
[illegible] فرش [illegible] حال جناب میں
[illegible] مجھ کو دودھ بخش دیا اضطراب میں

آنسو بہا کے کہنے لگے شاہِ نیک ذات ۳۶ حقا کہ ہیں وہ بیبیاں ایسی ہی خوش صفات
دنیا میں یوں لٹائے کوئی ایسی کائنات اُن کی محبتیں میں نہ بھولوں گا تا حیات
کیوں کر نہ ہو کہ دونوں میں خُو ہے بتولؑ کی
بیٹی ہے ایک، ایک بہو ہے بتولؑ کی

یہ کہہ کے دونوں ہاتھ بڑھائے سوئے پسر ۳۷ اکبرؑ نے جھک کے رکھ دیا شہ کے قدم پہ سر
بازو پکڑ کے، کہنے لگے شاہِ بحر و بر بیٹا ملو گلے سے کہ بے تاب ہے جگر
اے نورِ عین! ہجر ترا مجھ پہ شاق ہے
تیرا سفر رسولِ خدا کا فراق ہے

لپٹا پدر سے، اُٹھ کے، وہ آغوش کا پلا ۳۸ بیٹے کو پیار کرنے لگے شاہِ کربلا
سوکھے لبوں پہ رکھ دیے لب منہ پہ منہ ملا چوما کبھی دہن، کبھی ماتھا، کبھی گلا
نکہت جو سر بسر تھی رسولؐ کریم کی
بو سونگھتے تھے گیسوئے عنبر شمیم کی

فرماتے تھے فدا ترے اے گلبدن جواں ۳۹ میرے حسین جوان مرے گل پیرہن جواں
صفدر جواں، شکیل جوان، تیغ زن جواں پیاسے مرے جواں، مرے شیریں سخن جواں
عالم میں اس طرح کے بھی خوش رو نہیں ہوئے
فاقوں کی تلخیوں میں ترش رو نہیں ہوئے

اے ثانیِ رسولؐ فلک جاہ! الفراق ۴۰ اے شیرِ بیشۂ اسد اللہ! الفراق
اے شہسوارِ عرصۂ جنگاہ! الفراق درپیش ہے ہمیں بھی یہی راہ! الفراق
سیرِ بہشت و خلد مبارک ہو آپ کو
کوثر پہ یاد کیجیو، مظلوم باپ کو

گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا شہزادۂ زماں ۴۱ آنکھوں میں پھر گیا شبِ معراج کا سماں
قبضے میں تیغ، بر میں زرہ، دوش پر کماں اللہ رے رعب حق کہ اٹھا شورِ الاماں
بڑھتے ہی راہِ گلشنِ فردوس مل گئی
رن کی زمیں سمند کی ٹاپوں سے ہل گئی

وہ شان وہ شکوہ وہ اقبال وہ جمال ۴۲ گویا پئے جہاد چلے شیرِ ذوالجلال
گرمی سے تھا یہ چاند سے چہرے کا رنگ لال خورشید کو نہ آنکھ ملانے کی تھی مجال
غصے کی وہ نظر کہ خدا کا عتاب تھا
انسان تو کیا ہژبر کا زہرہ بھی آب تھا

قامت کے آگے پست ہے سروِ روانِ باغ ۴۳ رخسار ہیں شگفتہ گلِ ارغوانِ باغ
خوشبو سے بس گیا تھا بیاباں بسانِ باغ سبزہ میں پھول ہوتے ہیں اکثر میانِ باغ
کیا خوشنما ہے خط رُخِ جانِ بتول پر
دیکھو نئی بہار کہ سبزہ ہے پھول پر

غنچے ہزار ہوں تو نثارِ دہانِ تنگ ۴۴ نازک لبوں میں سب سے ہے لب مسکنے کا ڈھنگ
یاقوت کیا ہے سامنے ان کے ہے وہ بھی دنگ دل خوں ہوا مگر نہ ملا لعل کو یہ رنگ
وہ کون سا نگیں ہے جو شیریں مقال ہے
ہاں اس کا نہ ہری ہے تو زہرا کا لال ہے

دشمن ہوئی جو امت نا اہل وہ بے وفا ۴۵ زخمی ہوئے وہ لب یہ جفا پر ہوئی جفا
دندان سا نہ گوہرِ دندان مصطفا نے برق میں یہ شرق نہ موتی میں یہ صفا
گیسو ہلے ہوا سے تو جنگل مہک گئے
جب ہنس کے بات کی تو ستارے چمک گئے

وہ شہسوار اور وہ سمندِ فلک نورد ۴۶ پائی کبھی صبا نے نہ جس کے قدم کی گرد
بازارِ برق گرم روانی سے اس کی سرد یوں چال میں پری تو چھلاوہ دمِ نبرد
اس کی سبک روی سے خجالت سحاب کو
دریا پہ جائے اور نہ خبر ہو حباب کو

نیزے کو گاڑ کے جو رجز خواں ہوئے جناب ۴۷ یاد آگئی ہر اک کو صدائے ابوتراب
فق تھا کسی کا رنگ تو زہرہ کسی کا آب ہٹنے لگیں صفیں یہ ہوا دل کو اضطراب
گھبرا کے دور فوج کے نامی جواں گئے
جو مورچے یہاں تھے سرک کر وہاں گئے

تنہا پہ دو طرف سے چلے تیر ایک بار ۴۸ لی میاں سے دلبر نے شمشیر آبدار
چمکی وہ تیغ کیا کہ ہوئی آسماں کے پار اترا گئی صفوں کے ادھر اڑ کے راہوار
پہونچے تھے سُم ابھی نہ برابر زمین پر
گھوڑوں پہ تن سواروں کے تھے سر زمین پر

پھر تو جمی صفوں کی صفائی تھی ہر طرف ۴۹ وہ شیر ہر جگہ تھا، لڑائی تھی ہر طرف
تلوار سے سروں کی جدائی تھی ہر طرف مثلِ صبا فرس کی رسائی تھی ہر طرف
سرکس جگہ نہ گرتے تھے کاوا کہاں نہ تھا ؟
بجلی کہاں نہ تھی وہ چھلاوا کہاں نہ تھا ؟

موت آئی اس پرے پہ جہاں ناگہاں گئی (؟) ۵۰ زخمی کیا فنا کیا مارا جہاں گئی
توڑا یہ مورچہ وہ صف اُلٹی وہاں گئی حیرت تھی فوج کو کدھر آئی کہاں گئی
راکب کی شکل سامنے راہوار کے
غُل تھا یہ ران باگ سے تُلّل سوار کے

اللہ ری ضرب تیغ صفا ہائے جری ۵۱ سر اڑ گئے تنوں سے چلی جب وہ سرسری
خالی کیے پرے پہ نہ خوں میں کبھی بھری دعویٰ یہ تھا کہ ہے مرے حصے میں صفدری
گو خوں سے لالہ رنگ یہ دشت مصاف ہے
جو چاہے دیکھ لے، مرا منہ پاک صاف ہے

فوجوں کو دے جواب وہ تیزی زبان میں ۵۲ ترکش میں چھوڑے تیر نہ چلے کمان میں
پانی وہ تھا کہ آگ لگا دی جہان میں نازل ہوا تھا آیہ برق اس کی شان میں
بے فتح پھیرتی تھی نہ منہ کارزار سے
دعویٰ ہمسری تھا، اسے ذوالفقار سے

جوہر وہی برش کا وہی طور خشم وہی ۵۳ تیزی وہی غضب کی، وہی گھاٹ، دم وہی
چلنا اسی طرح کا، چمک دم بدم وہی رنگت زمردی وہی، پانی میں سم وہی
بے مثل آبرو میں اصالت میں نیک تھی
مل جائیں دو زبانیں بھی اس کو تو ایک تھی

پڑتا تھا پھل جو چمک کر ادھر اُدھر ۵۴ چل جاتے تھے کلیجوں پہ خنجر ادھر اُدھر
کٹ کر تنوں سے گر رہے تھے سر ادھر اُدھر زخمی تڑپ رہے تھے برابر ادھر اُدھر
رُکتا نہ تھا سمند کہیں اونچ نیچ میں
ندی لہو کی بہتی تھی، لشکر کے بیچ میں

آفت کا معرکہ تھا قیامت کی جنگ تھی ۵۵ کوسوں لہو سے رن کی زمیں لالہ رنگ تھی
اللہ رے برق و شرق کی بجلی بھی دنگ تھی چمکی کسی سوار پہ جب زیرِ تنگ تھی
جو کھینچتے ہیں سر وہی پامال رہتے ہیں
نام آوروں کی تیغوں کے منہ لال رہتے ہیں

کاٹے سروں کے ٹھوکریں کھاتے تھے جابجا ۵۶ تودے کمانوں کے نظر آتے تھے جابجا
گوشوں میں گُرز خوں کو چھپاتے تھے جابجا لیکن سروں پہ تیغ کو پاتے تھے جابجا
بھاگیں نہ کس طرح قدر انداز سہم کے
واں تیر کیا کہ جلتے تھے پَر مرغِ وہم کے

سہمے رخ کمانیں تیروں نے چلّے کماں سے دُور ۵۷ مرغانِ تیر سہمے ہوئے آشیاں سے دُور
برچھی سے پھل گرے ہوئے نیزے سناں سے دُور ہیروں سے عقل دُور تہور جواں سے دُور
رایت جھکے ہوئے تھے صفیں پائمال تھیں
کاندھوں پہ رُوسیاہوں کے ڈھالیں نڈھال تھیں

بھاگے تھے خُود اپنی بلا سر پہ ٹال کے ۵۸ بھالے چھپے تھے امن کی جا دیکھ بھال کے
تلواریں منہ چھپاتی تھیں دامن میں ڈھال کے زرہیں تھیں یا کُھلے ہوئے حلقے تھے جال کے
چار آئینے پڑے تھے زمیں پر کٹے ہوئے
لٹکے تھے جوشنوں کے گریباں پھٹے ہوئے

کس کے لیے زمانہ میں وہ تلوار سم نہ تھی ۵۹ آتے ہی کاٹ جانے میں اَفعی سے کم نہ تھی
کس کی سپر سمیت، کلائی قلم نہ تھی منھ پر کسی جواں کے سلامت جعلم نہ تھی
فوجوں کا جائزہ تھا کہ دشت مصاف تھا
چہروں کے کاٹ دینے میں لیا ہاتھ صاف تھا

[illegible] پہ آن کاٹ گئی خود سروں کے ہاتھ ۶۰ تھرّا رہے تھے خوف سے نام آوروں کے ہاتھ
[illegible] تھے اُڑا کے برابر پروں کے ہاتھ چلتے ہیں کارزار میں یوں صفدروں کے ہاتھ
پیراک مانتے نہیں دریا کے شور کو
دیکھا مرے تھکے ہوئے ہاتھوں کے زور کو

میں جاں بلب وہی ہوں جو مرتا تھا پیاس سے ۶۱ دیکھو لڑا ہوں لاکھوں میں کس کس حواس سے
کیوں دور بھاگے جاتے ہو شیروں کے پاس سے ماروں کسے کہ مرتے ہو تم خود ہراس سے
کیوں ہونٹ خشک ہو گئے کیا تشنہ کام ہو
تلوار سے مرو کہ جوانوں میں نام ہو

میں اسد ہوں بحرِ وغا میں نہنگ ہوں ۶۲ حیدر تھے شیرِ حق تو میں ضرغامِ جنگ ہوں
مشتاقِ زخمِ نیزہ و تیغ و خدنگ ہوں بھاگے ہو چار آئنہ باندھے میں دنگ ہوں
میں دق ہوں اور تمھیں نہ ہزیمت بری لگے
دل کھول کر لڑو کہ لڑائی میں جی لگے

پھل تیغ سے بھی تیز تھے سیفِ زباں کے وار ۶۳ کٹ کٹ کے سر جھکاتے تھے لشکر کے نامدار
گھوڑے بڑھا بڑھا کے ہٹاتے تھے بار بار کیا تاب تھی کرے جو کوئی مڑ کے آنکھ چار
زہرے تھے آبِ غیظ جو تھا اس جناب کو
گھورا ہے شپرک نے کبھی آفتاب کو

دق تھے مبارزانِ رے و روم و مصر و شام ۶۴ غل تھا کہ آج مٹ گئے نام آوروں کے نام
بجلی سی کوندتی تھی اِدھر اور اُدھر حسام یہ گر کے مر گیا تو وہ پس کر ہوا تمام
وہ بھی قریبِ مرگ تھے جو دور دور تھے
کاسے سروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے چور تھے

جب صف پہ نیزہ بازوں کی آ کر گیا سمند ۶۵ جی سن سے ہو گیا کہ گزرا ہے یا پرند
سر یوں اڑے کہ ہو گئے رستے اُدھر کے بند ہر دم تھی تیغِ عقدہ کشا کی برش دو چند
نیزے ستم کے چار طرف تل کے رہ گئے
باندھے تھے جتنے بند وہ سب کھل کے رہ گئے

ٹکڑے تھیں بیرقیں تو نشاں سب تھے سرنگوں ٦٦ ثابت الف نہ تیروں کے تھے نے کمان کے نوں
بہتا لہو کی آئی یہ برسا زمیں پہ خوں چلاتے تھے زمیں پہ تڑپ کر سیہ دروں
تھراتے ہیں پیادوں کے دل اس کی کاٹ سے
ندی چڑھی ہوئی ہے سرک جاؤ گھاٹ سے

خالی کیے دلیر نے جنگل بھرے ہوئے ٦٧ لہرا رہے تھے خون سے جل تھل بھرے ہوئے
سرایں گرے اُدھر تھے جدھر دل بھرے ہوئے جیسے کبھی برستے ہیں بادل بھرے ہوئے
اس زور شور سے کوئی لڑتا نہیں کبھی
یوں ڈونگڑا اساڑھ میں پڑتا نہیں کبھی

چھائی ہوئی تھی ڈھالوں کی ہر سو گھٹا سیاہ ٦٨ بجلی چمک رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
چھپنے کی نے جگہ نہ کہیں بھاگنے کی راہ ندی چڑھی تھی فوج کا بیڑا تھا سب تباہ
جو گھاٹ پر تھا خون میں وہ شور بور تھا
سارا یہ تیغِ تیز کے پانی کا شور تھا

چلا رہا تھا یوں پسرِ سعد کینہ جو ٦٩ کس سے کہوں بہائے جو اس شیر کا لہو
جاتا ہے تین روز کا پیاسا کنارِ جو جانوروں کے ساتھ آج گئی سب کی آبرو
گھیرو کرن میں نیزوں کی اس آفتاب کو
کیوں خاک میں ملاتے ہو موتی کی آب کو

نامِ آوری [illegible] کو چاہیے عزت کا اب خیال ٧٠ کردو ریاضِ فاطمہ زہرا کو پائمال
حاضر [illegible] زر و جاگیر و اسپ و مال نعمیں اس کا جو بہائے وہ بھر لے طلا سے ڈھال
باقی مجاہدوں میں یہی تو حسین ہے
خنجر ہے پھر تو اور [illegible] ہے

نکلا یہ سن کے فوج [illegible] سے اک پہلوانِ روم ٧١ کشتی کے بار دانگ میں تھی جس شتی کی دھوم
سر [illegible] و پر غرور و [illegible] نحس و شوم لنگر تھے جس کے ہل گئے مقتل کے مرز و بوم
[illegible] تھا کفر و شرک میں طاقت میں [illegible] تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ پہاڑی پہ دیو تھا

چہرہ مہیب، پھیلے ہوئے آنکھیں ہو کے جام ۷۲ تھرّائے سام خوف سے، کاندھے پہ وہ حسام
موذی، سیاہ بخت، سیاہ دل، سیاہ فام کھاتا تھا لاکھ بل جو کوئی لے علیؑ کا نام
گُنبدِ سقر کے قعر کا، پتلا گناہ کا
دشمن تھا خاندانِ رسالت پناہ کا

کیا ذکر خود کا، سرِ گردن کا کیا حساب ۷۳ گویا تھا اک قرابہ معکوس پر شراب
سینے کے تھے کواڑ کہ خیبر کا بند باب تنورِ گرم تھا، شکم خانماں خراب
راتب شقی کا، رزق سپاہِ یزید کا
تھا بار بار نعرۂ ہل من مزید کا

ٹکڑے کرے پہاڑ کو، وہ گرز گاؤ سر ۷۴ پہنے ہوئے زرہ پہ زرہ، بر میں بدگہر
زنجیر آہنی سے، کسے جنگ پر کمر منہ پھیرے جس سے تیغ، وہ فولاد کی سپر
دستانے دونوں دستِ کُندی پسند پر
پاکھر بھی آہنی تھی، شقی کے سمند پر

اکبر بھی مسکرائے، ستمگر کو دیکھ کر ۷۵ فرمایا آدمی ہے کہ صحرا کا جانور
ہمت پکاری اے اسدِ حق کے شیرِ نر یہ نابکار آئے تو، جاتا ہے اب کدھر
جوشن سمیت کیجیے دو، اک حسام میں
لائی ہے موت دیو کو لوہے کے دام میں

پڑھتا ہوا رجز جو بڑھا وہ ستم شعار ۷۶ چلنے لگے ادھر سے بھی تیغِ زباں کے وار
بھولا کلام زورِ تعلّی وہ نابکار لب کیا ہلے کہ چل گئی حیدر کی ذوالفقار
گویا ہوں یہ تو کس کو مجالِ سخن ملے
منہ پھر گیا، جواب وہ دنداں شکن ملے

فرمایا ہم سے مکر کی باتیں خدا کی شان ۷۷ نیزے سے چھید لیتے ہیں کذّاب کی زباں
روباہ اور شیر کے بچوں کا امتحاں کیا تجھ کیا مجال ہے اور کیا کسی کی جاں
بے تیغ گر بڑھوں تو ابھی تو ہلاک ہو
پٹکوں کمر پکڑ کے، تو پیوندِ خاک ہو

۷۸ ہم سے ہیں سب جہاں کے زبردست زیردست — جو سربلند تھے انھیں ہم نے کیا ہے پست
عمرو ابن عبدِ وُد سے دلاور کو دی شکست — ہے دیکھنے کا یہ تن و توش اُو شکم پرست
بالا کو پست پست کو بالا نہ جانیو!
سواریں کھانا منہ کا نوالا نہ جانیو!

۷۹ لادا ہے تُو نے جسم پہ کیوں بوجھ اس قدر — آہن سے ہے اپنی تیغ کے آگے خیار تر
ظالم تجھے خرابیِ خیبر کی ہے خبر — مرحب کو کس نے بھیج دیا جانبِ سقر
کیا جانے جس کو شیروں سے پالا پڑا نہ ہو
لوہا ہے نرم موم سے، جب دل کڑا نہ ہو

۸۰ ان جرأتوں سے، ہوگیا ظالم کا ذہن کند — بھاری سبق تھا بھول گیا سب نوشت و خواند
بڑھ کر جو دل بڑھانے لگے افسرانِ جند — آیا اڑا کے رخش کو وہ مثلِ بادِ تند
برچھا اِدھر شقی نے لیا دیکھ بھال کے
اکبر اُدھر سنبھل گئے بھالا سنبھال کے

۸۱ نیزے ہلے وہ چل گئیں چوٹیں کہ الاماں — ہر طعن قہر کی تھی۔ قیامت کی ہر تکاں
چنگاریاں اڑیں جو سناں سے لڑی سناں — دو اژدہے تھے گتھے نکالے ہوئے زباں
پھیلے شرر پرندوں کی جانیں ہوا ہوئیں
شمعوں کی تھیں لویں کہ ملیں اور جدا ہوئیں

۸۲ اِن کی طرف خدا تھا اُدھر لشکرِ غنیم — سردارِ شام سب تھے میانِ امید و بیم
وہ کفر میں قوی، یہ رہِ حق میں مستقیم — دونوں طرف سے تھی کشش و کوششِ عظیم
ہالے تھے دو ملے ہوئے گھوڑوں کی گشت سے
خاک آسماں پہ جاتی تھی اُڑ اُڑ کے دشت سے

۸۳ گھوڑا تھا یا چمکتی تھی بجلی اِدھر اُدھر — گہ منہ کفل پہ تھا، کبھی پٹھے قریبِ سر
غُل تھا شکار بند ہے یہ یا ہُما کے پر — بے استخواں ہے اسپِ جہاں سیر کی کمر
سب ان سے زیردست ہیں جو ذی کمال ہیں
یہ شہسوارِ دوشِ محمد کے لال ہیں

اُن کا نہ ایک وار نہ اِس کے ہزار بند ۸۴ بڑھ بڑھ کے کھول دیتا تھا یہ شہسوار بند
کیا آڑ نیزہ بازی میں تھا بار بار بند چوٹوں سے نیلگوں تھے جفا جو کے چار بند
خالی گئی نہ فرق کی نے دستِ و پا کی چوٹ
کُھلتی بھی ہے بندھی ہوئی مشکل کشا کی چوٹ

ڈوبی گرہ میں نیزۂ ظالم کی جب سناں ۸۵ گھوڑا اُڑا کے ہاتھ کو اکبر نے دی تکاں
اللہ رے زور اُٹھ گیا گھوڑے سے پہلواں دستِ شقی سے چھوٹ گئی ڈانڈ ناگہاں
نیزے کے ساتھ شور اُٹھا اُس گروہ سے
لو اژدہے کو لے گیا شیمرغ کوہ سے

نیزہ اُڑا چکا تھا پکارا وہ شہسوار ۸۶ دیکھا ہماری ضرب کو کیوں او ستم شعار
مردود سے دُور کے ہے دلیروں کو ننگ و عار جوہر کھلیں جو تیغ سے دم بھر ہو کارزار
کمزور کو خدا نے زبردست کر دیا
یہ تیری سرکشی نے تجھے پست کر دیا

ظالم نے ڈھال دوش سے لی اور کمر سے تیغ ۸۷ بدلا تھا اُس نے ہاتھ کہ چمکی اِدھر سے تیغ
دو چار بار ڈوب کے نکلی سپر سے تیغ چلنے میں گھٹتی بڑھتی تھی کس کس ہنر سے تیغ
مضطر تھا اپنی زیست سے دشمن کو یاس تھی
جب ہاتھ اُٹھ گیا یہ بلا اُن کے پاس تھی

چمکی سپر کے پاس کبھی برق کی مثال ۸۸ شانے پہ آئی سینے پہ لی جب تنی سے ڈھال
سر کو بچا کے کاٹ گئی وہ زرہ کے جال چوٹیں کڑی پڑی تھیں کہ مضطر تھا بدخصال
رد کے جواب کیسے دے کدھر پھرے
بجلی کے ساتھ ساتھ کہاں تک سپر پھرے

شمشیر تیز رَس سے جو آئی جھمک گیا ۸۹ ضربت بھی کی تو ہاتھ شقی کا بہک گیا
پُھلا کر کبھی بڑھا کبھی پیچھے سرک گیا شعلہ تھا آگ کا کہ بجھا اور بھڑک گیا
ناری ہے نورِ حق سے کہاں بچ کے جائے گا
بس دم میں تیغ تیز کا پانی بجھائے گا

دونوں طرف وغا میں بڑی جد و کد ہوئی ۹۰ پر ڈھال بہرِ تیغ، سکندر کی سد ہوئی
تائید کی خدا نے، علیؑ کی مدد ہوئی جو اُس نے ضرب کی وہ سرِ دست رد ہوئی
گرمی میں ابر بن گئے تھے وہ جو برق تھے
اسوار بھی فرس بھی، پسینے میں غرق تھے

کرتا تھا ہاتھ اپنی صفائی کو آشکار ۹۱ تیغ اپنے جوہروں کو دکھاتی تھی بار بار
جنگ آزمودہ، آتشِ سوزندہ آبدار آفت کا منھ، غضب کی روانی، ستم کی دھار
جس دن سے اُتری سان سے رن پر چڑھی رہی
اکبر سے بھی دِغا میں کچھ آگے بڑھی رہی

آخر دکھا چکا وہ شقی اپنا سب کمال ۹۲ پر شہ کے زلفوں والے کا بیکا ہُوا نہ بال
تلوار کو اٹھا کے پکارا علی کا لال ہاں اب ہماری ضرب کو دیکھ او زبوں خصال
پسپا نہ ہو لعیں، یہی وقتِ نبرد ہے
روکو ہمارا وار تو جانیں کہ مرد ہے

چمکی جو تیغ ڈھال وہ لایا قریبِ سر ۹۳ اک برق سی گری کہ دو پارہ ہوئی سپر
مغفر سے سر میں تھی، سرو گردن سے، صدر پر سینے سے جب بڑھی تو، ہوا تب وہ باخبر
سب نشۂ غرورِ جوانی اُتر گیا
تلوار تھی کہ حلق سے پانی اُتر گیا

قرباں تیغِ لختِ دلِ بادشاہِ دیں ۹۴ گذری کمر سے کاٹ کر زنجیرِ آہنیں
پاکھر درست تھی، نہ سلامت تھی، صدرِ زیں دو، ایک ضرب میں تھا، مع اسلحہ لعیں
کانپا سمند پاؤں کو ریتی میں گاڑ کے
پھٹ کر گرے زمین پہ ٹکڑے پہاڑ کے

تکبیر کی صدا سے ہلے دشت و کوہسار ۹۵ یاد آیا جبرئیل کو دستِ خدا کا وار
چلّائے شاہِ دیں کہ میں اس ضرب کے نثار فاقے میں تین دن کے یہ حملے یہ کارزار
بجلی گری ہے تیغِ شقی پر چلی نہیں
افسوس ہے کہ آج جہاں میں علی نہیں

تسلیم کر کے شہ کو پکارا وہ نوجواں ۹۶ اب پیاس مارے ڈالتی ہے یا شہِ زماں
تالو ہے خشک، اینٹھ گئی ہے مری زباں جلتا ہے دل کلیجے سے اُٹھتا ہے جب دُھواں
دریا پہ قتل ہوتا ہوں مَیں، قحطِ آب سے
ہتھیار گرم ہیں تپشِ آفتاب سے

ٹھنڈی ہوا کو جان ترستی ہے، ہائے ہائے ۹۷ پانی زرہ پہ کوئی چھڑک دے، تو جان آئے
کیجے دُعا کہ جلد شہادت غلام پائے اکبر پہ آبرو سوئے کوثر جہاں سے جائے
گرمی سے ہو فراغ، عطش سے نجات ہو
اب موت لے خبر، تو ہماری حیات ہو

یہ کہہ کے ابرِ شام میں ڈوبا، وہ رشکِ ماہ ۹۸ یوں چمکی پھر وہ تیغ کہ اللہ کی پناہ
پایا جو بیچ میں تو سمٹ آئی سب سپاہ حربوں سے بند ہو گئی چاروں طرف کی راہ
پر کیا وہ راں بانگ تھی، کیا شہسوار تھا
دابا جہاں سمند کو، فوجوں کے پار تھا

شمر اس طرف کو تھا، عمرِ کینہ جُو اُدھر ۹۹ بڑھتا کبھی اِدھر کبھی وہ ماہرو اُدھر
چل کر اِدھر سے جب گئی وہ تند خُو اُدھر اولے اِدھر گرائے تو برسا لہو اُدھر
سبزے کو اس روش سے ہوا روندتی نہیں
بجلی سیاہ ابر میں یوں کوندتی نہیں

چھائی تھی ابرِ شام میں گنگھور اُدھر گھٹا ۱۰۰ یہ شیر جب اِدھر سے بڑھا زور اُدھر گھٹا
دریا کے اِس طرف سے اٹھا شور اُدھر گھٹا ڈھالوں کی تھی لہو میں شرابور اُدھر گھٹا
جانیں تھیں اس کے قبضے میں سر تھا تو نذر تھا
یہ آب شورِ تیغ کا مد تھا وہ جزر تھا

لڑتے تھے پر وہ ہوتا تھا انبوہ فوج کم ۱۰۱ نیزوں کی صف اِدھر، تو اُدھر برچھیاں بہم
ہمسر وغا کمین میں گئے بانیِ ستم جنگل تھا فوج کا کمک آتی تھی دم بدم
مارا جو پیدلوں کو سوار آ کے جم گئے
سو قتل ہو گئے تو ہزار آ کے جم گئے

مانندِ شیرِ جنگ میں تھی چار سُو نگاہ ۱۰۲ چُھپ چُھپ کے بدلیوں سے نکلتے تھے مثلِ ماہ
لیکن اجل سے بس نہیں چلتا کسی کا آہ دیکھا جو پھر کے، یوں نظر آئی عدم کی راہ
چھاتی پہ لگ کے پشت سے نیزہ گذر گیا
اُبلا لہو کہ عمر کا پیمانہ بھر گیا

نیزہ لگا کے زور سے کھینچا لعیں نے جب ۱۰۳ ٹکڑے کئی کبد[29] کے نکل آئے ہے غضب
ہرنے پہ سر جھکا کے جو سنبھلا وہ تشنہ لب تر ہو گئی لہو سے قبا مُصطفٰے کی سب
غش آیا نبضیں چُھٹ گئیں تیور بدل گئے
حلقے رکاب کے بھی قدم سے نکل گئے

فریاد ہے کہ ٹوٹ پڑا لشکر گراں ۱۰۴ حربے تمام فوج کے اور ایک نوجواں
گرتے ہوئے فرس سے پکارا وہ نیم جاں لیجیے خبر غلام کی اے قبلۂ زماں
جلدی اُٹھائیے مجھے دشتِ نبرد سے
اب جان نکلی جاتی ہے سینہ کے درد سے

سُننا تھا یہ کہ شہ پہ گرا آسمانِ غم ۱۰۵ اتنا کہا کہ آہ ہوئے اب تمام ہم
دوڑے، گرے، اُٹھے کئی جا قبلۂ اُمم رکھا کسی جگہ، تو کہیں جا پڑا قدم
خالق پسر کا داغ دکھائے نہ باپ کو
آنکھوں سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا آپ کو

چلّاتے تھے کدھر کو ہے تو اے جواں پسر ۱۰۶ عاشق پسر، شفیق پسر، مہرباں پسر
میرے سعید لال، مرے قدر داں پسر ہونٹوں پہ دم ہے باپ کا اے نیم جاں پسر
بیٹا نباہ باپ کا اب تیرے ہاتھ ہے
جلدی نہ کیجیو کہ یہ بےکس بھی ساتھ ہے

کس جا ستم کی، سینے پہ کھا کر سناں گرے ۱۰۷ آواز پھر دو، اے مِرے اکبرؔ کہاں گرے
کس طرح لڑکھڑا کے نہ یہ ناتواں گرے پیری میں جس پہ کوہِ غمِ نوجواں گرے
اعدا سے اس ستم کا خدا انتقام لے
اتنا نہیں کوئی کہ مرا ہاتھ تھام لے

جنگل میں پہونچے لاش پہ اُس وقت شاہِ دیں ۱۰۸ جب ایڑیاں رگڑ رہے تھے، اکبر حسیں
چلّاتے پاس گر کے شہِ بےکس و حزیں حاضر ہے باپ اے مرے فرزندِ مہ جبیں
بابا کو مطمئن تو کرو منہ سے بول کے
بانہیں گلے میں ڈال دو آنکھوں کو کھول کے

تم نے بھی منہ کو باپ سے موڑا ہزار حیف ۱۰۹ بےکس کو اس ضعیفی میں چھوڑا ہزار حیف
پہنانا بر میں بیاہ کا جوڑا ہزار حیف قسمت نے تازہ پھول کو توڑا ہزار حیف
بھیگی ہوئی مسوں پہ عجب آب و تاب تھی
ہے ہے ابھی تو آمدِ فصلِ شباب تھی

کیوں تھرتھرا کے کروٹیں لیتے ہو بار بار ۱۱۰ کیا ہے کہ خاک پر کسی پہلو نہیں قرار
حضرت سے دم نکلنے میں، بولا وہ گل عذار برچھی کا زخم ہے مری چھاتی کے وار پار
کیا حالِ دل کہوں نہیں طاقت بیان کی
لو الوداع، جسم سے رخصت ہے جان کی

ناگاہ رنگ زرد ہوا ہاتھ تھرتھرائے ۱۱۱ کروٹ کبھی کراہ کے لی گاہ مسکرائے
اٹکا جو دم، سوال میں پانی کے لب ہلائے ہنستے ہوئے گذر گئے دنیا سے ہائے ہائے
پھیلا کے ہاتھ پاؤں وہ مقتول رہ گیا
خوشبو سوئے بہشت گئی پھول رہ گیا

اللہ باپ کو نہ دکھائے غمِ پسر ۱۱۲ صدمہ ہوا کہ غش ہوئے سلطانِ بحر و بر
اکبر کے انتقال کی نوبت بجی اُدھر نکلی اِدھر سے دخترِ زہرا برہنہ سر
تھراتی تھی زمیں، کوئی دل تھا نہ چین سے
سب وحش و طیر روتے تھے زینب کے بین سے

زخمی تھا سر پٹکنے سے ماتھا، کھلے تھے بال ۱۱۳ مخدومۂ جہاں سے مشابہ بہت تھی چال
تن کانپتا تھا ضعف سے خورشید کی مثال کہتے تھے شہ لعینوں سے رو کر بصد ملال
اے ظالمو! ڈرو غضبِ کردگار سے
منہ ڈھانپ لو کہ نکلی ہیں زہرا مزار سے

چِلّاتی تھیں کہ گیسوؤں والے کدھر ہے تُو؟ ۱۴ ہے ہے یہ کس کے نخل کے ہیں تھالے کدھر ہے تُو؟
کیوں کر پھوپھی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تُو؟ اماں کی اُجڑی گود کے پالے کدھر ہے تُو؟
چھریاں جگر پہ صدمۂ فرقت نے پھیری ہیں
سُنتی ہوں میں کہ راہ میں گلیاں اندھیری ہیں

بس اے انیسؔ بس نہ سُنے تھے کبھی یہ بین ۱۵ برپا ہے بزمِ ماتمِ اکبر میں شور و شین
میں ایک کیا، نہیں کسی مومن کے دل کو چین کیجے مدد اِن اپنے غلاموں کی یا حسینؑ
عسرت ہو دُور عیش کا سامان کم نہ ہو
جُز ماتمِ حضور کوئی اور غم نہ ہو

۵

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ ۱ دل کو فگار کرتا ہے، لختِ جگر کا داغ
آنکھوں کا نور کھوتا ہے، نورِ نظر کا داغ مٹتا نہیں ہے سینے کا ہے، عمر بھر کا داغ

یہ حال ابنِ فاطمہ کے دل سے پوچھیے
زخمِ جگر کے درد کو گھائل سے پوچھیے

جب برچھی کھا کے گم ہوا، اکبر سا نونہال ۲ فرزندِ فاطمہ کا کہوں کس زباں سے حال
لرزہ تھا جسمِ پاک میں خورشید کی مثال چلّاتے تھے، شہید ہوا، ہائے میرا لال

تھامے ہوئے کلیجے کو، گھبرائے پھرتے تھے
اک اک قدم پہ ٹھوکریں کھا کھا کے گرتے تھے

آنکھوں میں اشک، لب پہ فغاں اور دل میں درد ۳ ہاتھوں میں رعشہ، چہرۂ اقدس کا رنگ زرد
صدمے سے ہاتھ پاؤں کبھی گرم، گاہ سرد مثلِ کماں خمیدہ کمر، گیسوؤں پہ گرد

دیکھی جو کوئی لاش تو گھبرا کے گر پڑے
جلدی کبھی چلے، کبھی غش کھا کے گر پڑے

ہر دم پکارتے تھے کہ، اکبر کدھر گئے؟ ۴ اے نورِ چشمِ بانوئے بے پر کدھر گئے؟
مرتا ہے باپ اے مرے دلبر کدھر گئے؟ آواز دو، شبیہِ پیمبر کدھر گئے؟

اے میرے شیر کیا کسی جنگل میں چھپ رہے
اے میرے چاند کون سے بادل میں چھپ رہے

اکبر ہماری آنکھوں میں اب تیور آتے ہیں ۵ ہاتھوں کو تھام لو کہ قدم تھرتھراتے ہیں
کھوئے گئے ہیں خود کہ، نہیں تم کو پاتے ہیں کیا جانیں اضطراب میں کس سمت جاتے ہیں

اکبر سنبھال لو کہ نہایت ضعیف ہیں
بیٹا ابھی جوان ہو تم، ہم نحیف ہیں

اے باپ کے ضعیفی کے پالے، ترے نثار ۶ اے میرے لمبے گیسوؤں والے ترے نثار
بابا کو پاس اپنے بلا لے، ترے نثار کھاتے جگر پہ زخم کے بھالے ترے نثار
فرزند فاطمہؑ کی نحیفی پہ، رحم کر
اے نوجوان، پدر کی ضعیفی پہ، رحم کر

بے کس ہوں، بے وطن ہوں، غریب الدیار ہوں ۷ بیٹا پکار لو کہ بہت بے قرار ہوں
آفت میں مبتلا ہوں، بلا سے دوچار ہوں اہلِ ستم تو ہنستے ہیں، میں اشکبار ہوں
بولو پدر سے، تشنہ دہانی کا واسطہ
صورت دکھا دو اپنی جوانی کا واسطہ

باغِ جہاں میں، آہ نہ پھولے نہ تم پھلے ۸ صدقے پدر تڑپتے ہو، کس نخل کے تلے؟
رو رو کے کیوں نہ دستِ تاسف پدر ملے ناشاد، نامراد ہی اس دہر سے چلے
اِک داغ تیرے خلق سے جانے کا رہ گیا
ارمان ماں کو، بیاہ رچانے کا رہ گیا

اے نورِ عین، باپ کی حالت تباہ ہے ۹ بیٹا ہماری آنکھوں میں عالم سیاہ ہے
جائیں کدھر کہ، لشکرِ کیں سدِ راہ ہے دم چڑھ گیا ہے، خالقِ عالم گواہ ہے
طاقت جو تھی بدن میں وہ سب بھائی لے گئے
اب تم ہماری آنکھوں کی بینائی لے گئے

محبوبِ حق کا آخری دیدار دیکھ لوں ۱۰ جی چاہتا ہے، پھر تمہیں اِک بار دیکھ لوں
ڈوبے لہو میں چاند سے رخسار دیکھ لوں منہ پر لٹکتے گیسوئے خم دار دیکھ لوں
اکبرؑ گلے سے لپٹو تو، بابا کو کل پڑے
اب ہے یقیں کہ منہ سے کلیجہ نکل پڑے

اعدا کو تب پکار کے شہنشاہِ کربلا ۱۱ آئی کسی طرف سے نہ اکبرؑ کی جب صدا
بتلاؤ کس طرف ہے مرا لالِ مہ لقا؟ سبطِ نبیؐ کے حال پہ اب رحم کی ہے جا
برچھی ستم کی کھا کے، وہ پیارا کدھر گیا؟
اے فوجِ شام، چاند ہمارا کدھر گیا؟

اے ظالمو! کہاں ہے مرا نوجواں پسر ۱۲ اُس کی تلاش میں، میں پھرا ہوں کدھر کدھر
اب مضطرب بہت ہوں، سنبھلتا نہیں جگر یوسف مرا مجھے نہیں آتا کہیں نظر
کیا قتل کر کے چاہ میں، لاشہ گرا دیا؟
کیا زیرِ خاک، میرے قمر کو چھپا دیا؟

ہے تم میں کوئی صاحبِ اولاد یا نہیں ۱۳ دردِ دلِ حسینؑ سے آگاہ کیا نہیں
اس وقت ہوش، سبطِ نبیؐ کے بجا نہیں یہ حال ہے کہ آنکھوں سے کچھ سوجھتا نہیں
اکبرؑ جو مل گئے تو، ٹھہر جائے گا حسینؑ
ورنہ تڑپ کے خاک پہ، مر جائے گا حسینؑ

کہتے تھے اہلِ ظلم کہ، یا سیدِ اُمم ۱۴ حضرت کے نورِ چشم سے، واقف نہیں ہیں ہم
اک نوجواں تو آیا تھا، باشوکت و حشم چھاتی پہ اُس جری کے، لگا نیزۂ ستم
دو بار گرتے گرتے وہ غازی سنبھل گیا
گھوڑا کسی طرف اسے لے کے نکل گیا

سچ ہے عجب حسین تھا، وہ غیرتِ چمن ۱۵ سنبل سے گیسو، پھول سا مُنھ، چاند سا بدن
شیریں زباں، شگفتہ مزاج، اور کم سخن کیا کیا لڑا ہے لاکھوں سے تنہا، وہ صف شکن
چرچے اُسی کے حُسن کے لشکر میں ہوتے ہیں
یاں کے بھی لوگ، اس کی جوانی پہ روتے ہیں

آغازِ سن میں ابھی تھا عالمِ شباب ۱۶ گویا زمیں پہ چرخ سے، اُترا تھا آفتاب
پیاسا تھا تین روز کا وہ آسماں جناب غیرت یہ تھی کہ پینے کو ہم سے نہ مانگا آب
سوکھے تھے ہونٹ، پیاس کی کچھ انتہا نہ تھی
لیکن طلب سے، اس کی زباں آشنا نہ تھی

برچھی ستم کی ہو گئی، سینے کے وار پار ۱۷ رہوار سے جُدا نہ ہوا، پر وہ شہ سوار
گھیرے تھے چار سمت سے، زخمی کو نیزہ دار برسا رہے تھے تیر، کماندار کس ہزار
مانندِ شیر جھومتا تھا، تشنہ زین پر
بوندیں ٹپک رہی تھیں لہو کی زمین پر

۱۸ برچھی کے ساتھ، چھد کے نکل آیا تھا جگر — مانندِ گُل تھی، تن کی قبا خوں میں تر بہ تر
تلوار ایک ہاتھ میں، اِک ہاتھ میں سپر — گہ فوج پر نظر تھی، کبھی زخم پر نظر
بیٹھا گلے پہ تیر، تو دم اس کا رُک گیا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے گھوڑے پہ جھک گیا

۱۹ چلائے شاہِ دیں کہ، وہی میرا لال تھا — وہ یوسفِ حسین، عدیم المثال تھا
آیا زوال اُس پہ، جو بدرِ کمال تھا — باغِ محمدی کا، وہ تازہ نہال تھا
یہ داغِ دلِ حُسین کو، پہلے پہل ملا
برچھی سے اُس کو مار کے کیا تُم کو پھل ملا

۲۰ ناسور اس اَلم سے، کلیجے میں پڑ گیا — مَیں لُٹ گیا، تباہ ہُوا، گھر اُجڑ گیا
کیا نوجواں ضعیفی میں مُجھ سے بچھڑ گیا — سبطِ نبیؐ کی زیست کا، نقشہ بگڑ گیا
صدقے کرو پدر کو اب اُس نورِ عین پر
تلوار لا کے پھیر دو حلقِ حسینؑ پر

۲۱ جنگل سے آئی، اتنے میں اکبرؑ کی یہ صدا — اب جاں بہ لب ہوں، آئیے یا شاہِ کربلا
ہے عنقریب کوچ، سُوئے گلشنِ بقا — حسرت یہ ہے کہ، دیکھ لوں دیدار آپ کا
آلودہ خُوں بھرا ہُوا چہرہ ہے گرد سے
بسمل سا لوٹتا ہُوں، کلیجے کے درد سے

۲۲ سُن کے صدا پکار سے شہنشاہِ نامدار — ہم شکلِ مصطفیٰؐ، تری آواز کے نثار
دوڑے گئے جو لاش پہ نالاں و بے قرار — دیکھا کہ غش پڑا ہے، زمیں پر وہ گل عذار
دیکھا لہو پسر کا تو، دِل تھرتھرا گیا
آنکھوں کے نیچے شہ کے، اندھیرا سا آ گیا

۲۳ لاشِ پسر سے دوڑ کے لپٹے امامِ پاک — کانپی زمیں، تڑپ کے جو کی آہِ دردناک
چلاتے تھے کہ غم سے کلیجہ ہے چاک چاک — اے لال، تیرے بعد ہے، اس زندگی پہ خاک
مَیں دیکھتا ہُوں، پاؤں زمیں پر رگڑتے ہو
اٹھارہویں برس میں، پدر سے بچھڑتے ہو

تقدیر جب کہ تجھ سے جواں کو جدا کرے ۲۴ پھر یہ ضعیف باپ بھلا جی کے کیا کرے
دُکھ میں کسی کو یُوں نہ فلک مُبتلا کرے اب جلد مَوت آئے ہماری خدا کرے
بدلے عصا کے، ہاتھ میں بیٹے کا ہاتھ ہو
ہے آرزو، جہاں سے سفر ہو تو ساتھ ہو

اکبرؑ نے جب کہ غش میں سُنی نالۂ پدر ۲۵ دیکھا لہو بھری ہوئی آنکھوں کو کھول کر
زخمِ جگر دکھا کے کہا، یُوں بہ چشمِ تر اب کوئی دم میں گلشنِ ہستی سے ہے سفر
اب والدہ سے تابہ قیامت فراق ہے
مادر کے دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے

شہ نے کہا، کھڑی ہے وہ ڈیوڑھی پہ کھولے بال ۲۶ آؤ میں لے چلوں تمہیں، اے میرے نونہال
فرزند کو جو لے کے چلا، فاطمہؑ کا لال رستے ہی میں ہُوا علی اکبرؑ کا انتقال
چلّائے شاہِ دیں، کہ جہاں سے گذر گئے
مادر کو دیکھنے بھی نہ پائے کہ مر گئے

ڈیوڑھی پہ لاش لائے پسر کی جو شاہِ دیں ۲۷ باہر نکل کے بیبیاں، سر پیٹنے لگیں
زینبؑ کو یُوں پکارا، وہ زہراؑ کا نازنیں دوڑو بہن کہ، قتل ہُوا اکبرِؑ حزیں
دُولھا بنے ہیں، خون کی مہندی لگائے ہیں
سہرا تمہیں دکھانے کو مقتل سے آئے ہیں

خیمہ میں ہائے ہائے کا، اِک غُل ہُوا بپا ۲۸ نکلی درِ خیام سے زینبؑ، برہنہ پا
ہاتھوں سے کوکھ پکڑے ہوئے ماں بصد بکا چلّاتی تھی، ارے مرے بچے کو کیا ہُوا؟
کس کا جواں پسر تھا[۴] کہ بابا سے چھُٹ گیا؟
یہ کس کی کوکھ اُجڑ گئی، گھر کس کا لُٹ گیا؟

خیمے میں لا کے شہ نے لٹائی پسر کی لاش ۲۹ غُل پڑ گیا کہ اکبرِؑ غازی کی آئی لاش
اس نوجواں پسر کی جو بانو نے پائی لاش پھیلا کے ہاتھ، چھاتی سے جلدی لگائی لاش
کہتی تھی ماں نثار ہو، آنکھیں تو وا کرو
اِن گیسوؤں میں ڈوبی زلفوں پہ مجھ کو فدا کرو

امّاں نثار کس کی نظر تجھ کو کھا گئی ۳۰ اٹھارویں برس میں، تجھے موت آگئی
جنت کے بوستاں کی فضا تجھ کو بھا گئی یاں سے سواری جانبِ مُلکِ بقا گئی
داری گئے نہ قبر میں امّاں کو گاڑ کے
جنت میں جا بسے مری بستی اُجاڑ کے

میری اُمید کچھ نہ بر آئی ہزار حیف ۳۱ تُم نے دُلہن نہ مُجھ کو دکھائی ہزار حیف
چھاتی پہ برچھی ظُلم کی کھائی ہزار حیف پانی کی ایک بوند نہ پائی ہزار حیف
بابا پہ صدقے ہو گئے ایذا قبول کی
اب تک لیے ہو مُنھ میں انگوٹھی رسولؐ کی

بابا کے سامنے تمھیں مرنے کی تھی ہوس ۳۲ نہ کچھ پھوپھی کا زور چلا، اور نہ میرا بس
دی جان تم نے پانی کی خاطر ترس ترس ہے ہے یہ کیسا آیا تھا، اٹھارواں برس
بے جان کس نے کر دیا، بانوؔ کی جان کو
کس کی نظر لگی، مرے کڑیل جوان کو

اے لال تجھ پہ کیسی مصیبت گُذر گئی؟ ۳۳ وہ حُسن کیا ہُوا، وہ جوانی کدھر گئی؟
اُڑ اُڑ کے ریت، نرگسی آنکھوں میں بھر گئی اکبرؔ تمھاری پالنے والی نہ مر گئی
چین آئے گا نہ دن کو، نہ راتوں کو سوؤں گی
جب تک جیوں گی، تیری جوانی کو روؤں گی

ہے ہے نہ تیرا بیاہ رچاتا ہُوا نصیب ۳۴ ہے ہے دُلہن، نہ بیاہ کے لانا ہُوا نصیب
پوتے کو گود میں، نہ کھلاتا ہُوا نصیب شادی کے بدلے خاک اُڑانا ہُوا نصیب
ندی لہو کی، چاند سی چھاتی سے بہہ گئی
بہنوں کو نیگ لینے کی حسرت ہی رہ گئی

باتیں تمھارے بیاہ کی جب لوگ لاتے تھے ۳۵ بہنیں بُلاتی تھیں، تو نہ تُم پاس آتے تھے
سُن کر دُلہن کا ذکر، نہ آنکھیں اُٹھاتے تھے کیا مُسکرا کے شرم سے گردن جُھکاتے تھے
بن بیاہے اُٹھ گئے مرے پیارے جہان سے
ناشاد و نامراد سدھارے جہان سے

واری جواب دے، دُلھن اب کس کی آئے گی ۳۶ ہنس ہنس کے اب یہ ماں کسے دولھا بنائے گی

ماں بیاہنے کو دھوم سے اب کس کی جائے گی اب ساس کس کے ہاتھ میں مہندی لگائے گی

بستی مری اُجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
شادی کہاں کی گھر تو عزاخانہ ہو گیا

اُٹھ اُٹھ کے پیٹنے لگیں، سب بیبیاں تمام ۳۷ یہ بین کر کے غش ہوئی، بانوئے نیک نام

بس اے انیسؔ آگے نہیں طاقتِ کلام لاشِ پسر کو لے گئے مقتل میں پھر امام

کس کو جوانیِ علی اکبرؔ کا غم نہیں
گو بند مختصر ہیں پہ دفتر سے کم نہیں

۶

جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے ۱ لختِ جگرِ بانوؑ ے دل گیر کو لائے
جلّادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غُل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

معصوم کے رُخ پر ہے عجب حُسن عجب نُور ۲ آئینۂ افلاک تجلّی سے ہے معمُور
اسپند ہے اُس رُخ کے لیے خالِ رُخِ حُور موسیٰؑ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ سرِ طُور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دوجہاں ہے
نورِ یدِ بیضا یہ سرِ دست عیاں ہے

حُسنِ رُخِ اصغر سے خجل نیّرِ اکبر ۳ خورشید تو ذرّہ ہے، ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

اَبرو کو دیا ہے یدِ قُدرت نے عجب خم ۴ بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالَم دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دَم
ہے خواب بھی اس چشمِ گہربار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

آئینۂ مہ میں یہ کہاں جلوہ نمائی ۵ روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی
دو دن سے جو ایک بوند نہیں پانی کی پائی زردی سی ہے ان پھول سے رخساروں پہ چھائی
شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن، گرم ہوا سے

گردن وہ گلا شمعِ تجلی کی ہے تصویر ۶ سو اس پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
وہ حلق ہے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر اور کنٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلوگیر
اب حلقہ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا
فریاد ہے نیزے پہ یہ سر کٹ کے چڑھے گا

کیا دوش و بر و ساعد و بازو کا کہوں طور ۷ سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو غور
ننھا سا وہ سینہ ہے کہ آئینۂ بلور کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور
ان ہاتھوں پہ جو پنجتنی ہیں، وہ فدا ہیں
گو مٹھیاں باندھے ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

گو سن میں بہت کم ہیں، پہ رتبہ ہے زیادا ۸ ہے موسمِ طفلی میں، جوانوں کا ارادا
کیوں ہو نہ اولو العزم وہ عالم کا خوزادا زہرا سی تو دادی، اسد اللہ سا دادا
ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
بے جنگ کیے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگِ گلِ تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو ترسے
گہوارے میں دم توڑتے تھے چار پہر سے لے آئے ہیں گھبرا کے شہِ دیں اُسے گھر سے
بچے کو اماں، ظلم کے بانی نہیں دیتے
منھ کھولے ہے معصوم، وہ پانی نہیں دیتے

وہ ننھے سے کرتے کے تلے چاند سا سینہ ۱۰ جس میں نہ کدورت، نہ حسد اور نہ کینہ
خوش بو میں بہ از عطرِ گلاب اس کا پسینہ سینہ نہیں اک دُرِّ نجف کا ہے نگینہ
اب خون میں وہ ڈوب کے یاقوت بنے گا
جس جھولے میں وہ [الف] پلتے ہیں تابوت بنے گا

اعدا کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو ۱۱ میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِ مہ رو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیر
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیر

۱۲ کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ ہیں راہِ الٰہی میں مگر باپ کے ہمراہ
ہے عمر تو کوتاہ، پہ ہمت نہیں کوتاہ اِس سِن میں عجب عزم ہے العظمۃ للہ
میدان میں مرنے کے لیے آئے ہیں گھر سے
پہلے ہی فردوس میں پہونچیں گے پدر سے

۱۳ فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیارے بتلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہلِ جفا سے
گویا نہیں اِس وقت زباں فرطِ حیا سے کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
ہے پانی کے مانگے عرقِ شرم میں تر ہوں
مختار جو کوثر کا ہے میں اس کا پسر ہوں

۱۴ [illegible] مرے رب کی حاجت متعلق ہے، مری ذات سے سب کی
منت کشِ ادنیٰ ہو یہ چاکر ہے محب کی میں نے تو کسی سے نہیں کچھ چیز طلب کی
ادنیٰ سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
اب صبر کرو نہرِ بہشت دور نہیں ہے

۱۵ مشکل میں مدد چاہتی ہے مجھ سے خدائی ہر بند سے بندوں کو میں دیتا ہوں رہائی
شاہوں کے لیے فخر ہے اس در کی گدائی جنات مرے نام کی دیتے ہیں دُہائی
قرآں سے ظاہر ہیں شرف آلِ نبیؐ کے
احساں ہیں ملائک پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

۱۶ بخشے ابھی اللہ میں جس کے کہوں خواہاں پانی کا جو لوں نام تو ہو بارشِ باراں
قطرے سے جو چاہوں تو اُٹھے نوح کا طوفاں پیدا ابھی اس خاک سے ہو چشمۂ حیواں
یہ سب مجھے قدرت ہے پہ راضی بہ رضا ہوں
مظلوم ہوں، پیاسا ہوں، غریب الغربا ہوں

۱۷ چاہوں تو ابھی خاک ہو جل جل کے یہ ناری ظاہر کرے کوثر کو یہیں خالقِ باری
ہوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں ابھی جاری پر آج گوارا ہے مجھے پیاس تمہاری
بابا بھی رہِ حق میں فدا تم بھی فدا ہو
ہم مرتے ہیں اِس پر کہ رضامند خدا ہو

بہن تری، مادر پہ تری پیاس سے ہے دشوار ۱۸ دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دل افگار
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اظہار
پر وہ نہیں دینے کا مرے دل کو یقیں ہے
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

یہ کہہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی ۱۹ کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغر کی زبانی
اب اٹھ نہیں سکتی تعبِ تشنہ دہانی کہتے ہیں کہ ایک بوند پلا دو ہمیں پانی
سب خلق پہ احسانِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہیں
تم لوگ مسلماں ہو تو ہم آلِ نبیؐ ہیں

آئے ہیں وطن چھوڑ کے مہماں ہیں تمہارے ۲۰ دو روز سے دم توڑتے ہیں پیاس کے مارے
ہم حیدر و زہرا و پیمبر کے ہیں پیارے کام آئیں گے جب آؤ گے کوثر کے کنارے
دن آج تمہارا ہے تو کل ہوگا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہوگا ہمارا

اب چوکے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے ۲۱ کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے
ہم پیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے سوچو، یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے
مسلم ہو طریقِ اسد اللہ پہ آؤ
بہکے ہوئے پھرتے ہو کدھر راہ پہ آؤ

جس دل میں نہیں نورِ محبت کا ہماری ۲۲ قرآن سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری
بے کار ہے گو، عمر عبادت میں گذاری کچھ نفع نہ بخشے گی اسے طاعتِ باری
عشقِ اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر کہ چراغ اس میں نہیں ہے

جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہ گار ۲۳ بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفار
پلّے پہ علیؑ ہوویں گے اور احمدِ مختار ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سبک سار
ہے دوستیِ آل انھیں روزِ ازل سے
پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ ۲۴ بالائے صراط اُن کے نبیؐ ہوویں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان لوگوں سے آکر لو تھام لو ہاتھوں سے مرا گوشۂ چادر
دم بھرتے رہے ہو سحر و شام علیؑ کا
جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علیؑ کا

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا ۲۵ سو تم نے تو سر رشتۂ الفت ہی کو توڑا
قرآں سے بھی تم پھر گئے منہ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا
اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
کیا آیۂ لا اسئلکم یاد نہیں ہے

ان پھولوں سے رُخساروں کو کملانے کو دیکھو ۲۶ گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
اِن سُوکھے ہُوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو غش آنے کو اور سانس اُلٹ جانے کو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمھیں نازوں کے پلے سے
پھر دوگے، تو پانی بھی نہ اُترے گا گلے سے

سُن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پُکارے ۲۷ خیر آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
اطفال جئیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصّہ نہیں پانی میں ہمارے
ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچّے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ۲۸ ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جاکر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لٹا کر دریا سے تمھیں پانی پلادو اسے لاکر
اپنے لیے سائل کبھی پانی کا نہ ہُوں گا
بچہ مرا بچ جائے مَیں پیاسا ہی رہُوں گا

وہ بولے کہ اکبرؑ سے زیادہ نہیں اصغرؑ ۲۹ شہ بولے کہ رتبے میں تو دونوں ہیں برابر
گو چھوٹے بڑے ہیں پہ ہیں اِک برج کے گوہر وہ برجِ شرافت کا قمر ہے تو یہ اختر
اس کو جو کہو تو مرا دل اُسے سمجھو
شاں اِس کی جو سمجھو تو عالی اُسے سمجھو

بڑھ کر بنِ کاہل نے کہا اے شہِ والا ۴۰ اکبرؑ کو تو دیکھا [illegible] کیا
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرہ ——— سنتا ہوں کہ ہم صورتِ [illegible] ہے بچہ
حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرِ صفدرؑ کی زیارت

شبیرؑ نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۴۱ چلّے سے کماں دار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اسے مثلِ کماں شہ نے بچایا ——— مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا
شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر سہ پہلو ۴۲ دل سہم گیا چونک پڑے اصغرِؑ مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا آنکھوں سے آنسو ——— منہ کھل گیا تھرانے لگے ننھے سے بازو
گل رنگ ہوا طوقِ گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ کڑے گر پڑے ہاتھوں سے اتر کر

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا ۴۳ سب خون میں تر ہو گیا ننھا سا شلوکا
دم آ کے رکا حلق میں اس تشنہ گلو کا ——— خوں منہ سے اگلنے لگا وہ [illegible] کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو پلٹتا تھا پدر سے

چھل سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر ۴۴ بے تاب تھے بچے کے لیے حضرتِ شبیرؑ
جب خوں نہ ہوا بند گلے سے بکسی تدبیر ——— چلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اس خون کا گرتا بہ سرِ خاک ۴۵ دانہ کبھی اُگتا نہ زمیں پر تہِ افلاک
ہو جاتی گرفتارِ بلا امتِ سفاک ——— اللہ رے صبرِ پسرِ سیدِ لولاک
فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر امت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۳۶ دُنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلّا کے عجب درد سے روئے شہِ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہ و بالا
غُل تھا کہ اب اُمّت کا نگہبان علیؑ ہے
فریاد کو زہرؑا طرفِ عرشِ علا ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر یہ پکارے ۳۷ اے [illegible] سہارے
صد شکر کہ تُو نے مرے سب کام سنوارے مجھ [illegible] بچارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق ۳۸ رتبہ ہے ترا صبر میں [illegible] فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اِس کام کے لائق ہے شوق ہمارا تجھے ہم [illegible] شائق
باقی فقط اِک مرحلۂ خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی ۳۹ تلوار سے کھودی لحد اور لاش اُٹھائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویذ پہ مُنھ رکھ دیا، رقت بہت آئی
چلّائے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار ۴۰ بانوئے دلِ افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار اس بندۂ بے کس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہے تجھے مَیں نے نگیں دُرِّ نجف کا

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھے سبطِ پیمبر ۴۱ رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
کیا جا کے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغر پڑھتے رجز آئے صفِ اعدا کے برابر
سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھوں کو [illegible]
کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں سے بھرے تھے

افروختہ تھا صورتِ گل چہرۂ روشن ۴۲ چار آئینے میں عکس سے پھولا ہوا گلشن
مغفر تو سرِ پاک پہ اور جسم پہ جوشن گردانے ہوئے جامۂ پُرنور کا دامن
کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربی کا
زیبِ کمرِ پاک کمربندِ علی کا

اُس دن تھا عمامہ سرِ اقدس پہ گلابی ۴۳ تھا رُتبے میں قرآں سے نہ کم گردۂ کتابی
تفسیر تھا وہ حاشیۂ ریشِ خضابی پر تین شب و روز سے تھی بے خور و خوابی
کہتے تھے مَلک دین کے سرتاج کو دیکھو
شانِ پسرِ صاحبِ معراج کو دیکھو

اُڑتے تھے ہوا سے جو وہ گیسوئے معنبر ۴۴ سارا وہ بیاباں تھا کئی کوس معطر
عالم کی ضیا بخش تھی پیشانیِ انور ہم رتبۂ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
سجدے کی جگہ پر جو ستارہ سا عیاں تھا
وہ احمدِ مختار کے بوسے کا نشاں تھا

ابرو ہے کلیدِ درِ گنجینۂ اسرار ۴۵ بالیدہ و سنجیدہ و پیوستہ و خمدار
اُس چشم پہ آنکھوں سے فدا ہیں اولوالابصار گر خواب میں دیکھے تو زہے طالعِ بیدار
ابرو سا جہاں میں نہ کسی قوس کو دیکھا
دیکھا جو اُسے نرگسِ فردوس کو دیکھا

مژگانِ سیہ سبزۂ گردِ لبِ کوثر ۴۶ اشکوں سے صدا خوفِ الٰہی میں رہے تر
اور شمعِ سرِ طور کی لو بینیِ انور سوکھے ہوئے لب لعلِ بدخشاں سے تھے بہتر
دندانِ مبارک کو نہ کہیے کہ گہر ہیں
ہیرے کے نگینے ہیں تو یاقوت کے گھر ہیں

کیا سینہ و گردن کے کروں حسن کو تحریر ۴۷ وہ شمعِ تجلّی ہے تو یہ نور کی تصویر
سو اُس پہ تو شمشیر چلی اُن پہ چلے تیر تیغ ایک پہ اور ایک پہ تھا زانوئے بے پیر
تکبیر کی رگ رگ سے صدا آتی تھی رن میں
سر کو لیے ہوئے فاطمہ چلّاتی تھی رن میں

شانوں کا وہ نور اور وہ بازو کی صفائی ۴۸ کس درجہ تھی جس وقت سے ملا گیا بھائی
جن ہاتھوں نے سب خلق کی کی عقدہ کشائی فریاد ہے جہّال نے کاٹی وہ کلائی
اک ظالم بے رحم نے یہ ظلم کیا تھا
انگلی کو انگوٹھے کے لیے کاٹ لیا تھا

اُن قدموں کا ہمسر کوئی دنیا میں نہیں ہے ۴۹ کیا مرحلۂ عشقِ الٰہی کو کیا طے
حاصل تھی نہ اسباب تعلق سے کوئی شے ہر آن رہے دولتِ اسلام کے درپے
بتلا گئے وہ راہِ رضا سب کو جہاں میں
پیرو ہیں جو اُن کے وہی پہنچیں گے جناں میں

لاکھوں سے لڑائی تھی پہ میلے نہ تھے تیور ۵۰ جب شیر سے بڑھتے تھے تو ہٹتے تھے ستمگر
بجلی سا تھا رانِ فرسِ خاصِ پیمبر حمزہ کی سپر تیغِ علیؑ نیزۂ جعفرؑ
غل تھا کہ شۂ ابرار کے کاندھے پہ کماں ہے
یا شمسِ فلک قوس کے پہلو میں عیاں ہے

دن ڈھلتا تھا اور ہوتی تھی اعدا کی چڑھائی ۵۱ تھی شام کے لشکر کی گھٹا چاند پہ چھائی
ہمراہ کوئی دوست نہ فرزند نہ بھائی تنہائی اِدھر اور اُدھر ساری خدائی
سر کاٹ لیں تھے واں کے سوا اس تگ و دو میں
یاں گھوڑے پہ تھے آپ شہادت تھی جلو میں

تھی دہنی طرف فاطمہؑ بکھرائے ہوئے بال ۵۲ کہتی تھی میں صدقے تری غربت کے مرے لال
قربان گئی زخم کا بازو کے ہے کیا حال گھوڑے سے جھکو تم تو یہ ماں باندھ دے رومال
ہے ایک تو صدمہ تمہیں تشنہ دہنی کا
اس زخم پہ پھر قصد ہے شمشیر زنی کا

فرماتے تھے یہ شیرِ خدا بادلِ غمناک ۵۳ بابی بفداک اے پسرِ سیدِ لولاک
گرتے تھے کبھی فرطِ بکا سے بہ سرِ خاک اُٹھتے تھے کبھی تھام کے رہوار کی فتراک
روتے تھے ملک گریۂ محبوبِ خدا سے
ہلتی تھی زمیں ہائے حسینا کی صدا سے

تھے سارے نبیؐ احمدِ مرسل کو سنبھالے ۵۴ اور نوحؑ کی گردن میں وہ تھے ہاتھوں کو ڈالے
چلّاتے تھے بہ ہے مری آغوش کے پالے صدقے ترے اے میری زباں چوسنے والے
امّت کے لیے برچھیاں کھانے کو چلے ہو
دوزخ سے محبّوں کو بچانے کو چلے ہو

جنّات میں تھا سیّدِ کونین کا ماتم ۵۵ سب کہتے تھے موجود ہیں لڑنے کے لیے ہم
ڈر تھا کہ نہ دنیا ہو کہیں درہم و برہم ہلتی تھی زمیں کانپتا تھا عرشِ معظم
مشتاق تھے سب جنگِ شہِ جن و ملک کے
کھولا تھا فرشتوں نے دریچوں کو فلک کے

ناگاہ ادھر چوب لگی طبلِ وغا پر ۵۶ اور پڑنے لگے تیر امامِ دوسرا پر
طاری ہوا غصّہ پسرِ شیرِ خدا پر تلوار علم کر کے چلے اہلِ جفا پر
فرمایا کہ ہاں پہلے کدھر کھیت پڑے گا
لڑنے کو سب آتے ہیں کہ ایک ایک لڑے گا

وہ بولے کہ یوں آپ سے سر برکوئی کب ہو ۵۷ فرمایا کہ معلوم ہوا ننگِ عرب ہو
کچھ غم نہیں تم ایک مرے سامنے سب ہو کیا ڈر اُسے خود جس کو شہادت کی طلب ہو
لڑتا نہ کبھی تم کو اگر نیک سمجھتا
میں لاکھ کو اور ایک کو ہوں ایک سمجھتا

جوہر ہے جواں مردوں کا تلوار سے مرنا ۵۸ جو گذرے سو گذرے کہ جہاں سے ہو گذرنا
ہے ننگِ شجاعوں کے لیے موت سے ڈرنا خلعت ہے شہادت کا ہمیں خون میں بھرنا
تلواریں لگیں نخلِ شہادت کے یہ پھل ہیں
مرنے پہ وہ مرتے ہیں جو مشتاقِ اجل ہیں

بلوہ یہ زیادہ نہیں صفّین و جمل سے ۵۹ ہاں ہے یہ نئی بات کہ پیاسا ہوں میں کل سے
تنہائی قلعہ شیرِ خدا فوج کے دل سے پھولا گلِ اسلام اسی تیغ کے پھل سے
سب مل کے لڑو مجھ سے رضامند ہوں میں بھی
اے قوم اسی شیر کا فرزند ہوں میں بھی

فرما کے یہ چمکائی جو تیغِ شہِ مرداں ۶۰ کفار پکارے کہ گری برقِ درخشاں
رہوار کو رانوں میں دبا کر جو کہا ہاں ہاں منہ سے نہ نکلی تھی کہ یاں سے وہ گیا واں
پیوست جو تھے تیر وہ باہر نکل آئے
معلوم ہوا پہلوؤں سے پر نکل آئے

اس کے لیے ایک گام تھا سو کوس کا دھاوا ۶۱ تیغوں کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوا
اڑتا کبھی مڑتا کبھی جست اور کبھی کاوا کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوا
کس گھات سے روکیں فرسِ تیز قدم کو
سایہ بھی تو اس کا نظر آتا نہیں ہم کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانوں کو چباتا ۶۲ اور جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ سے گراتا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے تہلکہ تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا

لڑتے تھے حسین ابنِ علی فوجِ ستم سے ۶۳ ہر غول میں پھرتا تھا وہ کس کس چم و خم سے
سر گرتے تھے ضربتِ شمشیرِ دو دم سے پامال بدن ہوتے تھے گھوڑے کے قدم سے
رہوار نے واں خون کا چھڑکاؤ کیا تھا
تلوار نے سب فوج کا ستھراؤ کیا تھا

بجلی سی ہر اک صف میں چمکتی ہوئی آئی ۶۴ شعلے کی طرح گاہ لپکتی ہوئی آئی
آئی وہ جدھر خوں میں ٹپکتی ہوئی آئی واں چمکی تو یاں آگ بھڑکتی ہوئی آئی
اسواروں کو اس برق کے واروں نے جلایا
شعلوں سے جو بھاگے تو شراروں نے جلایا

غل فوج میں تھا آج تو ہے آگ برستی ۶۵ فریاد ہے اب خاک ہوا خرمنِ ہستی
کوفے کو لگی آگ جلی شام کی بستی بس اب کوئی دم میں نہ بلندی ہے نہ پستی
یہ برقِ غضب کم نہیں کچھ قہرِ خدا سے
چنگاریاں آتش کی نکلتی ہیں ہوا سے

بجلی کی طرح لشکرِ سفاک پہ چمکی ۶۶ بے جاں ہُوا جس کے سرِ ناپاک پہ چمکی
جب ہاتھ اُٹھا تا رمِ افلاک پہ چمکی   چمکی کبھی گردوں پہ کبھی خاک پہ چمکی
ساتوں طبقِ ارض دہل جاتے تھے اُس سے
سکانِ سماوات بھی تھراتے تھے اُس سے

وار اس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر ۶۷ چمکی جو چھری چل گئی دشمن کے جگر پر
گہہ فرق پہ، گہہ سینے پہ، اور گاہ کمر پر   بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغِ دوسر پر
جس پر گئی بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

ہر ضرب میں چورنگ تھے سو سو ستم ایجاد ۶۸ کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینے میں بھی نہ رہے امن سے جلّاد   تھی سیلِ فنا خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رُکی فوج کے دل میں
اُتری جو زرہ کٹ کے پھنسی دامِ اجل میں

تیغوں سے قلم ہو کے جو گرتی تھیں سنانیں ۶۹ رہ جاتے تھے سب داب کے دانتوں میں زبانیں
ثابت نہ رہے تیر نہ ترکش نہ کمانیں   جلنے لگیں دوزخ کو جفاکاروں کی جانیں
ناوک جو ستم گاروں نے ترکش میں دھرے تھے
تیروں سے وہ خالی تھے مگر خوں سے بھرے تھے

شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی ۷۰ اک ہاتھ مع سر کے نہ دیتا تھا دکھائی
سیدھی جو پڑی سر پہ تو اللہ ری صفائی   بس ہو گئی دشمن کے سر و تن میں جدائی
کھینچا اسے دو کر کے جو شمشیر دوسر کو
گھوڑے کے اِدھر نصف گرا نصف اُدھر کو

نعرہ تھا لعینو بنِ کاہل کو بتاؤ ۷۱ ہاں اصغرِ معصوم کے قاتل کو بتاؤ
مرتد کو، جفاکار کو، جاہل کو بتاؤ   ظالم کا نشاں سرورِ عادل کو بتاؤ
کچھ سوچ کے اس وقت اسے چھوڑ دیا تھا
اس نے تو کلیجے کو مرے توڑ دیا تھا

تھرّاتے تھے سُن سُن کے یہ نعرے ستم آرا ۷۲ تھا ایک کو دہشت سے نکلنے کا نہ یارا
پھر فوج میں ڈوبا اسد اللہ کا پیارا اُس وقت یہ شمرِ ستم ایجاد پکارا
حضرت کو تو یاں قاتلِ اصغرؑ کی طلب ہے
واں بی بیاں خیمے سے نکل آئیں غضب ہے

مُڑ کر شہِ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا ۷۳ اِک حشر مزارِ علی اصغرؑ پہ ہے برپا
سر کھولے ہُوئے پیٹتی ہے دخترِ زہرا کہتی ہے سکینہ مرے بھیّا مرے بھیّا
بانوئے حزیں چاک گریباں کیے ہے
چھاتی کے تلے ننھی سی تربت کو لیے ہے

چلّاتی ہے اصغرؑ مجھے آواز سُناؤ ۷۴ تربت میں اندھیرا ہے مری گود میں آؤ
تُرباں گئی ننھے سے ہاتھوں کو اُٹھاؤ مرجائے گی ماں خاک سے مُنھ کو نہ چھپاؤ
تھا میں نے تو سبطِ شہِ لولاکؐ کو سونپا
شبیرؑ نے یاں لا کے تمھیں خاک کو سونپا

یہ حال جو دیکھا تو پکارے شہِ دل گیر ۷۵ قاتل ہے کہاں پھیر دے اب حلق پہ شمشیر
یہ سنتے ہی سب ٹوٹ پڑا لشکرِ بے پیر سینے پہ لگے تیغ و سنان و تبر و تیر
ٹکڑے ہُوا ہر عضوِ بدن تیغوں سے کٹ کر
غش ہو گئے رہوار کی گردن سے لپٹ کر

خاتونِ قیامت کی صدا دشت سے آئی ۷۶ گرتا ہے مرا لال محمدؐ کی دُہائی
چلّائی یہ زینبؑ کہ سفر کرتے ہیں بھائی اب کیا کروں ہے ہے مری اماں کی کمائی
بھائی کی مدد کرنے کو آتا نہیں کوئی
ہے ہے مرے سید کو بچاتا نہیں کوئی

واں نالۂ زہراؑ سے فلک تھا تہ و بالا ۷۷ یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا
ہلنے لگا جو عرش فرشتوں نے سنبھالا چلّاتی تھی وہ ہائے مری گود کا پالا
حیدرؑ کے تو تالے گئے افلاک کے اُوپر
اور تاجِ سرِ عرش گرا خاک کے اُوپر

غلطاں جو لہو میں نظر آیا اسے اسوار ۸ سرِ خاک پہ جھک جھک کے پٹکنے لگا رہوار
دو تین گھڑی تک تو رہے غش شہِ ابرار آنکھیں جو کھلیں حلق پہ تھا خنجرِ خوں خوار
پہلو میں سرِ فاطمہ عریاں نظر آیا
جلاد کے پنجے میں گریباں نظر آیا

خشکیدہ زباں شہ نے دکھائی کئی باری ۹ پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
خاموش انیس اب کہ غم و درد ہے طاری اس نظم کا بخشے گا صلہ ایزدِ باری
محشر میں علی ساغرِ کوثر تجھے دیں گے
گھر خلد میں رہنے کو پیمبر تجھے دیں گے

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو حضر میں ۱ راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھ پہر میں
سو شغل ہوں پر دھیان لگا رہتا ہے گھر میں پھرتی ہے سدا شکل عزیزوں کی نظر میں
سنگِ غمِ فرقت دلِ نازک پہ گراں ہے
اندوہِ غریب الوطنی کاہشِ جاں ہے

گو راہ میں ہمراہ بھی ہو راحلہ و زاد ۲ جاتی نہیں افسردگیِ خاطرِ ناشاد
جب عالمِ تنہائی میں آتا ہے وطن یاد ہر گام پہ دل مثلِ جرس کرتا ہے فریاد
اک آن غم و رنج سے فرصت نہیں ہوتی
منزل پہ بھی آرام کی صورت نہیں ہوتی

ہمراہ سفر میں ہوں اگر حامی و ناصر ۳ منزل پہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر
جب ہو سفرِ خوف و پریشانیِ خاطر شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر
ہر طرح مسافر کے لیے رنج و تعب ہے
رہ جائے پسِ قافلہ چھٹ کر تو غضب ہے

دکھ دیتے ہیں ایک ایک قدم پاؤں کے چھالے ۴ منزل پہ پہونچنے کے بھی پڑ جاتے ہیں لالے
ہاتھوں سے اگر بیٹھ کے کانٹے کو نکالے ڈر ہے کہ نہ بڑھ جائیں کہیں قافلے والے
درماندوں کو لینے کو بھی آتا نہیں کوئی
تھک کر بھی جو بیٹھے تو اٹھاتا نہیں کوئی

ہر دم دلِ نازک پہ مسافر کے ہے یہ غم ۵ تر رہتے ہیں اشکوں سے سدا دیدۂ پُرنم
تھمتا ہی نہیں قافلۂ اشک کوئی دم ہوتا ہے عجب صاحبِ اولاد کا عالم
بابا کو تو فرزندوں سے چھٹنے کا الم ہے
والد سے جدائی ہو تو بچوں پہ ستم ہے

ہوں ساتھ جو بابا کے تو یاد آتی ہے مادر ۶ مادر ہو تو یہ غم ہے کہ بابا نہیں سر پر
منزل میں سحر کرتے تھے بابستر پہ تڑپ کر اوروں کے تو اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں دم بھر
پردیس میں کیونکر انہیں دشمن سے اماں ہو
جن بچّوں کے سر پہ نہ تو بابا ہو نہ ماں ہو

بچے بھی وہ بچے، جو نہ نکلے کبھی گھر سے ۷ ماں جن کو نہ اک آن جدا کرتی تھی بر سے
نے راہ سے آگاہ نہ ایذائے سفر سے وہ چھٹ گئے کوفے میں پہونچتے ہی پدر سے
زخمی تبر و تیر سے جب ہوتے تھے مسلمؑ
بیٹوں کی تباہی کے لیے روتے تھے مسلمؑ

جب لے گئے کوٹھے پہ لعیں قتل کی خاطر ۸ رونے لگا گردن کو جھکا کر وہ مسافر
منہ سے یہی نکلا، تہِ خنجر دمِ آخر فرزندِ محمدؐ کا خدا حافظ و ناصر
روتے تھے علیؑ، فاطمہؑ سر ننگے کھڑی تھی
تھا نیزے پہ سر لاش تہِ بام پڑی تھی

جب قتل ہوا، ایلچیٔ سیّدِ والا ۹ بچّوں پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ یتیموں کا رہا پوچھنے والا تھا ننھے سے سینوں میں کلیجے تہ و بالا
گیسو بھی پریشان تھے کرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

پردیس میں معصوموں کا دشمن تھا زمانا ۱۰ نے بیٹھنے کی جا تھی، نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا تھا نہ کھانا تقدیر میں غم کھانا تھا یا اشک بہانا
سہمے ہوئے آپس میں یہی کہتے تھے رو کر
ساتھ آئے تھے افسوس چلے باپ کو کھو کر

پاس اُن کے اگر ہوتے تو کچھ کام بھی آتے ۱۱ ہم بچے نشانہ جو نہیں تیر لگاتے
پانی تو بھلا منہ میں دمِ مرگ چواتے کاندھوں پہ پسر باپ کے لاشے کو اٹھاتے
کیا جانیے مرنے پہ بھی کیا رنج و محن ہیں
گاڑے بھی گئے یا ابھی بے گور و کفن ہیں

۱۲ مظلوم کی تربت کا پتہ اب بھی جو پائیں — رخصت کے لیے قبر پہ روتے ہوئے جائیں
تعویذ مزارِ پدر، آنکھوں سے لگائیں — سر پیٹ کے کھل کھل کے اشک بہائیں
پالا تھا ہمیں باپ نے چھاتی پہ سلا کر
قرآن بھی ہم پڑھ نہ سکے قبر پہ جا کر

۱۳ تقدیر نے اماں کی اگر شکل دکھائی — اور قتل کی بابا کی خبر ان کو سنائی
پوچھیں گی جو سر پیٹ کے رو رو کے دہائی — بچو کہو والد کی کہاں قبر بنائی؟
گردن کو جھکائے ہوئے خاموش رہیں گے
تربت بھی تو دیکھی نہیں کیا ماں سے کہیں گے

۱۴ ہم سا بھی زمانے میں نہ ہوگا کوئی مجبور — تنہا تو کریں باپ کا اتنا نہیں مقدور
وارد ہیں وہاں رحم کا جس جا نہیں دستور — ماں دور، پدر دور، چچا دور، وطن دور
کس سے کہیں سن چھوٹے ہیں اور رنج بڑے ہیں
بابا کے تو مرنے سے تباہی میں پڑے ہیں

۱۵ اک ایک لعیں کوفے میں دشمن ہے ہمارا — اک دوست تھا، آئی سو وہ دنیا سے سدھارا
بیٹھیں کہیں چھپ کر نہیں اتنا بھی سہارا — غربت میں ہمیں باپ کے مرجانے نے مارا
اک دم میں یقیں ہے کہ تہِ تیغ یہ سر ہیں
جب دوست نہ بابا کا بچا، ہم تو پسر ہیں

۱۶ یہ کہتے تھے اور روتے تھے وہ ہجرِ پدر میں — تصویرِ اجل پھرتی تھی دونوں کی نظر میں
تھا شور منادی کا، یہ ہر راہ گذر میں — بیٹوں کو نہ مسلم کے چھپائے کوئی گھر میں
بتلا دے، کسی حجرے میں گر بند ہیں دونوں
حاکم کے گنہ گار کے فرزند ہیں دونوں

۱۷ معصوم سمجھ کر کوئی رحم ان پہ نہ کھائے — ہاتھ آئیں تو پکڑے ہوئے دربار میں لائے
عجز اُن کی کوئی منت و زاری پہ نہ جائے — دانا وہ ہے، جو گوہرِ عزت کو بچائے
جس نے اُنھیں پنہاں کیا گھر اُس کا لٹے گا
مرجائے گا پر قید سے جیتا نہ چھٹے گا

تھرّاتے تھے سب سُن کے منادی کا یہ مذکور ۱۸ تھے شہر کے دروازے سرِ شام سے معمور
دشمن جو علیؑ کے تھے، وہ تھے خرّم و مسرور جو دوست تھے حیدرؑ کے، وہ تھے عاجز و مجبور
باتیں انھیں معصوموں کی ہوتی تھیں گھروں میں
منھ ڈھانپے ہوئے بی بیاں روتی تھیں گھروں میں

کہتی تھی کوئی کیا کریں کیوں کر انھیں پائیں؟ ۱۹ جاسوسوں کا خطرہ ہے کہاں ڈھونڈنے جائیں؟
جلادوں سے چھپ کر وہ اگر یاں چلے آئیں ہم دل کی طرح ان کو کلیجوں میں چھپائیں
آقا ہیں وہ اُس کے جو غلامِ شہِ دیں ہے
ہم لونڈیاں حاضر ہیں جو ماں سر پہ نہیں ہے

کیا وقت سیہ چرخ نے بچوں کو دکھایا ۲۰ ہے ہے نہ چچا سر پہ، نہ ماں باپ کا سایا
سات آٹھ برس کا تو سِن اور دیس پرایا جانیں نہ بچیں گی، کسی دشمن نے جو پایا
کچھ بس نہیں کس طرح کوئی آہ بچائے
بچو تمھیں پردیس میں اللہ بچائے

شیعوں کے گھروں میں تو تھی یہ گریہ و زاری ۲۱ اور ڈھونڈتے پھرتے تھے انھیں کوفے میں ناری
ناکے پہ لعیں کہہ گئے آ کر، کئی باری ہوشیار خبردار، اگر جان ہے پیاری
احکام میں حاکم کے خلل آنے نہ پائے
ناکے سے کوئی چھپ کے نکل جانے نہ پائے

دو طفل حسینؑ، بھاگے ہیں کل قاضی کے گھر سے ۲۲ کر لیجو گرفتار، جو آ نکلیں ادھر سے
خورشید سے ماتھے ہیں تو چہرے ہیں قمر سے چھوٹے سے عمامے ہیں لپیٹے ہوئے سر سے
گوندھی ہوئی زلفیں پسِ دوش پڑی ہیں
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی ہیں

ہے مہرِ درخشاں سے فزوں حُسن کا پرتو ۲۳ مہتاب سے روشن ہیں یہ رخساروں میں ہے ضو
گوشے سے نکل جانے کی ہے ان کو تگ و دو پہنے ہوئے ہیں ہنسلیاں مانندِ مہِ نو
گرتے ہیں گلے، جلوہ نما کرتوں میں تن ہیں
لب پنکھڑیاں گل کی ہیں، غنچے سے دہن ہیں۔

۲۴ پیشانیاں دونوں کی جو ہیں ماہِ منور ؛ سجدوں کے چمکتے ہیں نشاں صورتِ اختر
تعویذوں کی دو ہیکلیں ہیں سینوں کے اوپر ؛ ہلتے ہیں ستاروں کی طرح کانوں کے گوہر
بھاگے ہیں، بُرا وقت جو دونوں پہ پڑا ہے
اس عمر میں چھوٹا ہے کچھ، اور ایک بڑا ہے

۲۵ ہر ناکے پہ تھا حکم یہ، ان دونوں کی خاطر ؛ دربار میں غُل تھا کہ کرو جلد، انھیں حاضر
اور پھرتے تھے حیراں وہ مدینے کے مسافر ؛ کوئی نہ مددگار تھا نہ حافظ و ناصر
پھرتی تھی اجل ساتھ، جدھر جاتے تھے دونوں
پتّا بھی کھڑکتا تھا تو ڈر جاتے تھے دونوں

۲۶ ناکے تلک آ پہونچے تھے، وہ جگر افگار ؛ جو دیکھ لیا اُن کو کسی شخص نے اک بار
چلّایا کہ بس آگے قدم رکھیو نہ زنہار ؛ جاتے ہو کہاں بھاگے، ہم آ پہونچے خبردار
سنتے ہی اس آواز کو گھبرا گئے دونوں
سر تا بہ قدم بید سے تھرّا گئے دونوں

۲۷ بھائی سے کہا بھائی نے اب کیا کریں بھائی ؛ اعدا ہمیں لینے نہیں آئے اجل آئی
افسوس کہیں امن کی جا ہم نے نہ پائی ؛ مشکل ہے بہت موت کے پنجے سے رہائی
آتے ہی بس اب برچھیاں تانیں گے ستمگر
منت بھی کریں گے تو نہ مانیں گے ستمگر

۲۸ یہ کہتے تھے جو آن ہی پہونچے وہ جفا جُو ؛ اور باندھ لیے رسّی سے اِن دونوں کے بازو
بچوں پہ اُٹھاتا تھا طمانچہ کوئی بدخُو ؛ کہتا تھا کوئی لے چلو کھینچے ہوئے گیسو
وہ کہتے تھے ہم دامِ بلا میں تو پھنسے ہیں
بازو کہو پھر کس لیے رسّی سے بندھے ہیں

۲۹ جاتے تھے جو روتے ہوئے تر گیسوؤں والے ؛ بازار میں بے تاب تھے، سب دیکھنے والے
جلّادوں میں معصوموں کے تھے جان کے لالے ؛ تکتے تھے ہر اک کو کہ ہمیں کوئی چھڑا لے
حال اپنا اشارے سے جتاتے تھے کسی کو
رسّی میں بندھے ہاتھ دکھاتے تھے کسی کو

پہونچے انھیں لے کر جو وہ ظالم سرِ دربار ۳۰ خدام نے کی عرض کہ حاضر ہیں گنہگار
تھا تختِ مرصع پہ مکیں حاکمِ غدار دہشت سے لرزنے لگے بچوں کے تنِ زار
بیٹھے ہوئے سب کرسیوں پہ چھوٹے بڑے تھے
رسّی سے بندھے سامنے معصوم کھڑے تھے

معصوموں سے کہنے لگا یوں حاکمِ ملعوں ۳۱ اس بھاگنے کی اب کہو کیا تم کو سزا دوں
صدمے سے یتیموں کا ہوا حالِ دگرگوں تھرا کے وہ یہ کہنے لگے بے کس و محزوں
ہاں قتل ہی کرنے کے سزاوار ہیں ہم بھی
بابا تھے گنہگار، گنہگار ہیں ہم بھی

بولا کوئی معصوم ہیں یہ بے کس و دلگیر ۳۲ دہشت کے سبب کانپتے ہیں رنگ ہے تغیر
یہ پھول سے اندام نہیں، لائقِ تعزیر نادان ہیں کم سن ہیں، کچھ ان کی نہیں تقصیر
طاقت ہے کہاں بھاگ کے جاتے یہ کدھر کو؟
بھولے ہیں بہت ڈھونڈتے ہوویں گے پدر کو

چپ رہ گیا وہ دشمنِ دیں سر کو جھکا کر ۳۳ زنداں کے نگہباں سے کہا پاس بلا کر
کر قید انھیں حجرۂ تاریک میں جا کر سنیو نہ، جو منت بھی کریں اشک بہا کر
آرام سے دونوں میں کوئی سونے نہ پاوے
قفلِ درِ زنداں کبھی وا ہونے نہ پاوے

دیجو نہ خبردار مزے کا انھیں کھانا ۳۴ گرمی میں بھی ٹھنڈا انھیں پانی نہ پلانا
یہ سحر بیاں ہیں کہیں باتوں پہ نہ جانا بازو نہ کھلیں رسّی سے جب تک ہیں توانا
دشمن کے ہیں فرزند اذیت انھیں دیجو
کپڑے بھی بدلنے کی نہ فرصت انھیں دیجو

اس طرح کے حجرے میں ہوں یہ ماہ لقا بند ۳۵ جس حجرے کے رخنے بھی ہوں بند اور ہوا بند
دن بھر تو رہیں ایک ہی زنجیر میں پابند اور رات کو ہو ایک جدا ایک جدا بند
سر کو در و دیوار سے پٹکا کریں دونوں
آپس میں گلے ملنے کو تڑپا کریں دونوں

یہ سُن کے انھیں لے گیا زنداں کا نگہباں ۳۶ اِک حجرے میں قیدی ہُوئے دونوں مہِ تاباں
گھٹنے جو لگا دم تو یہ چلّائے وہ ناداں در کھول دو للہ نہیں تن سے چلی جاں
بھاگیں گے نہ ہرگز ہمیں حجرے سے نکالو
اِک طوق جو ہلکا ہو تو دو طوق پہنا دو

دروازے سے ٹکرائے بہت سر کو وہ ناشاد ۳۷ مادر کو بھی چلّائے پدر کو بھی کیا یاد
بچوں کی کسی نے نہ سُنی زاری و فریاد کب کھولتے ہیں طائرِ پربند کو صیّاد
بیتاب تھے اس طرح وہ چھٹنے کی ہوس میں
جوں تازہ گرفتار، پھڑکتا ہے قفس میں

تاریک وہ حُجرہ تھا مثالِ شبِ ظلمات ۳۸ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کب دن ہُوا کب رات؟
مرقد کے اندھیرے کو بھی اس گھر نے کیا مات سہمے ہُوئے روتے تھے وہ آنکھوں پہ دھرے ہات
تھی پیشِ نظر وصل میں تنہائی کی صورت
بھائی کو نہ آتی تھی نظر بھائی کی صورت

دیوار میں نہ چھید نہ دروازوں میں روزن ۳۹ تھے داغ چراغوں کی طرح سینے میں روشن
وہ صورتیں بھولی، وہ غریبی، وہ لڑکپن چُپ بیٹھے تھے پہروں وہ جھکائے ہُوئے گردن
بوندیں بھی پسینے کی ٹپکتی تھیں زمیں پر
بَل کھائی ہُوئی زلفیں لٹکتی تھیں زمیں پر

ہر صبح یہ معمول تھا منھ اشکوں سے دھونا ۴۰ اُٹھ اُٹھ کے نمازیں کبھی پڑھنا کبھی رونا
دیکھا نہ کبھی خواب میں بھی چین سے سونا ہر رات کو خاک اوڑھنا، اور خاک بچھونا
جز شکرِ خدا مُنھ سے نہ کچھ کہتے تھے دونوں
رکھ کر تہِ سر ہاتھ کو سو رہتے تھے دونوں

فاقے میں بسر کرتے تھے دن بھر وہ گل اندام ۴۱ جو مالکِ زنداں تھا وہ آتا تھا سرِ شام
جا بیٹھتے دروازے کے نزدیک وہ گل فام دیتا انھیں دو روٹیاں اور پانی کے دو جام
تھا خوف زبس ظالمِ اظلم کے غضب سے
اُٹھ اُٹھ کے سلام اُس کو وہ کرتے تھے ادب سے

کھانا وہ کہاں اور کہاں نازوں کے پالے ۴۲ رو دیتے تھے جب حلق میں پھنستے تھے نوالے
آپس میں یہی کہتے تھے وہ گیسوؤں والے قسمت کبھی دشمن پہ بھی یہ وقت نہ ڈالے
پانی بھی تو جی بھر کے نہیں ملتا ہے بھائی
یہ سخت ہے روٹی کہ گلا چھلتا ہے بھائی

سمجھاتا تھا چھوٹے کو بڑا بھائی یہ رو کر ۴۳ جا گر نہیں شکوے کی کرو صبر برادر
دیکھو تو نہ سر پر ہے پدر اور نہ مادر تھوڑا ہے کہ یہ بھی ہمیں ہوتا ہے میسّر
نعمت سے زیادہ ہمیں یہ نانِ جویں ہے
منہ اپنا تو اس کھانے کے قابل بھی نہیں ہے

ایسے بھی بہت ہیں جنھیں ملتا نہیں دانا ۴۴ پینے کو جو پانی ہو تو ملتا نہیں کھانا
بھائی، ہے خدا مالک و مختار توانا پکھ ایک سا رہتا نہیں دنیا میں زمانا
موت آئی تو اس قید میں مر جائیں گے بھائی
جیتے ہیں تو یہ دن بھی گذر جائیں گے بھائی

رزاقیِ معبودِ حقیقی پہ کرو غور ۴۵ اس قید میں [illegible]
دینداری سے جو دور ہیں اُن لوگوں کا ہے ڈر ہم اور، فلک اور، زمیں اور، ہوا اور
اس قید میں جس کی دہی دے جاتا ہے کھانا
ہر طرح خدا بندے کو پہونچاتا ہے کھانا

زنداں میں بھی بھوکا نہ کبھی ہم کو سلایا ۴۶ دن بھر جو میسّر نہ ہوا رات کا کھایا
خاصانِ خدا نے بھی سدا رنج اٹھایا دکھ فاقہ کشی کا تو ہے میراث میں آیا
عسرت رہی دنیا میں شہِ عقدہ کشا کو
فاقے تو گذر جاتے تھے محبوبِ خدا کو

یہ عید کے دن شکرِ الٰہی میں گذارو ۴۷ جو مرضیِ معبود ہے دم اس میں نہ مارو
صابر رہو، شاکر رہو، ہمت کو نہ ہارو روٹی جو پھنسے پانی کے گھونٹوں سے اتارو
رزاقِ دو عالم کی عنایت اسے سمجھو
گر صبر کی لذت ہے تو نعمت اسے سمجھو

ظاہر میں رنگیں تن کے بدن زرد ہے سارا ۴۸ کھا لو کہ صباحت کا ہے جسم میں یارا
کیوں روتے ہو قسمت سے کسی کا نہیں چارا یہ بھی نہ میسّر ہو تو کیا ہاتھ ہے
دالوں سے ساناں جو ہیں کھائی ہے بھائی
تب فقر کی دولت انھیں ہاتھ آئی ہے صافی

گھبراتے ہو کیوں روتے ہو کس واسطے ہر بار ۴۹ خالق ہے اسیروں کا یتیموں کا مددگار
چھٹ جاتے ہیں طائر بھی جو ہوتے ہیں گرفتار ماہی کے شکم میں سے بچا کیا نہیں دیں دار
تاریکیِ زنداں میں نہ اس طرح گھٹیں گے
یوسف نہ چھٹے قید سے کیا ہم نہ چھٹیں گے

محبوس ہماری ہی طرح تھے مہِ کنعاں ۵۰ کاہش تھی یہی اور یہی سختیِ زنداں
زنجیر سوا تھا نہ کوئی سلسلہ جنباں خالق نے رہائی کا مگر کر دیا ساماں
چھٹ جائیں گے زنداں میں سدا کون رہا ہے
اُن کا جو خدا تھا تو ہمارا بھی خدا ہے

جب چاہ سے نکلے تو اُٹھائی وہ تباہی ۵۱ اور بعد تباہی کے ملی مصر کی شاہی
کیا دور ہے ہو جائے اگر فضلِ الٰہی بندوں پہ ہے اُس کا کرم لا متناہی
دنیا کی امارت ہو تو خواہش ہمیں کب ہے
ہم کو تو فقط اُس سے رہائی کی طلب ہے

چھوٹے نے کہا سب ہے بجا آپ کا ارشاد ۵۲ بھائی بشریت سے یہ ہے نالہ و فریاد
ہم سا تو زمانے میں نہ ہوگا کوئی ناشاد چھوٹے بھی تو ہوں گے نہ کبھی رنج سے آزاد
یعقوبؑ نے چھاتی سے لگایا تھا پسر کو
ہم قید سے چھٹ کر بھی نہ پاویں گے پدر کو

گزرا جو اسی طرح اُنھیں قید میں اِک سال ۵۳ تھا دونوں کا افراطِ نقاہت سے عجب حال
تن خشک ہوئے، زرد گئے، سر کے بڑے بال خم ہو گئے کاہش سے، مہِ عید کے تمثال
تن ضعف سے فرسودہ و لاغر ہوئے دونوں
رُخ زرد مثالِ ورقِ زر ہوئے دونوں

بچوں کو لڑکپن میں ضعیفی نے کیا پیر ۵۴ سر چھاتیوں پہ جھک گئے حالت ہوئی تغییر
تھی تن کو، نہ پہروں حرکت صورتِ تصویر یہ بڑھ گئیں زلفیں کہ، ہوئیں پاؤں کی زنجیر
رونق بھی خزاں لے گئی ہستی کے چمن کی
نشتر سے نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی

ہم چشمیِ نرگس سے جن آنکھوں کو رہا ننگ ۵۵ جوں مردمِ بیمار، نقاہت سے وہ ہیں تنگ
رخساروں کا ان نازوں کے پالوں کے تھا یہ رنگ جس طرح عرق کھینچے ہوئے، پھولوں کا ہو رنگ
جو گورے گلے، مثلِ قمر نور فشاں تھے
وہ تارے، حلقوں میں گریباں کے عیاں تھے

ناخن تھے مسنون، جو بالائے انامل ۵۶ سو قید میں، بڑھ بڑھ کے ہوئے، وہ مہِ کامل
اعضا میں عوضِ خوں کے، حرارت ہوئی شامل تھے ضعف کی تصویر، وہ دکھ درد کے حامل
بیٹھے تھے، جہاں ضعف بٹھا جاتا تھا ان کو
اٹھنے کے تصور میں غش آجاتا تھا ان کو

کاہیدہ تھے، شل تنِ مدقوق، تنِ زار ۵۷ ہر موئے بدن جسم پہ تھا کوہِ گرانبار
دکھتا تھا بدم زیست سے، دق تھے وہ گرفتار معلوم یہ ہوتا تھا کہ برسوں کے ہیں بیمار
باقی تھا فقط تارِ نفس، سینے کے اندر
اک بال ہو جس طرح سے آئینے کے اندر

تقلیلِ غذا، قید کا دکھ، باپ کا ماتم ۵۸ گھل گھل کے برس دن میں جب ہو گیا عالم
چھوٹا یہی کہتا تھا بڑے بھائی سے ہر دم فریاد رسی کون کرے، کس سے کہیں ہم
افسوس یونہی عمر چلی جاتی ہے بھائی
نہ قید سے چھٹتے ہیں نہ موت آتی ہے بھائی

پہونچا دیا اس غم نے ہمیں گور کنارے ۵۹ مٹی نہ وطن کی تھی نصیبوں میں ہمارے
بیٹے ہیں، مگر [illegible] مر جائیں تو مرقد میں ہمیں کون اتارے
ہم سا بھی کوئی بےکس و مغموم نہ ہوگا
مرنا بھی کسی شخص کو محروم نہ ہوگا

کیا پہونچی نہ ہوگی خبرِ والیِ ذی جاہ ۱۰ دیکھو تو کہ اماں بھی ہمیں بھول گئیں واہ
کیا ہوگیا ہے خون زمانے کا سیاہ اب اوروں کی الفت ہے ہماری نہیں کچھ چاہ
کلپے کو وہ روئیں گی جو زنداں میں موئے ہم
دو بیٹے تو اُن پاس ہوئے یا نہ ہوئے ہم

اماں سے تو یہ ہم کو توقع نہ تھی بھائی ۱۱ گزرا ہے برس دن کہ ہوئی ہم سے جدائی
بھیجے ہیں کہ مرتے ہیں خبر بھی نہ منگائی یا یہ کہ نہ ہم تک ہوئی قاصد کی رسائی
[illegible] ہوتی تھیں اماں
ہم گھر سے جو نکلے تو بہت روتی تھیں اماں

ہنگامِ سفر کہتی تھیں بابا سے یہ ہر بار ۱۲ ہے اِن کے بِنا چین نہیں پڑنے کا زنہار
رستے میں خط آیا تو یہ لکھا تھا بہ تکرار۔ صاحب مرے بچوں سے خبردار! خبردار
دونوں کی جدائی سے تڑپتی ہوں میں گھر میں
بھجوا دو مرے پاس، جو روتے ہیں سفر میں

کیوں بھائی جو گھر میں ابھی ہم چھوٹ کے جائیں ۱۳ کیا دوڑ کے اماں ہمیں چھاتی سے لگائیں
صدقے کے جو ہم پاؤں پہ سر اُن کے جھکائیں کیا پیار سے لیں سر سے قدم تک وہ بلائیں
وہ کہتا تھا جو کہتے ہو کیا دور ہے بھائی
اللہ میں سب طرح کا مقدور ہے بھائی

بالفرض چچا جان جو تشریف نہ لاتے ۱۴ ہم شکلِ نبی بھائیوں کو آکے چھڑاتے
بپھرے ہوئے عباس علی شیر سے آتے کوفے کو اُلٹ دیتے، اگر ہم کو نہ پاتے
اللہ رکھے اُن کو یہ دم ہم میں طپیں ہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ عالم میں نہیں ہیں

کس طرح کہیں بھول گئی ہوویں گی مادر ۱۵ سب بیٹوں سے اپنے انھیں الفت ہے برابر
کیا جانے کہ کس آفت میں ہیں فرزندِ پیمبر وہ قید سے غیروں کو چھڑا دیتے ہیں اکثر
سنتے تو سروآں کے بھائی کی نہ کرتے
تدبیر وہ بچوں کی رہائی کی نہ کرتے

یہ کہتے تھے جو وا ہوا قفلِ درِ زنداں ٦٦ اور دینے لگا آب و غذا ان کو نگہباں
چھوٹے نے کھڑے ہو کے کہا باتنِ لرزاں ہم تجھ کو دُعا دیتے ہیں اے مردِ مسلماں
پینے کو نہ پانی نہ غذا چاہتے ہیں ہم
کچھ(٢) حال جو سُنیے تو کہا چاہتے ہیں ہم

جو تُو نے دیا شُکر کیا اور وہی کھایا ٦٧ جی بھر کے اگر پانی نہ پایا تو نہ پایا
بھڑکی جو بہت پیاس تو اشکوں سے بجھایا شکوے کا مگر حرف زباں پر نہیں آیا
واقف ہے کہ کھانا کبھی دن بھر نہیں مانگا
سونے کے لیے رات کو بستر نہیں مانگا

گذرا ہے برس روز ہمیں خاک پہ سوتے ٦٨ پانی نہ ملا اتنا کہ کرتوں کو تو دھوتے
چلّا کے ترے ڈر سے نہیں رات کو روتے قیدی چھٹے اکثر، پہ رہا ہم نہیں ہوتے
ہم سے ترا سردار عبث برسرِ کیں ہے
کچھ جرم نہیں ہے کوئی تقصیر نہیں ہے

تو رحم کر اے شخص کہ بے جرم و خطا ہیں ٦٩ وارث کوئی سر پر نہیں، پابندِ بلا ہیں
لڑکے ہیں، ستم کش ہیں، غریب الغربا ہیں احساں کو نہ بھولیں گے کہ ہم اہلِ وفا ہیں
اب قید کی تکلیف اُٹھائی نہیں جاتی
روٹی بھی کئی روز سے کھائی نہیں جاتی

رکھتا ہے بڑا اجر اسیروں کو چھڑانا ٧٠ بھوکوں کو طلب کر کے سخی دیتے ہیں کھانا
رہ جاتا ہے عالم میں کریموں کا فسانا نیکی جو کرے، نیک اُسے کہتا ہے زمانا
محتاج ہیں یاں اور تو کیا دیویں گے تجھ کو
کام آ جو ہمارے تو دعا دیویں گے تجھ کو

دونوں نے فصاحت سے سخن جب یہ سنائے ٧١ زنداں کے نگہباں کے بھی آنسو نکل آئے
ہاتھ اس کی دعا کے لیے دونوں نے اُٹھائے پایا متوجہ، تو سخن لب پہ یہ لائے
کچھ رتبۂ محبوبِ خدا جانتا ہے تو
اے شخص محمد کو بھی پہچانتا ہے تو

وہ کہنے لگا ان سے میں کیوں کر نہیں آگاہ ۲، مختارِ جہاں، ختمِ رسل، سیدِ ذی جاہ
لڑکوں نے کہا حیدرِ صفدر سے بھی ہے راہ بولا مری تسبیح ہے، نامِ اسد اللہ
نائب ہے مددگار ہے یا در ہے نبیؐ کا
حیدر تو چچازاد برادر ہے نبیؐ کا

وہ حق کا دل ہے وہ امامِ دو جہاں ہے ۳، وہ قبلۂ دیں ہے، وہ شہِ کون و مکاں ہے
کعبے کی طرح اس کا شرف سب پہ عیاں ہے اللہ کا ہاتھ اور محمدؐ کی زباں ہے
جو اس سے جدا ہے وہ محمدؐ سے جدا ہے
دنیا میں علیؑ ایک ہے اور ایک خدا ہے

کون ایسا ہے حیدر سے جو آگاہ نہیں ہے ۴، گمراہ ہے وہ ان سے جسے راہ نہیں ہے
آفاق میں حیدر سا شہنشاہ نہیں ہے جو کہیے وہ سب کچھ ہے پہ اللہ نہیں ہے
حق سے نہ جدا وہ ہے نہ حق اس سے جدا ہے
آقا تو ہمارا ہے، نصیری کا خدا ہے

یہ سنتے ہی جاں آگئی ان دونوں کے تن میں ۵، گم ہو گیا دہشت سے جو لرزا تھا بدن میں
خشکیدہ زباں کرنے لگی، شکر دہن میں گویا کہ بہار آگئی، ہستی کے چمن میں
چہرے سے خوشی ہو کے وہ مہرو نکل آئے
اک بھائی ہنسا، ایک کے آنسو نکل آئے

بولے کہ ہم اے شخص، محمدؐ کے جگر ہیں ۶، جھوٹے نہیں، دریائے صداقت کے گہر ہیں
جو قتل ہوئے یاں، وہ ہمارے ہی پدر ہیں واللہ ہمیں مسلمؑ بے کس کے پسر ہیں
تو کہتا ہے احمدؐ کو پیمبر ہے ہمارا
جو گھر ہے محمدؐ کا وہی گھر ہے ہمارا

یہ سنتے ہی تھرا گیا، وہ مردِ خوش اطوار ۷، معصوموں کے قدموں پہ گرا دوڑ کے اک بار
تنہا تھا میں اس حال سے واقف نہ تھا زنہار بخشو مجھے، میں نے تمہیں گھرکا تھا کئی بار
جو آپ کے لائق تھا، وہ لایا نہیں کھانا
سچ ہے کہ مزے کا کبھی کھایا نہیں کھانا

ہیں تم پہ فدا، اے اسداللہ کے پیارو ۷۸ رستے میں ہیں نتے لاکھوں، یہ ملبوس اتارو
بندہ میں تمہارا ہوں مجھے قدموں پہ وارو تو زادِ سفر ہو سکے، ادھر جا کے سدھارو
شکوہ مرا اللہ و پیمبر سے نہ کیجو
جنت میں شکایت مری حیدر سے نہ کیجو

قدموں سے اٹھا کر وہ سخن لب پہ یہ لائے ۷۹ تو خالقِ اکبر سے جزا حشر میں پائے
دنیا کی ہر آفت سے خدا تجھ کو بچائے حامی ہوں تری فاطمہؑ جب حشر میں جائے
واقف نہیں ہم راہ بتا دے تو رواں ہوں
بھائی ترے بچے ترے سائے میں یہاں ہوں

دینے لگا رو کر وہ انھیں درہم و دینار ۸۰ شرما کے یہ کہنے لگے وہ بے کس و ناچار
احساں یہ ترا تھوڑا ہے، اے مردِ خوش اطوار توشہ ہے توکل کا، ہمیں کچھ نہیں درکار
بتلا دے پتا ہم کو جگر بندِ نبی کا
لشکر ہے کہاں سبطِ رسولِ مدنی کا

کعبے سے ادھر بھیجا تھا بابا کو ہمارے ۸۱ یا آن کے ہم قید ہوئے وہ گئے مارے
ساتھ ان کے تھے سب حیدرِ کرار کے پیارے مکے میں ابھی ہیں کہ کہیں دور سدھارے
کے راتیں ہمیں کاٹنی ہوویں گی وطن تک
کے روز میں پہونچیں گے شہنشاہِ زمن تک

حضرت کی خبر کچھ جو سنی ہو تو سنا دے ۸۲ جو راہ کہ نزدیک ہو وہ ہم کو بتا دے
جس سمت چچا ہوں اسی رستے پہ لگا دے کیا دور ہے خالق ہمیں بچھڑوں سے ملا دے
مطلوب زیارت ہے ہمیں شاہِ زمن کی
کعبے کی طرف جائیں کہ لیں راہ وطن کی

چاہا بہت اس نے کہ یہ بچوں سے چھپائے ۸۳ مظلوم کا جو ذکر تھا، آنسو نکل آئے
گھبرا کے وہ معصوم، سخن لب پہ یہ لائے کیوں خیر تو ہے، آنکھوں سے کیوں اشک بہائے
وہ کہنے لگا بے کس و مجبور ہیں شبیر
تم جا نہیں سکتے کہ بہت دور ہیں شبیر

جب رونے لگے وہ تو کہا اس کو ذہن آیا ۸۴ سر پیٹ کے ہاتھوں سے یہ بچوں کو سنایا
دنیا میں کہاں ہے اسداللہ کا جایا   گھر فاطمہؑ کا خاک میں اعدا نے ملایا
شبیرؑ کے لشکر کا جواں کوئی نہیں ہے
عابدؑ کے سوا فاتحہ خواں کوئی نہیں ہے

عاشور کے دن ذبح ہوئے سبطِ پیمبر ۸۵ خیمے بھی جلائے گئے، تاراج ہوا گھر
ماندوں کا ستمگاروں نے لوٹا زر و زیور   افسوس کہ زینبؑ کی بھی چھینی گئی چادر
دیکھا حرمِ شاہ نے دربارِ دمشق کا
کوفے میں سر آیا تھا، حسینؑ ابنِ علی کا

دنیا میں نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ نہ شبیرؑ ۸۶ سب چھوٹے بڑے ہو گئے زیرِ دمِ شمشیر
یاں تک کہ ہوئے قتل علی اصغرِ بے شیر   مٹی میں نہاں ہو گئی ایک ایک کی تصویر
کیونکر اسد اللہ کے پیاروں سے ملو گے
اب جا کے ملو گے تو مزاروں سے ملو گے

یہ سنتے ہی معصوموں پہ رقت ہوئی طاری ۸۷ تڑپے یہ زمیں پر کہ غش آیا کئی باری
گھبرا کے وہ بولا نہ کرو گریہ و زاری   دشمن کوئی سن لیوے نہ آواز تمہاری
ظالم ہے وہ، حاکم پہ نہیں زور کسی کا
یاں ڈھونڈھ کے خوں کرتے ہیں فرزندِ علیؑ کا

وہ کہتے تھے کس طرح کلیجوں کو سنبھالیں ۸۸ اب چھاتیوں کو توڑتی ہیں آہوں کی بھالیں
گھر خاک ہوا سر پہ بھی ہم خاک نہ ڈالیں   دم رکتے ہیں کس طرح نہ آواز نکالیں
مشتاق تھے جن کے وہ قضا کر گئے ہے ہے
ہم قید میں بیٹھے ہیں چچا مر گئے ہے ہے

گھبرا کے وہ بولا کہ مناسب نہیں تاخیر ۸۹ بہتر ہے اسی شب میں نکل جانے کی تدبیر
جلدی سے اٹھے دونوں وہ باحالتِ تغیر   باندھیں کمریں اور وہ بچے ہوئے رہگیر
یوں نکلے بہ تعجیل اسیری کے محن سے
جس طرح گریزاں ہو قمر صبح کے گہن سے

جب مسلم بے کس کے پسر قید سے چھوٹے   مطلع دوم   آوارہ وطن، خستہ جگر قید سے چھوٹے
دُکھ سہہ کے عزادارِ پدر قید سے چھوٹے   پردیس میں وہ شمس و قمر قید سے چھوٹے
گیسو بھی پریشان تھے، کُرتے بھی پھٹے تھے
خورشید سے منہ گردِ یتیمی سے اَٹے تھے

وہ شہرِ پُرآشوب وہ غربت وہ شبِ تار   ۹۱   ایک ایک قدم خوف، نہ رہبر، نہ مددگار
ہاں جاگتے رہیو، یہ عَسَس کہتے تھے ہر بار   دل اُن کے دھڑکتے تھے، لرزتے تھے تنِ زار
پیچھے کبھی ہٹ جاتے تھے گر بڑھتے تھے دونوں
ڈر ڈر کے کبھی نادِ علیؑ پڑھتے تھے دونوں

پھرتے رہے قسمت نے نہ کی راہ نمائی   ۹۲   رستہ نہ ملا جانے کا، اور نصف شب آئی
چھوٹے نے کہا چلنے کی طاقت جو نہ پائی   اب تو ہمیں نیند آتی ہے ٹھہرو کہیں بھائی
کہتا تھا بڑا، ہیں ابھی دن سخت ہمارے
سوئیں گے جو بیدار ہوئے بخت ہمارے

دم لیتے کبھی، گاہ قدم جلد اُٹھاتے   ۹۳   سہمے ہوئے، مڑ مڑ کے کبھی دیکھتے جاتے
تنہائی پہ آنکھوں سے کبھی، اشک بہاتے   گر پڑتے کبھی، اور کبھی ٹھوکریں کھاتے
چڑھ جاتے نقاہت سے جو دم ہانپنے لگتے
سایہ نظر آتا تو، بدن کانپنے لگتے

لب پر نفسِ سرد بھرے آنکھوں میں آنسو   ۹۴   غربت زدہ پھرتے تھے، سراسیمہ وہ گل رو
تھا ہاتھ میں چھوٹے کے بڑے بھائی کا بازو   دھڑکا تھا کہیں گھیر نہ لیں آکے جفا جو
چل سکتے تھے دونوں نہ ٹھہر سکتے تھے دونوں
گھبرائے ہوئے چار طرف تکتے تھے دونوں

اک پیر زن اتنے میں نظر آگئی ناگاہ   ۹۵   داماد کے آنے کی گھڑی دیکھتی تھی راہ
یوں کہنے لگا اس سے بصد عجز وہ ذی جاہ   اک دوپہر اس گھر میں اماں دے ہمیں للہ
معصوم ہیں ہم، بے وطن و زار و حزیں ہیں
مظلوم ہیں، سیّد ہیں، گنہگار نہیں ہیں

اس بستی میں دیندار نظر آئی ہمیں تُو ۹۶ وہ بولی کہ تم دونوں ہو کس باغ کے گل رُو
تم سے تو عجب طرح کی آئی مجھے خوشبو کہنے لگے، تب چپکے سے، وہ دیکھ کے ہر سُو
رکھتے ہیں قرابت تو رسولِ عربیؐ سے
مسلمؑ کے پسر ہیں ہمیں کہیو نہ کسی سے

وہ بولی کہ آنکھوں پہ رکھوں تم کو میں دن رات ۹۷ پر صاحبِ خانہ ہے، بڑا فاسق و بدذات
حاکم کا تو وہ دوست ہے، اور دشمنِ سادات گر دیکھ لیا اس نے تو بچنے کی نہیں بات
لونڈی ہوں میں زہرؑا کی تمہارا ہی یہ گھر ہے
گر ہے تو اسی ظالم بدذات کا ڈر ہے

وہ بولے کہ، خالق کرے رتبہ ترا عالی ۹۸ واقف نہیں ہم راہ سے اور رات ہے کالی
درکار ہے نہ فرش، نہ تکیہ، نہ نہالی تو ہم کو چھپا رکھ کوئی حجرہ ہو جو خالی
بن باپ کے ہیں ہم پہ مصیبت یہ نئی ہے
شاید وہ نہ آئے کہ بہت رات گئی ہے

دونوں نے یہ منت جو کہا اس سے یہ رو رو ۹۹ تھی مومنہ معصوموں پہ رحم آ گیا اس کو
کہنے لگی میں تم کو چھپا رکھوں گی کچھ ہو میں صدقے گئی، آؤ مری بی بی کے پیارو
مہمان ہوئے جا کے ستم ایجاد کے گھر میں
دونوں کو اجل لے گئی جلاد کے گھر میں

کھانا بھی نہ کھایا نہ پیا دونوں نے پانی ۱۰۰ اور سوئے بہم مسلمِ مظلوم کے جانی
وہ نیند نہ تھی، موت کی گویا تھی نشانی دروازے پہ آ پہونچا اُدھر ظلم کا بانی
چلّایا ضعیفہ کو یہ زنجیر ہلا کر
کوسوں کا تھکا آیا ہوں در کھول دے آ کر

یہ سن کے ضعیفہ کا لگا کانپنے اندام ۱۰۱ بولی یہ بھلا آنے کا ہے کون سا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا سرِ شام چلّا کے وہ بولا میں کہیں تھا، تجھے کیا کام
در کھول نہیں آگ لگا دیتا ہوں گھر کو
لے تو نہیں آتی تو، گرا دیتا ہوں گھر کو

زر کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بداَفعال ۱۰۲ پیکا کبھی خنجر، کبھی تلوار، کبھی ڈھال
تھی ریش تو اُلٹی ہوئی مونچھوں کے کھڑے بال اور دیدہ بد بیں تھے، جوں ساغرِ خوں، لال
آواز بھی ایسی کہ گذرتی تھی فلک سے
ہلتی تھی زمیں پاؤں کے رکھنے کی دھمک سے

پاس آکے ضعیفہ نے بہت باتوں میں گھولا ۱۰۳ تیوری وہ چڑھائے رہا، کچھ منھ سے نہ بولا
کھینچا کبھی خنجر، کبھی تلوار کو تولا کہتا تھا کہ دل کا کوئی پھوٹا نہ پھپھولا
ہاتھوں کو کبھی کاٹتا تھا طیش میں آکر
رہ جاتا تھا غصّے سے کبھی ہونٹ چبا کر

اس طیش میں کھانا بھی نہ جلّاد نے کھایا ۱۰۴ پھر خوابِ اجل نے اسے بستر پہ گرایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش اسے آیا ابلیس نے سوتے ہوئے فتنے کو جگایا
پھولوں کی مہک حجرے سے دالان میں آئی
آواز بھی کچھ رونے کی پھر کان میں آئی

تاریک مثالِ دلِ کافر تھا وہ سب گھر ۱۰۵ ہر سو صفتِ گرگ[؟] لگا ڈھونڈھنے اُٹھ کر
ظالم نے سرہانے سے لیا ہاتھ میں خنجر پکڑے ہوئے دیوار گیا حجرے کے اندر
واں مُسلمِ مظلوم کے پیارے نظر آئے
اِک بُرج میں دو عرش کے تارے نظر آئے

جاگے جو کئی رات کے تھے، وہ جگر افگار ۱۰۶ سوتے تھے دھرے پیار سے رخسار پہ رخسار
تصویر سے بستر پہ کشیدہ تھے تنِ زار باہیں جو گلے میں تھیں تو با دیدۂ خونبار
اِک سینے کا تھا عکس جو اِک سینے کے اندر
آئینہ نظر آتا تھا آئینے کے اندر

بازو پہ جو چھوتے کے پڑا دستِ جفاکار ۱۰۷ تو کون ہے؟ کہنے لگا وہ چونک کے اِک بار
جھنجلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا ہوں مختار تب بھائی کو چونکا کے یہ بولا وہ دل افگار
جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی ہے
کیا سوتے ہو اُٹھو کہ اجل سر پہ کھڑی ہے

گھبرایا ہُوا خوف سے تھا وہ دلِ آرام ۱۰۸ ظالم نے کہا کون ہو تم بے کس و ناکام؟
وہ بولے اماں دے گا، جو بتلائیں تجھے نام اُس نے کہا، ہاں دوں گا، تو بولے وہ گل اندام
کھینچے ہُوئے ہے ہاتھ میں تُو تیغِ جفا کو
ڈر لگتا ہے تجھ سے ہمیں ضامن دے خدا کو

مکار لگا کہنے کہ سب ہے مجھے منظور ۱۰۹ پیماں شکنی ہوئے یہ اپنا نہیں دستور
ڈر ڈر کے کہنے لگے وہ بے کس و مجبور اے شخص ہمیں ہیں پسرِ مسلمِ مغفور
تھا قتل کا ڈر اس لیے گھبرا کے چھپے ہیں
کر رحم کہ دامن میں ترے آ کے چھپے ہیں

سنتے ہی جفاکار نے بس آنکھ کو موڑا ۱۱۰ یوں بازوؤں کو زور سے پکڑا کہ نہ چھوڑا
رسّی میں انھیں باندھ لیا عہد کو توڑا بچوں نے کئی بار بندھے ہاتھوں کو جوڑا
جب کھینچتا تھا گر کے مچلتے تھے وہ بچے
پر حجرے سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

دکھلاتا تھا خنجر انھیں جب کرتے تھے فریاد ۱۱۱ بچوں پہ یہ دکھ، ہائے یتیموں پہ یہ بے داد
دروازے تلک کھینچتا لایا، ستم ایجاد کم زور تھے یہ، اور زبردست وہ جلّاد
کُرتے بھی پھٹے ٹوپیاں بھی گر گئیں سر سے
مجرم کی طرح باندھ دیا دونوں کو در سے

جس وقت نمودار ہُوئے صبح کے آثار ۱۱۲ دریا پہ چلا لے کے یتیموں کو جفاکار
چلّاتی چلی پیچھے، ضعیفہ جگر افگار بن باپ کے بچے ہیں یہ ظالم نہ انھیں مار
کیوں فاطمۂ زہرا کو رُلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمدؐ کے چمن میں

بچوں سے لپٹتی تھی جو وہ کھولے ہوئے سر ۱۱۳ تلوار کے ہولوں سے، ہٹاتا تھا ستمگر
وہ کہتی تھی تو اِن کے عوض قتل مجھے کر یہ ہیں مرے مہمان، ہیں یہ بے کس و مضطر
آنکھوں سے قدم اُن کے لگانے نہیں پائی
کھانا بھی غریبوں کو کھلانے نہیں پائی

جس وقت ہٹانے پہ بھی پٹی کئی باری ۱۱۴ تلوار اُسے جھنجلا کے ستمگار نے ماری
پہلے تو کہا، لو میں تصدق ہوئی واری — گرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری
دوڑے کوئی، معصوم گرفتارِ بلا ہیں
بچوں کو چھڑا دے کہ یہ بے جرم و خطا ہیں

روتے تھے ضعیفہ کی محبت پہ وہ مہ رُو ۱۱۵ بہہ بہہ کے گریبان تلک آتے تھے آنسو
کھینچے لیے جاتا تھا، یتیموں کو جفاجُو — ایک ہاتھ میں تلوار تھی، ایک ہاتھ میں گیسو
خوں دیکھ کے دونوں جو ضعیفہ کا ڈرے تھے
دہشت سے بندھے ہاتھوں کو آنکھوں پہ دھرے تھے

بچوں کو لیے نہر پہ پہونچا جو وہ بے پیر ۱۱۶ اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی شمشیر
دل ہل گئے، ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے تقریر — کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بے کس و دل گیر
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم مرے دل میں نہیں ہے

وہ بولے کہ مطلوب ہے گر درہم و دینار ۱۱۷ راضی ہیں ہمیں بیچ دے، چل کر سرِ بازار
وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خریدار — ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامانِ وفادار
یوسفؑ کی طرح موتیوں میں جب کہ تُلیں گے
اِن لعلوں کے عُقدے تجھے اُس وقت کھُلیں گے

گر یہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعت بے جا ۱۱۸ دل آب ہے دہشت سے لرزتا ہے کلیجا
دربارِ ستمگار میں جیتا ہمیں لے جا — وہ بولا کہ حاکم ہی نے ہے قتل کو بھیجا
آلودہ لہو میں رُخِ انور نہیں دیکھے
جیتا تمھیں دیکھا ہے کٹے سر نہیں دیکھے

لڑکوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے ۱۱۹ کر لیویں نمازیں تو ادا سر پہ قضا ہے
وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے — جانوں کو بچالیں یہ نمازیں تو بجا ہے
وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

مرد نے حملہ کیا، تلوار اُٹھا کر ١٢٠ سر رکھ دیا چھوٹے نے، وہیں جلد بڑھا کر
ب ہاتھ سے چھوٹے کو، بڑا بھائی ہٹا کر جا بیٹھا تہِ تیغ دو دم سر کو جھکا کر
تلوار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
پھر دوڑ کے بھائی سے لپٹ جاتا تھا بھائی

ہتا تھا تلوار بڑے پر نہ علم کر ١٢١ ڈر قہرِ خدا سے، یہ جفا کر، نہ ستم کر
ہ کہتا تھا، پہلے مرا سر تن سے قلم کر مل لیویں گلے بھائی سے، وقفہ کوئی دم کر
اک وار میں سر دونوں کے تن پر سے اُتر جائیں
ہیں ساتھ ہی رسّی میں بندھے ساتھ ہی مر جائیں

ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر ١٢٢ بالائے زمیں کٹ کے ستارا سا گرا سر
دریا میں ستمگار نے، پھینکا تنِ اطہر چلّا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں
وہ گر کے تڑپنے لگا، بھائی کے لہو میں

آیا جو شقی تیغ علم کر کے دوبارا ١٢٣ چلّانے لگا بھائی کو، وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا، کبھی بابا کو پکارا جلّاد نے تن پر سے، سر اس کا بھی اُتارا
دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تنِ لاغر ١٢٤ ٹھہرا رہا پانی میں، بڑے کا تنِ اطہر
چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا، نہر کے اندر جا لپٹا بہ صد شوق، برادر سے برادر
گہ ڈوبتے تھے گاہ، اُبھر آتے تھے دونوں
خورشید سے، دریا میں نظر آتے تھے دونوں

خاموش انیس اب کہ ہے دل پر الم و رنج ١٢٥ یہ مرثیہ تولیں گے، جواہر میں سخن سنج
دنیا کی دورنگی سے نہ کر دل میں کشش و پیچ مومن جو ہیں ان کے لیے یاں رنج ہے واں گنج
مطلب ہے کسی سے نہ علاقہ ہے کسی سے
لیویں گے صلا اس کا حسینؑ ابنِ علی سے

۸

جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں   جس گل پہ تصدق تھے وہ مرجھا گیا رن میں
آنکھوں کا جو تھا نور وہ کھو گیا رن میں   جینے کا جو باعث تھا وہ مارا گیا رن میں
ماں باپ کو سہرا بھی نہ اکبر نے دکھایا
پیری میں عجب داغ مقدر نے دکھایا

کس گھر میں فلک نے علی اکبر کو چھڑایا   ۲   بے مہر نے کس ماہ سے اختر کو چھڑایا
قمری سے عجب سرو سمن بر کو چھڑایا   کس فصل میں بلبل سے گلِ تر کو چھڑایا
یوں دم بھی کسی تازہ جواں نے نہیں توڑا
اس پھول کو بھی بادِ خزاں نے نہیں توڑا

یوں باپ کی حسرت کو اُٹھتے نہیں دیکھا   ۳   اس طرح مقدر کو پلٹتے نہیں دیکھا
یوں جلد کسی سرو کو گھٹتے نہیں دیکھا   اس عمر کا پودا کوئی کٹتے نہیں دیکھا
نازوں کے، دعاؤں کے، مرادوں کے پلے تھے
واحسرت و دردا ابھی پھولے نہ پھلے تھے

بھیگیں جو مسیں ماں نے کیا سجدۂ باری   ۴   یعنی مرے گلشن میں چلی بادِ بہاری
سبزہ ہوا آغاز، تو فرمایا کہ واری   صد شکر کہ سرسبز ہوئی کشت ہماری
شادی تھی کہ اب گھر میں دلہن لانے کے دن ہیں
اس کی نہ خبر تھی کہ خزاں آنے کے دن ہیں

گیسو ابھی منت کے بڑھائے تھے نہ ماں نے   ۵   جو کوچ کیا خلق سے اس ماہ جواں نے
آئینہ بنایا تھا جسے ربِ دو جہاں نے   اس سینے کو زخمی کیا دشمن کی سناں نے
توڑا نہیں، ایسا گلِ شاداب کسی نے
کھولا کیے منہ، اور نہ دیا آب کسی نے

افسوس نہ کچھ عمر نے اکبرؑ سے وفا کی ۶ پورے وہ جواں بھی نہ ہوئے تھے کہ قضا کی
کیا دخل ہے بندے کو مشیت میں خدا کی ماں کہتی تھی مجھ سے علی اکبرؑ نے دغا کی
کچھ بس نہ چلا آ گئے ہیں موت کے بس میں
پیدا ہوئے اور مر گئے اٹھارہ برس میں

ہوتا ہے برابر کا پسر قوتِ بازو ۷ آرامِ جگر، راحتِ جاں، زینتِ پہلو
ایسا پسرِ ماہ لقا، صفدر و خوشرو مر جائے تو کیا دل پہ رہے باپ کے قابو
گر پڑتے ہیں اُٹھ اُٹھ کے یہ کمزور ہیں شبیرؑ
جیتے ہیں مگر غم سے لبِ گور ہیں شبیرؑ

ہچکی ہے کبھی دل میں کبھی ہوک جگر میں ۸ ہے درد کبھی سینے میں اور گاہ کمر میں
رن میں کبھی جاتے ہیں کبھی آتے ہیں گھر میں ہے دن کا اُجالا، پہ اندھیرا ہے نظر میں
غل کرتے ہیں اعدا پہ سنائی نہیں دیتا
لاشہ علی اکبرؑ کا دکھائی نہیں دیتا

یہ دردِ جگر ہے کہ سنبھلنے نہیں دیتا ۹ یہ زورِ نقاہت ہے کہ چلنے نہیں دیتا
غم اور طرف دل کو بہلنے نہیں دیتا رعشہ کفِ افسوس بھی ملنے نہیں دیتا
غم کون سا خرمن کے لیے برق نہیں ہے
پر صبر کی طاقت میں ذرا فرق نہیں ہے

آتی ہے صدا دل سے کہ طاقت نہیں مجھ میں ۱۰ کہتا ہے جگر ضعف ہے، قوت نہیں مجھ میں
ہر چشم ہے گریاں کہ بصارت نہیں مجھ میں کہتی ہے کمر، درد سے حالت نہیں مجھ میں
بے مہریِ افلاک نے دل توڑ دیا ہے
شبیرؑ کو سب ساتھیوں نے چھوڑ دیا ہے

پیری میں یہ اندوہ، ضعیفی میں یہ دکھ درد ۱۱ صدمے سے رخِ پاک ہے کیسر کی طرح زرد
چہرہ جو مکدّر ہے، تو زُلفیں بھی ہیں پُرگرد تن کانپنے لگتا ہے، جو بھرتے ہیں دمِ سرد
جس پھول کے عاشق تھے، وہ گلشن میں نہیں ہے
یہ حال ہے گویا کہ لہو تن میں نہیں ہے

ل کا ہے تقاضا کہ تڑپنے کی رضا دو ۱۲ کہتا ہے جگر خوں مرا آنکھوں سے بہا دو
سر کھینچا ہے نالوں نے کہ گردوں کو ہلا دو شہ کہتے ہیں یاد اب علی اکبر کی بھلا دو
مختار کا جو حکم ہو، کچھ جبر نہیں ہے
اس زخم کا مرہم کوئی جز صبر نہیں ہے

جو اہلِ محبت ہیں بلا اُن کے لیے ہے ۱۳ صابر جو ہیں، یہ درد، دوا ان کے لیے ہے
مظلوم جو ہیں لطفِ خدا اُن کے لیے ہے ہر رنج میں ایک تازہ مزا ان کے لیے ہے
سو دکھ ہوں تو ہوں محو ہیں الفت میں اُسی کے
روتے ہیں تو روتے ہیں محبت میں اسی کے

اکبر تھا تو وہ کیا تھا، اگر ہم ہیں تو کیا ہیں ۱۴ تو ایسے جو بندے ہوں، تو خالق پہ فدا ہیں
کچھ غم نہیں گر ہم سے جُدا ہیں تو جُدا ہیں یہ کس کی عنایت ہے کہ راضی برضا ہیں
خم تھا جو سر اس راہ میں فرزند نہ دیتا
کیا کرتے اگر وہ ہمیں دلبند نہ دیتا

فدیہ ہُوا فرزند جواں شُکر کی جا ہے ۱۵ خوشنود ہے ربِّ دوجہاں شُکر کی جا ہے
لب پر نہیں فریاد و فغاں شُکر کی جا ہے گردن سے گیا بارِ گراں شُکر کی جا ہے
جو ہم کو عطا کی تھی، وہ دولت، اسے پہونچی
فارغ ہُوئے ہم اس کی امانت اسے پہونچی

اٹھارہ برس تک جو رہا پاس وہ دلدار ۱۶ تھی یہ بھی عنایت کہ وہ ہے راحم و غفار
ہر حال میں بندے کو اطاعت ہے سزاوار مجبور ہیں ہم، اور وہ ہے، قادر و مختار
اکبر سا جواں رشکِ قمر کس نے دیا تھا
وہ صبر بھی بخشے گا پسر جس نے دیا تھا

جینے کا تعیّن رحلتِ عبّاسؑ میں کب تھا ۱۷ مر جانا برادر کا، قیامت تھا غضب تھا
اللہ پہ روشن ہے جو کچھ دل پہ تعب تھا تڑپے نہیں یہ کس کی عنایت کا سبب تھا
بہتر تھا ہمارے لیے تنہائی کا مرنا
سب سہل ہے جب دیکھ چکے بھائی کا مرنا

داخل ہوئی غسلِ شہدا میں مری اولاد ۱۸ جو نیک کمائی ہے وہ ہوتی نہیں برباد
سب اس پہ فدا ہیں، علی اکبر ہوں کہ سجاد بندہ وہ ہے، صاحب کی، جو بھولے نہ کبھی یاد
طاعت تو ہے دشوار، اطاعت تو نہ جائے
بیٹا تو گیا، صبر کی دولت تو نہ جائے

رونے سے ملیں گر علی اکبر تو میں روؤں ۱۹ چھاتی سے لپٹ جائے وہ دلبر تو میں روؤں
آباد جو ہو اجڑا گھر تو میں روؤں رونے سے یہ دولت ہو میسر تو میں روؤں
پر کھوئے ہوئے لال کو پاتے نہیں دیکھا
دنیا سے گیا جو اُسے آتے نہیں دیکھا

روئے جو مصیبت میں تو کیا ہوتا ہے اے دل ۲۰ ہوتا ہے، جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے اے دل
ہر درد کا الفت میں مزا ہوتا ہے اے دل صابر سے رضامند، خدا ہوتا ہے اے دل
مطلب ترے یہ مرحلے طے کر کے ملیں گے
جیتے ہیں تو فرزند سے اب مر کے ملیں گے

باتیں تھیں اِدھر شکر کی اور صبر و رضا کی ۲۱ بندھتی تھیں صفیں رن میں، اُدھر اہلِ جفا کی
ناگاہ ہوئی خیمے میں اک دھوم بُکا کی سمجھے ستمِ مظلوم کہ اصغر نے قضا کی
فرمایا کہ یارب کہیں جلدی اجل آئے
تڑپا یہ دلِ زار کہ آنسو نکل آئے

ڈیوڑھی کے قریب آ کے یہ شبیرؑ پکارے ۲۲ جیتے ہیں کہ اصغر سوئے فردوس سدھارے
فضہ نے کہا اے اسداللہ کے پیارے معصوم کا دم ہونٹوں پہ ہے پیاس کے مارے
سنبھلے ہیں کچھ اب، پہلے تو گردن بھی ڈھلی تھی
جلد آئیے لونڈی تو بلانے کو چلی تھی

روتے ہوئے خیمہ میں شہ بحر و بر آئے ۲۳ خوش ہو کے سکینہ نے کہا لو پدر آئے
بانو کو جو شبیرؑ اکیلے نظر آئے چلائی کہ میداں سے نہ اکبرؑ ادھر آئے
لونڈی نے بڑی دیر سے دیکھا نہیں اُن کو
صاحب مرے لٹنے کی خبر کیا نہیں اُن کو

کہدے کوئی مرتے ہیں علی اصغرِ گلفام ۲۴ لائیں، جو کہیں سے، انھیں پانی کا ملے جام
حضرت نے کہا اُن کو کسی سے نہیں کچھ کام جاگے تھے کئی رات کے اب کرتے ہیں آرام
ہم دارِ محن میں ہیں، وہ گلزارِ جناں میں
واماندوں کی لیتا ہے خبر کون جہاں میں

سب قافلہ والوں سے وہ منھ موڑ گئے ہیں ۲۵ اس عالمِ غربت میں اکیلا چھوڑ گئے ہیں
ہاتھوں کو دمِ نزع بھی وہ جوڑ گئے ہیں تنہائی میں بابا کی کمر توڑ گئے ہیں
اپنی بھی کوئی دم میں اجل آتی ہے صاحب
تنہا ہیں جو اُن کی بھی گذر جاتی ہے صاحب

فرما کے یہ گہوارۂ اصغر پہ جھکے شاہ ۲۶ دیکھا جو دمِ آخر، تو ہوا صدمۂ جانکاہ
خورشیدِ لبِ بام نظر آیا جو وہ ماہ رانڈوں کے جگر جل گئے، اس درد سے کی آہ
چھائی ہوئی زردی تھی جو دلبند کے منھ پر
شبیر نے منھ رکھ دیا فرزند کے منھ پر

بل کھائے ہوئے ہاتھ جو تکیوں سے اٹھائے ۲۷ منھ رکھ دیا، بوسے لیے، آنکھوں سے لگائے
رعشہ ہوا ہاتھوں کو، قدم سرد جو پائے دوڑی جو ملی نبض تو آنسو نکل آئے
کانٹے جو نظر آگئے ننھی سی زباں میں
اک درد کا نشتر تھا کہ ڈوبا رگِ جاں میں

ننھے سے جو تکیے سے ڈھلی جاتی تھی گردن ۲۸ دم باپ کا رک جاتا تھا، اور کانپتا تھا تن
نیلے تھے لبِ سرخ، جو مثلِ گلِ سوسن روتے تھے لہو، زرد تھا شہ کا رخِ روشن
چھاتی میں دھڑکتا جو دل اُس ماہ جبیں کا
صدمے سے اچھلتا تھا کلیجہ شہِ دیں کا

دیکھی جو مسوڑھوں کی کبودی تو ہوئے زرد ۲۹ یہ روئے کہ تر ہوگیا شہ کا رخِ پُرگرد
وہ ہچکیاں لے لے کے جو بھرتا تھا دمِ سرد اٹھتا تھا کلیجے میں شہِ دیں کے عجب درد
پتلی جو پھری جاتی تھی اس غنچہ دہن کی
اندھیر تھا آنکھوں میں شہنشاہِ زمن کی

تھا نزع میں وہ غنچہ دہن پیاس کے مارے ۳۰ اینٹھی تھی زباں موت کے آثار تھے سارے
چھاتی پہ کبھی ہاتھ دھرے گاہ اُتارے منہ کھولتا تھا پیاس میں پانی کے اشارے
دم رُکتا تھا سینے میں تو ڈھل پڑتے تھے آنسو
کُھل جاتی تھیں آنکھیں تو نکل پڑتے تھے آنسو

چلاتی تھی بکھرائے ہوئے بالوں کو مادر ۳۱ دولت مری لُٹتی ہے اُجڑتا ہے بھرا گھر
فریاد ہے اے لختِ دلِ ساقیِ کوثر آنکھیں بھی جھپکتے نہیں اب تو علی اصغر
کیا ہو گیا اس صاحبِ اقبال کو میرے
ہے ہے لیے جاتی ہے اجل لال کو میرے

گودی میں لیا ماہ نے گھبرا کے پسر کو ۳۲ لپٹا لیا خورشید نے چھاتی سے قمر کو
خیمے سے چلے لے کے جو اس نورِ نظر کو غش آنے لگا مادرِ تشنیدہ جگر کو
سمجھی کہ یہ اب جا کے نہ پھر آئیں گے رن سے
فرزند چلا کیا کہ چلی جان بدن سے

اشک آنکھوں سے بہنے لگے، دل غم سے بھر آیا ۳۳ گہوارۂ بے شیر جو خالی نظر آیا
رقت کا ہوا جوش کہ منہ کو جگر آیا رنگ اڑنے لگا، تیر کلیجے میں در آیا
گہوارے پہ سر دھر کے جو غش کر گئی بانوؔ
ہر بی بی پہ ثابت یہ ہوا مر گئی بانوؔ

سب بیبیاں چلا کے جو کرنے لگیں زاری ۳۴ گھبرا کے اُٹھی، اور یہ حضرت کو پکاری
یا سبطِ نبیؐ تن سے چلی جان ہماری اک لحظہ ٹھہر جائیے، میں آپ کے واری
صاحب مری آغوش کے پالے کو دکھا دو
اک بار پھر اس ہنسلیوں والے کو دکھا دو

حضرت نے کہا شوق سے بے شیر کو دیکھو ۳۵ لو آ کے پھر اس چاند سی تصویر کو دیکھو
بے تاب ہو کیوں اصغرِ دلگیر کو دیکھو کیا صبر کیا ہے دلِ شبیرؑ کو دیکھو
موت آج جوان کی ہے تو چارا نہیں صاحب
کیا لال تمہارا ہمیں پیارا نہیں صاحب

[illegible] حق پہ طرف گر ہو کلیجہ تہ و بالا ۳۶ [illegible] جسے اے تم نے ہے پالا
مر رنج مگر صبر کیا دل کو سنبھالا یہ بات ہماری بھی سنے یہ گیسوؤں والا
خوشنود ہیں وہ عشق ہے اللہ سے جن کو
اکبر کو فدا کرکے لیے جاتا ہوں ان کو

دولت علی اکبر سے ہوئی یہ تو رہیں پاس ۳۷ میں ان کو نہ لے جاؤں اگر ہے تمھیں وسواس
اور اس کے سوا پانی کے ملنے کی بھی ہے یاس اب تو ہے تمھاری یہی امید یہی آس
کون چلتی ہے میداں میں ہوا سرد نہیں ہے
وہ لوگ ہیں واں جمع جنھیں درد نہیں ہے

شرمندہ ہوں تم سے جو یہ کوثر پہ سدھاریں ۳۸ ڈر اس کا ہے کہ بے رحم کہیں تیر نہ ماریں
غل ہے کہ حسینؑ آئیں تو سر تن سے اتاریں واں تیز ہیں میرے لیے تلواروں کی دھاریں
قاتل ہیں وہ اکبر کے تو سجاد کے دشمن
ہیں مجھ سے زیادہ مری اولاد کے دشمن

پانی کو ترستا ہوا دنیا سے سدھارا ۳۹ نیزہ علی اکبر کو مرے سامنے مارا
اس کو بھی کریں قتل تو کیا زور ہمارا ہیں دشمنِ اولادِ علی وہ ستم آرا
غم ہو کہ عبث لا کے جگر بند کو کھویا
تم دل میں کہو باپ نے فرزند کو کھویا

دشوار ہے اب جا کے مرا خیمہ میں آنا ۴۰ برگشتہ ہے تقدیر مخالف ہے زمانا
الفت ہے اگر ہم سے تو آنسو نہ بہانا سچ کہتی ہو تم ان کا مناسب نہیں جانا
دکھ درد رنڈاپے کا بھی سہہ لیجیو بانو
جو کہنا ہو، اللہ سے کہہ لیجیو بانو

ہر حال میں زینبؑ کی اطاعت کا رہے دھیان ۴۱ لو گود میں فرزند کو اللہ نگہبان
لونڈی ہے خفا کچھ ہوتے میں آپ کے قربان بانو نے کہا، جوڑ کے ہاتھوں کو یہ اس آن
یوں آپ جسے چاہیے دے جائیے ان کو
کب میں نے کہا تھا کہ نہ لے جائیے ان کو

میں بھی ہوں کنیز آپ کی یا حضرت شبیرؑ ۴۲ یہ گود میں رضا جو ہے تمہاری [illegible]
بیتاب تھا دل [illegible] ہیں آپ خطا پوش مجھے بخشیے تقصیر
فرزند کا غم ماں کے کلیجے کو [illegible]
صدقے گئی یہ مامتا کی آنچ بُری ہے

خنجر کے تلے جس کا جگر ہو وُہی جانے ۴۳ اس درد کی جس دل کو خبر ہو وُہی جانے
دُکھ درد میں یوں جس کی بسر ہو وُہی جانے آغوش میں جس ماں کی پسر ہو وُہی جانے
شب کٹتی ہے کس طرح سے دن ڈھلتا ہے کیونکر
پوچھے کوئی ماں سے کہ پسر پلتا ہے کیونکر

پہلو میں ہو یا گود میں یا چھاتی پہ سوئے ۴۴ دھڑکا ہے کہ بچہ کہیں بے چین نہ ہوئے
پلتا ہے پسر ایک جو ماں عمر کو کھوئے جس نے یہ اٹھائی ہو مصیبت وہ نہ روئے
ماں چُپ رہے اور گود سے جائے پسر ایسا
صاحب کوئی لے آئے کہاں سے جگر ایسا

میں آپ کے صدقے مرے ماں باپ بھی قرباں ۴۵ یہ خادمۂ خاص تو ہے تابعِ فرماں
خوشنود ہوں لے جائیے ان کو سوئے میداں کچھ میں نے کہا مر گئے جب اکبرِ ذیشاں
ہاں صبر خدا دے یہ دعا کیجیو صاحب
نام ان کا جو اب لوں تو گلا کیجیو صاحب

شہ بولے یہ کیا کہتی ہو اے بانوئے دلگیر ۴۶ واللہ بدل تم سے رضامند ہے شبیر
دخل اس میں نہ میرا نہ تمھاری کوئی تقصیر صاحب انھیں دریا پہ لیے جاتی ہے تقدیر
واجب ہمیں ہر حال میں خوشنودیِ رب ہے
اکبر گئے جس جا وہیں ان کی بھی طلب ہے

لو گود میں لے کر انھیں چھاتی سے لگاؤ ۴۷ بس صبر کرو اشک نہ آنکھوں سے بہاؤ
بھاری کوئی کرتا علی اصغر کو پہناؤ اکبر کے جو بچپن کا عمامہ ہو تو لاؤ
دولہا سا بناؤ کہ یہ پروان چڑھے گا
تم شکر کرو آج کہ دودھ ان کا بڑھے گا

یہ سن کے کہا ماں نے کہ آ اے مرے پیارے ۴۸ سرمہ بھی دیا بال بھی سب سر کے سنوارے
کپڑے تھے جو بھاری وہ پہنائے، یہ آلے رو کر کہا لو جاؤ میں قربان تمھارے
جُھک جُھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا
ماں کو علی اصغر نے عجب یاس سے دیکھا

مادر سے اشارا تھا کہ دنیا سے چلے ہم ۴۹ افسوس کہ اس باغ میں پھولے نہ پھلے ہم
گودی میں تمھاری، چھ مہینے تو پلے ہم اب تشنہ دہن، جاتے ہیں طوبیٰ کے تلے ہم
کیوں روتی ہو کچھ رونے سے حاصل نہیں اماں
یہ دارِ محن رہنے کے قابل نہیں اماں

اک شور تھا اللہ نگہباں علی اصغر ۵۰ چلاتی تھیں پھوپھیاں مرے نادان علی اصغر
پیارے علی اصغر، مرے ذی شاں علی اصغر ماں کہتی تھی جاتے ہو میں قرباں علی اصغر
چُھٹتا تھا جو بھائی تو موئی جاتی تھیں بہنیں
منہ چھاتی پہ رکھے ہوئے چلاتی تھیں بہنیں

بچے کو لیے گھر سے جو نکلے شہ والا ۵۱ تھی دھوپ میں تیزی کہ ہرن ہوتا تھا کالا
نکلا تھا کبھی گھر سے نہ وہ ہنسلیوں والا دامانِ عبا چہرۂ فرزند پہ ڈالا
روتا تھا تو چھاتی سے لگا لیتے تھے شبیرؑ
ہر گام پہ دامن سے ہوا دیتے تھے شبیرؑ

یوں کہنے لگے دیکھ کے آپس میں ستمگر ۵۲ یہ کیا ہے جو ہاتھوں پہ لیے ہیں شہِ صفدر
بولا کوئی ہے زیرِ عبا مصحفِ داور تا صلح کریں ہم سے اسے بیچ میں دیکر
معلوم ہوا جنگ سے گھبرائے ہیں شبیرؑ
قرآں کو شفاعت کے لیے لائے ہیں شبیرؑ

بولا کوئی بے درد نہیں یہ نہیں اصلا ۵۳ ہے صابر و شاکر پسرِ حضرتِ زہرا
سادات پہ اس دشت میں ہے تیسرا فاقا بے جاں ہوا ہوگا، کسی سیدانی کا بچا
اشک آنکھوں میں ہیں، چاک گریباں کیے ہیں
میت کسی معصوم کی شبیرؑ لیے ہیں

سُن کر یہ کلام اُن کا پکارے شہِ عادل ۵۴ تم تو نہ محمد کے نہ قرآں کے ہو قائل
میت ہے نہ قرآں ہے یہ، اے فرقۂ جاہل یہ مصحفِ ناطق کے گلے کی ہے حمائل
دیکھو مری مظلومی و اندوہ و قلق کو
لے آیا ہوں زہراؔ کے صحیفے کے ورق کو

یہ چھوٹا سا سیّد بھی ہے مہمان تمھارا ۵۵ کیا تم کو ملے گا جو اسے پیاس نے مارا
یہ فرش کی زینت ہے تو ہے عرش کا تارا میرا بھی جگر بند ہے ماں کا بھی ہے پیارا
کچھ پانی کے بدلے تمھیں لینا ہو تو کہہ دو
دریا سے جو قطرہ کوئی دینا ہو تو کہہ دو

طالب ہو اگر زر کے تو زر لیجیو مجھ سے ۵۶ قطرے کے عوض لعل و گہر لیجیو مجھ سے
پانی دو اِسے خلد میں گھر لیجیو مجھ سے خالی ہو اگر نہر تو بھر لیجیو مجھ سے
معصوم ہے بے آب کبھی جی نہ سکے گا
اک جام تو، یہ تشنہ دہن پی نہ سکے گا

مارا جنھیں برچھی سے، انھیں کا ہے یہ بھائی ۵۷ اٹھارہ برس کے تھے وہ، جن کی اجل آئی
یہ لعل ہے میرا، چھ مہینے کی کمائی مر جائے گی ماں گر ہوئی اس سے بھی جدائی
بہنوں کی یہ ہے جان، تو پھوپھیوں کا جگر ہے
مر جانے میں اس کے کئی جانوں کا ضرر ہے

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لا دو ۵۸ تم آپ اسے آن کے چُلّو سے پلا دو
مرتا ہے یہ، مرتے ہوئے بچے کو جلا دو للہ کلیجے کی مرے آگ بجھا دو
جب منہ مرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے
اے ظالمو! اُٹھتا ہے دُھواں میرے جگر سے

بجھتی نہیں جب آگ کلیجے میں لگی ہو ۵۹ جانے وہی اولاد خدا نے جسے دی ہو
سوچے وہ، قضا جس کے جگر بند نے کی ہو انصاف کرے، دل پہ چھری جس کے چلی ہو
غمگیں ہو تو سوزِ نفسِ سرد کو سمجھے
جس دل میں نہ ہو درد، وہ کیا درد کو سمجھے

بیٹے کی محبّت، کوئی پوچھے مرے جی سے ٦٠ اولاد کی فرقت کوئی پوچھے مرے جی سے
اس درد کی لذّت کوئی پوچھے مرے جی سے یہ دکھ یہ مصیبت کوئی پوچھے مرے جی سے
اک یادِ الٰہی تو فراموش نہیں ہے
یہ جوش ہے غم کا کہ مجھے ہوش نہیں ہے

یہ کیا ہے کہ پھر تم سے طلب کرتا ہوں پانی ٦١ میں خوب سمجھتا ہوں کہ ہو ظلم کے بانی
مرجاؤں میں، پر اس کی بجھے تشنہ دہانی جاں اپنی میں دیتا ہوں، جو بچ جائے یہ جانی
جب ہوئے عدم خلق سے منھ موڑ کے جاؤں
حسرت ہے کہ دنیا میں اسے چھوڑ کے جاؤں

چہرے کی تجلّی سے جہاں ہو گیا روشن ٦٢ یہ کہہ کے اٹھایا رخِ بے شیر سے دامن
کیا ذکر بھلا دوست کا، رونے لگے دشمن دیکھی جو ہیں، وہ چاند سی ڈھلکی ہوئی گردن
ہرچند کہ سب ظالم و جلّاد تھے اُن میں
تھرّا گئے جو صاحبِ اولاد تھے اُن میں

دامن کسی جلّاد نے اشکوں سے بھگویا ٦٣ کی آہ کسی نے کوئی منھ پھیر کے رویا
بولا کوئی [illegible] آپ نے دین بھی کھویا ہر شخص کے اک تیر لگا سب پہ گویا
یوں [illegible] کوئی دم سے [illegible] نہیں جاتا
بچّے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

معصوم ہے مظلوم ہے اور تشنہ جگر ہے ٦٤ بولا کوئی کیا پانی کے دینے میں ضرر ہے
دشمن اسے سمجھو کہ یہ دشمن کا پسر ہے بولا کوئی بچّہ ہے تو ہو دھیان کدھر ہے
پچھتائے گا کل، آج جو پانی اسے دے گا
یہ نسل جواں ہو کے عوض باپ کا لے گا

[illegible] آپ [illegible] حسین ہے ٦٥ تب شمر پکارا کہ ہمیں رحم نہیں ہے
[illegible] میں اک ایک شقی دشمنِ دیں ہے حضرت نے کہا یہ تو مرے دل کو یقیں ہے
بے صبر نہیں ہوں گرفتارِ تعلق ہوں
حجت نہ رہے کوئی کہ میں [illegible] حق ہوں

یہ سن کے بڑھا صف سے بن کاہل بے پیر ۶۶ پیاسے علی اصغر کی ہوئی [illegible]
جوڑا ستم ایجاد نے چلّے میں وہ تیر چھاتی سے بچے کو چھپانے لگے شبیر
چلّاتے تھے ہم کو یہ کیا کرتا ہے ظالم
بچے کو دکھاتا تو نشانہ کرتا ہے ظالم

کب سنتا تھا فریاد کسی کی ستم آرا ۶۷ اک تیر ستم گر نے معصوم کو مارا
ڈھلکی ہوئی گردن پہ لگا تیر قضا را بس چونک پڑا سہم کے وہ باپ کا پیارا
اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح رخ پہ ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی دہن سے نکل آئے

گھبرا کے سری کو جو لگے کھینچنے سرور ۶۸ سب خون سے کرتا بھی ہوا شاہ کا تر
تھرانے لگے ننھے سے وہ بازوئے انور ڈھیلے ہوئے ہاتھوں سے کرتے پہ گرے تیور
بیتابی میں شہ بیٹھ گئے خاک پہ ہٹ کر
وہ غنچہ دہن مر گیا بابا سے لپٹ کر

ہاتھوں پہ جو مردہ اسے شبیر نے پایا ۶۹ آہ دل مظلوم نے گردوں کو ہلایا
تھراتے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو اٹھایا کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خدایا
محتاج نہ پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا
طالب ہوں فقط مغفرت امت جد کا

شیعوں کے گناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم ۷۰ ناموں پہ انہیں کے ہو ثواب اس کا تقسیم
آئی یہ ندا، ان پہ کسی کو نہیں تقدیم بخشا انہیں اے راہ رو جادۂ تسلیم
گھبراؤ نہ انہیں اجر گراں مایہ ملے گا
فردوس میں سب کو ترا ہم سایہ ملے گا

تو بندۂ صالح ہے تو ہم صادق الاقرار ۷۱ تو شافع امت ہے تو ہم رحم کے غفار
ناجی ہیں ترے دوست ہوں کیسے ہی گنہگار مالک ہے جہنم کا تو فردوس کا مختار
شبیر نہ غم کھا تجھے ہم شاد کریں گے
شیعوں سے ترے خلد کو آباد کریں گے

سن کر یہ صدا شاد ہوئے سبطِ پیمبر ۷۲ — اصغر کو لیے آئے سوئے لاشۂ اکبر
چھوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹا کر — چلائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اے مہِ انور
بے آب کے ہم دشت میں ہم آج لٹے ہیں
ہشیار کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں

جنگل ہے درندوں سے برادر کو بچانا ۷۳ — گر روئیں تو بیٹا انھیں چھاتی سے لگانا
کوثر پہ جو پہنچو گے تو پیاس ان کی بجھانا — لیجیو انھیں دادی کی جو تسلیم کو جانا
مثلِ گلِ تر پیاس سے مرجھائے ہوئے ہیں
گردن نہ دکھے تیرِ ستم کھائے ہوئے ہیں

فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ ۷۴ — چلنے لگے پھر تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ — آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ
حرب کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اٹھے
اک شیر سے شمشیرِ علی ٹیک کے اٹھے

لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر ۷۵ — اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
ٹے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر — دو لاکھ عدو جمع ہیں اک جان کی خاطر
بلوہ یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

فرما کے یہ مرنے پہ کسا اور کمر کو ۷۶ — جولاں کیا اس دم فرسِ برق سپر کو
جلوہ دیا کرار کی شمشیرِ دوسر کو — ہتوانس لیا حضرتِ حمزہ کی سپر کو
جوہر تو ادھر برقِ شرر بار میں چمکے
اک چار ستارے شبِ تار میں چمکے

چھیڑا جو فرس کو اسداللہ کے پسر نے ۷۷ — مجرا کیا اقبال نے تسلیم ظفر نے
پہونچا دیا سر عرش پہ شمشیرِ دوسر نے — دکھلایا عروجِ شبِ معراج سپر نے
تھا ہوش نہ پریوں کو نہ انساں کو نہ جن کو
غل تھا کہ جہاں میں شبِ قدر آئی ہے دن کو

۷۸ اللہ ری چمک صاعقۂ تیغِ دو سر کی   جبریل کو گردوں پہ ہوئی فکر سپر کی
گھبرا کے ادھر ثور نے ماہی کو خبر کی   بڑھنے لگے مولا تو زمیں کانپ کے سرکی
گردوں پہ تھے مہر کو یہ تاب نہیں تھی
ذرّے تھے کہیں دھوپ کہیں چھاؤں کہیں تھی

۷۹ خورشید جو ذرّے کے چھپا اور نکل آیا   گر دھوپ تھی سائے پہ کبھی دھوپ پہ سایا
منہ برق نے بھی خرمنِ گردوں میں چھپایا   شمشیر کے شعلے کی کوئی تاب نہ لایا
غل چار طرف تھا کہ گھرے قہرِ خدا میں
آگ [illegible] پنہاں ہوئی اور خاک ہوا میں

۸۰ جب اوج دکھاتی تھی وہ تیغِ دو دم اپنا   دانتوں میں پکڑتا تھا عطارد قلم اپنا
افعی بھی اگل دیتے تھے ڈر ڈر کے سم اپنا   اژدر بھی پہاڑوں میں چراتے تھے دم اپنا
یوں بھاگتے تھے شیر کہ دم بھول گئے تھے
دہشت تھی کہ وحشت کہ ہرن بھول گئے تھے

۸۱ نعروں سے دہلتی تھی زمیں کانپتا تھا رن   وہ تند نظر قہر کی، وہ غیظ کی چتون
وہ تیزیِ شمشیر، وہ چالاکیِ توسن   وہ عطر فشاں زلفِ سیہ، وہ رخِ روشن
عنبر میں یہ بو، بدر میں یہ نور کہاں ہے؟
سارا شبِ معراج محمدؐ کا سماں ہے؟

۸۲ شمشیر چمکنے میں یہ کرتی تھی اشارا   اک ضرب میں عنتر کو کیا میں نے دو پارا
وہ بحرِ فنا ہوں کہ نہیں جس کا کنارا   اے قوم مرے گھاٹ سے مشکل ہے اتارا
منہ پر کبھی افواجِ ستم چڑھ نہیں سکتی
دھارے سے مرے کشتیِ تن بڑھ نہیں سکتی

۸۳ دنیا میں کوئی صاحبِ جوہر نہیں مجھ سا   سرتیز کوئی دشنہ و خنجر نہیں مجھ سا
افعی نہیں مجھ سا کوئی، اژدر نہیں مجھ سا   فولاد کے دریا کا شناور نہیں مجھ سا
بت توڑ دیے ہیں جو سوئے دیر گئی ہوں
خندق کو تو دو ہاتھ میں میں پیر گئی ہوں

۸۴ خیبر کی لڑائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ اُس قلعہ کشائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟
اعدا کی دُہائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟ اس منھ کی صفائی کی خبر کس کو نہیں ہے؟
بے فتح تشفّی کبھی میری نہیں ہوتی
سیروں جو لہو پی لوں، تو سیری نہیں ہوتی

۸۵ اُس شیر کی شمشیر ہوں، جو شیرِ خدا ہے تلواروں سے صمصام کی، مرا کاٹ جُدا ہے
قبضے میں اب اُس کے ہوں جو سلطانِ ہُدا ہے تمغے کی جگہ نقشِ فنا مجھ پہ کُھدا ہے
برسوں میں مرے زخم کو مرہم نہیں بھرتا
پَیرُوں جو لہو میں تو کبھی دم نہیں بھرتا

۸۶ گردوں سے جسے حق نے اُتارا ہے وہ میں ہوں جرّاروں کو جس تیغ نے مارا ہے وہ میں ہوں
جس سے جگرِ کفر دو پارا ہے وہ میں ہوں دریا جو زمانے میں، دو دھارا ہے وہ میں ہوں
کفّار کی لاشوں سے بیاباں کو بھرا ہے
اِسلام کا گلشن، مرے پانی سے ہرا ہے

۸۷ پہچانتے تھے خُوب پیمبرؐ مرے جوہر مخفی نہیں جبریلِ امیں پر مرے جوہر
کھولے ہیں یداللہ نے اکثر مرے جوہر کرّار نے دیکھے ہیں مکرّر مرے جوہر
ہوں دشمنِ جاں، جن بھی یہ سب جان گئے ہیں
جبریلؑ بھی لوہے کو مرے مان گئے ہیں

۸۸ لے قوم نکالے ہیں یہ بُت میں نے حرم سے اقبال ہے حیدر کے، معزّز کے حشم سے
ایماں کے گلستاں میں ہے رونق مرے دم سے سب سیکھے ہیں سجدے میں، یہ جھکنا مرے خم سے
تھا کفر کا رشتہ، جسے تسبیح کیا ہے
زنّار کو ڈورے نے مرے کاٹ دیا ہے

۸۹ دیکھو مجھے میں نبیِ صمد کے لیے لا ہوں کھاتی ہے جو دشمن کا کلیجہ وہ بلا ہوں
نصرٌ من اللہ کے لیے سیلِ فنا ہوں کافر کے لیے درد ہوں مومن کی دوا ہوں
ناگن میں نہ ہوگی کبھی جو لہر ہے مجھ میں
چڑھ کر جو اُترتا نہیں وہ زہر ہے مجھ میں

ناگاہ بڑھے شاہ چلی تیغ چمک کے ۹۰ شعلے نے لیا لشکرِ ناری کو لپک کے
جنگل کی طرف دوڑ گئی آگ بھڑک کے تھرّانے لگے شیر پہاڑوں میں دُبک کے
ہر سو کرۂ نار کا عالم نظر آیا
میدانِ بلاخیز جہنم نظر آیا

تیغ آئی چمک کر کہ قضا آئی سروں پر ۹۱ یا کھولے ہوئے منھ کو بلا آئی سروں پر
لہراتی ہوئی سیلِ فنا آئی سروں پر سر اڑتے ہیں جس سے وہ ہُما[۴] آئی سروں پر
دم بھر میں نہ صف تھی نہ سواروں کا پرا تھا
اعدا کا لہو تیغ کی باچھوں میں بھرا تھا

جس صف پہ چمک کر وہ گئی ڈر گئے اعدا ۹۲ بس خون میں سر تا بہ قدم بھر گئے اعدا
بھاگڑ میں ادھر ششدر و مضطر گئے اعدا پچھ پچھ گئے، پس پس گئے، مر مر گئے اعدا
مقتل میں سواروں پہ فرس ٹوٹ[۵] رہے تھے
دو ایک پہ اعدا پانچ پہ دس ٹوٹ رہے تھے

اک برق چمکتی تھی صفِ فوجِ ستم پر ۹۳ بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دم پر
یوں کاٹ کے دستانے کو جاتی تھی جھلم پر جس طرح چلے تیز چھری نرم قلم پر
ہر شے کے اڑا دینے میں فیاض تھی شمشیر
چار آئینہ قرطاس[۶] تھے مقراض تھی شمشیر

سر گرتے تھے ہر بار زرہ پوشوں کے تن سے ۹۴ جوشن تنِ کفار میں بدتر تھے کفن سے
ٹوٹی تھیں صفیں، تیغِ شہِ قلعہ شکن سے آتی تھی جو زن سے تو نکل جاتی تھی سن سے
کیا روکتے ڈھالوں پہ وہ تیغِ دو زباں کو
روکا ہے کبھی باغ کے پتّوں نے خزاں کو

گہ ڈھال میں ڈوبی کبھی نیزے کی گرہ میں ۹۵ ترکش میں کبھی، گاہ کماں میں کبھی زہ میں
مچھلی سی کبھی پیر گئی موجِ زرہ میں اک تیغ سے تھا زلزلہ برپا کہ و مہ[۷] میں
جب کوندے کے اٹھتی لے افلاک پہ دیکھا
دلداروں کو چار آئینہ کی خاک پہ دیکھا

مقتل سے جری تیغ و سپر چھوڑ کے بھاگے ۹۶ ہل چل تھی کہ بیٹوں کو پدر چھوڑ کے بھاگے
یوں روح کے طائر، تن و سر چھوڑ کے بھاگے جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے

غل تھا کہ نماز اس کی پڑھو فرض یہی ہے
اے قوم اذا زلزلت الارض یہی ہے

ریتی پہ تڑپتے ہوئے تن اُس نے دکھائے ۹۷ پھولے ہوئے زخموں کے چمن اس نے دکھائے
سورنگ، تہِ چرخ کہن، اُس نے دکھائے چلنے میں قیامت کے چلن، اس نے دکھائے

خود آیۂ نصرت، تھی ظفر کام تھا اُس کا
مفتاحِ طلسمات جہاں نام تھا اُس کا

کس غول میں وہ صاعقہ کردار نہ چمکی ۹۸ کس فرق پہ بجلی سی وہ خونخوار نہ چمکی
اس تیغ کے آگے، کوئی تلوار نہ چمکی تلوار تو کیا برقِ شرر بار نہ چمکی

آنچ اُس کی جلا دینے میں بجلی تھی قضا کی
کہتا تھا جہنم کہ پناہ اس سے خدا کی

تن سرد ہوئے، گرم ہُوا موت کا بازار ۹۹ جاں تن پہ گراں جنگ میں تھے دوش پہ سر بار
جب صورتِ مقراض اٹھی تیغِ شرربار ابریشمِ خورشید معترض ہُوا ہر بار

کٹتا تا ہے مہر آج تلک چرخِ بریں پر
ذرے یہ وہی ہیں جو چمکتے ہیں زمیں پر

اُس تیغ سے تھی چار طرف مشتعل آتش ۱۰۰ اعدا کا تن آتش، جگر آتش تھا دل آتش
تھی گرمیِ بازارِ اجل سے خجل آتش آتش پہ برستی تھی پڑی متصل آتش

ارزاں جنھیں شمشیرِ اجل دم نے خریدا
خود آگ کے مول اس کو جہنم نے خریدا

ہر صف کو چمک کر تہ و بالا کیا اُس نے ۱۰۱ لشکر کے اندھیرے کو اُجالا کیا اُس نے
کاسے کو ہر اک سر کے پیالا کیا اُس نے خود آگیا جب منہ پہ نوالا کیا اُس نے

چلا آتی تھی کاٹا، ہوئی حیرت کہ دم کو
گویاں نہ ملیں کھا گئی اس طرح زرہ کو

۱۰۲ لشکر کو ادھر سطوتِ شاہی نے دبایا — گر گر کے سپاہی کو سپاہی نے دبایا
تلواروں کو شمشیرِ الٰہی نے دبایا — اُٹھنے لگیں ڈھالیں تو سیاہی نے دبایا
نیزوں کے بھی سر خاک پہ دہشت سے جھکے تھے
کیا چلتیں کہ تلواروں کے دَم آپ رُکے تھے

۱۰۳ اس تیغ کے منہ پر کوئی جاں باز نہ ٹھہرا — پلّے پہ بھی جا کر، قدر انداز نہ ٹھہرا
دہشت سے کوئی شعبدہ پرداز نہ ٹھہرا — اک جا قدمِ شمرِ فسوں ساز نہ ٹھہرا
کنجشک کی کیا قدر ہے شہباز کے آگے
جادو کہیں چل سکتا ہے اعجاز کے آگے

۱۰۴ پھل اڑ گئے، پتا ہوئے سب برچھیوں والے — شاخوں کی طرح صاف قلم ہو گئے بھالے
دیکھے جو گلِ زخم پڑے جان کے لالے — تھے ہر شجرِ قد کی جگہ خون کے تھالے
یہ رنگ لڑائی کا بدلتے نہیں دیکھا
یوں تیغِ خزاں کو کبھی چلتے نہیں دیکھا

۱۰۵ جس صف پہ گئی، زلزلہ برپا کیا اُس نے — ہر قصرِ بدن کو تہ و بالا کیا اُس نے
گرما کے جو منہ جانبِ دریا کیا اس نے — پانی کے نگہبانوں کو ٹھنڈا کیا اُس نے
گردن پہ دمِ تیغِ اجل دَم نظر آیا
سوتے سے جو چونکے تو جہنم نظر آیا

۱۰۶ تھا شور کہ اس تیغ کا پانی نہیں، سم ہے — دم بھر نہیں تھمتی ہے، عجب طرح کا دَم ہے
تاب اس کی نہیں جادۂ صحرائے عدم ہے — جو سر ہے، وہ اس تیغ کی محراب میں خم ہے
جنّات کو ڈر ہے اسی تیغِ دو زباں کا
جوہر نہ کہو دام ہے یہ طائرِ جاں کا

۱۰۷ سو سو شجرِ باغِ ستم کاٹ کے اُٹھی — ہر نیزے کو مانندِ قلم کاٹ کے اُٹھی
مغفر پہ جو چمکی تو جِلَم کاٹ کے اُٹھی — بیرق کو نہ پایا تو علم کاٹ کے اُٹھی
غُل تھا یہ بلا وہ ہے کہ ٹالی نہیں جاتی
گر پڑتی ہے جب برق تو خالی نہیں جاتی

جب آگئی وہ تیغ کمانوں کے برابر ۱۰۸ مقتولوں کے تودے ہوئے ٹیلوں کے برابر
تھے توڑ میں جو تیر سنانوں کے برابر وہ خاک پہ غلطاں تھے نشانوں کے برابر
جا سکتے تھے گوشوں میں کہیں امن و اماں کے
موجود تھی مرکز کی طرح سر پہ کماں کے

تھی صورتِ شین اس لیے وہ صاحبِ توقیر ۱۰۹ اسبابِ شجاعت کی سر آمد تھی وہ شمشیر
حلقہ تھا نہ پیکاں تھا نہ گوشہ تھا نہ رہ گیر کٹ جاتے تھے مثلِ خطِ باطل الف تیر
ثابت کسی سرکش کے نہ ترکش کی سری تھی
بے چلّہ کماں جو تھی، وہ نونِ لنظری تھی

اللہ ری ہل چل کے جدا ہو گئے یک بار ۱۱۰ گردن سے تو سر، جسم سے دم، ہاتھ سے تلوار
نیزے سے انی، برچھی سے پھل، تیر سے سوفار ہاتھوں سے کمانیں تو کمانوں سے کماں دار
سینے کی نہ دل کو نہ خبر دل کی جگر کو
تلوار تلے چھوڑ گیا باپ پسر کو

کونین میں تھا شورِ ثنائے شہِ اکرم ۱۱۱ کرتا تھا مباہات، خداوندِ دو عالم
آتی تھی یہ ہاتف کی صدا چرخ سے پیہم احسنت ہے اے اشرفِ ذریتِ آدم
کیوں کر نہ ہو تو کس کا گل اندام ہے شبیرؑ
اس پیاس میں یہ جنگ ترا کام ہے شبیرؑ

بولے شہِ والا کہ یہ سب لطفِ خدا ہے ۱۱۲ میں کیا ہوں بھلا اور شجاعت مری کیا ہے
نے زیست کی خواہش، نہ تمنائے وغا ہے اب خنجرِ بے آب کا مشتاق گلا ہے
کچھ منہ سے نہ شکوۂ غمِ جانکاہ میں نکلے
حسرت ہے کہ دم سجدۂ اللہ میں نکلے

یہ کہہ کے لعینوں کو پکارے شہِ ابرار ۱۱۳ لو آؤ کہ اب میان میں ہم رکھتے ہیں تلوار
یہ عصر کا ہنگام ہے، اے لشکرِ کفار قاتل سے کہو تیز کرے خنجرِ خونخوار
تلواروں میں سجدے کے لیے کود پڑیں گے
اکبر کی جوانی کی قسم اب نہ لڑیں گے

زینبؑ نے سُنی ڈیوڑھی سے جب شہ کی یہ تقریر ۱۱۴ چِلّائی کہ لو رانڈ ہوئی بانوئے دلگیر
لاؤ صفِ ماتم کہ نہیں بچنے کے شبیرؑ ہے ہے پسرِ فاطمہؑ نے روک لی شمشیر
عابدؑ کو جگا دو سفر اب کرتے ہیں بھائی
خود شمرِ ستم گر کو طلب کرتے ہیں بھائی

اب گھر سے نکلتی ہوں میں، اے بیبیو آؤ ۱۱۵ لو فوج نے گھیرا مرے بھائی کو بچاؤ
سوتے ہیں کہاں، باپ کے عاشق کو جگاؤ سر کھول کے سب آئیں، یتیموں کو بلاؤ
نرغے میں مرے ماں جائے پہ ہے اہلِ جفا کا
یہ وقت ہے بن باپ کے بچّوں کی دعا کا

گھبرا کے اِدھر کھول دیئے بیبیوں نے سر ۱۱۶ حضرت پہ اُدھر ٹوٹ پڑے لاکھ ستمگر
پُرزے جو ہُوا سر سے کمر تک، تنِ اطہر گھوڑے سے گرا خاک پہ فرزندِ پیمبر
پانی کے بھی سائل نہ ہوئے برچھیاں کھا کے
قبلے کی طرف جُھک گئے سجدے میں خدا کے

راوی نے یہ لکھا ہے کہ تھا چار گھڑی دن ۱۱۷ جس وقت جُھکا سجدے میں وہ خلق کا محسن
تھے عرش کو تھامے ہُوئے سب عرش کے ساکن مقتل میں کھڑے پیٹ رہے تھے ملک و جن
پہلو سے نہ بیٹے کے جدا ہوتی تھی زہراؑ
سب خاک پہ گر پڑتے تھے جب روتی تھی زہراؑ

جس صوتِ حسنؑ سے شہِ دیں کہتے تھے تکبیر ۱۱۸ ماں کہتی تھی صدقے تری آواز کے شبیرؑ
اے عابدؑ و زاہد، ہے تری کون سی تقصیر ہے ہے ترے سینے میں گڑے جاتے ہیں سب تیر
بھولے مجھے، یہ محوِ عبادت ہُوئے بیٹا
بتلاؤ تو زینبؑ سے بھی رخصت ہُوئے بیٹا

واں شمر سے بولا پسرِ سعدِ جفاکار ۱۱۹ سجدے میں بڑی دیر سے غش ہیں شہِ ابرار
سیّد کا نہ یاور ہے کوئی اور نہ مددگار کیا دیر ہے جا کھینچ کے اب خنجرِ خونخوار
بہتر ہے اگر جلد گلا تیغ سے کٹ جائے
زینبؑ کہیں آ کر نہ برادر سے لپٹ جائے

... تاب دل شمر کا آنا کہوں کیوں کر ١٢٠ اور فاطمہ کا خاک اڑانا کہوں کیوں کر
... سینے کا زانو سے دبانا کہوں کیوں کر سیّد کا زباں خشک دکھانا کہوں کیوں کر
بے کس ہوئے سب شیعۂ امامِ دوجہاں کے
کاٹا گیا بیٹے کا گلا سامنے ماں کے

... سرِ اقدس کو چلا شمرِ سیہ رُو ١٢١ وہ ہاتھ ستم گار کا اور ہائے وہ گیسو
... ٹوٹ پڑے لاشۂ بے کس پہ جفا جُو لُٹنے لگی پوشاکِ تنِ سیّدِ خوش خُو
ہتھیاروں کے لینے کو لڑے مرتے تھے ظالم
مظلوم کے لاشے پہ گرے پڑتے تھے ظالم

بھاگا کوئی عمامۂ پُر خوں کو اُٹھا کے ١٢٢ دستانے کوئی لے گیا شاہِ شہدا کے
کھینچا کسی بے رحم نے دامن کو عبا کے ہاتھوں سے کوئی کھولتا تھا بند قبا کے
مر کر بھی بڑے ظلم و ستم سہ گئے شبیرؑ
اس دھوپ میں عریاں پڑے رہ گئے شبیرؑ

ملبوسِ بدن لے گئے، سب لُوٹنے والے ١٢٣ سینے سے مگر تیر کسی نے نہ نکالے
پہلوئے مبارک میں گڑے رہ گئے بھالے کیوں چرخ یہ حال اس کا جسے فاطمہؑ پالے
شبیرؑ کا سر نیزۂ خولی کی انی پر
نعش دہر پر اور خاک ہے دنیائے دنی پر

اب تاب انیسؔ آگے سماعت کی نہیں بس ١٢٤ مقبولِ امامِ دوجہاں ہے یہ مسدّس
یارب! مجھے دکھلا دے مزارِ شہِ بیکس مر کر مرا مدفن ہو وہی ارضِ مقدّس
پاکیزہ و طاہر، لحدِ پاک سے اُٹھوں
پہنے کفن اُٹھوں تو اسی خاک سے اُٹھوں

۹

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے ۱ مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت حسینؑ ہے
اَبرِ عطا و آیۂ رحمت حسینؑ ہے نقشِ نگینِ مُہرِ نبوت حسینؑ ہے

ہر جا ظہورِ حق ہے انھیں کے ظہور سے
سب خاک سے بنے ہیں یہ خالق کے نور سے

عنوانِ صحیفۂ اخضر حسینؑ ہے ۲ فیاضِ آبِ چشمۂ کوثر حسینؑ ہے
جسمِ نبیؐ کی روحِ مطہر حسینؑ ہے کشتیِ عرش و فرش کا لنگر حسینؑ ہے

قربان رتبہ شہ عرش احتشام کے
بیٹے امامِ دیں کے پدر نو امام کے

مشکل کشائے حاضر و غائب حسینؑ ہے ۳ خورشید و ماہ مکہ و یثرب حسینؑ ہے
فرماں روائے مشرق و مغرب حسینؑ ہے دوشِ رسولِ پاکؐ کا راکب حسینؑ ہے

چھوٹے سے سن میں عرش سے رتبہ سوا ملا
لیکن نگیں بھی مہرِ نبوت کو کیا ملا

آدم سے مرتبے میں مقدم حسینؑ ہے ۴ اسرارِ کردگار کا محرم حسینؑ ہے
حقا کہ تاجِ عرشِ معظم حسینؑ ہے شیرازۂ کتابِ دو عالم حسینؑ ہے

مالک ہے کارخانۂ ربِ جلیل کا
مختار ہے بہشت کا اور سلسبیل کا

خورشیدِ آسمانِ تجمل حسینؑ ہے ۵ طاؤسِ بوستانِ توکل حسینؑ ہے
عالم تمام جزو ہے اور کل حسینؑ ہے سب خلق عندلیب ہے اور گل حسینؑ ہے

جانیں فدا ہیں نام پہ اور دل نثار ہیں
یوسف ہے ایک، چاہنے والے ہزار ہیں

6 رکنِ رکینِ کعبۂ ایماں حسینؑ ہے — کرسی اگر ہے رحل تو قرآں حسینؑ ہے
پیدا ہے تو حسینؑ ہے، پنہاں حسینؑ ہے — عالم تمام جسم ہے، اور جاں حسینؑ ہے
حق اُس سے ہے قریب، وہ حق سے جدا نہیں
جو کچھ کہو وہ سچ ہے، مگر اک خدا نہیں

7 ادنیٰ کو دم میں چاہے تو اعلیٰ کرے حسینؑ — قطرے کو بحرِ لطف سے دریا کرے حسینؑ
بالا کو پست، پست کو بالا کرے حسینؑ — اک آن میں ثریٰ کو ثریا کرے حسینؑ
عزت جو دے زمیں کو تو گردوں شکوہ ہو
طاقت جو بخش دے تو پرِ کاہ، کوہ ہو

8 ذرے کو آفتاب سے روشن کرے حسینؑ — قدرت سے ناتواں کو، تہمتن کرے حسینؑ
دوزخ کو دم میں، غیرتِ گلشن کرے حسینؑ — آہن کو موم، موم کو آہن کرے حسینؑ
چشمِ غضب سے دیکھیں جسے، جل کے خاک ہو
جس پر کرم کریں، وہ گناہوں سے پاک ہو

9 کردیں سپید رُو تو سیاہی ہو شب سے دور — فرمائے آفتاب جو ظلمت کو دیں وہ نور
حافظ ہو گر تو سنگ ہو شیشے سے چور چور — چاہیں تو خس کو آگ کے دریا سے ہو عبور
حافظ اگر ہو لطف و کرم اُس کریم کا
فانوس بہرِ شمع ہو دامن نسیم کا

10 ہووے جو حکم نافذِ شاہنشہِ حجاز — آہو کے آگے شیر جھکائے سرِ نیاز
اک جا ہو آشیانۂ عصفور و شاہ باز — بہرِ شکار، باز کرے چشم کو نہ باز
گر وہ قویٔ ضعیف ہے، کارِ جدال لے
روباہ جا کے شیر کی آنکھیں نکال لے

11 ہاں اے زباں خموش، ادب کا ہے یہ مقام — کوثر سے منہ کو دھوئے تو لے شاہِ دیں کا نام
اے فکر سر جھکا دے قدم پر، پڑھ سلام — لے میں گیا خضوع و ولا ہو چکا کلام
پیچھے زباں سے وصفِ شہِ نیک خو کریں
اشکوں سے پہلے منہ کو دیدہ وضو کریں

یہ وہ حسینؑ ہے کہ جو ہے نورِ مشرقین ۱۲ جس کے پدر نے فتح کیا خیبر و حنین
خیرُ النساء کی جان، محمدؐ کے دل کا چین شیعوں کو اُس کی پیاس پہ رونا ہے فرضِ عین
اُس کی نہ کوئی آس نہ کوئی مُراد تھی
خنجر گلے پہ تھا تو تمھاری ہی یاد تھی

مولا کی ذات خلق میں ہے سایۂ الٰہ ۱۳ اُمت کا کارساز دو عالم کا خیر خواہ
روزِ جزا معالجِ بیماریٔ گناہ مُجرم کو اس کے سایۂ دامن میں ہے پناہ
گر حشر میں وہ حامیٔ اُمت، سپر نہ ہو
تیغِ عذابِ حق سے کسی کو مفر نہ ہو

دلدادۂ شرعِ مصطفوی و مقتدائے حق ۱۴ مظہر صراطِ دینِ مُبیں پیشوائے خلق
فیضِ دعا و شفقت و رحمت، برائے خلق دستِ خدا کی طرح ہے مُشکل کشائے خلق
بھیجیں درود کیوں نہ مَلک روحِ پاک پر
سجدے کا حکم دیوے خدا جس کی خاک پر

بابِ شہرِ علمِ نبیؐ آسمانِ شرع ۱۵ نورِ سراجِ دینِ شرف، خاندانِ شرع
دریائے لطف و معدنِ بخشش، جہانِ شرع منہاجِ علم، قطبِ زمان، قہرمانِ شرع
اُس کے کرم سے گلشنِ دیں تازہ ہو گیا
شیعوں پہ وا بہشت کا دروازہ ہو گیا

عاجز نہ اُس کے وصف میں ہو کس طرح خرد ۱۶ افضل کرے جہاں سے جسے مفضلِ احد
اُس کی کتابِ وصف کے اک جز کی ہے یہ حد آغاز جس کا ہے ازل، انجام ہے ابد
اس میں ہیں سب صفاتِ شہِ بحر و بر نہیں
فقرے ہیں ابتدا کے، خبر کی خبر نہیں

قدرتِ بشر سے ہے تری مدح یا امام ۱۷ بندے سے کس طرح ہو زبانِ خدا کا کام
قدسی درود بھیجتے ہیں تجھ پہ صبح و شام میں خاک اور عرش سے اعلیٰ ترا مقام
ذرّے سے وصفِ نیّرِ تاباں ہو کس طرح ؟
اِک مور سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح ؟

راحت نہیں ہے مرے دلِ مضطر کو یک نفس　۱۸　نالاں ہوں تیری راہ میں مَیں صورتِ جرس
دن رات قافلے چلے جاتے ہیں پیش و پس　　اور شوق میں غُلام تڑپتا ہے ہر برس
اس سال ہے دعا کہ نہ دُوری نصیب ہو
مولا طلب کرو تو حضوری نصیب ہو

فرشِ فدا ہے، تیرے شرف سے بزرگوار　۱۹　کرسی ترے قدم کی بدولت ہے پائدار
پہونچے فلک پہ گر تری نعلین کا غبار　　سمجھے وہ خلعتِ شرف و تاجِ افتخار
ہے راہ پر وہی کہ جسے تجھ سے راہ ہے
نقشِ قدم برائے فلک سجدہ گاہ ہے

روحی فداک، اے قمرِ برجِ ہل اتیٰ　۲۰　قلبی لداک اے گہرِ تاجِ لافتیٰ
ابرِ عطا، محیطِ کرم، منبعِ سخا　　شمعِ حریمِ حق گلِ گلزارِ خلق کفا
اے نوحِ خلق تُو ہے سفینہ نجات کا
طوفاں میں آسرا ہے فقط تیری ذات کا

قیصر تری جناب کا اک بندۂ کمیں　۲۱　خاقانِ چین ہے اک ترے خرمن کا خوشہ چیں
ہے غیرتِ بہشت ترے نور سے زمیں　　جاروبِ فرشِ عرش شرفِ زلفِ حور عیں
کرسی کی زیب دوشِ پیمبر کی زیب ہے
تیرے قدم سے عرشِ منور کی زیب ہے

اللہ رے اوج واہ ری حشمت زہے وقار　۲۲　اک آن بے حسینؑ نبی کو نہ تھا قرار
اشتر بنے تھے عبد کو محبوبِ کردگار　　مثلِ نگیں یہ مُہرِ نبوت پہ تھے سوار
مرکب حسینؑ کے شہِ گردوں مقام تھے
جیبیں جو تھیں رکاب تو گیسو لگام تھے

لکھا ہے یہ کہ سجدے میں تھے ایک دن رسولؐ　۲۳　پشتِ نبی پہ آکے چڑھا دلبرِ بتولؑ
خیر الوریٰ نے سجدۂ حق کو دیا یہ طول　　سمجھا ہر اک کہ وحیِ خدا کا ہُوا نزول
سر پیٹنے کی جا ہے یہ جس کا وقار ہو
سینے پہ اُس حسینؑ کے قاتل سوار ہو

باراں کی بوندیوں سے، جسے فاطمہؑ بچائے ۲۴ واحسرتا وہ سینۂ اقدس پہ تیر کھائے
کوثر ہو جس کے قبضۂ قدرت میں ہائے ہائے پانی کی بوند اُسے نہ کوئی مرتے دم پلائے
یہ واقعہ وہ ہے کہ خوشی ناپدید ہے
ہر سینہ کربلا ہے، ہر اک دل شہید ہے

حُلّے بہشت کے جسے بھیجے خدائے پاک ۲۵ ہو بعدِ مرگ اُس کا کفن کربلا کی خاک
ہیکل کے خط سے فاطمہؑ کا دل ہو دردناک تیغوں سے اہلِ ظلم کریں اس کے تن کو چاک
دوشِ رسولؐ پاک پہ جو سیمبر چڑھے
خنجر سے کٹ کے نیزے پہ اُس شہ کا سر چڑھے

ہو جس کی ماں کے مہر میں سب آب اور نمک ۲۶ ترسے وہ ایک پانی کے قطرے کو کیوں فلک!
گہوارے میں جھلائیں، جسے آن کر مَلک مر کر کفن نہ پائے وہ چالیس روز تک
چھوڑ آئے کنکروں پہ تنِ پاش پاش کو
مٹی نہ دی نبیؐ کے نواسے کی لاش کو

دُنبوں کو روزِ عید تو کرتے ہیں ذبح سب ۲۷ کاٹا گلا نبیؐ کے نواسے کا، ہے غضب
حیواں کو پانی دیتے ہیں، جو ہیں خدا طلب فریاد ہے حُسینؑ تھے دو دن سے تشنہ لب
وارث خلیل کا وہ شہِ مشرقین ہے
ذبحِ عظیم اِشارۂ قتلِ حُسینؑ ہے

گلزارِ دیں پہ تیغِ خزاں رن میں جب چلی ۲۸ یعنی قلم ہُوا چمنِ مرتضیٰ علیؑ
وقتِ نمازِ ظہر ہوا، دوپہر ڈھلی تنہا رہا وہ حضرتِ معبود کا ولی
بھائی کے غم سے خم، شہِ دلگیر ہو گئے
بیٹا جواں جو قتل ہُوا، پیر ہو گئے

طبلِ ظفر بجاتے تھے واں بانیِ ستم ۲۹ خیمے سے نکلے آتے تھے سر پیٹتے حرم
فضہ پکارتی تھی یہ ڈیوڑھی سے دم بدم کس جا رکھی ہے لاشِ پسر یا شہِ اُمم
چادر کوئی اُڑھاؤ تنِ پاش پاش پر
رونے کو زینبؑ آتی ہیں اکبرؑ کی لاش پر

ہوتی تھی لوحِ ظلم میں تدبیرِ قتلِ شاہ ۳۰ چھائی ہوئی تھی چار طرف شام کی سپاہ
کہتا تھا یہ جما کے ملیں شمرِ روسیاہ آتا ہے جنگ کو پسرِ ضیغمِ الٰہ
حلقے میں لے لو آتے ہی یوں اس دلیر کو
جنگل میں گھیر لیتے ہیں جس طرح شیر کو

رکھتا نہیں کوئی یہ غریب الدیار، یار ۳۱ شمشیرِ شعلہ بار پڑے سر پہ بار بار
تیروں کی تن پہ دُور سے ہو بے شمار مار نیزے اٹھا اٹھا کے کریں سب سوار وار
آگے سے تیغ و خنجر و تیر و سناں چلے
پیچھے سے فرقِ پاک پہ گرزِ گراں چلے

ہاں غازیو قریب ہے اب تیسرا پہر ۳۲ جانیں لڑا کے جلد کرو اس مہم کو سر
بجتا ہے کوئی آن میں، نقارۂ ظفر عابدؑ کے ہاتھ باندھ کے، اب کھولیو کمر
راحت دلوں کو ہوئے گی قتلِ حسینؑ سے
سیدانیوں کو لوٹ کے سوئیں گے چین سے

یہ ذکر تھا کہ نورِ خدا کا ہوا ظہور ۳۳ ذرّے زمیں کے بن گئے، رشکِ چراغِ طور
بوئے بہشت پھیل گئی رن میں دور دور پہونچا فلک تلک قمرِ فاطمہؑ کا نور
پرتو سے رشکِ طور ہر اک سینہ ہو گیا
تختہ زمیں کا غیرتِ آئینہ ہو گیا

غل تھا خوشا حسینؑ کی شوکت زہے جلال ۳۴ روشن جبیں ہے آئینۂ مہر کی مثال
اک آسمانِ حسن کے ابرو ہیں دو ہلال اور فاطمہؑ کی آنکھ کا تارا ہر ایک خال
کیا دخل راستے نظرِ بد کے بند ہیں
مجمر[25] ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں

لوحِ کتابِ حسن ہے پیشانیِ جناب ۳۵ جس سے خجل ضیائے جہاں تاب آفتاب
مصرع ہیں دونوں، مطلعِ ابرو کے انتخاب قرآں کی طرح ہے، خطِ رخسار لاجواب
شمس[26] الضحیٰ اسی رخِ نیکو کا وصف ہے
واللیل[27] اذا سجیٰ اسی گیسو کا وصف ہے

وہ زلف مشک بیز، وہ رخسارِ جاں فروز ۳۶ پیدا ہوئی ہے روز سے شب اور شب سے روز
شمع اور دھوئیں میں بھی نہیں ہوتا یہ ساز و سوز دیکھا نہیں بہم سحر و شام کو ہنوز
ظلمت میں نور، نور کو ظلمت میں راہ ہے
ہے سنبلہ میں مہر کہ ہالے میں ماہ ہے

گیسوئے مشک بوئے امام فلک سریر ۳۷ شرمندہ جس سے عُود، خجل عنبر و عبیر
چہرہ قمر تو ابرو و مژگاں کمان و تیر جن پہ ہزار جان سے قرباں جوان و پیر
سجدے کی جا ہے زہرہ جبینوں کے واسطے
گوشہ ہے خوب، چلّہ نشینوں کے واسطے

دونوں بھویں کمانوں کی صورت کشیدہ ہیں ۳۸ بالائے سرو راست، ہلال خمیدہ ہیں
رخسار نازکی میں، گُلِ نو رسیدہ ہیں آنکھیں جنابِ فاطمہؑ کی نورِ دیدہ ہیں
جلوہ خدا کے نور کا ہے اس نگاہ میں
پُتلی نہیں ہے چشم میں، یوسف ہے چاہ میں

واللّیل والضحیٰ، رخِ روشن خطِ سیاہ ۳۹ لعل و غزال و گل، لب و رخسار و چشم و شاہ
ابرو و زلف و رُو، شب و قدر، و ہلال و ماہ تیر و سناں و زہ، مژہ و سرمہ و نگاہ
قربان فاطمہؑ کا، دلِ غم رسیدہ ہے
چشمِ کشودہ، صاف کمانِ کشیدہ ہے

آنکھوں کے آگے دیدۂ آہو ہیں ناپسند ۴۰ پُتلی ہے یہ کہ شیشے کے اندر پری ہے بند
رخسار مہر و ماہ سے روشن، ہزار چند بینی سے اور حُسن کا رتبہ ہُوا بلند
ابرو ہیں اس طرح رُخِ پر آب و تاب پر
ہو جس طرح سے مدِّ الف آفتاب پر

صدقے دہن کے، اور لبِ جاں بخش کے نثار ۴۱ جن سے نتائجِ لبِ عیسیٰ ہیں آشکار
یہ لعلِ لب ہیں اُن گہروں کے خزینہ دار بے قدر ہیں، صدف سے جہاں دُرِ شاہوار
ہیرے کے بھی نگیں، خجل اُن کے حضور ہیں
دنداں نہیں یہ گوہرِ دریائے نور ہیں

نازک کہیں ہیں برگِ گلِ تر سے لعلِ لب ۴۲ اور آب و تابِ گوہرِ دنداں میں ہے غضب
کوکب ہیں آسماں پہ بھلا یہ چمک ہے کب ہیں دن کو آفتاب تو بجلی میانِ شب
پانی انھیں پہ فاطمہ پیتی تھیں، وار کے
بتیس دُر ہیں، دودھ کے بتیس دھار کے

وہ دوش ہیں، شفاعتِ اُمت کا، جن پہ بار ۴۳ اور بازوؤں سے شانِ یداللہ آشکار
اس ساعد اور اس کفِ یمیں کے ہم نثار اُٹھتے تھے عاصیوں کی دعا کو جو بار بار
یہ ہات کچھ نہ دستِ خدا کا ادب کیا
پہونچوں کو ساربان نے کاٹا غضب کیا

وہ ہاتھ جن کے سامنے زر، مال کچھ نہ سیم ۴۴ کیا سیم و زر ہے، کوثر و تسنیم کے قسیم
شیعوں کے دستگیر، بروزِ امید و بیم اُنگلی ہر اک کلیدِ درِ جنتِ نعیم
ہردم ہیں مثلِ ابر، کرم پر تُلے ہوئے
ہیں ناخنوں پہ، عقدۂ مشکل کھُلے ہوئے

سینہ ہے اک خزینۂ انصاف و عدل و داد ۴۵ قرآں اسے سمجھتے ہیں جو ہیں خوش اعتقاد
نور اس میں یوں ہے قلب میں جیسے خدا کی یاد تیروں کے سامنے وہ سپر تھا دمِ جہاد
عاجز دمِ وغا شہِ عالم نہ ہوتے تھے
ٹوٹی ہوئی کمر تھی مگر خم نہ ہوتے تھے

کرتا ہوں وصفِ پائے شہِ نامدار سر ۴۶ کردے گا اس مہم کو بھی پروردگار سر
کہتا ہے یہ جھکا کے قلم، بار بار سر صدقے امامِ دیں کے قدم پر ہزار سر
رُتبے دلاوری کے سرِ مو گھٹے نہیں
سر کٹ گیا، پہ کھیت سے پاؤں ہٹے نہیں

اُس فوج پر جو قبلۂ عالم نے کی نگاہ ۴۷ دیکھا کھُلے ہوئے ہیں کئی سو علم سیاہ
کالی گھٹا سی چھائی ہے، سب شام کی سپاہ تیغوں کی یہ چمک ہے کہ، اللہ کی پناہ
کہتے ہیں سب کہ غلغلۂ دار و گیر ہو
نزدیک ہے کہ بارشِ بارانِ تیر ہو

دریا کی طرح لشکرِ کیں مارتا ہے جوش ۴۸ نیزے ہلا رہے ہیں، جوانانِ زرہ پوش
ہل من مبارز کا، ہر اک صف میں ہے خروش چلّے کھنچے ہوئے ہیں کمانوں کے تابہ گوش
غل ہے کہ شاہِ یثرب و بطحا کو گھیر لو
مظلوم کو، غریب کو، تنہا کو گھیر لو

ہمیز کر کے اسپ کو آگے بڑھے امام ۴۹ اعدا سے اس طرح بہ فصاحت کیے کلام
اے سرکشانِ کوفہ و روم و عراق و شام کرتا ہوں تم پہ آخری حجت کو میں تمام
کوئی بھی کاٹتا ہے گلا بے گناہ کا؟
میں کون ہوں؟ جنابِ رسالت پناہ کا؟

کس کے پدر کا نام جنابِ امیر ہے؟ ۵۰ کس کا پدر رسولِ خدا کا وزیر ہے۔
وہ کون ہے جو صاحبِ تاج و سریر ہے؟ کون و مکاں میں کون بشیر و نذیر ہے۔
بنیادِ کفر کس نے جہاں سے مٹائی ہے؟
کس نے نبیؐ کے دوش پہ معراج پائی ہے؟

پیدا ہوا جو کعبے کے اندر وہ کون ہے؟ ۵۱ چیرا ہے جس نے مہد میں اژدر وہ کون ہے؟
اتری جسے یہ تیغ دو پیکر وہ کون ہے؟ توڑا ہے جس نے قلعۂ خیبر وہ کون ہے،
سب کافروں کو کس نے مطیعِ خدا کیا؟
باطل کو کس کی تیغ نے حق سے جدا کیا؟

زور آورانِ خلق کو کس نے کیا ہے زیر؟ ۵۲ دونوں جہاں میں کون علی سا ہوا دلیر،
کہتی ہے کس کو خلقِ دو عالم خدا کا شیر؟ بھوکے کو کس ولی نے کیا تین روز سیر۔
کس کی سخا کا غل ہے عراق و حجاز میں؟
سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز میں

حق نے کیا عطا یہ علا ہل آتیٰ کسے؟ ۵۳ حاصل ہوا ہے مرتبۂ لافتیٰ کسے،
کونین میں ملا شرفِ انما کسے؟ کہتی ہے خلق بادشۂ قل کفیٰ کسے،
دنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے؟
کس کو کہا خدا نے کہ یہ میرا ہات ہے؟

غیر از علیؑ بلا شرف صادقیں کسے؟ ۵۴ ہاتھ آیا زور دستِ جہاں آفریں کسے؟
یسین میں کہا ہے امامِ مُبیں کسے؟ حق نے کیا ہے ماز کا اپنے امیں کسے؟

کس کو کہا ہے منذر و ہادی جہان میں؟
نصِّ مباہلہ ہے کہو کس کی شان میں؟

محبوبِ حق نے سابقُ الایماں کسے کہا؟ ۵۵ فرمایا اپنا جسم کسے، جاں کسے کہا؟
دانندۂ دقائقِ قرآں کسے کہا؟ نورِ دلیل و حجت و برہاں کسے کہا؟

کہتے ہیں سب ولیِ خدا کس جناب کو؟
رجعت ہوئی ہے کس کے لیے آفتاب کو؟

کس نے جہاں میں کفر و صنم محو و فک کیا؟ ۵۶ کس شیر نے دو نیم سرِ شرک و شک کیا؟
کس کو خدائے پاک نے فخرِ ملک کیا؟ کس نے علیؑ کی طرح جہاد آج تک کیا؟

قائل ملک ہیں ضربِ امامِ جلیل کے
کاٹے ہیں کس کی تیغ نے پَرِ جبرئیلؑ کے

مشہور ہے جہان میں بیرُ العلم کا حال ۵۷ آتش میں جا کے کود پڑے شیرِ ذوالجلال
ڈرے جنوں کو جان بچانا ہُوا محال سائے کی طرح ہو گئی سب فوج پائمال

نے دیو، اُن کے سامنے ٹھہرے نہ جن لڑے
شیرِ خدا زمیں کے تلے تین دن لڑے

سب کافروں کو بدر سے دم میں بدر کیا ۵۸ پیشِ رسولؐ عمرو کو زیر و زبر کیا
جنگِ حنین و خیبر و خندق کو سر کیا عنتر کو سر سے تا بہ قدم خوں میں تر کیا

مارا جو ایک ضرب میں مرحب کو جان سے
آتی تھی مرحبا کی صدا آسمان سے

جس نے بنائے دیں میں کد کی وہ کون ہے؟ ۵۹ جس کی کسی نے ضرب نہ رد کی وہ کون ہے؟
قوت ہے جس میں دستِ اسد کی وہ کون ہے؟ جس نے پیمبروں کی مدد کی وہ کون ہے؟

کیوں کر نجات چاہ سے یوسفؑ نے پائی ہے
طوفاں سے کس نے نوحؑ کی کشتی بچائی ہے؟

آدم سے پہلے عرش پہ کس کا ظہور تھا؟ ۶۰ حق سے قریب کون تھا اور کون دور تھا؟
ہر آن کس پہ رحمتِ حق کا وفور تھا؟ جس کی ضیا تھی طور پہ وہ کس کا نور تھا؟

چلاّ رہے تھے بہرِ مدد سب کو دیر سے
کس شیر نے چھڑا دیا سلماں کو شیر سے؟

کشّافِ مشکلاتِ دو عالم ہے کس کی ذات؟ ۶۱ کون و مکاں میں کون ہوا فخرِ کائنات؟
عیسیٰ کو کس نے بخشا ہے سرمایۂ حیات؟ یونسؑ کو کس نے بطن سے ماہی کے دی نجات

گُل کر دیا ہے نار کو کس نے خلیلؑ پر؟
لکھا ہے کس کا نام پرِ جبرئیل پر؟

خورشید سات بار ہوا کس سے ہم کلام؟ ۶۲ کس سے زمین کہتی تھی شب کو خبر تمام
ناطق ہے کس کی شان میں اللہ کا کلام؟ انجیل اور زبور میں لکھا ہے کس کا نام؟

حامی ہے کون سب کا، حیات و ممات میں؟
کس کی ثنا ہے سورۂ وَالعادیات میں؟

ہیں کس کے نام صفدر و کرّار و مرتضیٰ ۶۳ ذی علم ذی سعادت و ذی النصر ذی العطا
شیر و شجاع و صابر و معصوم مقتدا منصور و از قبا و یلیا و ایلیا

باذل وہی مظفر و منصور ہے وہی
غالب وہی ہے طور وہی نور ہے وہی

سبطِ خلیل محتب دین مالکُ الرّقاب ۶۴ بابِ علوم زوجِ بتولِ فلک جناب
بوطالب و ابوالحسنین و ابوتراب زُہد و تقی و طاہر و جوّاد و طیّب و طاب

قرآں میں کون نورِ سموات و ارض ہے؟
طاعت وہ کس کی ہے جو زمانے پہ فرض ہے؟

شمشیرِ طرح فارسِ دیں شحنۂ نجف ۶۵ مفتاحِ فتح عارفِ اسرارِ مَن عَرف
دریائے معرفت دُرِ یکتائے نُصرت ذی جاہ و ذی کرامت و ذی فیض و ذی شرف

ہر ذی حیات آن سے طلب گارِ عون ہے
جس کے یہ مرتبے ہیں حسینؑ اس کا کون ہے؟

میں پارۂ جگر ہوں بشیر و نذیر کا ٦٦ میں نور ہوں جہاں میں سراجِ منیر کا
ہے مجھ میں علم و فضل جنابِ امیرؑ کا — واللہ پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا
اِس میں بھی مصلحت ہے جو مظلوم آج ہوں
شاہوں کا شاہ ہوں سرِ عالم کا تاج ہوں

واللہ بہترینِ عرب ہے مرا پدر ٦٧ روزِ ازل سے عاشقِ رب ہے مرا پدر
عالی حسب، بلند نسب ہے، مرا پدر — ایجادِ آسماں کا سبب ہے مرا پدر
ہے حکم مثلِ کعبہ مرے احترام کا
فرزند ہوں میں مشعر و رکن و مقام کا

دل بندِ مکہ و عرفات و منا ہوں میں ٦٨ میرا ادب کرو خلفِ مرتضیٰ ہوں میں
حق ہیں مرے کلام، زبانِ خدا ہوں میں — مشکل کشا کا لال ہوں، مشکل کشا ہوں میں
میزانِ مغفرت میں گناہوں کو تول دوں
عقدہ جو لاکھ ہوں تو اشارے میں کھول دوں

وہ جس کی والدہ ہے جو ہے بضعۃ الرسولؐ ٦٩ مرضیہ و رضیہ و صدیقہ و بتول
مریم کی عرض ہوتی تھی جس طرح سے قبول — فضہ کے واسطے ہے، وہی مرتبہ حصول
عزت یہ فاطمہؑ کی کنیزی میں پائی ہے
اُس کے لیے بھی نعمتِ فردوس آئی ہے

اعدا نے تب کہا کہ یہ سب ہم پہ ہے عیاں ٧٠ بے شک ہو تم، نبیرۂ پیغمبرِ زماں
حیدر تمھارے باپ ہیں اور فاطمہؑ ہیں ماں — بیعت بغیر پر نہ ملے گی تمھیں اماں
مانیں گے فاطمہؑ کو، نہ شیرِ الٰہ کو
کاٹیں گے بوسہ گاہِ رسالت پناہ کو

کیا ہوگا گو ہے آپ کے قبضے میں ذوالفقار ٧١ آپ ایک، یاں چھ لاکھ جوان اور کئی ہزار
دستِ علیؑ سے چلتی تھی، یہ تیغِ آب دار — فاقے میں تین دن کے کہاں لطفِ کارزار
حملہ نہ ہو سکے گا ہزار آپ کد کریں
عباس اب نہیں ہیں جو آ کر مدد کریں

پہلے تو مسکرائے یہ سن کر امامِ دیں ۷۲ اعدا پہ کی نظر صفتِ شیرِ خشم گیں
ساتوں فلک لرز گئے اُلٹی جو آستیں دیکھا جو سوئے چرخ تو ہلنے لگی زمیں
چمکی جو ذوالفقار نکل کر غلاف سے
پریاں بھاگ کے جاں اُڑیں کوہِ قاف سے

نعرہ کیا کہ او پسرِ سعدِ نابکار ۷۳ لے دیکھ تین روز کے پیاسے کی کارزار
آیا علیؑ کا شیر خبردار ہوشیار دیکھوں تو روکتے ہیں مجھے کس طرح سوار
مجھ سے کسے جہاں میں مجالِ ستیز ہے
برہانِ قاطع ایک مری تیغِ تیز ہے

آفاق میں نہیں مری شمشیر کی پناہ ۷۴ جوہر کھلیں تو بند ہو امن و اماں کی راہ
قوت وہ ہے کہ کوہ کو کاٹوں مثالِ کاہ - جل جائے آسماں جو کروں غیظ سے نگاہ
دریا سمومِ قہر سے میرے سراب ہو
نعرہ کروں تو زہرۂ مریخ آب ہو

نقارۂ وغا پہ لگی چوب یک بیک ۷۵ اُٹھا غریو کوس کہ ہلنے لگے فلک
شیپور کی صدا سے ہراساں ہوئے ملک قرنا پھنکی کہ گونج گیا دشت دور تک
شورِ دہل سے حشر تھا افلاک کے تلے
مُردے بھی ڈر کے چونک پڑے خاک کے تلے

حد سے فزوں تھی کثرتِ افواجِ نابکار ۷۶ نیزے پہ نیزہ تیغ پہ تھی تیغ آب دار
ہر سمت تھی سناں پہ سناں شکلِ نوکِ خار ہر صف میں تھی سپر پہ سپر مثلِ لالہ زار
پیکاں بہم تھے جیسے ہوں گل بے کھلے ہوئے
گوشوں سے تھے کمانوں کے گوشے ملے ہوئے

اُمڈی ہوئی تھی فوج پہ فوج [illegible] ۷۷ تھے برچھیوں کے صورتِ مقراض پھل پہ پھل
خنجر وہ جن کی آب میں ہے تلخی اجل وہ گرز جن کے ڈر سے گرے دیو منہ کے بل
دو دو تبر تھے پاس ہر اک خود پسند کے
شانوں پہ تھے بندھے ہوئے حلقے کمند کے

۷۸ حملہ کیا خدیوِ فلک بارگاہ نے | روکا سپر کو رُخ پہ ہر اک رُوسیاہ نے
راہِ اماں کو بند کیا تیغِ شاہ نے | قبضے میں پائی امن کی جا گہ، پناہ نے
تلوار تھی کہ فوج پہ قہرِ خدا چلا
گویا زباں نکالے ہوئے اژدہا چلا

۷۹ گیتی کو زلزلہ ہوا اللہ رے جلال | نعرہ کیا کہ گونج گیا عرصۂ قتال
ہلنے لگے درخت لرزنے لگے جبال | سبزہ نہ تھا کھڑے تھے بدن پر زمیں کے بال
مریخ نے منہ اپنا چھپایا تھا خوف سے
سینے کو آسماں نے چھپایا تھا خوف سے

۸۰ ڈرتے ہوا فرات کی موجوں کو اضطراب | اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب
پانی سے مچھلیوں کو اُبھرنے کی تھی نہ تاب | دہشت سے سب نہنگ چھپے جا کے زیرِ آب
اِک شور تھا بچائے خدا اِس کی کاٹ سے
طوفاں اٹھا ہے، تیغِ حسینی کی گھاٹ سے

۸۱ کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما اور اُدھر کنشت | دوزخ کی آگ اُدھر تھی اِدھر گلشنِ بہشت
کھیتی اِدھر کرم کی، اُدھر تھی ستم کی کشت | یاں کارِ نیک ہوتے تھے، واں فعل ہائے زشت
شیطاں تھا اُس طرف تو اِدھر کردگار تھا
میدان میں مقابلۂ نور و نار تھا

۸۲ بجلی گری کہ فوج پہ تیغِ دوسر گری | کٹ کر کسی کی تیغ، کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ، کبھی فرق پر گری | سر کاٹ کے ادھر سے جو اٹھی، اُدھر گری
زرہیں تنوں میں، مثلِ کفن چاک ہو گئیں
اک آن میں صفوں کی صفیں خاک ہو گئیں

۸۳ پڑتی تھی جس کے فرق پہ وہ تیغِ سرشگاف | ہوتا تھا سر سے مثلِ قلم، تا جگر شگاف
تا سینہ کوئی، اور کوئی تا کمر شگاف | چار آئینہ کسی کا، کسی کی سپر شگاف
سر تھا اگر تو ہاتھ کا تن پہ اثر نہ تھا
ثابت کسی کے ہاتھ اگر تھے تو سر نہ تھا

قبضے میں تھی حسینؑ کے دستِ خدا کی تیغ ۸۴ ٹلتی کبھی رُکی ہے کسی سے قضا کی تیغ
نیزوں کے بند کاٹتی تھی، مرتضیٰ کی تیغ عُقدوں کو کھول دیتی تھی مُشکل کشا کی تیغ
ثابت کسی سوار کے تن پر زرہ نہ تھی
کھولا نہ ہو جسے کوئی ایسی گرہ نہ تھی

دم بھر اماں نہ دیتی تھی، وہ برقِ جاں گُسل ۸۵ اعدا ناریوں پہ آگ برستی تھی متصل
روباہ بن گئے تھے، جوانانِ شیرِ دل مقتل کی خاک خوں سے سب ہو گئی تھی گِل
کُشتوں کی حد تو زخمیوں کی انتہا نہ تھی
اعدا کے تن سے دم کے نکلنے کی جا نہ تھی

سرکش تھے بادِ کبر سے جو خانماں خراب ۸۶ خود ان کے گر کے ٹوٹ گئے صورتِ حباب
کڑیوں سے یوں زرہ کے گزر جاتی تھی شتاب جس طرح دام سے نکل آتی ہے موجِ آب
ضربت میں شہ کی، ضربِ علیؑ کا قرینہ تھا
سر تھا، نہ چار آئینہ تھا، اور نہ سینہ تھا

پھولے تھے ہاتھ پاؤں سبھوں کے، دمِ ستیز ۸۷ نے تابِ کارزار تھی نے طاقتِ گریز
صرصر کی طرح چلتی تھی ہر سو وہ تیغِ تیز سر گر رہے تھے جسم سے، تھی فصلِ برگ ریز
ان باغیوں پہ تیغ کے جوہر عیاں ہوئے
جب پھل لگا تو پھول سپر کے خزاں ہوئے

آنکھوں میں نور، قلب میں صبر و سکوں نہ تھا ۸۸ رُخ زرد تھے، تنوں میں لعینوں کے خوں نہ تھا
وہ کون سا نشان تھا جو سرنگوں نہ تھا جز موت گمرہوں کا، کوئی رہنموں نہ تھا
تھے سخت کشمکش میں ستمگار اس طرف
تیغ اس طرف کو کھینچتی تھی، نار اس طرف

تھی شکلِ لا، جو تیغِ شہِ آدم و ملک ۸۹ کرتی تھی نفی نفی صدا وہ تا فلک
عالم [illegible] کو اس سے کیا تھا شک دو انگلیاں بنی تھیں پئے چشمِ شر و شک
دے اسی کے کفر کی بنیاد پست تھی
اسلام کو ظفر تو بتوں کو شکست تھی

دستِ شاہِ دیں میں، دوچند آبروئے تیغ ۹۰ تھا ہاتھ بھر سروں سے فزوں آبِ جوئے تیغ
آتش سے معرکے میں مشابہ تھی خوئے تیغ دوزخ کو کھنچ گیا، جو کوئی آیا سوئے تیغ
سر کٹ کے دُور جسم سے اک دم میں جا رہا
تن مثلِ میم، قعرِ جہنم میں جا رہا

کرتا تھا شمر، لاکھ لڑائی کا بندوبست ۹۱ لکھی ہوئی تھی، پر خطِ تقدیر میں شکست
نیزے تو تھے بلند، مگر ہمتیں تھیں پست آگے نہ پاؤں ڈر سے اٹھاتے تھے تیز دست
سر تیغ سے مثالِ قلم کٹتے جاتے تھے
پیچھے ہی ظالموں کے قدم ہٹتے جاتے تھے

اک برق سی چمکتی تھی، بالائے سطحِ خاک ۹۲ گاہے سوئے سمک تو کبھی جانبِ سماک
جوشن تو پارہ پارہ تھے، اور جسم چاک چاک دم لیتی تھی نہ تیغ، نہ رکتا تھا دستِ پاک
اپنے پروں کی فکر تھی، روح الامین کو
رعشہ تھا چرخِ پیر کو، سکتہ زمین کو

جب صف پہ وار کرتے تھے سلطانِ بحر و بر ۹۳ اُڑتی تھی کٹ کے صورتِ کاغذ ہر اک سپر
جھپتی تھیں، بھاگی جاتی تھیں، گرتے تھے خاک پر قبضوں میں تیغیں، جسم سے ردھیں، تنوں سے سر
پٹے تھے قدم گریز کے، کوچے بھی بند تھے
شعلہ وہ تیغ تھی، سرِ اعدا سپند تھے

چھپتے تھے یوں وہ دیکھ کے اس تیغ کی چمک ۹۴ بھاگے شعاعِ مہر سے جس طرح شپرک
اوجِ سما سے، زلزلہ برپا تھا تا سمک چمکی وہ جب تو کانپ گئے چرخ پر فلک
ہر شے تھی خوفِ جان سے، خشوع و خضوع میں
سجدے میں تھی زمیں تو فلک تھا رکوع میں

جانوں کو چھوڑتی تھی نہ وہ تیغِ برق دم ۹۵ تھی اس کی ناب جادۂ سر منزلِ عدم
ہر جوہر اس کا دیدۂ بینا سے تھا نہ کم اعدا کو ڈھونڈھتی تھی وہ، قد اس لیے تھا خم
تھی موجِ بحرِ قہرِ خدا، دار و گیر میں
سیلِ فنا کا آب[۵] تھا، اس کے خمیر میں

بجلی سی کوند کر جدھر آئی جلا گئی ۹۶ دم میں چراغِ راہِ ضلالت بجھا گئی
لشکر میں فردفرد کو جوہر دکھا گئی خوں سے بھرا نہ پیٹ تو لوہے کو کھا گئی
جوشن کو کاٹ جاتی تھی یوں آکے اوج سے
پیراک جس طرح نکل آتا ہے موج سے

چلاتی تھیں کمانیں کہ کس جا ہوں گوشہ گیر ۹۷ ہم تو خطا شعاروں کے قبضے میں ہیں اسیر
چلنے میں نیزے کانپتے تھے مثلِ پالے پیر سہمے ہوئے نکلتے نہ تھے سرکشوں سے، تیر
دم بند خنجروں کے بھی تھے اس مصاف میں
تیغیں چھپی تھیں خوف کے مارے غلاف میں

دریا لہو کا بہتا تھا مقتل کی خاک پر ۹۸ کاسے سروں کے، مثلِ حباب آتے تھے نظر
تھے مثلِ موجِ دست، بریدہ اِدھر اُدھر نافیں بھنور تھیں، اور کفِ دریا تھے سر بہ سر
نہریں لہو کی دشت میں پیشِ نگاہ تھیں،
کُشتوں کی کشتیاں شطِ خوں میں تباہ تھیں

بڑھ بڑھ کے یوں بپھر آتے تھے، وہ عاشقِ صمد ۹۹ ہوتا ہے جس طرح سے سمندر میں جزر و مد
جاتے تھے نیزہ داروں پہ جب صورتِ اسد آتی تھی فاطمہ کی صدا یا علی مدد
ہو جاتی تھی دوچند، برش ذوالفقار میں
ہوتے تھے سب کے ہاتھ قلم ایک وار میں

جس فرق پہ چمک کے، وہ برقِ اجل گئی ۱۰۰ بوسہ زمینِ پاک کو دے کر، نکل گئی
جس صف کو آنچ لگ گئی اس کی وہ جل گئی کاٹا کسی کو گر تو کسی کو نگل گئی
ضربت پہ عقل، دیکھنے والوں کی دنگ تھی
افعی کسی جگہ، تو کسی جا نہنگ تھی

ایک شور تھا کہ تیغ ہے یا یہ خدا کا قہر ۱۰۱ بہتی ہے جس کی آگ سے کوسوں لہو کی نہر
ناگن ہے یہ کہ کاٹے کی جس کی نہیں ہے لہر اُتری گلے سے، چڑھ گیا سارے بدن میں زہر
زخموں سے جسم، ڈر سے کلیجے فگار ہیں
جوہر نہیں ہیں تیغ میں، دندانِ مار ہیں

۔۔ر پڑی فرس کے تو سوئے کفل چلی ۱۰۲ وہ منھ کے بل زمیں پہ چلا، یہ نکل چلی
بجلی سی جس لعیں پہ چلی برمحل چلی پہونچی اِدھر سے تیغ اُدھر سے اجل چلی
دو آفتوں نے دشمنِ دیں کو دبا لیا
سر تیغ نے لیا تو اجل نے گلا لیا

جب حملہ ور امامِ مسیحا نفس ہوئے مطلع دوم نیچے ہوئے سوار تو اوپر فرس ہوئے
کشتوں کے ڈھیر راس و چپ و پیش و پس ہوئے ۱۰۳ پانچ آگئے جو تیغ کے نیچے وہ دس ہوئے
کشتوں کی شکل خون سے جو رُدپوش ہوگئی
گنتی اجل کو اُن کی فراموش ہوگئی

سر پہ پڑی تو جوشنِ گردن کو دو کیا ۱۰۴ گردن سے بڑھ کے سینہ و جوشن کو دو کیا
جوشن کے ساتھ، زین کے دامن کو دو کیا دامن کی کیا بساط ہے، توسن کو دو کیا
غُل تھا حسینؑ بادشہِ شرق و غرب ہے
سکّہ ہے اُس کے نام کا، جس کی یہ ضرب ہے

بڑھتا تھا وہ نہنگِ محیطِ دلاوری ۱۰۵ کرتی تھی تیغ قلزمِ خوں میں شناوری
ہوتے تھے قتل کوفی و شامی و خیبری اڑتا تھا رخش یوں کہ اُڑے جس طرح پری
غُل طائروں میں تھا کہ عجب راہوار ہے
تختِ ہوا پہ آج سلیماں سوار ہے

صرصر سے تیز تر تھا وہ اسپِ خجستہ فر ۱۰۶ یکساں تھا اس کو صورتِ خورشید دشت و در
پانی پہ تھا جو موج تو آتش میں تھا شرر گیتی نورد، برق تگ و آسماں سفر
ٹاپوں سے سرکشوں کی صفیں پائمال تھیں
زیں آفتاب تھا، تو رکابیں ہلال تھیں

طے کی جو راہ بحر، تو بر سے نکل گیا ۱۰۷ مانندِ تیر لشکرِ شر سے نکل گیا
آیا اُدھر سے گر تو اِدھر سے نکل گیا پُتلی کے گرد پھر کے نظر سے نکل گیا
سُرعت میں تھا ہرن تو وغا میں ہزبر تھا
پستی میں سیل تھا تو بلندی میں ابر تھا

مثلِ نگاہ، فوج کی صف سے نکل گیا ۱۰۸ غلطاں گہر تھا اک کہ صدف سے نکل گیا
وہ گر پڑا، یہ جس کی طرف سے نکل گیا اک تیر تھا، کہ صاف صدف سے نکل گیا
فرفر رواں اُدھر سے دمِ جست و خیز تھا
اُلٹا پھرا اُدھر سے تو رفرف سے تیز تھا

نکلا اُدھر سے بہرِ وغا، ایک رُوسیاہ ۱۰۹ زور آور و تہمتن و مغرور و کینہ خواہ
کاندھے پہ گرز، بر میں زرہ خشمگیں نگاہ سر پر مثالِ قبضۂ تیغ، آہنی کلاہ
آمد شقی کی تھی کہ رواں رودِ نیل تھا
ہیبت میں تھا جو دیو، تو ہیکل میں پیل تھا

تھا جسمِ نابکار سے عرصہ زرہ پہ تنگ ۱۱۰ جوشن میں یوں تھا، دام میں جس طرح ہو نہنگ
خونخوار، فتنہ ساز، دل آزار، خانہ جنگ آنکھیں تو فرطِ غیظ سے سرخ، اور سیاہ رنگ
تیوری چڑھائی دیکھ کے، حضرت کو دُور سے
آیا قریب سبطِ نبیؐ کس غرور سے

چمکا کے ذوالفقار اٹھائی جو شہ نے باگ ۱۱۱ لشکر میں اُس طرف سے ہُوا غُل، کہ بھاگ بھاگ
تھی شمعِ دودمانِ علیؑ سے جو اس کو لاگ سُن کر یہ شور لگ گئی ناری کے تن میں آگ
سمجھا نہ یہ کہ ابنِ علیؑ ہے جلال پر
حملہ کیا شقی نے محمدؐ کے لال پر

رد کر کے اُس کے وار بڑھے شاہِ بحر و بر ۱۱۲ نیزے کے بند کاٹ دیے مثلِ نیشکر
دو کر دیا عمود کو، مثلِ خیارِ تر جھپکا چمک سے تیغِ دوسر کی وہ خیرہ سر
گرتے ہوئے لیا کمرِ نابکار کو
تُل پڑ گیا وہ شیر نے پکڑا شکار کو

زیں سے اٹھا کے روک لیا صورتِ سپر ۱۱۳ ہتھیار کُھل کے گر پڑے اس کے ادھر اُدھر
سر سے ہُوا بلند تو پھینکا زمین پر طفلی سے زائچے میں کھچا تھا، اجل کا گھر
پہچاننا بھی شکل میں اشکال ہو گیا
ایک ایک عضو، قرعۂ رمال ہو گیا

لوہے کا خود کاٹ کے سر میں نہاں ہوا ۱۱۴ سر پر لگی یہ ضرب، کہ بر میں نہاں ہوا
بر سے اکھڑ کے قلب و جگر میں نہاں ہوا سینہ شکستہ ہو کے، کمر میں نہاں ہوا
ساتوں طبق زمیں کے تہِ چرخ ہل گئے
ابر و شفق کے پاؤں کے ناخن سے مل گئے

پڑھنے لگے درود فلک پر ملک بہم ۱۱۵ نُصرت نے ہاتھ چوم لیے فتح نے قدم
آئی صدا علیؑ کی نثار اس وغا کے ہم تو شیرِ حق کا فخر ہے اے صاحبِ کرم
یہ جنگ تجھ پہ ختم ہے اندوہ و یاس میں
میں بھی کبھی لڑا نہیں اس بھوک پیاس میں

اے افتخارِ فاتحِ بدر و حنین واہ ۱۱۶ کرتے ہیں مرد، یونہی ادا سرے دینؑ واہ
رحمت خدا کی واہ، مرے نورِ عین واہ کس حُسن سے جہاد کیا، اے حُسینؑ واہ
جو زور آج تک تھا خفی، وہ جلی ہوا
تو فخرِ خاندان نبیؐ و علیؑ ہوا

تنہا لڑا ہوں میں بھی ہزاروں سے میرے لال ۱۱۷ پر تشنہ و گرسنہ کبھی کی نہیں جدال
میری مدد کو ہوتے تھے محبوبِ ذوالجلال تنہا ہے تو، قلم ہوئے سب تیرے نونہال
ان حادثوں میں جنگ عجب کا مقام ہے
اے فاطمہؑ کے لال یہ تیرا ہی کام ہے

رو کر کہا حسینؑ نے اے شاہِ بحر و بر ۱۱۸ میں کیا کروں گا جنگ کہ سو داغ اک جگر
عباسؑ مر کے توڑ گئے ہیں مری کمر دل ہے ضعیف، جب سے مُوا ہے جواں پسر
کیا جنگ ہو جسے غم ہو جب آنکھوں کے نور کا
ہاں کچھ لڑا تو سب ہے یہ، صدقہ حضور کا

اکبر بغیر دل نہیں جینے کو چاہتا ۱۱۹ نانا کے کلمہ گو ہیں یہ، اِن سے لڑوں میں کیا
اب کیجیے زبانِ مبارک سے یہ دعا کٹ جائے تیغِ ظلم سے جلدی مرا گلا
سر دے کے، حق کی راہ میں، فارغ حسینؑ ہو
میرے حرم لٹیں، مگر اُمت کو چین ہو

زینبؑ پکاری ڈیوڑھی سے اُس دم بچشمِ تر ۱۲۰ یہ کس سے باتیں کرتے ہو، یا شاہِ بحر و بر
آئی ہے سمت سے فوج، تمھیں کچھ نہیں خبر دم گُھٹ گیا، نکلتی ہوں خیمے سے ننگے سر
پھر ذوالفقارِ حیدرِ صفدر سے کام لو
کس نے کہا کہ ہاتھ لڑائی سے تھام لو

دیکھو وہ تیر پلّوں سے اعداد ملاتے ہیں ۱۲۱ نیزوں کو تولتے ہوئے ظالم پھر آتے ہیں
چھپ چھپ کے حیلہ ساز کمندیں بچھاتے ہیں ہے ہے ستم شعار پرے پھر جماتے ہیں
رحم ان پہ آپ کا نہ جنھوں نے ادب کیا
تیغِ علی کو روک لیا کیا غضب کیا

پھر کھینچو ذوالفقار کو یا شاہِ دیں پناہ ۱۲۲ ہم کو بچاؤ قید سے، ہم ہوئیں گے تباہ
شفقت کرے گا ان کے رانڈوں پہ کون آہ صدقے گئی، سکینہؑ کے سن پر کرو نگاہ
روئی مچل کے گر، تو سنبھالی نہ جائے گی
بے آپ کے کسی سے یہ پالی نہ جائے گی

یہ عمر اور یتیمی کے رنج و غم و محن ۱۲۳ بچی سے اٹھ سکے گا بھلا صدمۂ رسن
کبریٰ پہ جائیے رحم ہے، اے سرورِ زمن اکبر سا بھائی سر پہ، نہ لختِ دلِ حسنؑ
حضرت بغیر کون سی صورت حیات کی
رانڈ آج ہو گئی ہے، دلہن ایک رات کی

حضرت پکارے سب کا خدا ہے، نہ کھاؤ غم ۱۲۴ اب اشتیاقِ ذبح زیادہ ہے دم بہ دم
فرماتے ہیں علیؑ ولی شفقت و کرم تھے شیرِ کبریا سے بہن ہم کلام ہم
بھائی، پسر کی جنگ شبہ خاص و عام کو۔
بابا نے سرفراز کیا ہے غلام کو

زینبؑ پکاری آئے علی شکرِ کردگار ۱۲۵ اب تو تمھیں نہ برچھیاں ماریں گے نابکار
پردے کو پھر اٹھا کے پکاری وہ سوگوار بابا تمھاری بندہ نوازی کے میں نثار
یاں چھوڑیو نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لے جاؤ اپنے ساتھ نجف میں حسینؑ کو

دشمن تو لاکھ اور مرے بھائی کا ایک دم ۱۲۶ واں تو کوئی کرے گا نہ سادات پر ستم
بچوں کو ساتھ لے کے وہیں جا پڑیں گے ہم جھاڑے گی قبر بالوں سے زینبؑ اسیرِ غم
دن کو تو کربلا کے شہیدوں کو روئیں گے
راتوں کو گرد آپ کی تربت کے سوئیں گے

شہ بولے حکمِ حق میں نہیں طاقتِ کلام ۱۲۷ ہے ہر بشر کی عقدہ کشائی ہمارا کام
حیدرؑ بھی ہیں سکوت میں اور انبیا تمام زینبؑ یہی زمیں ہے مرے قتل کا مقام
خنجر قریب، زانوے قاتل قریب ہے
آج امتحانِ صبرِ حسینؑ غریب ہے

چاہوں تو ایک دم میں فنا ہوں یہ نابکار ۱۲۸ لیکن کیا ہے میں نے غریبی کو اختیار
مظلوم ہو کے مرتا ہے زہراؑ کا یادگار تا ہو نجاتِ اُمّتِ محبوبِ کردگار
جو لطف رحم میں، وہ نہیں ہے عتاب میں
ہے عاجزی پسند خدا کی جناب میں

کبریٰ اسیر ہو، کہ سکینہؑ طمانچے کھائے ۱۲۹ دوزخ سے دوستوں کو ہمارے، خدا بچائے
شیعہ رہا ہوں نار سے، عابدؑ گلا بندھائے خیمہ مرا جلے، پہ نہ اُمّت پہ آنچ آئے
دوزخ ہو دور، کوثر و جنّت قریب ہو
میں ذبح ہوں تو ہوں انہیں راحت نصیب ہو

یہ کہتے تھے کہ ٹوٹ پڑی شہ پہ فوجِ شام ۱۳۰ گردن جھکا کے برچھیاں کھانے لگے امام
حربے کئی ہزار، اور اک شاہِ تشنہ کام خوں میں قبا رسولؐ کی تر ہو گئی تمام
تیغیں علیؑ کے لال کے شانوں پہ چل گئیں
چھاتی کے پار نیزوں کی نوکیں نکل گئیں

مینھ کی طرح برسنے لگے شاہِ دیں پہ تیر ۱۳۱ تھرّا رہے تھے لگ کے تنِ نازنیں پہ تیر
دامن پہ تیر، جیبؑ پہ تیر، آستیں پہ تیر پہلو پہ تیغ، سینے پہ نیزہ، جبیں پہ تیر
داغوں سے خوں کے تختِ بدن لالہ زار تھا
شکلِ ضریح، سینۂ اقدس فگار تھا

مجروح لعل، لب تھے جدا، اور دہن جدا ۱۲۲ ترتھی لہو میں زلف شکن در شکن جدا
کٹ کٹ کے ہو گیا تھا، ہر اک عضو تن جدا درپے تھے نیزہ باز جدا، تیغ زن جدا
سیپارہ تھا نہ صدر، فقط اُس جناب کا
پرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا

تیغوں سے دم کے لینے کی فرصت نہ تھی ذرا ۱۲۳ کرتا تھا وار برچھیوں والوں کا سب پرا
شمشیر و تیر نیزہ و خنجر کے ماورا نیزوں میں خوں نبی کے نواسے کا تھا بھرا
تھیں تختیاں ستم کی شہ خوش خصال پر
چلتے تھے سنگ فاطمۂ زہرا کے لال پر

تھے دو ہزار زخم فقط سر سے تا بہ ناف ۱۲۴ پھیری نہ تھی جو پشتِ مبارک دمِ مصاف
غل تھا کہ آج ہوتا ہے گھر فاطمہؑ کا صاف سیّد سے بے وطن سے زمانہ تھا برخلاف
سنبھلا نہ جائے گا خلفِ بوتراب سے
لو وہ قدم حسینؑ کے نکلے رکاب سے

نیزہ کسی کا چل گیا پہلو پہ بے غضب ۱۲۵ رہوار سے ابھی نہ گرا تھا وہ تشنہ لب
غش کھا کے صدرِ زیں سے گرے سرورِ عرب دل زخمی ہو گیا تو ہوا روح پر تعب
پہونچی فلک پہ آہ شہ مشرقین کی
آئی صدا زمین سے [illegible] حسینؑ کی

[illegible] شاہِ نامدار ۱۲۶ بڑھ کر سناں کا ابنِ انس نے کیا جو وار
اُس وقت یہ [illegible] دوڑے سنبھالنے کے لیے شاہِ ذوالفقار
بے چین تجھ پہ گر کے نہ یہ دردمند ہو
اے ارضِ کربلا تے معلّی بلند ہو

میرے حبیبِ خاص کا پیارا ہے اے زمیں ۱۲۷ اس کے لیے جہاں کو سنوارا ہے اے زمیں
ہم اس کے ہیں حسینؑ ہمارا ہے اے زمیں یہ عرش کبریا کا ستارا ہے اے زمیں
دولت نبیؐ و فاطمہؑ و مرتضیٰؑ کی ہے
دامن میں لے اسے، یہ امانت خدا کی ہے

ناگہ بلند دامنِ زیں تک ہُوئی زمیں ۱۳۸ رہوار سے جُھکے طرفِ خاکِ شاہِ دیں
تھاما علیؑ نے بازوئے فرزندِ مہ جبیں زہراؑ پکاری غش میں ہے احمدؐ کا جانشیں
زخموں میں درد ہو نہ کہیں میرے لال کے
لوگو اُتارو گھوڑے سے بازو سنبھال کے

تڑپا اُتر کے خاک پہ فرزندِ بوتراب ۱۳۹ تیغیں چمکتی دیکھ کے کہتے تھے آب آب
اُس وقت شمر سے یہ عمرو نے کیا خطاب کیا دیر ہے حُسینؑ کا سر کاٹ لے شتاب
بے کس پہ کھینچ کھینچ کے خنجر عدو جُھکے
ہاتھوں کو ٹیک ٹیک کے رشتہ دیں قبلہ رُو جُھکے

بارہ تو خنجر، ایک گلا، وامصیبتا ۱۴۰ سیّد پہ یہ بلا پہ بلا وامصیبتا
غم سے کسی کا دل نہ جلا، وامصیبتا ان سب کے بعد شمر چلا، وامصیبتا
آیا نہ رحم سینۂ شاہِ شہید پر
زانو رکھا شقی نے کلامِ مجید پر

رکھنے لگا جو حلق پہ خنجر وہ بدخصال ۱۴۱ اس وقت غش سے چونک کے بولا علیؑ کا لال
بے تاب ہوں بتا دے مجھے بہرِ ذوالجلال بی بی تو کوئی نکلی نہیں کھولے سر کے بال
بولا وہ مثلِ بید زمیں تھرتھراتی ہے
کوئی تو پیٹتی ہوئی خیمے سے آتی ہے

لڑکی بھی ایک ساتھ ہے پہنے ہوئے گُہر ۱۴۲ کہتی ہے زُلفیں نوچ کے ہے ہے مرے پدر
اُس دم تڑپ کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر اے شمر، اُس کے سامنے مجھ کو نہ ذبح کر
خنجر کو ایک دم کے لیے آہ روک لے
یہ خوں بھری عبا مری، للّٰہ روک لے

گریہ نہ ہو تو حلق پہ خنجر کو جلد پھیر ۱۴۳ لپٹے گی وہ حُسینؑ سے آکر ہوئی جو دیر
زینبؑ وہ ہے کہ باپ ہے جس کا خدا کا شیر اُس دم لیا قساوتِ قلبی نے اس کو گھیر
غصّے سے آستیں کو چڑھانے لگا لعیں
خنجر گلوئے شہ پہ پھرانے لگا لعیں

کرتا ہے راویوں میں حمید اس طرح بیاں ۱۴۴ ہنگامِ ذبح تیرہ و تاریک تھا جہاں
آتی تھی شش جہت سے صدا یہ کہ الاماں غل تھا کہ اب زمین پہ گرتا ہے آسماں
کرتا ہے شمر ذبح دو عالم کے شاہ کو
حضرتؐ پکارتے ہیں رسالت پناہ کو

اک بی بی دوڑی آتی تھی رن میں بہ اضطراب ۱۴۵ موزے تو پاؤں میں، رخِ پُر نور پر نقاب
گرد اس کے تھا ردا کے سوا نور کا حجاب پیدا یہ تھا کہ ابر میں پنہاں ہے آفتاب
تھی آگے آگے چادرِ عصمت رکی ہوئی
بکھرے تھے سر کے بال کمر تھی جھکی ہوئی

خالی نظر پڑا جو اسے ذوالجناحِ شاہ ۱۴۶ چلائی سر کو پیٹ کے میں ہو گئی تباہ
ہے ہے گرا زمیں پہ شہِ عرش بارگاہ اے کربلا! کدھر ہے محمدؐ کا رشکِ ماہ
دیکھی جو اس نے تیغ، گلے پر امامؑ کے
ریتی پہ گر پڑی وہ کلیجے کو تھام کے

چلائی اٹھ کے خاک سے نانا مدد کو آؤ ۱۴۷ بھائی ہے میرا تیغ تلے یا علیؑ بچاؤ
اماں خدا کے واسطے تشریف جلد لاؤ یا مجتبیٰ حسینؑ کو آغوش میں اٹھاؤ
ہے ہے کوئی نہیں جو سنبھالے حسینؑ کو
اے ذوالجناح، تو ہی بچالے حسینؑ کو

اے ذوالجناح سبطِ نبیؐ میں ترے نثار ۱۴۸ بچپن سے میرے بھائی نے تجھ کو کیا ہے پیار
قاتل ترے سوار کی چھاتی پہ ہے سوار تیرے سوا نہیں کوئی اس وقت غمگسار
میں بنتِ فاطمہؑ ہوں، جو بھائی کو پاؤں گی
تیرے سُموں کو آنکھوں سے اپنے لگاؤں گی

فریاد کر کے رہ گئی، وہ سوختہ جگر ۱۴۹ یاں تن سے کٹ گیا پسرِ فاطمہؑ کا سر
چلاتی تھی بتولؑ کہ ہے ہے مرا پسر کہتے تھے مصطفیٰؐ کہ لٹا مرتضیٰ کا گھر
کب دیکھیے کہ لاشِ غریب الوطن اٹھے
شبیرؑ کیا جہاں سے اٹھے، پنجتن اٹھے

ہردم رہے انیس زباں پر خدا خدا   بجز جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا
دل داری محبت و دل جوئی و وفا   معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو
ہم نے تو ایک دل کو نہ دیکھا کہ صاف ہو

۱۰

جب نوجواں پسرِ شہِ دیں سے جُدا ہُوا ۱ روشن قمر سپہرِ بریں سے جُدا ہُوا
نورِ نظر امامِ مبیں سے جُدا ہُوا لختِ جگر حسینِ حزیں[الف] سے جُدا ہُوا
دل داغ ہوگیا دل و جانِ بتول کا
گھر بے چراغ ہوگیا سبطِ رسول کا

برچھی سے ٹکڑے ہوگیا لختِ جگر کا دل ۲ خود باپ نے چھدا ہُوا دیکھا پسر کا دل
ہوتا ہے آبگینہ سے نازک بشر کا دل پتھر کا دل نہیں ہے، یہ دل ہے پدر کا دل
ایوبؑ بھی اگر ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے
آنسو تھمیں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

پیری میں آفتِ غمِ اولاد، الاماں ۳ دل اور زخمِ خنجرِ بے داد، الاماں
وہ اضطرابِ خاطرِ ناشاد، الاماں وہ اشک و شور اور وہ فریاد، الاماں
بیٹا نہ ہو تو زیست کا پھر کیا مزا رہا
جب گھر اُجڑ گیا تو زمانے میں کیا رہا

بسمل کے لوٹنے کی کسی دل کو کیا خبر؟ ۴ غربت میں کون لُٹ گیا منزل کو کیا خبر؟
کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر؟ کس پر چھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر؟
خاروں سے پوچھیے، نہ کسی گل سے پوچھیے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے

بچھڑا وہ لال، جس کا گوارا نہ تھا فراق ۵ فرماتے تھے کہ لُوٹ لیا تُو نے اے عراق
اے موت جلد آ کہ، بس اب زندگی ہے شاق خنجر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق
برباد، اس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو
کیا زندگی کا لطف جب ایسا پسر نہ ہو

بچھڑے پدر سے اکبرِ مہرو، ہزار حیف ۶ اب رُو ہے سامنے، نہ وہ اَبرو، ہزار حیف
کیا خوش نما تھے دوش پہ گیسو، ہزار حیف وہ بھینی بھینی جسم کی خوشبو، ہزار حیف
وہ زلف وہ رُخ وہ پیار کی باتیں کدھر گئیں؟
وہ دن کہاں ہیں اور وہ راتیں کدھر گئیں؟

سب چاہیں جس کی زیست وہ شیر زباں مرے ۷ افسوس نیم جاں جیے، جانِ جہاں مرے
پیدا تو کس جگہ ہوئے آکر کہاں مرے قدرت خدا کی پیسر جیے نوجواں مرے
اس عمر میں جہاں سے گذرنے کے دن نہ تھے
کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

پھولے پھلے نہ وہ چمنِ روزگار میں ۸ جھونکا چلا ہوائے خزاں کا بہار میں
دیکھا کبھی نہ ایک گل ایسا ہزار میں کیا زور ہے امانتِ پروردگار میں
بے بس تھے وہ کہ ساتھ پدر کو نہ لے گئے
جس دم طلب ہوئے تو اکیلے چلے گئے

روتے ہوئے حرم میں گئے قبلۂ انام ۹ تر تھی لہو سے لختِ جگر کے قبا تمام
رُخ زرد، دل میں درد، بدن سرد، تشنہ کام طاقت نہ قلب میں، نہ بدن میں لہو کا نام
یہ درد تھا بکا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے تھے
یہ حال تھا کہ رونے پہ دشمن بھی روتے تھے

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے ۱۰ لائی حرم سرا میں، بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں، شہِ تشنہ کام کے سر دوش پر تھا زینبؑ عالی مقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبر گذر گئے
ہم ایسے سخت جاں ہیں کہ اب تک نہ مر گئے

پُرسا تمھیں شہیدوں کا دینے کو آئے ہیں ۱۱ کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
چہرے میں خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں یہ ہم تمھارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسینؑ بے کس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

سر بارِ دوش ہے ہمیں رُخصت کرو بہن ۱۲ اب عنقریب خیمۂ عصمت میں تیغ زن
مُردے پڑے ہوئے ہیں عزیزوں کے بے کفن پامال ہونہ لاشۂ فرزندِ صف شکن

محجوب ہم ہیں قاسم بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو علی اکبر کی روح سے

یہ سُن کے بیبیوں کے جگر پر چُھری چلی ۱۳ زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ
سرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی جاتا ہے سرکشوں میں یہ کونین کا ولی

بے کس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
آقا یہی تو وقت ہے مُشکل کُشائی کا

صدقے گئی پسر کے بچانے میں کد کرو ۱۴ فرزندِ فاطمہؑ کی بلاؤں کو رد کرو
دریا کو چھین لو حقِ زہرا اسند کرو یا شیرِ حق ! مقامِ مدد ہے مدد کرو

پانی پہ جنگ آگ لگی ہے یہ دہر میں
حصّہ پسر کا کیا نہیں مادر کے مہر میں

یا مصطفےٰ بلا میں پھنسا ہے تمھارا لال ۱۵ یا شیرِ ذوالجلال دکھاؤ اِمیں جلال
یا فاطمہؑ مَیں لُٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال یا رب اُلٹ دے آج یہ سب عرصۂ قتالؑ

پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جُدا رہوں
بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں جا رہوں

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیے تمھیں ۱۶ خالق کی یاد سرِ دِ علن چاہیے تمھیں
لب پر رضا رضا کا سخن چاہیے تمھیں جو ماں کا تھا چلن وہ چلن چاہیے تمھیں

ہر بار پوچھتے تے سبب آہِ سرد کا
شکوہ کیا علیؑ سے نہ پہلو کے درد کا

ہیں موردِ بلا و مصیبت ازل سے ہم ۱۷ اس غم کدے میں چین سے گُذرا نہ ایک دم
غم ہے ہمارے واسطے ہم ہیں برائے غم سب اپنے اپنے عہد میں سہ سہ گئے ستم

اب آخری بہن یہ سواری ہماری ہے
بعد ان بزرگواروں کے باری ہماری ہے

سچ ہے کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اے بہن ۱۸ کیا کیجے ناگزیر یہ فرقت ہے اے بہن
پیارے تمھارے بھائی کی رخصت ہے اے بہن دنیا مقامِ رنج و مصیبت ہے اے بہن
بھولے نہ یادِ حق کبھی گو حال غیر ہو
اس کی ظفر ہے خاتمہ جس کا بخیر ہو

کیا کرتیں تم بہن اجل آتی وطن میں گر ۱۹ یکساں ہے مرنے والے کو جنگل ہو یا کہ گھر
درپیش ہے سفر میں ہمیں خلق سے سفر اب آرزو یہ ہے کہ کٹے جلد تن سے سر
ہر دکھ میں خوش ہیں وہ جنھیں الفت خدا کی ہے
میرا نہیں یہ سر تو امانت خدا کی ہے

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہ کو پاس سے ۲۰ لپٹی وہ دوڑ کر شہ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے بولی وہ تشنہ کام شہ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے؟

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے ۲۱ آؤ گلے ملو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قرب خدائے قدیر ہے تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے؟

سن کر مصیبتِ پدرِ بےکس و حزیں ۲۲ بولی بلائیں باپ کی لے کر وہ مہ جبیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں آقا سوا حضور کے میرا کوئی نہیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو
للہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار ۲۳ پھیلی ہوئی ہے چار طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نہ سوار اس دشتِ کیں میں قید ہے احمد کا یادگار
قاصد جو میرے نام کا خط لے کے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

عمو تمھارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بہ لب ۲۴ بی بی قدم پہ گر کے ہمیں کون روکے اب
• تلواریں چل گئیں بنے قاسمؑ پہ بے سبب مرنا شباب میں علیؑ اکبرؑ کا ہے غضب
تھے جن سے زندگی کی حلاوت وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے اک دم میں لٹ گئے

ہر چند صبح و شام ہے جاری یہ شاہراہ ۲۵ پر کوئی قافلہ نہ ہوا ہوگا یوں تباہ
پایا تھا عمر کھو کے جنھیں ہم نے آہ آہ ڈھونڈھا کہاں کہاں نہیں ملتے وہ رشک ماہ
کیا ہوگا لاکھ روئیں گے یا خاک اڑائیں گے
نہ عمر اب پھرے گی نہ وہ دوست آئیں گے

بی بی یہاں سے اہل وطن ہیں قریب تر ۲۶ پر میری بے کسی کی نہیں ایک کو خبر
بھیجے ہیں دوستانِ یمن نے بھی نامہ بر لیکن حسینؑ تک نہ ہوا ایک کا گذر
قسریوں سے بھی مدد کو جو نکلا وہ گھر گیا
لشکر بنی اسد کا قریب آ کے پھر گیا

گھیرا ہے اس لیے مجھے اس بن میں بے گناہ ۲۷ تا مجھ تک آ سکے نہ کوئی میرا خیر خواہ
نے دوست نے عزیز نہ غم خوار نہ سپاہ ساتھی تو سب عدم میں وطن دور گھر تباہ
مجھ سا بھی کوئی بے کس و بے پر بشر نہ ہو
مر کر نہ دفن ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو

جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہو ادھر ۲۸ ضد کر کے روئیو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شب فرقتِ پدر سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت سے لگ کر
راحت کے دن گذر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام ۲۹ بتلائیے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام کھل جائے گا یہ دردِ الم تم پہ تا بہ شام
بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

بُندے اُتارو طوق بڑھاؤ پدر نثار ۳۰ چھپنا کہیں جو لُوٹنے آئیں ستم شعار
چلّائیو نہ اَینَ اَبی کہہ کے بار بار دشمن ہمارے نام کا ہے شمر نابکار
لو الوداع جاتے ہیں اب قتل گاہ میں
سونپا تمھیں خُدا و نبیؐ کی پناہ میں

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے (ط) دیکھا اِدھر اُدھر ۳۱ پوچھا کدھر ہیں بانوؑ ناشاد و نوحہ گر
فضہ نے عرض کی کہ اُدھر پیٹتی ہیں سر رخصت کی بھی حضورؑ کی اُن کو نہیں خبر
لب پر گھڑی گھڑی علی اکبرؑ کا نام ہے
چلیے فدا کہ کام اب اُن کا تمام ہے

رکھی تھی لا کے لاش پسر آپ نے جہاں ۳۲ منھ اس زمیں پہ ملتی ہیں اور ہے لبوں پہ جاں
کرتی ہیں اُٹھ کے آہ تو ہلتا ہے آسماں نعرہ یہ ہے کہ ہائے علی اکبرِ جواں
واری گئے نہ قبر میں امّاں کو گاڑ کے
جنگل بسا دیا مری بستی اُجاڑ کے

روتے ہوئے گئے جو وہاں شاہِ خوش خصال ۳۳ دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
شبّیرؑ بیٹھ کر یہ پکارے بصد ملال اے شہر بانوؑ ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال؟
سچ ہے فلک نے تم کو بڑے دُکھ دکھائے ہیں
صاحب اُٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

سُن کر صدا حسینؑ کی چونکی وہ نوحہ گر ۳۴ کی عرض سر جھکا کے قدم پر بہ چشمِ تر
تنہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر صاحب کہاں ہے منّتوں والا مرا پسر
ایسے نہیں جو دُکھ میں جُدا ہوں وہ باپ سے
اپنے مرادوں والے کو لوں گی میں آپ سے

اے جانِ فاطمہؑ مرا پیارا کدھر گیا؟ ۳۵ امّاں کی زندگی کا سہارا کدھر گیا؟
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا؟ سیدانیوں کی آنکھ کا تارا کدھر گیا؟
مرتی ہوں اپنے سروِ سہی قد کو دیکھ لوں
ایک بار پھر شبیہِ محمدؐ کو دیکھ لوں

۳۶ وہ گورا گورا چاند سا مکھڑا دکھائیں پھر / لے لوں میں گیسوؤں کی بلائیں تو جائیں پھر
مجھ کو تو خیریت سے غرض ہے نہ آئیں پھر / خوشبو میں تن کی سونگھ لوں جنگل بسائیں پھر
تڑپے گا دل تو لے کے اجازت حضور سے
میں دیکھ لوں گی در پہ کھڑی ہو کے دور سے

۳۷ بےخود تھی میں جب آئے تھے میداں سے وہ ادھر / کیا دیکھتی مجھے تو کچھ آتا نہ تھا نظر
سنبھلا جو دل ذرا تو پھڑکنے لگا جگر / کب آئے کب گئے، مجھے مطلق نہیں خبر
آئے تو چھپ کے آئے گئے بے ملے ہوئے
باتیں نہ پیار کی ہوئیں نہ کچھ گلے ہوئے

۳۸ گر ہیں خفا تو آئیں میں اٹھ کر نثار ہوں / ان کی خطا نہیں ہے، میں تقصیر وار ہوں
واقف ہوں ان کی آپ کی خدمت گزار ہوں / اب رحم کیجیے کہ بہت شرمسار ہوں
تکلیف گرچہ ہوگی شہ مشرقین کو
لے آئیے منا کے مرے نورِ عین کو

۳۹ باتیں یہ سن کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر / یارب جدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
بانوؐ کسے بلاؤں کہاں ہے وہ سیم بر / ہم شکلِ مصطفیٰ تو گئے فاطمہؑ کے گھر
ہر دکھ میں صبر کرتے ہیں، جو حق شناس ہیں
جس نے تمھیں دیا تھا، وہ اب اس کے پاس ہیں

۴۰ جاگے ہوئے تھے رات کے نیند آ گئی انھیں / ہے ہے منافقوں کی نظر کھا گئی انھیں
مخفی بہت کیا پہ اجل پا گئی انھیں / صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی انھیں
زندہ نہ ہوگا لال اگر مر بھی جاؤ گی
بانو کوئی گھڑی میں ہمیں بھی نہ پاؤ گی

۴۱ جاتے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہیں وہ لالہ فام / دیدو جو اپنے لال کو دینا ہو کچھ پیام
سن کر یہ ذکر ہوش میں آئی وہ تشنہ کام / سمجھی کہ گھر تمام ہوا اب چلے امام
خنجر سے حلقِ شاہ کے کٹنے کا طور ہے
بستی اجڑ کے تخت اجڑنے کا طور ہے

دامن پکڑ کے شاہ کا بولی وہ دل فگار ۴۲ اے ابنِ فاطمہؑ یہ کنیز آپ کے نثار
بعد آپ کے جو ٹوٹنے آئیں ستم شعار بیٹھے کہاں یہ بے کس و غمگین و سوگوار
کچھ حق میں اس کنیز کے فرما کے جائیے
صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

فرمایا شہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال ۴۳ زہراؑ کی بیٹیوں کی رہو تم شریکِ حال
زینبؑ کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ دونو لال صاحب تمہارے ساتھ ہے عابدؑ سا خوش خصال
بے وارثوں کا وارث و والی الٰہ ہے
دیکھو ڈگیں نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے

لو الوداع لاش پہ اب آ کے روئیو ۴۴ لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلّا کے روئیو
زانو پہ سر کو شرم سے نہوڑا کے روئیو قبرِ رسولؐ پاک پہ ہاں جا کے روئیو
لٹنے میں صبر شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوفِ الٰہی میں چاہیے

یہ سن کے حشر ہو گیا فریاد آہ سے ۴۵ سیدانیاں لپٹ گئیں زہراؑ کے ماہ سے
ٹھہرا گیا نہ پھر شہِ عالم پناہ سے نکلے حسینؑ روتے ہوئے خیمہ گاہ سے
چوتھا فلک ضیا سے جلو خانہ بن گیا
خورشید شمعِ حسن کا پروانہ بن گیا

مل کر حرم سے در پہ جو شاہِ غیور آئے ۴۶ اک غل ہوا حضورِ کرامت ظہور آئے
لاؤ فرس کو ڈیوڑھی پہ جلدی حضور آئے اعمیٰ بھی ہو تو آنکھ کی پتلی میں نور آئے
پھرتا تھا سر پہ چترِ سلیماں جناب کے
سایہ تھا ایک بیچ میں دو آفتاب کے

نصرت کی تھی صدا کہ زہے حشمت و جلال ۴۷ تاباں رہے یہ نیّرِ اقبال بے زوال
شوکت کی یہ دعا ہے کہ اے فاطمہؑ کے لال سر سبز تیرے دوست عدو تیرے پائمال
یارب فسادِ خلق سے امن و اماں رہے
جب تک زمیں رہے یہ امامِ زماں رہے

۴۸ بیٹھا نہ تھا کوئی برادر اِدھر اُدھر — پر قدسیوں کی صف تھی برابر اِدھر اُدھر
مڑ مڑ کے دیکھتے تھے جو سرور اِدھر اُدھر — گرتی تھی برق گویا چمک کر اِدھر اُدھر
جلوے دکھا رہی تھی ضیا ہاتھ پاؤں کی
اک چاندنی بچھی ہوئی تھی دھوپ چھاؤں کی

۴۹ غل تھا فلک کا رنگ بدلتا ہے دیکھ لو — ذرّوں سے آفتاب بھی جلتا ہے دیکھ لو
لو جوبن آج دن کا بھی ڈھلتا ہے دیکھ لو — قدموں پہ نور آنکھوں کو ملتا ہے دیکھ لو
نقش اس قدم کے چاند سے روشن دوچند ہیں
مجمر ہے آفتاب تو تارے سپند ہیں

۵۰ آمد فرس کی تھی، دلہن آتی ہے جس طرح — تھم تھم کے نکہتِ چمن آتی ہے جس طرح
تصویرِ آہوئے ختن آتی ہے جس طرح — یا شمع سوئے انجمن آتی ہے جس طرح
باہم طیور کہتے تھے کبکِ دری ہے یہ
گھوڑے چراغ پا تھے کہ بیشک پری ہے یہ

۵۱ آیا عجب شکوہ سے اسپِ قمر رکاب — تھامے تھی فتح زین کا دامن ظفر رکاب
چشمک زنی ہلال پہ کرتی تھی ہر رکاب — حلقہ تھا نورِ مہر کا یا جلوہ گر رکاب
فتراک[۱۲] تھی کہ کھولے ہوئے تھا عقاب پر
زیں پر تھا گرد پوش کہ ابر آفتاب پر

۵۲ اختر خجل ہیں زیں جواہر نگار سے — ذرّوں نے چن لیے ستارے غبار سے
تھمتا تھا کب سوارِ فراست شعار سے — گردن میں ہاتھ باگ نے ڈالے ہیں پیار سے
نازاں ہے خود رکاب کے پائے کو دیکھ کر
بل کر رہا ہے خاک پہ سائے کو دیکھ کر

۵۳ قرباں اُس تگاورِ ضیغم شکار کے — پامال کر دے شیر کو ٹاپوں سے مار کے
شائستگی کو پوچھیو دل سے سوار کے — چاہے تو ایک طفل چڑھے باگ اتار کے
رکھ دے قدم تو رنگ نہ میلا ہو پھول کا
پیارا فرس ہے راکبِ دوشِ رسول کا

چاروں سموں سے بدر مجمل نعل سے ہلال ۵۴ کھیلیں شکار شیر، یہ آنکھیں ہیں وہ غزال
بہیے نہ یال، جوڑتے بکھرا دیے ہیں بال پھرنے پہ جھوم جھوم کے صدقے پری کی چال
رستے ہیں یاد گنبد[۱۹] نیلی رواق کے
دلدل کی تیزیاں ہیں طرارے براق کے

سینہ کشادہ، تنگ کمر، چست، جوڑ بند ۵۵ گردن میں خم ہلال کا اور اس پہ سر بلند
جاندار بردبار عدو کش ظفر پسند بجلی کسی جگہ، کہیں آہو کہیں پرند
سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے
اتنے ہر فرس میں یہ قدرت خدا کی ہے

لو اب سوار ہوتا ہے زہراؑ کا یادگار ۵۶ تھامے رکاب کون، نہ یاور نہ غم گسار
رو کر فرس سے کہتے ہیں[س] شبیرؑ نامدار اے ذوالجناح، دیکھ یہ نیرنگ روزگار
سب دوپہر میں ابن علیؑ سے جدا ہوئے
جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوئے

سب دوست بے مثال تھے روؤں کیسے کیسے ۵۷ خوش رو تھے باکمال تھے روؤں کیسے کیسے
حیدر کے پانچ لال تھے روؤں کیسے کیسے سات آٹھ خرد سال تھے روؤں کیسے کیسے
جب ذکر[ف] خیر پیاس میں مرنے کے ہوئیں گے
سب میرے دوست میرے عوض ان کو روئیں گے

مرتا ہے ایک دوست کسی شخص کا اگر ۵۸ وہ شخص اس کے ہجر میں روتا ہے عمر بھر
اک دن میں صاف ہوگیا میرا تو گھر کا گھر کیا دور ہے جو مر کے بھی سیدھی نہ ہو کمر
اس گھر میں جتنے گھر ہیں وہ سب بے چراغ ہیں
میرے تو اک کلیجے پہ اٹھارہ[۲۱] داغ ہیں

پیاسے ہیں میرے ساتھ جو میرے یہ تشنہ[ع] کام ۵۹ گھر گھر میں ان کی نذر کے ہوویں گے اہتمام
جاری سبیلیں رکھیں گے رستہ پہ خاص و عام پلائیں گے یہ پانی کے بھر بھر کے سرد جام
بھولو نہ تشنگی کو شہ تشنہ کام کی
پیاسو[ص] سبیل ہے یہ شہیدوں کے نام کی

ایسے کسے ملے ہیں رفیقانِ باوفا ۶۰ پیشِ خدا جلیل ہے ان سب کا مرتبا
ہوتے جہاں میں آج جو پیغمبرِ خدا کرتے ہر اک شہید کا ماتم جدا جدا
شانہ بتولؑ بالوں میں کرتی نہ عمر بھر
چادر سیاہ سر سے اُترتی نہ عمر بھر

یہ سن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار ۶۱ چلاتی تھی یہ زوجۂ عباسؑ نامدار
صاحب اٹھو ترائی سے میں آپ کے نثار آقا سوار ہوتے ہیں، آیا ہے راہوار
یاں آ کے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے
سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

بانو پکارتی تھی کہ اکبر کدھر ہو تم؟ ۶۲ بیٹا پدرؑ کے کوچ کے دن بے خبر ہو تم
تھامو رکاب باپ کی پیارے پسر ہو تم اماں کا گھر اُجڑتا ہے دادی کے گھر ہو تم
بازو کو تھامو ہاتھ میں حضرت کے ہاتھ دو
بیٹا ضعیفی وقت میں حضرت کا ساتھ دو

لکھا ہے یاں عمامہ فرس پر تھا دستِ شاہ ۶۳ فریاد واحسینؑ سے ہلتی تھی قتل گاہ
خیمے سے نکلی اک زنِ بالا بلند آہ رخ پر نقاب، پاؤں میں موزے، عبا سیاہ
حسنِ بتولؑ و شانِ علیؑ کا ظہور تھا
گویا لباسِ کعبہ میں خالق کا نور تھا

پردے سے پر جھکی ہوئی آئی وہ دل کباب ۶۴ تھامی لرزتے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب
گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے شاہِ فلک جناب بیت الشرف میں پھر گئی وہ مثلِ آفتاب
جس کا یہ ذکر ہے وہ نواسی نبیؐ کی تھی
زینبؑ بہن حسینؑ کی بیٹی علیؑ کی تھی

رن کو سواریِ شہِ جن و بشر چلی ۶۵ پیچھے تمام فوجِ ملک ننگے سر چلی
گھوڑے کے ساتھ فاطمہؑ تھامے جگر چلی شبدیز کیا چلا کہ نسیمِ سحر چلی
جلوہ تمام، نورِ سواری سے عرش تھا
سونے کی تھی زمیں تو ستاروں کا فرش تھا

ذرّوں سے آفتاب کی ضو آشکار تھی ٦٦ سرسبز تھے درخت، زمیں لالہ زار تھی
ماتم میں ایک سماں تھا، خزاں میں بہار تھی جنگل تھا مُشک[25] بیز ہوا عطر بار تھی
غُل تھا نہ دُور دُور چلو، نہ بہم چلو
ہاں خادمو ادب سے قدم با قدم چلو

وہ شان وہ شکوہ و شوکت جناب کی ٦٧ اللہ ری ضو جھپکتی ہے آنکھ آفتاب کی
تصویر ہے جنابِ رسالت مآب کی پیری دکھا رہی ہے لطافت شباب کی
بر میں نبیؐ کا جامۂ عنبر شمامہ ہے
رنگت تو پھول سی ہے گلابی عمامہ ہے

غُل تھا فرس پہ سیدِ والا کو دیکھ لو ٦٨ ہاں برق[26] و شرقِ طورِ تجلّی کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورتِ مولا کو دیکھ لو بالائے رحلِ مصحفِ زہرا کو دیکھ لو
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے خلق میں؟
قرآں انھیں کے واسطے آیا ہے خلق میں

حوریں ہیں گرد ساغرِ کوثر لیے ہوئے ٦٩ قدسی[ت] جلوس میں طبقِ زر لیے ہوئے
جبریلؑ ہیں نجات کا دفتر لیے ہوئے جھولی میں ہے نسیمِ گلِ تر لیے ہوئے
لپٹے ہیں پھول وادیِ عنبر سرشت میں
دُولھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں

وہ رُوئے دل فروز وہ زلفوں کا پیچ و تاب ٧٠ گویا کہ نصف شب میں نمایاں ہے آفتاب
ابرو کی ذوالفقار سے زہرا عدو کا آب آنکھیں وہ جن سے نرگسِ فردوس بے حجاب
پُتلی کا رعب سب پہ عیاں ہے خدائی میں
بیٹھا ہے شیر[ٹ] پنجوں کو ٹیکے ترائی میں

پہونچا جو اس شکوہ سے خیبر[27] اُدرا کا لال ٧١ کانپے جبل لرزنے لگا عرصۂ قتال
ٹوٹے جو مورچے تو پکارے یہ بدخصال بھاگو کہ آئے[ذ] شیرِ الٰہی پئے جدال
دیکھا جو رعب قبلۂ عالی مقام کو
غُولوں نے جھک کے ہاتھ بڑھائے سلام کو

بڑھ کر صدا نبیؐ نے دی رُو بروئے شاہ ۔۲ دشمن ترے ذلیل معاند ترے تباہ
آواز دی ظفر نے کہ اے معدلت پناہ تاباں رہے ستارۂ اقبال عزّ و جاہ
زہرہ عدو کا آب، کلیجہ لہو رہے
ہر معرکہ میں تیغِ علیؑ سُرخرو رہے

نیزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک ۔۳ ماہی نے دب کے گاؤ زمیں سے کہا سرک
شاید قیامت آئی زمیں پر گرا فلک بس یا حفیظ کہہ کے لرزنے لگی سمک
غل تھا اُلٹ چکے ہیں حسینؑ آستین کو
یا بو تراب آکے بچالو زمین کو

دب دب کے مورچوں سے اُدھر پہلواں ہٹے ۔۴ لشکر ہٹا، نشانِ ضلالت نشاں ہٹے
سر کی زمیں، مگر نہ امامِ زماں ہٹے سچ ہے کہ قطبِ دائرۂ دیں کہاں ہٹے
سر بھی کٹے اگر تو، نہ پیچھے قدم ہٹیں
کعبہ کہیں ہٹا ہو تو شاہِ امم ہٹیں

و گو نجتا ہے شیر رجز خواں ہیں شاہِ دیں ۔۵ نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہمیں پشتِ پناہِ دیں
روشن ہمارے نور سے ہے شاہراہِ دیں دنیا میں ہم ہیں تاجِ سرِ عزّ و جاہِ دیں
سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکن کنشت کے
ہم نے تمہیں بتا دیئے رستے بہشت کے

خالی کیا علیؑ نے بتوں سے خدا کا گھر ۔۶ عزّیٰ کہاں ہیں لات و ہبل آج ہیں کدھر
غل تھا علیؑ ہیں دوشِ محمدؐ پہ جلوہ گر مصحف پہ مصحف آج ہے اور نور نور پر
سب سے علیؑ کا مرتبہ اعلیٰ ہے دیکھ لو
شیرِ خدا کی شان دو بالا ہے دیکھ لو

زنار گردنوں پہ تمہارے سوار تھی ۔۷ شرکِ جلی یہ تھا کہ پرستش میں نار تھی
اسلام کے چمن میں کبھی یہ بہار تھی حق حق کی مسجدوں میں یہ کس دن پکار تھی
چرچا تھا کفر و فسق و فجور گناہ کا
یہ شور کب تھا اشہد ان لا الٰہ کا

کعبے میں ہم نے پہلے اذاں دی بہ شد و مد ۷۸ دریائے رحمتِ صمدی ہیں ہمارے جد
ہم پر ازل سے ہیں کرمِ مفضلِ احد سب ہم پہ منکشف ہے جو کچھ ہوگا تا ابد
تم لوگ جس طریق سے پھرتے ہو فرش پر
ہم یوں پلک جھپکنے میں جاتے ہیں عرش پر

گھر میں ہمارے وحی خدا لائے جبرئیل ۷۹ جب آئے خادموں کی طرح آئے جبرئیل
مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبرئیل اس گھر کی خادمی ہے، تمنائے جبرئیل
شاگردیِ علیؑ سے سرافراز جب ہوئے
جبریلؑ تب مقربِ درگاہ رب ہوئے

کیوں ظالمو! رسولؐ کا پیارا نہیں ہوں میں؟ ۸۰ کیوں عرشِ کبریا کا ستارہ نہیں ہوں میں؟
کیوں مستحقِ لطف و مدارا نہیں ہوں میں؟ کیوں جاہلو! امام تمھارا نہیں ہوں میں؟
سیدؑ پہ ظلم، کون سی یہ رسم و راہ ہے؟
کیا میہماں کو پانی کا دینا گناہ ہے؟

وہ نہر جس کو خلق میں جاری کرے الٰہ ۸۱ روکی ہے تم نے ظلم کی تیغوں سے اس کی راہ
پانی پہ جنگ پیاسوں سے، دریا پہ بغض آہ یہ کس ولی کا گھر تھا جسے کر دیا تباہ
سیراب گرگ و شیر ہوں اور اسپ و خر پئیں
اولادِ فاطمہؑ نہ پیے جانور پئیں

کھنچ کھنچ کے جائے ساری زراعت میں آبِ نہر ۸۲ محروم ابنِ ساقیِ کوثر یہ کیا ہے قہر
اس میں یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہؑ کا مہر شہرہ ہے تازیوں کی تواضع کا شہر شہر
امت نبیؐ کی آہ یہ سفاک ہو گئی
بس آج آبروئے عرب خاک ہو گئی

کرتا ہے پاسدارِ مہماں ہر اک بشر ۸۳ ملتے ہیں اس سے جھک کے جو آتا ہے اپنے گھر
عاجز بھی لا کے سامنے رکھتا ہے ماحضر فاقہ ہے تیسرا ہمیں اور تم ہو بے خبر
بستانِ کربلا میں ہوا یہ بری چلی
پانی طلب کیا تو گلے پر چھری چلی

سُن کر بیانِ شاہ لعینوں نے سر جھکائے ۸۴ کتنوں نے پھیر پھیر کے منہ اشک بھی بہائے
اکثر صفوں میں شور یہ اٹھا کہ ہائے ہائے کیوں ہم رسولِ حق کے نواسے سے لڑنے آئے
خم کر کے گردنیں عمر و شمر ٹل گئے
فولاد نرم ہو گیا پتھر پگھل گئے

نوفل سے بڑھ کے یہ پسرِ سعد نے کہا ۸۵ ہاں جلدی حکم دے کہ بجیں طبل جابجا
ہو سب صفوں میں نالۂ شہنا کا غل بپا تا فوج میں سُنے نہ کوئی شاہ کی صدا
مظلومیِ حسینؑ پہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
انساں کا ذکر کیا ہے کہ حیواں بھی روتے ہیں

ناگہ بجے جلاجل[۳۸] و قرنا و طبل و دف ۸۶ خاموش ہو گئے شۂ مظلوم اس طرف
چلّوں میں تیر جوڑ کے بڑھنے لگی جو صف اُگلی اُدھر نیام سے تیغ شۂ نجف
بھاگو، ہٹو، بچو یہ صدا دی سپاہ نے
بانبی سے منہ نکالا ہے مارِ سیاہ نے

تیغ دو سر کو روک کے حضرت نے یہ کہا ۸۷ بے کس سے کس طرح تمھیں منظور ہے دغا؟
آؤ عرب کی طرح، جو ہے قصد جنگ کا سب مل کے گر لڑو گے تو پھر اس میں دیر کیا
دنیا سے وقتِ عصر گذرنا ہے ہر طرح
حاضر ہوں ہر طرح میں، کہ مرنا ہے ہر طرح

سر کو نہ سر، نہ جان کو ہم جاں سمجھتے ہیں ۸۸ ہاں حکمِ کردگار کو ایماں سمجھتے ہیں
مشکل ہزار ہو اُسے آساں سمجھتے ہیں ہم ایک اور لاکھ کو یکساں سمجھتے ہیں
اس معرکے میں کھیت پڑے ہیں اسی طرح
بچے ہمارے تم سے لڑے ہیں اسی طرح

لڑتا نکل کے ایک سے، گر ایک، نامدار ۸۹ برسوں بھی تم سے ختم نہ ہوتی یہ کارزار
نکلا اِدھر سے ایک اُدھر سے بڑھے ہزار اِس پر بھی الاماں کا غل اٹھتا تھا بار بار
بے دیں کا ساتھ دے کے حمیت کو کھو دیا
تم نے تو آج، نام عرب کا، ڈبو دیا

یہ ذکر تھا کہ تیر چلے اس سپاہ سے ۹۰ گیتی کو زلزلہ ہوا، زہرا کی آہ سے
پھر ضبط ہو سکا، نہ شہِ دیں پناہ سے بجلی گری صفوں پہ، غضب کی نگاہ سے
چمکی علیؑ کی تیغ جو دشتِ مصاف میں
پریاں چھپیں جزیرے میں، سیمرغ قاف میں

ساعد سے اس طرح ہوئی تیغِ دو سر جدا ۹۱ جیسے سوادِ شب سے، بیاضِ سحر جدا
نصرت کا آئینہ تھا جدا اور گہر جدا محمل جدا تھا، لیلیِ فتح و ظفر جدا
تیغِ کشیدہ دستِ شہِ بحر و بر میں ہے
طومار ہاتھ میں ہے لفافہ کمر میں ہے

(الف۔۱)
سیفی چلی کہ تیغِ شہِ لافتیٰ چلی ۹۲ گویا صفوں پہ کھولے ہوئے منہ بلا چلی
بن بن کے سموم قہر و عتابِ خدا چلی جھونکوں سے جس کے اڑتے ہیں سر وہ ہوا چلی
آواز الاماں کی سپہرِ بریں پہ تھی
بڑھ کر جو یوں پھرے صفِ اوّل زمیں پہ تھی

(ب۔۱)
پہونچے جو مثلِ شیر جھپٹ کر اِدھر اُدھر ۹۳ سر گر پڑے حسامؑ سے کٹ کر اِدھر اُدھر
آیا گیا فرس جو ہمٹ کر اِدھر اُدھر ڈھالوں کا ابر رہ گیا پھٹ کر اِدھر اُدھر
جاروب تھی کہ سیف میانِ مصاف تھی
دریا کی راہ حملۂ اوّل میں صاف تھی

ملتی تھی جائے امن نہ زیرِ فلک کہیں ۹۴ غل تھا کہ مل نہ جائیں سما و سمک کہیں
جنات بے حواس کہیں تھے فلک کہیں سایہ کہیں تھا، تیغ کہیں تھی چمک کہیں
پانی سے جل بجھا تھا کوئی، کوئی نار سے
گرتی تھیں، تین بجلیاں اک ذوالفقار سے

غل شش جہت میں تھا کہ نہ اس سے دوچار ہو ۹۵ بھاگو کہیں یہ برق نہ پھر شعلہ بار ہو
کون اس کے منہ پہ جا کے اجل کا شکار ہو جو ایک ہے وہ دو ہو، جو دو ہے وہ چار ہو
بھاگیں کہ اِن صفوں کو ہم، آراستہ کریں
مہلت جو تیغ دے تو دم آراستہ کریں

جب سن سے فوجِ شام پہ وہ شعلہ خو[۱-۲۰] چلی ۹۶ بس سر کے بل سقر میں سپاہِ عدو چلی
ٹھہری، بڑھی، چمکتی ہوئی، چار سو چلی آئی کس آب و تاب سے، کیا طرفہ رو چلی
تیزی یوں ہی زبانِ سخنور کو چاہیے
پاس آبرو کا صاحبِ جوہر کو چاہیے

اب دم نہ لیجیو یہ اجل اس سے کہہ گئی ۹۷ ندی لہو کی دشت پر آفت میں بہ گئی
کاٹی زرہ، کڑی بھی پڑی جو وہ سہہ گئی بھاگا کوئی شقی تو لہو پی کے رہ گئی
غصے میں مثلِ برق، قرار اس نے کم لیا
لاکھوں میں ڈھونڈھ کر اُسے مارا تو دم[۱-۲] لیا

پھل اس کا نہ سپر پہ نہ جوشن پہ رہ گیا ۹۸ جس پر پڑی تڑپ کے، وہ توسن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا خوں بھی، اجل گرفتہ کی گردن پہ رہ گیا
دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خودسری رہی
مجرم وہی رہا یہ خطا سے بری رہی

یکتا برش میں جوہرِ ذاتی میں قد میں ۹۹ چمکی اُحد میں خیبر و خندق میں بدر میں
تیزی وہی تھی منہ کی اس آشوب غدر میں چل کر سپر[۲-۱] سے سر میں گئی سر سے صدر میں
کھنچتے ہوئے سپر سے نیا رنگ ڈھنگ تھا
راکب تھا نہ فرس تھا نہ زیں تھا نہ تنگ تھا

مانندِ برق تیغ کا سایہ، جدھر گرا ۱۰۰ بیٹے پہ باپ، باپ پہ بیٹے کا سر گرا
یہ ہاتھ اس طرف تو وہ بازو ادھر گرا پرکالے[۲۰] اڑ گئے وہ سپر کے وہ سر گرا
قبضے میں اب ہے تیغ نہ دستانے ہاتھ میں
کیوں دے دیا ہے ہاتھ کو بیگانے ہاتھ میں

سرکش ہوا پہ چڑھتے، وہ سب گرد ہو گئے ۱۰۱ سرخی رخوں سے اُڑ گئی منہ زرد ہو گئے
دعویٔ مردمی تھا، پہ نامرد ہو گئے ہنگامہ جن سے گرم تھا، وہ سرد ہو گئے
مرنے پہ بھی نصیب کی سوزش نہ جائے گی
اب ناریوں کو آتشِ دوزخ جلائے گی

ملتی تھے تیغِ شاہِ حجازی سے نیزہ باز ۱۰۲ پیہم اُلٹ کے گرتے تھے تازی سے نیزہ باز
مدکے تھے ہاتھ، دستِ درازی سے نیزہ باز باز آتے تھے نہ شعبدہ بازی سے نیزہ باز
یوں چُٹ سے کھول دیتے تھے نیزے سے بند کو
آتش پہ ڈال دے کوئی جیسے سپند کو

غُل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری ۱۰۳ برچھی سی اُڑ گئی وہ سناں یہ گرہ گری
ترکش کٹا کماں کیانی سے زہ گری یہ سپر گرا وہ خود اُڑا یہ زرہ گری
آتی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح
گرتی ہے برقِ قہرِ الٰہی اسی طرح

وہ شام و روم کے قدر انداز بے نظیر ۱۰۴ سہوا نہ چوکتا تھا نشانوں سے جن کا تیر
ہر صف میں سہم سہم کے ہوتے تھے گوشہ گیر چلّاتے تھے کہ موت کے حلقے میں ہیں اسیر
بیچے قسم اگر کبھی لشکر کشی کریں
سر کاٹ ڈالے گا جو اب سرکشی کریں

مشّاق ساٹھ ساٹھ برس کے وہ تیز دست ۱۰۵ چلّہ نہ سوجھتا تھا انھیں آنکھ سے نہ شست
بے سر تھے وہ بھی بادۂ نخوت سے جو تھے مست غارت تھے مثلِ تیرِ ہوائی ہوا پرست
ترکش دو نیم ہو گئے نہ تیر کیا کرے
چلّہ نہ ہو کمانوں پہ تو تیر کیا کرے

وہ شہسوار دوشِ محمد کی واں باگ ۱۰۶ کیا ٹھہرے دھوپ میں کہ وہ سیماب ہے آگ
تلوار کیا، فرس کو بھی تھی نیمچوں سے لاگ ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ
نعرہ اس سے چل سکے گا نہ رستم نہ گیو کا
اس پیلتن کی ٹاپ طمانچہ ہے دیو کا

پھرتا ہے کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے ۱۰۷ سرعت بلائیں لیتی تھی منہ چوم چوم کے
پامال تھے پرے سپہِ شام و روم کے غُل تھا یہ غول میں پسرِ سعد شوم کے
رخش ایسا اُدھم روم میں نہیں شام میں نہیں
یہ شوخیاں تو ابلقِ ایام میں نہیں

چار آئینہ سے یوں نکل آتی تھی ذوالفقار ۱۰۸ عینک کے پار ہوتا ہے جیسے نگہ کا تار[ک-۱]
چار آئینے تو کیا تھے کہ ہوتے بھلا دو چار[ک-۱] ہر دم تھا امتزاج عناصر کو انتشار
اُلٹے جہاں رن ایسا اگر اک گھڑی پڑے
کیا ہو زرہ سے ضرب جب ایسی کڑی پڑے

خود و زرہ وہ دام سے آزاد، یہ اسیر ۱۰۹ تیر و کمان سخت، وہ بے پر یہ گوشہ گیر
شمشیر جاں ستان و کمند و سنان و تیر بے آب و سر بریدہ و ژولیدہ و حقیر
بے برگ و بار دشمنِ آلِ رسولؐ ہیں
اب برچھیوں میں پھل ہیں نہ ڈھالوں میں گل ہیں

اس تیغ کے وقار سے کوہِ گراں سبک ۱۱۰ ڈھالوں کی شامیوں کی گھٹا اُبر سے تنک
یہ آگ اور[ل-۱] ناریوں کے دست و پا خنک چلنے میں بس یہی دم و دعویٰ کہ اب نہ رک
مقتل کے ہر نشیب کو لاشوں سے پاٹ دے
پر جبرئیلؑ کے بھی سپر ہوں تو کاٹ دے

جب منہ کے تیغ صفدرِ قدسی شرف گری ۱۱۱ گویا کہ برقِ سطوتِ شاہِ نجف گری
آیا اُدھر خدا کا غضب جس طرف گری کٹ کر گرا پرے پہ پرا صف پہ صف گری
سیلی چلی کہ سیف صفِ کارزار پر
گھوڑے گرے پیادوں پہ پیدل سوار پر

اللہ ری شان واہ رے حملے جناب کے ۱۱۲ خاک اڑ گئی جدھر گئے گھوڑے کو دب کے
دکھلا دیے وغا میں چلن بوترابؑ کے فتراک تھی کہ پَر فرسِ لاجواب کے
پُتلی جدھر سوار نے پھیری، یہ مُڑ گیا
اُترا براق بن کے، پری ہو کے اڑ گیا

جم کر صفوں سے یوں فرسِ تند خو اُڑا ۱۱۳ گویا ہمائے اوجِ شرف، چار سو اُڑا
تلوار جب چلی، سرِ نحسِ عدو اُڑا نکلا دم اور نہ زخم سے مطلق لہو اُڑا
ہر دم برش بڑھی رہی، گھاٹ اس کا نام ہے
اس کو صفائی کہتے ہیں کاٹ اس کا نام ہے

باطل کو حق سے خیر سے شر کو، جُدا کیا ۱۱۴ ظلمت کو دن سے، شب کو سحر سے، جُدا کیا
یوں کفر و دیں کو، تیغِ دو سر سے جُدا کیا   گویا کلفؔ کو رُوئے قمر سے جُدا کیا
ٹکڑے اڑائے دَم میں سپاہِ شریر کے
قربان، ذوالفقارِ جنابِ امیرؑ کے

بخشا ہے کبریا نے اصالت کو کیا وقار ۱۱۵ تھی سرنگوں، اِس اوج پہ وہ تیغ آبدار
با آبرو کا، جوہرِ ذاتی ہے، انکسار   واں مدحِ ذوالفقار کی تھی عرش پر پُکار
اس عزّ و اعتلا پہ زباں بھی رُکی رہی
یہ کیا فروتنی ہے کہ گردن جُھکی رہی

خالص اگر ہے مُشک تو بو آشکار ہے ۱۱۶ چمکے گا آپ، وہ جو دُرِ شاہوار ہے
زرگر کی، مدح و قدح کا کیا اعتبار ہے   کہہ دے گی خود محک کہ طلا خوش عیار ہے
بدمغز کو کمال کی دولت خدا نہ دے
خالی ہو جو کہ ظرف وہ کیونکر صدا نہ دے

اے ذوالفقار حلق میں دو ہاتھ سے چلی ۱۱۷ دستِ حُسینؑ و پنجۂ مُشکل کُشا علیؑ
یہ مصطفےؐ کی جان، وہ اللہ کا ولی   دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم پہ ہے جلی
فخرِ مجاہدیں، پسرِ فاطمہؑ ہُوا
حیدرؑ سے ابتدا ہوئی، یاں خاتمہ ہُوا

ظلمت سے نور، نور سے ظلمت جُدا ہوئی ۱۱۸ وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جُدا ہوئی
دیں میں سے کفر کی بدعت جُدا ہوئی   ایماں کے راستے سے ضلالت جُدا ہوئی
اس دبدبہ سے زیر کیا روم و شام کو
حکمِ جہاد پھر نہ ہُوا نو امام کو

خود سر عُدو تھے، مثلِ حباب اس کے سامنے ۱۱۹ موجِ زرہ تھی، نقش بر آب اس کے سامنے
کیا منہ تھا، دے جو تیغ جواب اس کے سامنے   بڑھنے کی تھی سپر کو نہ تاب اس کے سامنے
اللہ کا غضب ہے یہ جلنے ہوئے تھے سب
لوہے کو ذوالفقار کی مانے ہوئے تھے سب

۱۲۰
اللہ رے تلاطمِ افواجِ رُوسیاہ — ٹکراتے تھے پہ ملتی نہ تھی بھاگنے کی راہ
غل تھا، پناہ دے ہمیں اے آسماں پناہ — اُمتِ رسُولِ پاک کی ہوتی ہے اب تباہ
بخشو خطا یہ کام ہے مولا تُراب کا
صدقہ محمدِ عربی کی جناب کا

۱۲۱
اس شور میں سُنا جو رسولِ خدا کا نام — پڑھ کر دُرود آپ نے بس روک لی حسام
فرمایا خیر لے گا خدا تم سے انتقام — عاجز نہیں یہ بے کس و مظلوم تشنہ کام
کیا چیز سر ہے بات پہ جرار مرتے ہیں
دیکھو اس اختیار پہ یوں جبر کرتے ہیں

۱۲۲
چرخ و نجوم و شمس و قمر شہر و دشت و در — سنگ و معادن و صدف و قطرہ و گہر
اشجار و شاخ و برگ گل و غنچہ و ثمر — رکن و مقام و باب و منا زمزم و حجر
جن و ملک ہیں انس ہیں غلمان و حور ہیں
کہہ دیں گے سب کہ ابنِ علیؑ بے قصور ہیں

۱۲۳
میں کیا لڑوں گا غم سے لہو ہے مرا جگر — آنکھوں کے آگے خاک پہ ہے لاشۂ پسر
بازو کے غم میں ٹوٹ گئی ہے مری کمر — سر ہو یہ مرحلہ جو کٹے تن سے جلد سر
حسرت ہے یہ کہ تیغوں سے تن پاش پاش ہو
جب ذبح ہوں تو پہلوئے اکبر میں لاش ہو

۱۲۴
بھاگو نہ، لو نیام میں رکھتا ہوں میں حسام — مشتاقِ قربِ حق ہے یہ مظلوم تشنہ کام
دنیا سے اب غرض ہے نہ کچھ زندگی سے کام — حاضر ہے سر فقیر کا کیا کوچ کیا مقام
بیٹھے نہیں زمیں پہ خزانے کو گاڑ کے
موت آئی اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

۱۲۵
پلٹے یہ سن کے بھاگے ہوئے رُوسیاہ آہ — ابرِ ستم میں گھر گیا زہرا کا ماہ آہ
اک تشنہ لب پہ ٹوٹ پڑی سب سپاہ آہ — دو لاکھ حربے، ایک تنِ زار آہ آہ
سب کچھ تھا اختیار پہ مجبور ہو گئے
شبیرؑ سر سے تا بہ قدم چُور ہو گئے

باندھے تھے چار غول، جفاکار بہرِ جنگ ۱۲۶ اک صف سے تیغیں چلتی تھیں اور ایک سے خدنگ
نیزوں کے وار ہوتے تھے اک صف سے بے درنگ چلتے تھے ایک صف سے پیاپے کلوخ و سنگ
زہرؑا تڑپ رہی تھیں علیؑ ہاتھ ملتے تھے
یہ وار سب نبیؐ کے کلیجے پہ چلتے تھے

وہ یوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ بن ۱۲۷ جھیلوں میں شیر ہانپتے تھے دشت میں ہرن
رونے کی چار سو تھی صدا، پوتنا تھا رن غل تھا خدا پرستوں کے لاشے ہیں بے کفن
آندھی میں خاک اُڑتی تھی گھوڑوں کی گشت سے
آواز ہائے ہائے کی آتی تھی دشت سے

بی بی کوئی پکارتی تھی ہائے میرے لال ۱۲۸ حیدر کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
زہرؑا کی دونوں بیٹیاں کھولے ہوئے تھیں بال ڈیوڑھی سے نکلے پڑتے تھے، بچوں کا تھا یہ حال
جھکتے تھے زیں سے جب شہِ ذیشاں زمین پر
غل تھا کہ ہائے گرتا ہے قرآں زمین پر

جس روز تھا یہ حشر، یہ ماتم، یہ شور و شر ۱۲۹ آ پہونچا اک مسافرِ غربت زدہ اُدھر
نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف[55] میں وہ خوش سیر چھوٹے ہوئے وطن، اُسے گذرا تھا سال بھر
بے خانماں کو عشق خدا کے ولی کا تھا
مشتاق وہ زیارتِ قبرِ علی کا تھا

رخ زرد، پاؤں سوجے ہوئے، جسم پر غبار ۱۳۰ ایمان و اعتقاد قوی، پر بدن نزار
طاعت گزار، نیک عقیدت، وفا شعار نہ راحلہ[56]، نہ زاد، نہ ہمدم نہ غمگسار
یہ آرزو کہ گوہرِ بحرِ شرف ملے
چھانوں جہاں کی خاک پہ دُرِ نجف ملے

سر کو قدم کیے وہ سعیدِ خجستہ[58] پے ۱۳۱ دو دن کی راہ کرتا تھا ایک ایک دن میں طے
پیاری نہ تھی، جو قطعِ مسافت سے کوئی شے آساں تھی اس کو دوریِ شام و عراق و رے
ان جنگلوں میں بادیہ پیما تھا دین کا
گز بن گیا تھا راہِ خدا کی زمین کا

دیتی تھی اس کو طاقتِ رفتار جب جواب ۱۳۲ جُھک جُھک کے دونوں پاؤں سے کرتا تھا یہ خطاب
لازم ہے تم کو سعی کہ یہ ہے رہِ ثواب احسان میرے سر پہ تمہارا، چلو شتاب
کیا کیا شرف تمہاری بدولت ملے نہیں
گنجِ گہر ہیں زیرِ قدم آبلے نہیں

کرتا تھا ہر قدم پہ دعا، وہ بہ اشک و آہ ۱۳۳ پہونچا دے مجھ کو منزلِ مقصد پہ یا الٰہ
سمجھاتے تھے اُسے جو مسافر، میانِ راہ اک دن مقام کر، کہ ترا حال ہے تباہ
یاری نہ دیں قدم تو ٹھہرنا ضرور ہے
کہتا تھا رو کے وہ کہ نجف کتنی دُور ہے

پہونچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اُس نے حال ۱۳۴ تنہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادۂ قتال چلتے ہیں تیر، پانی کا کرتا ہے جب سوال
ازبسکہ اہلِ درد تھا بیتاب ہو گیا
پانی کے مانگنے پر جگر آب ہو گیا

تھم کر جو اس نے غور سے لاشوں پہ کی نظر ۱۳۵ دیکھا ہے کوئی شمس، کوئی غیرتِ قمر
بچہ پڑا ہے ایک ستارہ سا خاک پر کُرتا بھی، ہنسلیاں بھی، شلوکا بھی خوں میں تر
سُرخی لہو سے حلق کے، سیبِ ذقن میں ہے
باچھوں میں سب ہے دودھ انگوٹھا دہن میں ہے

برپا ہے ایک سمت جو خیمہ فلک وقار ۱۳۶ آتی ہے پیٹنے کی صدا اس سے بار بار
چلّا رہی ہے ڈیوڑھی پہ یوں کوئی غم گسار صدقے میں تیرے اے مرے بابا کی یادگار
کانپا کلیجہ تھم کے سُنا جب دہائی کو
سمجھا کہ رو رہی ہے بہن اپنے بھائی کو

بولا وہ مَل کے ہاتھ کہ یہ ماجرا ہے کیا ۱۳۷ لائے کہاں نصیب مجھے دامِ ابتلا
بے کس پہ یہ ستم، یہ تعدی ہے، یہ جفا یارب ہوئی ہے اس ترے بندے سے کیا خطا
نیزوں سے صدر، تیغوں سے تن چُور چُور ہے
آئی ندائے غیب کہ یہ بے قصور ہے

۱۲۸ کہنے لگا لرز کے، وہ ذی قدر و نیک نام — اللہ کس قدر ہے پُرآشوب یہ مقام
دیں خدا نے خلق کیے بہرِ فیضِ عام — مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام
ان سے بشر ڈرے جنھیں خوفِ خدا نہیں
جلدی نکل، یہ پہلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

۱۲۹ نزدیک گام بڑھ کے یہ سوچا وہ نام ور — مظلوم کی دعا میں ہے سب طرح کا اثر
واللہ برگزیدۂ حق ہے یہ خوش سیر — کر لیجے التماسِ دعا، ہاتھ باندھ کر
تیغوں سے یاں اس سے پاس پہلو، جو خدا کرے
آساں ہوں مشکلیں، جو یہ بے کس دعا کرے

۱۳۰ یہ کہہ کے دل سے بڑھا وہ اسیرِ غم — لاشوں کو دیکھ دیکھ کے روتا تھا دم بہ دم
ہاتف نے دی ندا کہ سمجھ کر اٹھا قدم — رتبہ میں یہ زمیں بھی نہیں کچھ نجف سے کم
آنکھیں ملک بچھاتے ہیں اس ارضِ پاک پر
یہ سب ورق ہیں مصحفِ ناطق کے خاک پر

۱۳۱ آیا جو کانپتا ہوا وہ شاہِ دیں کے پاس — کی عرض السلام علیک اے فلک اساس
مولا جواب دے کے یہ بولے بہ درد و یاس — آنا ہوا کدھر سے ترا اے خدا شناس
عرض اس نے کی غلامِ شہِ ذوالفقار ہوں
بے کس ہوں، بے نوا ہوں، غریب الدیار ہوں

۱۳۲ مدت کی ہے سال بھر میں پہاڑوں کی میں نے راہ — بچے کہیں تباہ ہیں، خادم کہیں تباہ
اب تنگ ہے مجھ سے دہر، وہ ضیغمِ الٰہ — مال و متاع لے کے چلا تھا یہ پُرگناہ
غارت نہیں ہوئی ہے بضاعت غلام کی
لوٹا ہے راہ میں مجھے فوجوں نے شام کی

۱۳۳ میں دو مہینے فوجِ ستم میں رہا اسیر — مولا علیؑ کے نام کے دشمن ہیں یہ شریر
ہتھیار لے کے آنہیں سنتا ہے ماہِ منیر — تب قید سے چھٹا ہوں کہ جب ہو گیا فقیر
سر پر یہی کلاہ، یہی اک لباس ہے
پر ہوں غنی کہ دولتِ دیں میرے پاس ہے

دو صاحبوں کے شوق میں چھوڑا ہے میں نے گھر ۱۴۴ حسرت یہ ہے، نصیب کرے یاوری اگر
پہلے تو ہوں نجف کی زیارت سے بہرہ ور منظور پھر وہاں سے مدینے کا ہے سفر
جاؤں گا، دولتیں ہیں اگر سرنوشت میں
رستے میں موت آئی تو پہونچا بہشت میں

فرمایا آپ نے کہ مدینے میں کیا ہے کام ۱۴۵ عرض اُس نے کی وہی تو ہے دنیا میں اک مقام
اُس سرزمیں پہ ہے، مرا آقا، مرا امام برسوں سے جس کے عشق میں روتا ہوں صبح و شام
حیدر کے جان و دل ہیں، شۂ مشرقین ہیں
صدقے میں اس جگہ کے وہیں تو حسینؑ ہیں

کیا دن سعید ہوگا میں اُس روز کے نثار ۱۴۶ جس روز اُن کے گرد پھروں گا میں سات بار
چوموں گا دونوں ہاتھ بصد عجز و افتخار آنکھیں قدم پہ جھک کے ملوں گا بہ انکسار
دُنیا ہو اور فاطمہؑ کا نورِ عین ہو
دیکھوں انھیں صحیح و سلامت تو چین ہو

دشمن بہت امام کے ہیں اور دوست کم ۱۴۷ اُمت دغا کرے نہ کہیں، مجھ کو ہے یہ غم
اب پنجتن میں ہے تو انھیں کا ہے ایک دم عزلت گزیں ہے قبرِ نبیؐ پر وہ ذی حشم
زندہ ہیں گر حسینؑ تو زندہ ہیں چار دم
یارب اس ایک دم کو عطا کر ہزار دم

اک میرا شاہزادہ ہے ہم شکلِ مصطفیٰؐ ۱۴۸ شہرہ ہے جس کی شکل و شمائل کا جا بجا
ماں کا مرادوں والا پسر ہے وہ مہ لقا سایے میں شہ کے اس کو سلامت رکھے خدا
اُس رشکِ گل سے دور خزاں کی بلا رہے
یارب چمن حسینؑ کا پھولا پھلا رہے

یہ سن کے آپ آئے مسافر کے متصل ۱۴۹ پھیلا کے دونوں ہاتھ کہا آ گلے تو مل
ہاں بھائی سچ ہے، صدمۂ فرقت ہے جاں گسل اس دم بہل گیا، ترے آنے سے میرا دل
طاقت کلام کی نہیں پاتا، یہ ضعف ہے
چہرا ترا نظر نہیں آتا، یہ ضعف ہے

ن مدتوں سے ہے یہی نیرنگِ روزگار ۱۵۰ ہر گُل پہ ایک دن ہے خزاں ایک دن بہار
سدرد ہم بھی ہیں ترے لیے یارِ غم گسار تیری طرح لُٹے ہیں یہیں، چھوڑ کر دیار
شکرِ خدا مسافرِ راہِ ثواب ہیں
اب دیر کوچ میں نہیں، پا در رکاب ہیں

کس سے کہیں کہ ہم پہ جو صدمہ گذر گیا ۱۵۱ خالی ہُوا عزیزوں سے گھر دشت بھر گیا
دنیا سے دو پہر میں، مرا گھر کا گھر گیا بیٹا جوان قتل ہُوا، بھائی مر گیا
بنتی نہیں جب آتی ہے قسمت بگاڑ پر
ٹکڑے ہو، گر پڑے یہ مصیبت پہاڑ پر

میرا ہے اب یہ حال کہ زخموں سے چُور ہوں ۱۵۲ جنگل میں موت آئی ہے بستی سے دُور ہوں
ک خاکسار بندۂ ربِّ غفور ہوں عالم ہے اس کی ذات کہ میں بے قصور ہوں
کہنے میں بات آتی ہے، یہ کچھ گلا نہیں
دن تیسرا ہے آج کہ پانی ملا نہیں

مولا سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب ۱۵۳ لے آؤں دوڑ کر مرے[۱۸] شربے میں ہے کچھ آب
کیجیے زبانِ خشک کو تر بہرِ بوتراب بولے ہلا کے سر کو شہِ آسماں جناب
اب انتظار موت کا ہے، کیا جیوں گا میں
سب پیاسے مر گئے ہیں نہ پانی پیوں گا میں

درکار جو تجھے ہو، وہ لے بہرِ کردگار ۱۵۴ پیدل اگر ہے تُو، تو یہ حاضر ہے راہوار
ثابت بھی لے ترا تو ہے آقا وہ نامدار شائل[۱۹] کو جس نے ردلیؓ کے اُونٹوں کی دی قطار
حاضر ہے جان و مال کہ ہے میہمان تُو
بھائی ہمارے گھر کو بھی گھر اپنا جان تُو

اسباب بھی ہے مال بھی ہے سیم و زر بھی ہے ۱۵۵ موجود راحلہ بھی ہے زادِ سفر بھی ہے
مغفر بھی ہے، زرہ بھی ہے، تیغ و سپر بھی ہے گر تیرے کام آئے تو، حاضر یہ سر بھی ہے
بے کس ہوں گو کہ آج پہ عالی مقام ہوں
شرما نہ تُو کہ میں بھی علیؓ کا غلام ہوں

آقا ترا جو ہے وہی آقا مرا بھی ہے ۱۵۶ تیرا طبیب جو، وہ مسیحا مرا بھی ہے
جو ہے ولی حق، وہی مولا مرا بھی ہے بھائی علیؑ کے حصّے میں حصّہ مرا بھی ہے
ہاں مالِ غیر کفو میں تصرّف نہ چاہیے
آپس میں دوستوں کو تکلّف نہ چاہیے

دیکھی جو یہ عنایتِ سلطانِ بحر و بر ۱۵۷ رونے لگا وہ مردِ مسافر جھکا کے سر
دل سے کہا خدا کا ولی ہے یہ خوش سیر اس حال میں غریب نوازی ہے کس قدر
دیکھی نہ باپ میں یہ محبت نہ بھائی میں
اب تک ہیں اس طرح کے بھی بندے خدائی میں

عرض اُس نے کی حضور سے بس ہے یہ التجا ۱۵۸ کیجے اٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہونچا دے مجھکو قبرِ علیؑ پر مرا خدا مولا نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یارب اسے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم اُس نے کی تو یہ بولے شہِ انام ۱۵۹ قبرِ علیؑ پہ جا کے یہ کہنا مرا پیام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں، سب کے کام میں بے کس و غریب بھی ہوں، آپ کا غلام
تنہا ہوں دشمنوں میں، خبر آ کے لیجیے
ہنگامِ ذبح گود میں سر آ کے لیجیے

سُن کر بیانِ شاہ رہی ضبط کی نہ تاب ۱۶۰ آنسو بہا کے، سر کو جھکایا، بصد حجاب
دل سے کہا کہ اب ہے لبِ بام آفتاب بے کس کے کام آؤ کہ اس میں بھی ہے ثواب
احساں کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجیے
اب سر علیؑ کے نام پہ قربان کیجیے

حضرت سے عرض کی کہ نہ جائے گا اب غلام ۱۶۱ بس جی چکے بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجیے رضا، کہ بڑھوں کھینچ کر حسام وہ کام چاہیے، کہ رہے تا بہ حشر نام
دیندار ہوں، نہ ترکِ رفاقت کروں گا میں
اب مرکے قبرِ حق کی زیارت کروں گا میں

زوّار جن کا ہوں میں اُنھیں کی مجھے قسم ۱۶۲ سر بھی کٹے گا اب تو نہ چھوڑوں گا یہ قدم
جلوے دکھا رہا ہے مجھے گلشنِ ارم حوریں پکارتی ہیں کہ آ منتظر ہیں ہم
پردے اُٹھے ہوئے ہیں نظر دور جاتی ہے
گردوں سے مرحبا کی صدا مجھکو آتی ہے

گھبرا کے بولے شاہ کہ ہاں ہاں! قسم نہ کھا ۱۶۳ رستہ ہے یاں سے رات بسے کا، نجف کو جا
بچنا مرا محال ہے گر جان دی تو کیا اے بھائی تو ہے صاحبِ دختر، نہ لے رضا
دامن کو آنسوؤں سے بھگوتی ہے رات دن
بیٹی تری ترے لیے روتی ہے رات دن

رخصت کے وقت وہ جو بلکتی تھی دم بہ دم ۱۶۴ وعدہ کیا تھا تُو نے کہ آئیں گے جلد ہم
مرتی ہے انتظار میں وہ صاحبِ الم آلودہ اس الم میں ہوں، میں بھی اسیرِ غم
ہجراں کشیدہ رنج بلا و محن میں ہے
بیمار ایک میری بھی بیٹی وطن میں ہے

بیٹی کا ذکر سن کے یہ بولا وہ خوش خصال ۱۶۵ فرمائیے جناب سے کس نے کہا یہ حال؟
آگاہ اس سے کوئی نہیں غیرِ ذوالجلال شاید ہے، علمِ غیب میں بھی آپ کو کمال
ہر شے کا علم آپ کو اس بے کسی میں ہے
یہ تو صفت امام میں ہے یا نبیؐ میں ہے

بتلائیے برائے خدا مجھ کو اپنا نام ۱۶۶ فرمایا بے نوا، وطن آوارہ، تشنہ کام
بے کس، عزیز مردہ، اسیرِ سپاہِ شام عاجز، بلا رسیدہ، ستم دیدہ مستہام
درد و غم و الم مرے حصے میں آئے ہیں
یہ سب خطاب میں نے یہاں آ کے پائے ہیں

قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک ۱۶۷ اظہارِ اسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلائیے کہ غم سے مرا دل ہے چاک چاک چپ ہو گئے تڑپنے پہ اس کے امام پاک
یہ تو نہیں کہا کہ شہِ مشرقین ہوں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسینؑ ہوں

سر اپنا پیٹ کر وہ پکارا بشور و شین ۱۶۸ ہے ہے یہ کیا زباں سے کہا کون سا حسینؑ
آئی ندا فلک سے کہ زہراؑ کا نورِ عین بیٹا علیؑ کا، سبطِ شہنشاہِ مشرقین
گھر فاطمہؑ کا لُٹ گیا سب اس لڑائی میں
بس اک یہی حسینؑ ہے ساری خدائی میں

کھینچی ہے تُو نے جس کے لیے زحمتِ سفر ۱۶۹ اے بے خبر یہی ہے وہ سلطانِ بحر و بر
ویران ہے یثرب و نجف اے مردِ خوش سیر شب سے یہاں نبیؐ و علیؑ ہیں برہنہ سر
زینبؑ ہے یہ جو ڈیوڑھی پہ جاں اپنی کھوتی ہے
زہراؑ تو ساتویں سے اسی بن میں روتی ہے

اُس بے وطن نے جبکہ مفصل سنا یہ حال ۱۷۰ غش کھا کے پائے شہ پہ گرا وہ نکو خصال
اُٹھا تڑپ کے جب تو پکارا بصد ملال یہ کیا قیامت آگئی، اے فاطمہؑ کے لال
کیا تھی خبر کہ آپ اِس آفت کے بَن میں ہیں
میں تو یہ جانتا تھا کہ حضرت وطن میں ہیں

مدت سے تھی مجھے تو زیارت کی آرزو ۱۷۱ خوبی مرے نصیب کی یا شاہِ نیک خُو
اب دیجیے رضا کہ جگر غم سے ہے لہو مرجاؤں لڑ کے فوج سے حضرت کے روبرو
للہ چشمِ پاک کو اب نم نہ کیجیے
اب اس غلام زادے کا کچھ غم نہ کیجیے

شہزادیاں غلام کی ہوتی ہیں بے پدر ۱۷۲ کچھ غم نہیں، یتیم وہ لونڈی ہوئی اگر
میں کیا، مکان کیا مرا یا شاہِ بحر و بر جب بے سبب جہاں میں لٹے فاطمہؑ کا گھر
گیتی ہو آج درہم و برہم تو خوب ہے
اُلٹے تمام دفترِ عالم تو خوب ہے

روکا بہت مگر کہیں رُکتا تھا وہ دلیر ۱۷۳ تلوار لے کے فوج پہ جھپٹا مثالِ شیر
سَیرِ جناں کے شوق میں تھا زندگی سے سیر ایسا لڑا کہ رن میں ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
دم بھر رہا تھا عشقِ شہِ مشرقین کے
نعرہ تھا دم بہ دم کہ تصدق حسینؑ کے

لگتا تھا زخم جب تو وہ کہتا تھا یا علیؑ ۱۷۴ بدر الدجیٰ حسینؑ و شمس الضحیٰ علیؑ
مرشد علیؑ، امام علیؑ، رہنما علیؑ کشتی علیؑ، جہاز علیؑ، ناخدا علیؑ
عازم ہوں سیرِ گلشنِ دار السلام کا
دریائے غم سے پار ہے بیڑا غلام کا

اُس بے وطن پہ ٹوٹ پڑی جب سپاہِ شام ۱۷۵ ریتی پہ ٹکڑے ہو کے گرا، وہ فلک مقام
زخمی تھے خود، پہ اُس کے سرہانے گئے امام گودی میں لے کے زانو پہ رکھا سرِ غلام
رو کر پکارتے تھے یہ اُس خوش نصیب کو
اے بھائی جان چھوڑ چلے اس غریب کو

اے میری بے کسی کے مددگار الوداع ۱۷۶ اے تشنہ لب حسینؑ کے غم خوار الوداع
اے بے وطن کے یارِ وفادار الوداع اے شیرِ ذو الجلال کے زوّار الوداع
جو خوش نصیب ہیں یوں ہی جنت میں جاتے ہیں
گھبرائیو نہ ہم بھی ترے بعد آتے ہیں

فرما کے یہ حسینؑ تو روتے تھے زار زار ۱۷۷ ہنستا تھا، دونوں آنکھوں کو کھولے وہ ذی وقار
پوچھا سبب خوشی کا، تو بولا وہ دل فگار اے نورِ چشمِ احمدِ مرسل ترے نثار
جلوہ خدا کے نور کا ہے میرے سامنے
مشتاق جن کا تھا، انھیں دیکھا غلام نے

بالائے سر کھڑے ہیں رسولِ فلک مقام ۱۷۸ فرزند کہہ کے لیتے ہیں شفقت سے میرا نام
دستِ علیؑ میں چشمۂ کوثر کے دو ہیں جام فرماتے ہیں کہ پی لے اگر تو ہے تشنہ کام
ناجی ہے دوست دار مرے نورِ عین کا
حصہ ترا یہ ہے تو وہ حصہ حسینؑ کا

حقا کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا ۱۷۹ نام نکو قلم نے لکھا عرش پر ترا
اب جنت النعیم میں ہوگا گذر ترا ہمسایۂ رسولِ خدا میں ہے گھر ترا
حوریں ہیں باغِ خلد میں خدمت کے واسطے
آیا ہوں خود میں تیری زیارت کے واسطے

۱۸۰ رونے لگا یہ شاہ سے کہہ کر وہ تشنہ لب — فرمایا آپ نے کہ یہ رونے کا کیا سبب
کی عرض اُس نے اے خلفِ سیّدالعرب — تنہائیِ حضور کا صدمہ ہے دل پہ اب
رخصت جو تن سے روح کی ہے بے قرار ہوں
مہلت جو دے اجل تو پھر اُٹھ کر نثار ہوں

۱۸۱ مجھ کو ہے غم حضور کا، حضرت کو غم مِرا — اب کوچ جلد ہے، سُوئے مُلکِ عدم مِرا
منھ ڈھانپ دیجیے، شہِ عالی ہمم مِرا — پڑھیے کوئی دعا کہ نکلتا ہے دم مِرا
کیا وقتِ بے کسی ہے ہمارے حضور پر
کس سے کہوں کہ لاش کو وارے حضور پر

۱۸۲ یہ کہتے کہتے آہ، وہ زُوّار، مر گیا — بے کس کا، بے وطن کا مددگار، مر گیا
شیدائے نامِ حیدرِ کرّار، مر گیا — شبّیر روتے رہ گئے، غم خوار، مر گیا
لاشے سے اُٹھ کے جا نہ سکے خیمہ گاہ میں
پھر گھر گئے حسینؑ عدد کی سپاہ میں

۱۸۳ (غ۔ا) اب کیا کہوں انیس کہ سیّد پہ کیا ہُوا — تڑپے حسینؑ شورِ قیامت بپا ہُوا
برباد خاندانِ رسولِ خدا ہُوا — سجدے میں تن سے فرقِ مبارک جدا ہُوا
پُرخوں قبائے سیّدِ لولاک لُٹ گئی
عریاں حسینؑ رہ گئے پوشاک لُٹ گئی

11

جب خیمے میں رخصت کو شہ بحر و بر آئے ۱ چلائی سکینہ مرے بے کس پدر آئے
حضرت کو جو ناموس پیمبر نظر آئے رو کر کہا ہم قبر میں اصغر کو دھر آئے
لو بیبیو شبیر جہاں سے سفری ہے
اب فاطمہ کا لال چراغ سحری ہے

تڑپ ہوں کس طرح نہ ہم مرنے کو جائیں ۲ قاسم ہیں کہ عمو کے عوض خوں میں نہائیں
عباس ہیں جو نہر پہ ہاتھ اپنا کٹائیں اکبر ہیں جو بابا کی عوض برچھیاں کھائیں
یاور کوئی جز بے کسی و یاس نہیں ہے
اصغر بھی موئے اب تو کوئی پاس نہیں ہے

تقدیر میں جو داغ اٹھانے تھے اٹھائے ۳ ان آنکھوں سے فرزندوں کے لاشے نظر آئے
اکبر سا پسر مر گیا ہم مر نہ پائے خالق مجھے اس قافلے سے جلد ملائے
کس سے کہوں جو ہجر عزیزاں کا قلق ہے
دل ٹکڑے ہے سینے میں کلیجہ مرا شق ہے

رب کو کیا خالق اکبر کے حوالے ۴ زہرا کے حوالے کیا حیدر کے حوالے
سب گھر ہے مرا عابد مضطر کے حوالے ہے میری سکینہ مری خواہر کے حوالے
ماتم میں مرے نالہ و فریاد کرے گی
ہمشیر تو کس درد سے مجھے یاد کرے گی

بچی کو لیے گود میں بیٹھی تھی وہ دن بھر ۵ بہلائے گی دل کس سے کہ مارے گئے اصغر
اب اور یتیمی کی بلا آئی ہے سر پر غربت کی سی کس طرح جیے گی مری دختر
کون اس کے بھلا ناز اٹھائے گا مرے بعد
چھاتی پہ اسے کون سلائے گا مرے بعد

افسوس مری پیاری یہ اب ہوئے گی بیداد 6 دُرّ کے لیے ماریں گے طمانچے ستم ایجاد
چلّائے گی لے لے کے مرا نام وہ ناشاد مر کر بھی غم و رنج سے ہم ہوں گے نہ آزاد
بیہات گلا باندھے گا جب شمر رسن میں
لاشہ مرا صدمے سے تڑپ جائے گا رن میں

کہہ کر یہ سخن رونے لگے سیدِ اکرم 7 ناموسِ محمدؐ میں، بپا ہو گیا ماتم
سر پیٹ کے زینبؑ نے کہا اے شہِ عالم کس سے سخنِ یاس، یہ فرماتے ہو اس دم
کچھ میری بھی ہے فکر جو سر دیتے ہو بھائی
ہے ہے مجھے مرنے کی خبر دیتے ہو بھائی

جاتے ہو تو ہمراہ بہن کو لیے جاؤ 8 میں تیرِ ستم کھاؤں گی، تم برچھیاں کھاؤ
جب غش میں سرِ پاک کو ہرنے پہ جھکاؤ میں تھام لوں تا خاک پہ تم گرنے نہ پاؤ
تنہا تمھیں شمشیر و تبر کھانے نہ دوں گی
مر جاؤں گی پر آپ کو میں جانے نہ دوں گی

بابا نہیں اماں نہیں بیٹے بھی نہیں پاس 9 پردیس میں ہے کون بجز بے کسی و یاس
اس خواہرِ غمگیں کو فقط آپ کی ہے آس بعد آپ کے کرنے کا نہیں کوئی مرا پاس
ہر شہر میں سر ننگے میں دل خستہ پھروں گی
صدقے گئی در در میں رسن بستہ پھروں گی

رونے لگے زینبؑ سے یہ سن کر شہِ ابرار 10 چھاتی سے لگایا اسے با دیدۂ خوں بار
فرمایا کہ دے صبر تجھے ایزدِ غفّار واللہ بہن بھائی ہے اس امر میں ناچار
کس طرح نہ مرنے کا ارادہ کرے زینبؑ
ہے مرضیِ خالق تو یہی کیا کرے زینبؑ

جانے دو بہن خالقِ اکبر کی قسم ہے 11 روکو نہ ہمیں، تم کو پیمبرؐ کی قسم ہے
زہراؑ کی تمھیں روحِ مطہّر کی قسم ہے بس صبر کرو! تم کو مرے سر کی قسم ہے
تنہائی سے دم سینے میں گھبراتا ہے بہنا
اب صبرِ دل تو دھرے میں خلل آتا ہے بہنا

سن کے گری زینبِ دلگیر زمیں پر ۱۲ چلّائی کہ دنیا سے چلے ہائے برادر
یہ شہ نے کہا دیکھ کے بانو کو کھلے سر صاحب کہو کیا حال ہے کیوں پھینک دی چادر؟
لب پر کبھی نالہ ہے، کبھی سینہ زنی ہے
ہم تو ابھی جیتے ہیں، یہ کیا شکل بنی ہے

رو کر کہا بانو نے کہ یا سبطِ پیمبر ۱۳ کچھ ہوش نہیں، جب سے موئے ہیں علی اکبرؑ
کس طرح میں چھاتی کو نہ پیٹوں مرے سرورؑ اکبر ہی کو روتی تھی، کہ مارے گئے اصغر
جینے کی نہیں، دل پہ بڑا رنج و تعب ہے
آقا نے بھی لونڈی کو جو چھوڑا تو غضب ہے

شہ نے کہا بانو یہی قسمت میں لکھا ہے ۱۴ تقدیر سے کچھ زور نہیں، صبر کی جا ہے
آیا ہے جو دنیا میں، وہ اک روز فنا ہے گھبراؤ نہ ہر دکھ میں، مددگار خدا ہے
دو بیٹے فدا کر چکی ہو راہِ خدا میں
شوہر کو بھی قربان کرو راہِ خدا میں

پیغام یہ نڈا پہ کا سنا شاہ سے جس دم ۱۵ یہ روئی کہ بے ہوش ہوئی بانوئے پُرغم
عابدؑ کے سرہانے گئے روتے شہِ عالم بازو کو ہلا کر کہا با دیدۂ پُرنم
کیا غش میں ہو رخصت کو پدر آیا ہے بیٹا
اُٹھو کہ وصیت کو پدر آیا ہے بیٹا

بابا کی صدا سن کے اُسے ہوش جو آیا ۱۶ اُٹھا نہ گیا، سر قدمِ شہ پہ جھکایا
شہ بیٹھ گئے اور اُسے آہستہ اٹھایا منہ دیکھ کے عابدؑ نے یہ حضرت کو سنایا
روشن ہوئیں آنکھیں شہِ والا نظر آئے
بس اب ہوئی صحت کہ مسیحا نظر آئے

شہ نے کہا دے تجھ کو شفا ایزدِ غفار ۱۷ جاتا ہے پدر مرنے کو اے عابدِ بیمار
خیمے کے جلانے کو اب آئیں گے جفاکار رہنا حرمِ پاک سے ملوے میں خبردار
اس گھر کے بس اب مالک و مختار تمھیں ہو
بے وارثی رانڈوں کے مددگار تمھیں ہو

سمجھاتا ہوں جو کچھ وہی کرنا مرے دلدار ۱۸ رسی بندھے گردن میں تو مت کیجیو تکرار
نہوڑائیو سر دیکھتے ہی طوقِ گراں بار رکھ دیجیو قدم، بیڑیاں لائیں جو ستمگار
فرزند ہو تم ابنِ شہِ عقدہ کشا کے
پابند رہو سلسلۂ صبر و رضا کے

اور اک یہ وصیت رہے یاد اے مرے جانی ۱۹ کیجو نہ فراموش، بری تشنہ دہانی
چونسٹھ پہر گذرے ہیں، پایا نہیں پانی دیں پانی اگر بعد مرے ظلم کے بانی
تم فاتحہ بابا کی دلا دیجیو، بیٹا
اور پیاسی سکینہؓ کو پلا دیجیو، بیٹا

اور سوئے وطن جائیو جب قید سے چھٹ کر ۲۰ صغرا سے یہ کہیو مری جانب سے مکرر
بی بی تجھے بھولا نہیں میں بے کس و مضطر تھی یاد تری دل میں، گلا تھا تہِ خنجر
تقدیر نے زندہ ہمیں پھیرا نہ سفر سے
اب حشر میں ہووے گی ملاقات، پدر سے

سجادؑ نے حضرت سے کہا تھام کے رقت ۲۱ کیا بندے کو مرنے کی نہ دیجے گا اجازت
اس قیدِ مصیبت سے تو بہتر ہے شہادت بن آپ کے ہے زیست مرے حق میں قیامت
یہ شدتِ تپ اور یہ تنہائی ہماری
گر آپ نے چھوڑا تو اجل آئی ہماری

شہ نے کہا صدقے ترے مظلومی کے شبیرؑ ۲۲ اے عابدِ بے کس! ہے یہی خواہشِ تقدیر
کس طرح سے تو حلق دھرے گا تہِ شمشیر پیارے ترے حصے میں تو ہے طوقِ گلوگیر
تازیست، تجھے باپ کے ماتم میں ہے رونا
چالیس برس تجھ کو مرے غم میں ہے رونا

ہرچند کہ ہے تم پہ فراقِ پدری جبر ۲۳ جب تم نہ ہوئے کون بناوے گا مری قبر
آجائے گا غش، روؤ نہ بیٹا صفتِ ابر اب گھر میں نہ ہم آئیں گے، بابا کو کرو صبر
ناموسِ رسولؐ دوسرا کو تمھیں سونپا
سونپا تمھیں گھر، اور خدا کو تمھیں سونپا

غش ہو گئے سجادِ حزیں سن کے یہ تقریر ۲۴ روتے ہوئے میداں کو چلے حضرتِ شبیرؑ
صدمے سے ہوا زرد رخِ زینبِ دلگیر چلّا کے کہا بانو نے ' ہے ہے مری تقدیر
اٹھتا ہے مرے شاہ کا سایا ' مرے سر سے
لوگو ! میں چھٹی جاتی ہوں زہراؑ کے پسر سے

سمجھاتے تھے ایک ایک کو شہ بادلِ ناشاد ۲۵ اے بیبیو ! بے فائدہ ہے نالہ و فریاد
بھولو ہمیں اب خالقِ اکبر کو کرو یاد شاکر رہو ہر دکھ میں کہ حق کا ہے یہ ارشاد
یہ سن کے ہر اک تکتی تھی شبیرؑ کی صورت
شہ دیکھتے تھے رو رو کے ہمشیر کی صورت

خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہِ صفدر ۲۶ سب بیبیاں ڈیوڑھی پہ رہیں کھولے ہوئے سر
کیا کیجئے بیاں بے کسیِ سبطِ پیمبرؐ بیٹا ' نہ بھتیجا ' نہ علمدار ' نہ لشکر
تھامے جو رکاب آپ کی اتنا نہ کوئی تھا
رہوار تھا ' یا راکبِ دوشِ نبوی تھا

کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے سرور ۲۷ دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی مونس و یاور
رو کر کبھی چلّاتے تھے آؤ علیؑ اکبر دل تھام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر
لو جلد خبر بے کس و بے یار ہیں عباسؑ
تم تھامو رکاب آکے ' تو اسوار ہوں عباسؑ

رو رو کے یہ کہتے تھے شہنشاہِ دو عالم ۲۸ مظلومیِ شبیرؑ پہ تھا خیمے میں ماتم
ہرگز دلِ زینبؑ کو قرار آیا نہ اُس دم چلّاتی ہوئی ڈیوڑھی سے نکلی وہ بصد غم
اے بھائی دکھاؤں کسے تنہائی تمھاری
تھامے گی رکاب آج یہ ماں جائی تمھاری

شہ نے کہا زینبؑ تری الفت کے میں قرباں ۲۹ بھائی کے لیے پردے کا ! تم کو نہ رہا دھیان
پھر گھوڑے کے نزدیک گئے سرورِ ذیشاں رو رو کے کہا ' لو بہن ! اللہ نگہباں
زینبؑ نے رکھا ہاتھ رکابِ شہِ دیں پر
شبیرؑ ہوئے جلوہ نما خانۂ زیں پر

میداں کو چلی سیدِ بے کس کی سواری ۲۰ زینبؑ گئی خیمے میں بصد گریہ و زاری
جنگاہ میں پہونچا، اسپ ایزدِ باری اس غیظ سے دیکھا، کہ لگے کانپنے ناری
کیا رعب تھا، کیا دبدبہ تھا ابنِ علیؑ کا
قبضے کی طرف ہاتھ نہ بڑھتا تھا کسی کا

بچپن کا تھا مرکبِ تہ ران، برق کی تمثال ۲۱ ہر مرتبہ چمکارتا تھا، فاطمہؑ کا لال
کہتے تھے ستمگار، زہے حشمت و اجلال دیکھو تو ذرا شوکتِ شبیرِ خوش اقبال
لب تشنہ کئی دن سے مظلوم رہے ہیں
پر شیر سے میداں میں کھڑے جھوم رہے ہیں

دن ہو گیا جلوے سے رخِ تاب کے مہتاب ۲۲ ابرو ہیں حریمِ حرمِ پاک کے محراب
ہیں نرگسی آنکھیں تو ہے چہرہ گلِ شاداب لب غیرتِ یاقوت ہیں، دنداں دُرِ خوش آب
آئینہ ہے گردن تو صراحی سا گلا ہے
حضرت کا بدن نور کے سانچے میں ڈھلا ہے

اتنے میں ہوئے بڑھ کے رجز خواں شہِ صفدر ۲۳ پہچانو مرے رتبے کو، اے قوم ستمگر
نانا ہے پیمبر، مری ماںؑ بنتِ پیمبر بھائی حسنؑ سبز قبا، عاشقِ داور
میں سروِ روانِ چمنِ شیرِ خدا ہوں
واللہ ڈرو! مجھ سے میں شمشیرِ خدا ہوں

تم وہ ہو کہ لکھ لکھ کے خطِ شوق بلایا ۲۴ میں وہ ہوں کہ گھر چھوڑ کے اس گرمی میں آیا
تم وہ ہو کہ بے جرم و خطا مجھ کو ستایا میں وہ ہوں کہ شکوے کا سخن لب پہ نہ لایا
تم وہ ہو کہ تصویرِ پیمبر کی مٹا دی
میں وہ ہوں کہ جس نے تمہیں بخشش کی دعا دی

بے جاں کیے تم نے مرے یاور، مرے پیارے ۲۵ میں رہ گیا، سب جانبِ فردوس سدھارے
تم صبح و مسا رہتے ہو دریا کے کنارے بچے موئے جاتے ہیں مرے پیاس کے مارے
مہماں کو بھی ایذا کہیں دنیا میں ملی ہے،
پانی نہیں دیتے ہو یہ کیا سب اذی ہے؛

کچھ بولے نہ حضرت کے سخن سن کے ستمگار ۳۶ اک بار بجے طبل، ہوئی تیروں کی بوچھار
کی سبطِ پیمبر نے علم تیغِ شرر بار بجلی کی طرح، جا ہی پڑا فوج میں رہوار
دم بند ہوئے تیغ سے بیدادگروں کے
ہر چار طرف چھا گئے بادل سپروں کے

کس سے ہو بیاں تیزیِ تیغِ شہِ عالم ۳۷ ہنگام رقم حرف کٹے جاتے ہیں باہم
کہتے ہیں اسے برقِ غضبِ خالقِ اکرم خونریز و جفاکار، و ستم انداز، شرر دم
جس غول پہ بجلی سی وہ جا پڑتی تھی خم کے
سر گرتے تھے مانندِ تگرگ اہلِ ستم کے

میداں میں زبس خون کے دریا کا ہوا جوش ۳۸ مچھلی کی طرح لوٹتے پھرتے تھے زرہ پوش
نامی جو بہادر تھے، نہ تھا ان میں ذرا ہوش تھا شور کہ بس شمعِ حیات اب ہوئی خاموش
کیا جاتے بھلا سبطِ پیمبر کے برابر
اک برق نکل جاتی ہے دو کر کے برابر

کیا تیغ تھی کیا ضرب تھی العظمۃ للہ ۳۹ یاں کوہ جو ہووے تو کٹے مثلِ پرِ کاہ
دم لینے نہ دیتے تھے کسی کو شہِ ذی جاہ دوزخ کی طرف رن سے چلے جاتے تھے گمراہ
سو جان سے فدا ضربتِ دستِ شہِ دیں پر
کتنے ہی تڑپتے نظر آتے تھے زمیں پر

کرتا ہے رقم سیفِ زباں راویِ پرغم ۴۰ لڑتے ہوئے دریا پہ جو پہنچے شہِ عالم
تھے گھاٹ جو روکے ہوئے واں سیکڑوں ظالم اک حملے میں ان سب کو کیا درہم و برہم
آئی جو ہوا، اسپِ شہِ تشنہ دہاں کو
لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے زباں کو

حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے رہوار ۴۱ ٹھکرا کے اسے ڈال دیا نہر میں اک بار
فرمایا کہ سیراب ہو اے اسپِ وفادار پر چھا ہے ابھی گھیر نہ لیں پھر کہیں کفار
اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا
پیاسے موئے عباسؑ میں پیاسا ہی مروں گا

بے جاں ہوئے بن پانی تڑپ کر علی اکبر ۴۲ ہاتھوں پہ مرے تشنہ دہن مر گئے اصغر
دم توڑتی ہے خیمے میں پیاسی مری دختر اے گھوڑے تو منصف ہو میں پانی پیوں کیونکر
اب دل کو مرے ساغرِ کوثر کی ہوس ہے
اور حلق کو آبِ دمِ خنجر کی ہوس ہے

راکب کی جو تقریر سُنی گھوڑے نے ساری ۴۳ اک ندی ہوئی آنسوؤں کی چشموں سے جاری
رو رو کے یہ کی عرض کہ اے عاشقِ باری سیراب ہوں میں اور نہ بجھے پیاس تمہاری
حضرت کی طرح پانی سے بیزار ہوں آقا
میں بھی نہ پیوں گا کہ وفادار ہوں آقا

رونے لگے یہ سُن کے شہِ بے کس و بے پر ۴۴ پھر سوچ کے کچھ پانی بھرا چلو کے اندر
چاہا جو پیاسے نے کہ لبِ خشک کریں تر چلا کے یہ تب کہنے لگا ایک ستمگر
پانی سے ابھی حلق نہ تر کیجیے حضرت
گھر لٹتا ہے ہاں جلد خبر لیجیے حضرت

تاراج ہُوا اہلِ حرم کا زر و زیور ۴۵ سیدانیاں خیمے سے نکل آئی ہیں باہر
یہ سنتے ہی شاہِ دوجہاں ہو گئے مضطر اس پانی کو بس پھینک دیا نہر کے اندر
لے تیغ دو دم ہاتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر
خیمے کو لگے دیکھنے دریا سے نکل کر

گھر سیدِ مظلوم کو سالم نظر آیا ۴۶ مطلق اثر اس شامی کی باتوں کا نہ پایا
عباس کے لاشے کو جو دیکھا تو سُنایا اے بھائی خبر لو ہمیں اعدا نے ستایا
گھر ہو گیا ویراں علی اکبر گئے مارے
اُٹھ کر ہمیں پُرسا دو کہ اصغر گئے مارے

رُو رُو کے ابھی کہتے تھے یہ سبطِ پیمبر ۴۷ جو گھیر لیا فوجِ ستمگار نے آکر
تیر ایسے پڑے چھن گیا سارا تنِ انور سینے پہ پڑیں برچھیاں اور پہلو پہ خنجر
ٹکڑے ہُوا تیغوں سے عمامہ شہِ دیں کا
آلودۂ خوں ہو گیا جامہ شہِ دیں کا

زخمی جو بہ شدت ہوا زہرا کا وہ جانی ۴۸ طاقت تو گھٹی اور بڑھی تشنہ دہانی
تلواریں لگاتے تھے کھڑے ظلم کے بانی   ہونٹوں پہ زباں پھیر کے شہ کہتے تھے پانی
کرتا تھا کوئی رحم نہ اُس تشنہ دہن پر
پانی کے عوض تیر برستے تھے بدن پر

فرماتے تھے افسوس نہ رتبہ مرا جانا ۴۹ اے ظالمو! اچھا نہیں زہرا کا ستانا
سمجھے ہو گناہ پیاسے کو پانی کا پلانا   ملبوسِ نبیؐ کرتے ہو تیروں کا نشانا
تلواریں یہ سب چلتی ہیں حیدر کے جگر پر
پڑتے ہیں یہ سب تیر پیمبر کے جگر پر

سنتے تھے نہ مظلوم کی فریاد ستمگر ۵۰ اک پیاسے پہ ٹوٹا ہوا تھا شام کا لشکر
بہہ بہہ کے لہو زخموں سے گرتا تھا زمیں پر   رہوار بھی مجروح تھا تیغوں سے برابر
لگتے تھے جو پیکانِ ستم چہرے پہ آکر
ہر مرتبہ خوں جھاڑتا تھا سر کو پھرا کر

اتنے میں چھدا تیر سے حلقِ شہِ ابرار ۵۱ پیکانِ ستم گردنِ انور سے ہوا پار
حلقوم سے کھینچا جو ہیں وہ ناوکِ خونخوار   فوارے کے مانند چھٹی خون کی اک دھار
صدمہ تھا عجب دوشِ محمدؐ کے مکیں پہ
گرتا تھا گریبان سے لہو دامنِ زیں پر

پیشانی پہ اک تیر لگا اور بھی کاری ۵۲ آلودۂ خوں ریشِ مبارک ہوئی ساری
مل مل کے لہو چہرے پہ وہ عاشقِ باری   کہتا تھا کہ امت نے نہ کی قدر ہماری
فردوس میں جا کر یونہی بابا سے ملوں گا
جنت میں اسی طرح میں ماں سے ملوں گا

ناگاہ بن وہب نے اک برچھی لگائی ۵۳ تھی زہر میں ظالم نے سناں اس کی بجھائی
وہ دلبرِ زہرا کے کلیجے میں در آئی   گردن شہِ مظلوم نے ہرنے پہ جھکائی
سنبھلا نہ گیا دوشِ محمدؐ کے مکیں سے
یا شیرِ خدا کہہ کے گرے خانۂ زیں سے

سب زخم بدن پھٹ گئے گرتے ہی زمیں پر ۵۴ بسمل کی طرح خوں
آلودہ ہوئے خاک سے گیسوئے معنبر تلواریں لگانے لگے گرد آ کے
تھی خشک زباں بول نہ کچھ سکتے تھے حضرت
مظلومی سے ایک ایک کا منھ تکتے تھے حضرت

چلاتی تھی ڈیوڑھی پہ کھڑی خواہر شبیر ۵۵ اس بے کسی مظلومی کے صدقے ہو یہ ہمشیر
دم توڑتے ہو پانی پلاتے نہیں بے پیر اب رن میں نکل آتی ہوں میں بے کس و دلگیر
تلواریں پڑیں گی، تو نہ گھبراؤں گی بھائی
میں آپ کو خیمے میں اٹھا لاؤں گی بھائی

ریتی پہ تڑپتے ہو تمھیں کون اٹھائے ۵۶ ہے ہے کسے بھیجوں جو لعینوں سے بچائے
ہے ہے کہوں کس سے کہ تمھیں پانی پلائے ہے ہے کسے ماں جائی ترا حال دکھائے
یا حیدر و صفدر تمھیں امداد کو پہونچو
بھائی کا گلا کٹتا ہے فریاد کو پہونچو

فریاد سنی زینب ناشاد کی جس دم ۵۷ خیمے کی طرف تکنے لگے سید اکرم
دیکھا کہ یہ ہے خواہر غم دیدہ کا عالم سر پیٹتی ہے ہاتھوں سے اور کرتی ہے ماتم
تھامے ہیں کئی بیبیاں اس خستہ جگر کو
اس صدمے سے غش آ گیا زہرا کے پسر کو

لشکر سے بڑھا شمر لعیں کھینچ کے خنجر ۵۸ فریاد ہے چھاتی پہ چڑھا شہ کی ستمگر
زانو سے دبا سینۂ زخمی جو سراسر اس وقت لہو منھ سے اگلنے لگے سرور
خنجر کو رکھا شہ کے گلے پر جو لعیں نے
تکبیر کہی کھول کے آنکھیں شہ دیں نے

ظالم کو زباں سوکھی دکھائی کئی باری ۵۹ پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
جب تک کہ نہ گردن کی رگیں کٹ چکیں ساری تکبیر رہی شہ کے لب خشک پہ جاری
جس وقت جدا ہو گیا سر تیغ سے کٹ کر
خم ہو گیا قبلے کی طرف جسم الٹ کر

غل پڑ گیا بے سر ہوا سردارِ دو عالم ۶۰ خنجر سے دل و جانِ نبیؐ ہو گیا بے دم
خاموش انیسؔ اب کہ پڑا بزم میں ماتم اب خالقِ اکبر سے دعا مانگ یہ اس دم
غیر از غمِ شبیرؑ کوئی غم نہ ذرا دے
یارب مجھے تو قیدِ تفکر سے چھڑا دے

۱۲

نکلی جو رن میں تیغِ حسینی غلاف سے ۱ اُڑنے لگا شرر دمِ خارا شگاف سے
بجلی بڑھی چمک کے جو دشتِ مصاف سے صاف آئی الاماں کی صدا کوہ قاف سے
طبقے فلک کے، صورتِ گہوار ہل گئے
دب کر پہاڑ خاک کے دامن سے مل گئے

لرزہ تھا تحت و فوق و جنوب و شمال میں ۲ سکان غرب و شرق تھے، بیم و زوال میں
مضطر تھے شش جہت کے مکیں ایک حال میں غُل تھا کہ گھر گئے غضبِ ذوالجلال میں
شہ کا غضب نمونۂ قہرِ الٰہ تھا
تلوار کیا علم تھی، کہ عالم تباہ تھا

راحت میں جن و انس و ملک کی خلل پڑے ۳ قُلزم میں ڈر کے مردمِ آبی اُچھل پڑے
کھا کھا کے جوش خاک سے چشمے اُبل پڑے بیرُ الالم سے غُول جنوں کے نکل پڑے
اُلٹی زمیں سبھوں کے دلوں پر یہ ٹھن گئی
پریوں کے ہوش اُڑ گئے جانوں پہ بن گئی

اٹھا جو الحفیظ کا روحانیوں میں شور ۴ مُردے دہل کے چونک پڑے سب میانِ گور
چلّائے گرگ و شیر و غزالان و مار و مور ہے بازوئے حسینؑ میں، دستِ خدا کا زور
اُلٹے ہیں مثلِ شیرِ خدا آستین کو
اے کردگارِ عرش، بچا لے زمین کو

جنگل میں تھی علم، جو وہ تیغِ شرر فشاں ۵ تھرا کے آسمان میں، چھپتا تھا آسمان
نمار، اژدر رواں سہم چھپٹ گئے شیروں سے نیستاں برپا تھا بر و بحر میں، اک شورِ الاماں
مانند موج، مچھلیوں میں اضطراب تھا
زہرا ہر ایک سنگ کا، پانی میں آب تھا

تاریک تھا چمکا ں کی آنکھوں میں سب جہاں ۶ مضطر تھے شیر و گرگ نکالے ہوئے زباں
بن سے سیاہ گوش بھی بھاگے دبا کے کاں غل تھا یہ دام و دد میں کہ کیونکر بچے گی جاں
تیغِ علیؑ علم تھی، جو دشتِ قتال میں
چیتوں نے منہ چھپائے تھے گینڈوں کی ڈھال میں

گھڑیال بھی سب تھے مضطر اِدھر اُدھر ۷ جا کر پناہ کی کہیں ملتی نہ تھی مگر
تھی مچھلیوں کے چہروں پہ گرداب کی سپر تری میاں بحر تھے، بحری میاں بر
سر چھٹ گئے تھے، جانوروں کے یہ رنگ تھے
خشکی میں تھے نہنگ، تری میں پلنگ تھے

غل تھا کہ ضربِ تیغِ علیؑ سے خدا بچائے ۸ یہ برق دیکھیے کسے پھونکے، کسے جلائے
قہرِ خدا سے بچ کے کوئی کس طرف کو جائے بچ جائے آج جو وہ دوبارہ حیات پائے
فولاد ہو کہ سنگ، یہ منہ موڑتی نہیں
بے دو کیے کسی کو کبھی چھوڑتی نہیں

اعدا پہ جبکہ تیغِ شہِ لافتا چلی ۹ بجلی ہوئی بُرش سے جلو میں قضا چلی
غل پڑ گیا کہ صرصرِ قہرِ خدا چلی اک دم میں سر تنوں سے اُڑے یہ ہوا چلی
غل تھا غضبِ حسینؑ کا قہرِ الٰہ ہے
بادِ فنا سے گلشنِ ہستی تباہ ہے

تھرا رہے تھے شیر زہے ہیبتِ حسینؑ ۱۰ گیتی کو زلزلہ تھا زہے شوکتِ حسینؑ
فاقوں میں کم ہوئی تھی نہ کچھ طاقتِ حسینؑ اک قدرتِ خدا تھی خوشا قدرتِ حسینؑ
سوکھی ہوئی زباں پہ کسی کا گلا نہ تھا
سولہ پہر ہوئے تھے کہ پانی ملا نہ تھا

فاقوں سے رنگ زرد تو لب پیاس سے کبود ۱۱ چہرے سے تھا جلالِ جہاں آفریں نمود
کرتا تھا نورِ حق جو سوئے آسماں صعود تسبیح پڑھ رہے تھے ملک، اور بشر درود
تھم جاتے تھے حسینؑ جو تلوار تول کر
حوریں بلائیں لیتی تھیں غرفوں کو کھول کر

وہ ماہ رخ پہ بالِ گیسوئے تاب دار ۱۲ خوشبو پہ جس کی عنبرِ سارا بھی تھا نثار
تھا فاطمہ کا رشتۂ جاں، اُن کا تار تار قرباں ہر ایک تار پہ سو نافۂ تتار
گیسو نہ تھے رُخِ خلفِ بوتراب پر
تھی جدولِ سیاہ، ورقِ آفتاب پر

سر لوحِ مصحفِ رُخ، پُرنور ہے جبیں ۱۳ آئینہ کی طرح سے نہ جس میں شکن نہ چیں
مرآتِ نورِ حق، قمرِ آسمانِ دیں قطرے عرق کے رشکِ دُرِ گوہرِ ثمیں
چھڑکاؤ تھا گلاب کا اس سرزمین پر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے اختر زمین پر

وہ اوجِ ذوالفقار، وہ جُبّتی بھووں کا بل ۱۴ اک نخلِ قد دکھاتا تھا تیغوں کے تین پھل
بلتے تھے غیظ سے، جو وہ ابروئے بے بدل گویا پروں کو تولتا تھا طائرِ اجل
پلکوں کے تیر سب کے کلیجوں کے پار تھے
کھنچی تھی یاں کماں، اُدھر اعدا فگار تھے

آنکھیں وہ نرگسی کہ غزال آنکھ کو چرائے ۱۵ ہنگامِ غیظ شیر پہ چتوں کہاں سے لائے
بچے سے اس مژہ کے، دغا میں خدا بچائے زہرہ ہے آب آب جگر کیوں نہ تھرتھرائے
سمجھو نہ دُور آنکھ ملانے کی دیر ہے
پتلی ہے چشم میں کہ ترائی میں شیر ہے

ابرو ہیں نونِ حُسن تو چشمِ حسیں ہے صاد ۱۶ محرابِ کعبہ وہ ہے، تو یہ قبلۂ مراد
گو یہ جُدا جُدا ہیں، پہ ہے عینِ اتحاد دیکھے عدو، جو کور نہ ہو چشمِ اعتقاد
لاریب نورِ چشمِ نبیؐ و علیؑ یہ ہے
نقشِ جلی ہوا کہ خدا کا ولی یہ ہے

رخسار ہیں وہ گل، جنھیں خوفِ خزاں نہیں ۱۷ ٹکڑے ہیں لعل کے، لبِ شیریں بیاں نہیں
ہے ماہیِ محیط، فصاحت زباں نہیں یہ فرطِ نازکی ہے کہ، گویا دہاں نہیں
باتوں میں بند ہیں فصحا کائنات کے
صدقے ہیں بات بات پہ کوزے نبات کے

سوکھے لبوں پہ لعلِ بدخشاں نثار ہیں ۱۸ دانتوں کے نور پر دُرِ غلطاں نثار ہیں
تابندگی پہ اخترِ تاباں نثار ہیں یہ آب ہے کہ قطرۂ نیساں نثار ہیں
ایسے گہر نہیں کہیں بحرِ عمیق میں
گویا چمک رہے ستارے عقیق میں

وہ لعلِ لب، وہ روئے مطہر، وہ ریشِ شاہ ۱۹ ہیں ایک جا، ہلال و شب قدر و نورِ ماہ
کیا خوشنما ہے، گردِ قمر ہالۂ سیاہ ہے صبح و شام ایک جگہ کیجیے نگاہ
ہے رتبہ رخ شہِ ذیشاں، کھلا ہوا
دیکھو دھرا ہے رحل پہ قرآن کھلا ہوا

مدح گلوئے پاک کوئی کیا کرے بھلا ۲۰ محبوبِ کبریا نے سدا جس پہ منہ ملا
حیرت ہے کیوں الٹ نہ گیا دشتِ کربلا خنجر سے کٹ گئیں وہ رگیں اور وہ گلا
بخشا فروغ جس نے یہ ایماں کے طور کو
سر کاٹ کر بجھا دیا اُس شمعِ نور کو

وہ دوشِ پاکِ بادشہ آسماں وقار ۲۱ ہے کُل کی عاصیوں کی شفاعت کا جس پہ بار
بازو وہ ہیں کہ بازوئے دیں جن سے اُستوار ساعد سے زور دستِ یداللہ، آشکار
سب پر کھلی ہے عقدہ کشائی حضور کی
روشن ہے انگلیوں سے کہ ہیں شمع نور کی

ہردم اُٹھا کے ہاتھ یہ فرماتے ہیں سخنؑ ۲۲ عالم میں خمسہ نجبا ہیں شۂ زمن
کیوں جانتے ہو کون ہیں دنیا میں پنجتن میں اور نبیؐ و فاطمہؑ و حیدرؑ و حسنؑ
وہ رکن جب سے اُٹھ گئے، رنج و بلا میں ہوں
اب میں فقط، مخمسِ آلِ عبا میں ہوں

اعضا میں کیوں نہ ہاتھ کا ہو مرتبہ بلند ۲۳ دستِ کرم وہ ہے کہ خدا کو بھی ہے پسند
ہے پنجتن کی ذات سے سب خلق بہرہ مند پانچ انگلیوں میں ہاتھ کے ہیں چار دہ جو بند
عقدے یہ ان سے کھلتے ہیں. جو ذی شعور ہیں
چودہ بزرگ، خلق میں خالق کے نور ہیں

ہے طُورِ نُورِ ذاتِ خُدا سینۂ حُسینؑ ۲۴ صاف آئینہ ہے، اِک دلِ بے کینۂ حُسینؑ
اسرارِ حق ہے، گوہرِ گنجینۂ حُسینؑ روح الامیں ہے، خادمِ دیرینۂ حُسینؑ
سینہ نہیں سفینۂ طوفانِ نوحؑ ہے
ایماں کی سجدہ گاہ ہے قرآں کی رُوح ہے

آئینۂ حلب سے فزوں تر صفا میں ہے ۲۵ یہ ضَو نہ بدر میں ہے، نہ شمس الضحیٰ میں ہے
یاں دل میں ہے وہ ضَو جو کلامِ خدا میں ہے قرآں غلاف میں ہے، کہ سینہ قبا میں ہے
کیا قہر ہے کسی نے نہ پاسِ ادب کیا
زانو اسی پہ شمر نے رکھا غضب کیا

سینے پہ وہ پسینے کے قطروں کی آب و تاب ۲۶ غرقِ عرق تھا شرم کے مارے جہاں گلاب
ہے گو کہ تین روز کے فاقے سے وہ جناب پُر نور ہے شکم، صفتِ قُرصِ آفتاب
پھولوں کی بوئے خوش سے ہیں کپڑے بسے ہوئے
اُمّت کی مغفرت پہ کمر ہیں کسے ہوئے

بازو ہے تیرِ ظلم سے زخمی، کمر ہے خم ۲۷ طاقت جواب دیتی ہے مولا کو دم بدم
پرواہ رہے ثبات کہ اُٹھتے نہیں قدم تیغِ شہِ نجف ہے، اسی ہاتھ میں عَلَم
آنکھیں ہیں سُرخ، بحرِ شجاعت ہے جوش پر
شملہ چُھٹا ہُوا ہے عمامے کا دوش پر

اللہ رے نبیؐ کی عبا و قبا کا نُور ۲۸ پردے میں جس کے جلوہ نما ہے، خدا کا نُور
زہرؑا و حیدرؑ و حسنِ مجتبیٰؑ کا نُور ہے شش جہت میں، خامسِ آلِ عبا کا نُور
حیراں لباسِ نُور پہ سب حلّہ پوش ہیں
ادریسؑ میں حواس نہ موسیٰؑ میں ہوش ہیں

بالائے دوش حضرتِ حمزہؑ کی ہے وہ ڈھال ۲۹ زیبا ہے جیسے گردِ رُخِ فتح و ظفر کا خال
پھول اُس کے وہ کہ تیغ کا پھل جس سے پائمال شب میں عیاں ہیں چاند ستارے تو اک ہلال
اُس کو عروج کیوں نہ ملے قتل گاہ میں
پشتِ پناہِ خلق ہے جس کی پناہ میں

وہ آہنی کلہ، وہ زرہ جامۂ حضور ۲۰ جس کی ہر اک کڑی سے نکلتا تھا چھن کے نور
حلقے وہ جن کو دیکھ کے شرمائے چشمِ حور قندیلِ آہنی میں فروزاں ہے شمعِ طور
جوشن نہ تھا تنِ شہِ گردوں وقار میں
تارے چمکتے تھے شبِ تاریک و تار میں

شانے پہ کس شکوہ سے ہے حلقۂ کماں ۲۱ ہے جس کے ڈر سے قوسِ قزح چرخ پر تپاں
پیغام موت کا ہے، ہر اک تیرِ جاں ستاں ہر دم صدا یہ ہے لبِ سوفار سے کہ ہاں
سرکش کہاں ہیں، لشکرِ کج، عقل و فہم کے
گوشوں میں چھپتے پھرتے ہیں کیوں ہم سہم کے

دستانہ ہے کہ قبضۂ سیفِ قضا ہے یہ ۲۲ شمشیر ہے زبانِ دہن اژدہا ہے یہ
ہم دستِ آستینِ شہِ لافتا ہے یہ ثابت ہوا کہ پنجۂ شیرِ خدا ہے یہ
دستِ خدا کے لال جری ہیں، دلیر ہیں
اس ہاتھ سے جہاں کے زبردست زیر ہیں

نیزہ ہے رشکِ افعیِ گیسوئے دلستاں ۲۳ سینے کو جس کے ڈر سے چھپاتا تھا آسماں
کالی وہ ڈانڈ اور وہ چمکتی ہوئی سناں غل تھا کہ اژدہا ہے نکالے ہوئے زباں
لشکر جو دیو کا ہو تو دم میں ہلاک ہو
اس کی ہوا لگے تو بدن جل کے خاک ہو

اس شان سے ہیں رن میں اکیلے امامِ دیں ۲۴ اور واں پرے جمائے ہیں میداں میں اہلِ کیں
خنجر کہیں ہیں، تیر کہیں، برچھیاں کہیں اللہ ری کشمکش، نظر آتی نہیں زمیں
لشکر بڑھے ہیں شاہ پہ یوں شام و روم کے
آتی ہے جس طرح سے گھٹا جھوم جھوم کے

تیغوں کی اس گھٹا میں چمکتی ہیں بجلیاں ۲۵ باجوں کے زور شور میں ہے رعد کی فغاں
چھائے ہوئے ہیں شہ پہ زرہ پوش سب جہاں لوہے کی ہے زمین، تو ڈھالوں کا آسماں
چاروں طرف سے نرغۂ فوجِ کثیر ہے
ابرِ کرم پہ بارشِ بارانِ تیر ہے

ٹھہری ہے صف جمائے ہوئے اس طرح سے فوج ٣٦ طوفاں میں جوش کھا کے اٹھے جس طرح سے موج
ہر مرد کی کمر میں ہیں تلواریں زوج زوج ڈھالوں کا دَور دَور ہے نیزوں کا اوج اوج
آفت جنابِ فاطمہؑ کے گھر پہ آتی ہے
ٹاپوں سے مرکبوں کی زمیں تھرتھراتی ہے

ہر صف میں برچھیاں بھی ہزاروں چمکتی ہیں ٣٧ نوکیں وہ تیز ہیں کہ دلوں میں کھٹکتی ہیں
نیزے تلے ہوئے ہیں، سنانیں چمکتی ہیں ترکش کھلے ہوئے ہیں کمانیں کڑکتی ہیں
سنگیں دلوں نے ہاتھوں میں پتھر اٹھائے ہیں
تیغوں کے ساتھ گُرزِ گراں سر اٹھائے ہیں

گھوڑوں سے گونجتا ہے وہ سب وادیِ نبرد ٣٨ گردوں میں مثلِ شیشۂ ساعت بھری ہے گرد
ہے چرخ چار میں پہ رخِ آفتاب زرد ڈر ہے گرے زمیں پہ نہ مینائے لاجورد
گرمی ہجومِ فوج سے دو چند ہو گئی
خاک اس قدر اُڑی کہ ہوا بند ہو گئی

دستے وہ مصر زنگ کے، وہ فوج روم و شام ٣٩ دن دوپہر، وہ دشت کی گرمی وہ اژدہام
تیغیں برہنہ ہو گئی تھیں چھوڑ کر نیام مانندِ شمع جل رہی تھیں، برچھیاں تمام
تلواریں منہ چھپائے تھیں سائے میں ڈھال کے
خنجر بھی رہ گئے تھے زبانیں نکال کے

لو چل رہی تھی رن میں کہ اللہ کی پناہ ٤٠ ڈھالوں کے رنگ ہو گئے تھے دھوپ میں سیاہ
برچھی کے پھل پہ ہوتا تھا، شعلے کا اشتباہ گلخن بنی ہوئی تھی ہر اِک آہنی کلاہ
گویا کہ قوس میں تھا گذر آفتاب کا
عالم تھا ہر خدنگ پہ تیرِ شہاب کا

سر پر لگائے تھا پسرِ سعدؔ چترِ زر ٤١ تھے دو غلام مروحہ جنباں اِدھر اُدھر
تنہا تھا دھوپ میں اسداللہ کا پسر نے سایۂ علم تھا نہ عباسؑ نامور
لگتی تھی کچھ بدن کو ہوا آہِ سرد سے
گیسو اَٹے ہوئے تھے، بیاباں کی گرد سے

جنگل سے آرہی تھی یہ آواز بار بار ۴۲ کیا آج تجھ پہ بن گئی اے میرے گل عذار
تیز دھوپ میں کھڑا ہے مرا دل ہے بے قرار سایہ تو کر لے رخ پہ عبا کا یہ ماں نثار
عالم سیاہ ہے، میری چشم پُر آب میں
سنولا گیا ہے چاند مرا، آفتاب میں

مادر سے رو کے کہتے ہیں، سلطانِ کربلا ۴۳ کافی ہے آج سر پر مرے، سایۂ خدا
منصف ہوں آپ، فرق پہ سایہ کروں میں کیا سوتے ہیں آفتاب میں سب میرے مہ لقا
پڑتی ہے خاک اُڑ کے، تنِ پاش پاش پر
اماں! ردا نہیں علیؑ اکبر کی لاش پر

کرتے ہیں ماں کی روح سے حضرت تو یہ کلام ۴۴ ہر سمت سے بڑھی چلی آتی ہے فوجِ شام
کہتے ہیں مسکرا کے، امامِ فلک مقام کس سے لڑیں گے کیوں ہے یہ کوشش یہ ازدحام؟
فاقوں سے حال غیر ہے، محتاجِ آب ہوں
میں آپ ہی مسافرِ پا در رکاب ہوں

اللہ کیا ہجوم ہے کیا شورِ گیر و دار ۴۵ اک جسمِ زار اور یہ نیزے کئی ہزار
اک سینہ اور یہ ناوکِ بے دار و بے شمار میرے لیے تو پیاس ہے، خود تیغِ آبدار
ان برچھیوں سے کس کو زمیں پر گرائیں گے
سو خنجر اک گلے پہ، یہ کیونکر پھرائیں گے؟

لشکر یہ ہے کہ قہر کا دریا ہے موجزن ۴۶ میں اک ضعیف و تشنہ دہن مظلوم و بے وطن
اکبر نہ ہیں جلو میں، نہ لختِ دلِ حسنؑ واحسرتا کہ مر گئے، عباسِ صف شکن
دیکھیں پسر یہ نرغۂ فوجِ کثیر کو
لاؤں کہاں سے آج جنابِ امیر کو

آئی قریب سے یہ صدائے شہِ نجف ۴۷ تجھ سا پسر دیا مجھے حق نے، زہے شرف
مصروف ہے ثنا میں تری قدسیوں کی صف لاکھوں ہیں گو اُدھر، پہ خدا ہے تری طرف
دیں ہے بلند، کفر کی بنیاد پست ہے
ہر طرح تیری فتح ہے اُن کی شکست ہے

پیاسا جو تین روز رہا تُو کنارِ جو ۴۸ دینِ نبیؐ کی رہ گئی دُنیا میں آبرو
مقبولِ کردگار ہے، نورِ خدا ہے تُو — ناجی ہیں تیرے دوست تو ناری ترے عدو
جائیں گے یہ کہاں جو ہیں تجھ سے پھرے ہوئے
ہیں سب کے سب خدا کے غضب میں گھرے ہوئے

ایوبؑ تیرے صبر کے ہیں آج مدح خواں ۴۹ لب پر خلیلؑ کے ہے ترے حلم کا بیاں
یعقوبؑ و نوحؑ آدمؑ و یحییٰؑ ہیں اک زباں — ہے کُل کا فخر دلبرِ پیغمبرِ زماں
عیسیٰ پکارتے ہیں کہ حق کا ظہور ہے
موسیٰ کا ہے یہ قول کہ خالق کا نُور ہے

عباسؑ جب سے قتل ہُوا ہے فرات پر ۵۰ حاضر ہے کربلا میں اُسی وقت سے پدر
نانا ہیں بے حواس، حسنؑ ہیں برہنہ سر — ماں بے قرار پھرتی ہے تھامے ہوئے جگر
تجھ پر نثار ہونے کی کس کو ہوس نہیں
تقدیر سے کسی کا مری جان بس نہیں

کی عرض شاہِ دیں نے پدر سے بہ انکسار ۵۱ مولا میں اس عنایت و اشفاق کے نثار
یہ پرورش، یہ غور، زہے عزّ و افتخار — کیا سرفراز ہو گیا اس دم یہ خاکسار
بیٹے پہ چاہئیں، یوں ہی اشفاق باپ کے
جان آ گئی غلام میں آنے سے آپ کے

بندہ تو قابل اس کے نہیں، یا شہِ زماں ۵۲ جو ہوں مقربانِ خدا، میرے مدح خواں
کیا میرا صبر اور مری ہمت کا کیا بیاں — اک بندۂ حقیر و گنہگار و ناتواں
لب پر جو وہ بزرگ مرا ذکر لائے ہیں
یہ سب شرف حضور کے صدقے میں پائے ہیں

اب کچھ نہیں ہراس، اگر لاکھ ہوں ستم ۵۳ ہاں ایک ہے تباہیٔ زینبؑ کا مجھ کو غم
جب ذبح ہو حسینؑ، تہِ خنجرِ دودم — اس کی ردا بچائے گا کون اے شہِ امم
سب گھر لُٹے مگر وہ اسیرِ بلا نہ ہو
میں بے کفن رہوں، پہ بہن بے ردا نہ ہو

فرما کے یہ فرس سے اشارہ کیا کہ ہاں ۵۴ کوندا مثال برق، کمیتِ سبک عناں
وہ غیظ وہ رجز وہ جلال و شکوہ و شاں تھی دم بدم وہ سیف زبانی کہ الاماں
دونوں زبانیں تیغ کی بھی شعلہ ریز تھیں
بیتیں رجز کی تیغ دو دم سے بھی تیز تھیں

نعرہ یہ تھا کہ دلبرِ مشکل کشا ہوں میں ۵۵ جوہر کشائے تیغ شہ لافتا ہوں میں
شمس الضحیٰ علی ہیں تو بدر الدجیٰ ہوں میں قرآں گواہ ہے کہ زبانِ خدا ہوں میں
کس آیۂ کریم میں ذکرِ علی نہیں
قرآں میں کیا خفی ہے کہ ہم پر جلی نہیں

ہم تو ہیں اس کلام میں اور ہم میں وہ کلام ۵۶ جس طرح لام میں ہے الف اور الف میں لام
لاریب فیہ گر ہے وہ ہادی تو ہم امام امت کو فرضِ عین ہے، دونوں کا احترام
جو منحرف ہوا، وہ مطیعِ خدا نہیں
قرآن و اہلبیت ازل سے جدا نہیں

کچھ یاد ہے وصیتِ محبوبِ ذوالجلال ۵۷ فرما گئے تھے خلق سے کیا وقتِ انتقال
بھولے کلامِ حق کو بھی اے قومِ بدخصال ہم اہلِ بیت ہیں تو، ہمارا کیا یہ حال
کیوں منہ پھیر لیا ہے حدیث و کتاب سے
محشر میں کیا کہو گے رسالت مآب سے

تم ہو نہ جانیو کہ مجھے کچھ ہے خوفِ جاں ۵۸ لازم ہے یہ سخن کہ میں ہوں ہادیٔ جہاں
قبضے میں ہے حسینؑ کے، تیغِ شرر فشاں دشمن کو جس کی ضرب سے ملتی نہیں اماں
لاکھوں سے منہ پھیرے نہ کبھی وہ دلیر ہوں
میں بیشۂ شجاعت و ہمت کا شیر ہوں

بخشا ہے مجھ کو حق نے شہ لافتا کا زور ۵۹ اس دستِ مرتضیٰ میں ہے دستِ خدا کا زور
ہے انگلیوں کے بند میں، خیبر کشا کا زور پانی ہے میرے زور کے، آگے ہوا کا زور
الٹوں فلک کو یوں جو ہو قصد انقلاب کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

آگے بڑھوں جو تیر کو چلے میں جوڑ کے ٦٠ بھاگیں خطا شعار، کمانوں کو چھوڑ کے
بیکار کر دوں شیر کا پنجہ مروڑ کے پٹکوں زمین پر، درِ خیبر کو توڑ کے
اُلٹوں طبق زمین کے یوں جھک کے زین سے
جس طرح جھاڑ دیتے ہیں گرد آستین سے

اعلیٰ ہے عرش سے بھی مری ہمت بلند ٦١ بجلی ابھی گرے، جو بڑھوں چھیڑ کر سمند
رستم ہے ذوالفقار کی دہشت سے دردمند کھلتا نہیں ہے دیو سے نیزے کا میرے بند
یہ جس شقی کے سینے سے گذرا وہ فوت ہے
اس کی سنانِ تیز سرانگشتِ موت ہے

دنیا ہو اِک طرف تو لڑائی کو سر کروں ٦٢ آئے غضب خدا کا اُدھر رُخ جدھر کروں
بے جبرئیلؑ کارِ قضا و قدر کروں انگلی کے اِک اشارے میں شق القمر کروں
طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی
رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی

یہ تیغ سر پہ گر کے ٹھہرتی ہے زین پر ٦٣ جب ہاتھ اُٹھائے برق گری ہے زمین پر
خیبر میں کیا گذر گئی روح الامین پر کاٹے ہیں کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر
جس وقت ضربِ شیرِ خدا یاد آتی ہے
ماہی سمیت گاؤ زمیں تھرتھراتی ہے

میں شیر ہوں چھ لاکھ اگر ہو تو کیا ہو تم ٦٤ اُٹھا جو میرا ہاتھ تو دم میں فنا ہو تم
واللہ میرے سامنے بے دست و پا ہو تم پر کیا کروں کہ اُمتِ خیرالوریٰ ہو تم
لو واسطہ رسولِ خدا کا، پناہ دو
اب بھی کسی طرح مجھے جانے کی راہ دو

یہ کہہ کے چُپ ہوئے جو امامِ فلک سریر ٦٥ اُس فوجِ قاہرہ سے اُٹھا شورِ دار و گیر
کھولے ہوئے نشانوں کو آگے بڑھے شریر فرزندِ فاطمہ پہ چلے دس ہزار تیر
دہشت سے عافیت نے منہ اپنا چھپا لیا
کالی گھٹا نے ڈھالوں کی جنگل کو چھا لیا

٦٦ وہ شورِ کوسِ حرب کا وہ بوق کا غریو ۔ شرمندہ برچھیوں کی چمک سے سنانِ گیو
تیرِ دراز، صورتِ خنجر زبانِ دیو ۔ وہ صورتیں کہ دیکھ کے ڈر جائے جن کو دیو
سب فوج یوں بڑھی تھی وغا کو امام سے
آندھی سیاہ آتی ہے جس دھوم دھام سے

٦٧ برسے اُدھر سے تیر، تو کوندی اِدھر سے برق ۔ وہ برق چھپتی پھرتی تھی خود جس کے ڈر سے برق
چمکی وہ یوں کہ گر گئی سب کی نظر سے برق ۔ روکیں کسے، رکی ہے کسی کی سپر سے برق
جل تھل بھرے ہو کے نہ دیر اک گھڑی لگی
کیا ابرِ تیغ تھا کہ سروں کی جھڑی لگی

٦٨ معجز نما تھی شاہ کی شمشیرِ آبدار ۔ دکھلائی ماہِ صیف میں برسات کی بہار
یاں برق، واں ہوا تو اِدھر، ابرِ زود بار ۔ بہتا کہیں لہو کہیں خوں کی آبشار
یوں سر برس گئے یہ روانی تھی باڑھ میں
پڑتا ہے ڈونگڑا کبھی جیسے اساڑھ میں

٦٩ بہتے تھے خون میں چار طرف سر کٹے ہوئے ۔ بڑھتے تھے جو بہت وہ کھڑے تھے ہٹے ہوئے
جو گھاٹ پر تھے زور تھے اُن کے گھٹے ہوئے ۔ تھے جا بجا سے ڈھالوں کے بادل پھٹے ہوئے
لڑنے میں اوج، تیغ کا وہ چند ہو گیا
نکلی کمان، تیروں کا منھ بند ہو گیا

٧٠ بازو ہر اک کمان کا کمزور ہو گیا ۔ تیروں کے مینھ برسنے کا اک شور ہو گیا
ڈھالوں کا ابر، خوں میں شرابور ہو گیا ۔ جو تھا کنارِ نہر، لبِ گور ہو گیا
مشقِ شناوری تھی قیامت بڑھی ہوئی
اُتری وہ تیغ خون کی ندی چڑھی ہوئی

٧١ کیا کیا چمک دکھاتی تھی، سر کاٹ کاٹ کے ۔ تنتی تھی کیا تنوں سے زمیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کے ۔ دم اد بڑھ گیا تھا لہو، چاٹ چاٹ کے
کیا جانیے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

ہر ہاتھ میں اُڑا کے کلائی نکل گئی ۷۲ کوندی، گری، زمیں میں سمائی، نکل گئی
کاٹی زرہ دکھا کے صفائی نکل گئی مچھلی تھی اک کہ دام میں آئی نکل گئی
چار آئینے کے پار تھی، اس آب و تاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

کٹ کٹ کے ذُوالفقار سے گرتے تھے خاک پر ۷۳ پہونچوں سے ہاتھ، شانوں سے بازو، تنوں سے سر
قبضے سے تیغ، بَر سے زرہ، ہاتھ سے سپر برچھی سے پھل، کماں سے زرہ، زین سے تبر
ترکش کہیں پڑے تھے، نشانِ زری کہیں
پیکاں کہیں تھے، شِست کہیں تھی، سُری کہیں

مقتل میں ہوش فوجِ عُمر کے اُڑا دیے ۷۴ ٹکڑے ہر ایک کے، تن و سر کے اُڑا دیے
پرزے ستمگروں کے جگر کے اُڑا دیے پرکالے ایک دم میں، سپر کے اُڑا دیے
جب ڈھال پر چمک کے در آتی تھی خُوذ میں
سر کٹ کے آن پڑتا تھا سرکش کی گود میں

وقتِ دغا، عصا تھی کبھی، اژدھا کبھی ۷۵ تلوار بن گئی وہ کبھی اور قضا کبھی
بجلی کبھی تھی، ابر کبھی اور ہوا کبھی بنتی تھی نفی کفر کی خاطر بلا کبھی
پھرتے تھے جب حُسینؑ پیادوں کو رَول کر
کھا لیتی تھی سروں کو دہن کھول کھول کر

اللہ کے غضب کی نشانی دکھا گئی ۷۶ دریائے قہرِ حق کی روانی دکھا گئی
جل جل گئے، وہ شعلہ فشانی دکھا گئی کٹ کٹ گئے وہ سیف زبانی دکھا گئی
لب صورتِ شگاف، قلم بند کر دیے
فقروں نے ذُوالفقار کے دم بند کر دیے

پہونچی سمِ فرس پہ جو بالائے سر گری ۷۷ چمکی اِدھر، زمیں سے نکل کر اُدھر گری
ناری جلے اُدھر، وہ جدھر کوند کر گری جس صف سے لگ چلی، یہ وہ صف خاک پر گری
دکھلا کے اوج جاتی تھی یوں ہر سوار پر
جنگل میں باز گرتا ہے جیسے شکار پر

دم میں گئی فلک پہ اور آئی ہزار بار ۷۸ معراجِ دستِ شاہ میں پائی ہزار بار
دکھلائی صفوں کو صفائی ہزار بار گرمی یہ تھی کہ خوں میں نہائی ہزار بار
جب تک چلی وہ زرد سپاہِ عدو رہی
اس دن کے معرکے میں وہی سرخرو رہی

غل تھا خطِ سیہ نہ بھویں ناگ ہے ۷۹ جو دشمنِ علی ہیں اسے اُن سے لاگ ہے
جلتا ہے دشت پہ ردیف بھاگ بھاگ ہے ہاں ہیں بچاؤ تیغ کے پانی میں آگ ہے
پھونکے نہ یہ دم اس سے ہمارے نکلتے ہیں
اژدر کی طرح منہ سے شرارے نکلتے ہیں

ہاں جیں وہ ان صفوں کی وہ گھوڑے کی جست و خیز ۸۰ تھا ترک و تاز میں کہیں صرصر تند و تیز
صدقے تھے گندھی ایال پہ گیسوئے مشک بیز گرد اوری میں ابر تو بجلی دمِ ستیز
ذرے قدم کے فیض سے سارے چمک گئے
جب پتلیاں اٹھیں تو ستارے چمک گئے

ذرات میں رشکِ شیر تو ہیکل میں پیل تن ۸۱ پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن بن بن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پر سحاب تھا
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا

آنکھیں وہ جن کو دیکھ کے حیران ہے غزال ۸۲ گردن وہ جس کی شرم سے ہے سرنگوں ہلال
آہو کی جست، شیر کی چتون، پری کی چال دل اس کے دست و پائے حنائی سے پائمال
ہر فعلِ پا کا حسن یہ تھا اس جلوس میں
آئینہ جس طرح سے ہو دستِ عروس میں

کیوں اعتقاد میں حکما کے نہ آئے فرق ۸۳ اشراقی اس سے بحرِ تفکر میں سب ہیں غرق
اک گر اس کو غرب سے دوڑائیے سوئے شرق اور آسماں سے ساتھ ہی چمکے نکل کے برق
بجلی کی واں چمک نہ فلک پر تمام ہو
یاں غرب سے غرب میں فرس تیز گام ہو

دیکھی نہیں کسی نے یہ نرمی شتاب میں ۸۴ ہے جس سے زینِ صاف پہ مخمل بھی خواب میں
صورت کا اس کی وصف لکھیں گر کتاب میں سطریں رہیں بہ صورتِ موجِ اضطراب میں
اس کی ثنا اگر کوئی لائے زبان پر
ساکن جو حرف ہو وہ نہ آئے زبان پر

رو میں سوار ہاتھ سے بھی اگر گرا جائے ۸۵ اور یہ فرس جنوب سے سوئے شمال جائے
وہ تازیانہ یاں نہ زمیں تک پہونچنے پائے اس حد سے ایک دم میں وہ حد دیکھ کر پھر آئے
تنگی سے آسماں کی خفا یہ سمند ہے
کیونکر اڑے پری ہے کہ شیشے میں بند ہے

کل کی طرح اشارے میں سو بار پھیر لو ۸۶ بجلی ہے جس طرف دمِ پیکار پھیر لو
کاوے میں شکلِ گنبدِ دوّار پھیر لو نقطے کے گرد صورتِ پرکار پھیر لو
دوڑے بروئے آب تو پتلی بھی تر نہ ہو
آنکھوں میں یوں پھرے کہ مژہ کو خبر نہ ہو

طاؤس سا جدھر گیا دُم کو چنور کیے ۸۷ دم میں پرے سپاہ کے زیر و زبر کیے
کچلے کبھی بدن کبھی پامال سر کیے کشتوں کو روند روند کے سُم خوں میں تر کیے
میداں میں تھا کسی کو نہ یارا ستیز کا
عالم ہر ایک نعل میں تھا تیغِ تیز کا

زیبا ہے گر کہیں شعرا بادپا اسے ۸۸ آہستہ گر چلے تو نہ پائے ہوا اسے
طائر جہاں کے جانتے ہیں سب ہما اسے مہمیز و تازیانے کی حاجت ہے کیا اسے
فتراک گر ہوا سے کبھی اک ذری اڑی
یوں اڑ گیا کہ سب نے یہ جانا پری اڑی

معروفِ جنگِ تیغ سے تھے سرورِ حجاز ۸۹ چمکا کے اسپ واں سے بڑھا اک نیزہ باز
نامرد نے کیا جونہی دستِ ستم دراز نیزہ اٹھا کے کہنے لگے شاہِ سرفراز
ہاں اے اجل گرفتہ کمر استوار کر
نیزے کا ہے غرور تو آ کوئی وار کر

کس ٹمنطنے سے شاہ پہ آیا وہ خود پسند ۹۰ کل کی طرح سے پھرنے لگا ہر طرف سمند
نیزے سے اس کے آپ کو پہونچی نہ کچھ گزند   مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند
تھا گو کہ نیزہ بازی پہ ظالم تُلا ہُوا
یاں تھا سب اس کے عزم کا عقدہ کھُلا ہُوا

نیزے کی اس لعیں سے لڑائی جو آپڑی ۹۱ دونوں طرف سے جنگ میں کوشش ہوئی بڑی
اَنیوں سے اڑ رہے تھے شرارے گھڑی گھڑی   تھی چوب سے تو چوب، سناں سے سناں لڑی
اک معرکہ تھا بیچ میں دشتِ قتال کے
دو مار گُتھ گئے تھے زبانیں نکال کے

بہم ہوئیں تکاں پہ تکانیں جو یک دگر ۹۲ ظالم کبھی اِدھر تھا تو حضرت کبھی اُدھر
کس نوک جھوک سے وہیں نیزے کو پھیر کر   فرزندِ شیرِ حق نے دکھایا عجب ہنر
ظالم پہ آسماں سے بلا ناگہاں گری
دو تین نیزے اُڑ کے زمیں پر سناں گری

تھرا گیا بدن نہ رہی طاقتِ قرار ۹۳ گھوڑے کی باگ پھیر کے بھاگا وہ نابکار
بچ کر نکل چلا تھا کہ چمکا کے راہوار   نیزے کا اک کمر پہ کیا شاہِ دیں نے وار
موذی تھا وہ لعین، پہ اَنی فتنہ کوب تھی
سر میں سناں تھی، پشت کے مہروں میں چوب تھی

قربان زورِ بازوئے سلطانِ ارجمند ۹۴ زیں سے اٹھا کے اس کو سناں پر کیا بلند
پہونچا سقر میں دارِ جہاں سے وہ خود پسند   پٹکا زمیں پہ جب تو ہُوا جوڑ بند بند
اپنے ہنر پہ ناز تھا اس نیزہ باز کو
دکھلا دیا جہاں کے نشیب و فراز کو

کام اس خطا شعار کا جب ہو گیا اخیر ۹۵ نکلا پرے سے اک قدر اندازِ بے نظیر
بدکیش، دُژ نہاد و خطا پیشہ و شریر   تلّے سے توڑ جاتا تھا، جوشن کو جس کا تیر
کیا کوئی اس کے آگے بھلا سر اٹھا سکے
رستم بھی جس کماں کی نہ سیسر اٹھا سکے

قبضے میں تیغ لے کے پکارے شہِ زماں ۹۶ ہاں ناوک افگنی مجھے دکھلا تو اے جواں
ہاں نکلی منھ سے یاں کہ کھنچی اس طرف کماں کھینچنا کمان کا تھا کہ چلا تیرِ بے اماں
حلقہ اُدھر کمان کا خم ہو کے رہ گیا
یاں تیغِ شہ سے تیر قلم ہو کے رہ گیا

خالی اسی روش سے ہوا ترکشِ شریر ۹۷ تودے لگائے کاٹ کے حضرت نے سارے تیر
چاہا تھا کشمکش میں کہ ہو جائے گوشہ گیر چلّائے شہ کہ بھاگ نہ او سرکشوں کے پیر
پیچھے ہٹے نہ پاؤں مزا ہے یہ جنگ کا
تو بھی تو توڑ دیکھ لے میرے خدنگ کا

یاں دوش سے کماں کو اتارا جناب نے ۹۸ قبضے میں ماہِ نو کو کیا آفتاب نے
بیٹے کے ہاتھ چوم لیے بوتراب نے تاکا خطا کو تیرِ نگہ سے صواب نے
ترکش بھی اژدہا سا دہن کھولنے لگا
نکلا عقابِ تیر تو پر تولنے لگا

چلّے میں رکھ کے تیر بڑھے قبلۂ امم ۹۹ ایک ہاتھ راست کر کے کیا دوسرے کو خم
کچھ کہہ کے گوشِ شہ میں چلا تیرِ تیز دم آواز دی کماں نے زہے شاہ باکرم
چلّہ تو شستِ شاہِ زمن سے نکل گیا
واں تیر دل کو توڑ کے سن سے نکل گیا

گرز و سنان و تیغ و تبر کانپنے لگے ۱۰۰ نیزے مثالِ شاخِ شجر کانپنے لگے
ڈر سے کماں کشوں کے جگر کانپنے لگے گو ترکشوں میں تیر تھے، پر کانپنے لگے
پیچھے ہٹے کھڑے تھے جو ظالم بڑھے ہوئے
گوشوں سے خود اتر گئے چلّے چڑھے ہوئے

اللہ ری زد، گذرتا تھا ہنگامِ دار و گیر ۱۰۱ سو دل سے مثلِ رشتۂ تسبیح ایک تیر
کرتے تھے واہ واہ صفوں میں جوان و پیر بازو کو چومتے تھے رسولِ فلک سریر
روحِ علیؑ یہ کہتی تھی پاس آن آن کے
صدقے ہر ایک تیر کے قرباں کمان کے

۱۰۲ شہ کے غضب سے چاہتی تھی ہر کماں اماں — مضطر زمیں تھی مانگتا تھا آسماں اماں
دیتے نہ تھے کسی کو امامِ زماں اماں — ہر صف میں تھا یہ شور کہ مولا اماں اماں
جب شاہ حملہ کرتے تھے شیرِ خدا کی طرح
دانتوں میں خس پکڑتے تھے سب کہربا کی طرح

۱۰۳ کہتا تھا ہاتھ جوڑ کے یوں کوئی پُرغرور — اس وقت رحم اپنے غلاموں پہ ہے ضرور
موقوف کر جلال کو اے کبریا کے نور — صدقے علیؑ کی روح کا اب بخشیے قصور
آنکھیں ہم اپنی دور سے قدموں پہ ملتے ہیں
تلوار روکیے کہ بس اب دم نکلتے ہیں

۱۰۴ اے نورِ چشمِ احمدِ مختار رحم کر — اے یادگارِ حیدرِ کرّار رحم کر
اے امّتِ نبیؐ کے مددگار رحم کر — اے بحرِ غیظِ حضرتِ قہار رحم کر
اے نوحِ عصر ہم سے نہ تو انتقام لے
امّت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے

۱۰۵ اے افتخارِ حضرتِ آدم پناہ دے — اے زیب بخشِ عرشِ معظّم پناہ دے
اے فخرِ نوح و عیسیٰ مریم پناہ دے — اے باعثِ پناہ دو عالم پناہ دے
مولا تجھے قسم ہے رسولِ کبیر کی
چمکا نہ ذوالفقار جنابِ امیر کی

۱۰۶ اس غیظ میں سنا جو بزرگوں کا شہ نے نام — صدمہ ہوا یہ دل کو کہ رونے لگے امام
گردن پھرا کے یاس سے دیکھا سوئے خیام — تھاما جگر کو ہاتھوں سے اور چھوڑ دی لگام
آنکھوں کو بند کر کے فرس ہانپنے لگا
روکی جو ذوالفقار بدن کانپنے لگا

۱۰۷ لڑنے میں تھا نہ آپ کو کچھ پیاس کا خیال — رکھ دی جو تیغ ہاتھ سے جی ہو گیا نڈھال
آئی صدائے حضرتِ محبوبِ ذوالجلال — تو صابروں کا فخر ہے اے فاطمہؑ کے لال
سمجھا تھا میں کہ اب مری امّت تمام ہے
یہ صبر اختیار پہ تیرا ہی کام ہے

صبر و رضا و حلم کا رتبہ دکھا دیا ۱۰۸ دم میں ہزار طرح کا جلوہ دکھا دیا
نانا کا خُلق، زورِ پدر کا دکھا دیا خالق کے رحم و قہر کا نقشہ دکھا دیا
باطل شقاوت و حسد و کینہ ہو گیا
ایسی جلا ہوئی کہ حق آئینہ ہو گیا

شپّیر واہ کیوں نہ ہو کس کا پسر ہے تُو ۱۰۹ حقا کہ آسمانِ شرف کا قمر ہے تُو
کھولا ہے جس کو حق نے وہ رحمت کا دَر ہے تُو میں اصل جس شجر کی ہوں اس کا ثمر ہے تُو
اُمّت کے ظلم سہتے ہو نانا سے چھوٹ کر
کیا اُن کو پھل ملے گا مرا باغ لوٹ کر

کیسی ہوا جہان کی بے اعتدال ہے ۱۱۰ سرسبز سب ہیں، باغ مرا پائمال ہے
سایے سے جس نہال کے طوبیٰ نہال ہے مرجھا گیا ہے دھوپ سے اس کا یہ حال ہے
میں جن کی فکر میں کبھی سویا نہ چین سے
پانی انھیں عزیز ہے نے میرے حُسینؑ سے

فاقوں میں جن کے واسطے باندھا شکم پہ سنگ ۱۱۱ ان دشمنوں نے لال کا میرے کیا یہ رنگ
کیونکر نہ ہو یہ غنچہ دہن زیست سے بہ تنگ اک فاقہ کش نحیف ہے یہ صف کشی یہ جنگ
بچپن سے میں نثار ہوں اس نورِ عین کے
میرا گلا بھی ساتھ کٹے گا حُسینؑ کے

رو کر کہا حُسینؑ نے یا سیّدِ عرب ۱۱۲ لڑتا کبھی نہ اِن سے یہ مظلوم و تشنہ لب
فریاد ہے کہ مجھ کو ستایا ہے بے سبب للّٰلہ لیتے چلیے مجھے ساتھ اپنے اب
دشمن ہُوا ہے سارا زمانا غلام کا
اُمّت میں اب نہیں ہے ٹھکانا غلام کا

جس دن سے آپ اُٹھ گئے پایا نہ میں نے چین ۱۱۳ سب گھر تباہ ہو گیا یا شاہِ مشرقین
پیری میں چھٹ گیا علی اکبرؑ سا نورِ عین کب تک جہاں میں ٹھوکریں کھایا کرے حُسینؑ
پھیلا کے پاؤں خاک پہ سونا نصیب ہو
راحت ملے جو قبر کا کونا نصیب ہو

یہ کہتے تھے کہ فوجِ ستم گر پھر آگئی ۱۱۴ خیر النسا کے چاند پہ بدلی سی چھا گئی
بھائی جو گھر گیا تو بہن بلبلا گئی فریادِ فاطمہؑ کی فلک تک صدا گئی
یاں گھر نبیؐ کی آل کا بے نور ہو گیا
زخموں سے واں تنِ شہِ دیں چور ہو گیا

یاں ایک تن ضعیف، اُدھر لاکھ نابکار ۱۱۵ تیروں کے زخم تیغوں کے پھل برچھیوں کے وار
سینہ شکستہ، پسلیاں مجروح، سر فگار کیا درد کا حساب، جراحت کا کیا شمار
یوں تو دل و جگر کے بھی جانکاہ زخم تھے
تن پر ہزار و نو صد و پنجاہ زخم تھے

حربے ہزارہا، کسے رو کے کسے بچائے ۱۱۶ بے یار و آشنا کسے ڈھونڈے کسے بلائے
دکھ میں سپر ہو کون، حمایت کو کون آئے کیا وقت ہے نبیؐ کے نواسے پہ ہائے ہائے
جھکتے ہیں زیں پہ منہ سے لہو ڈال ڈال کے
گھوڑے سے غش میں کون اُتارے سنبھال کے

گھوڑے سے گاہ غش میں اِدھر گہ اُدھر جھکے ۱۱۷ تیغیں چلیں جدھر کو شہِ بحر و بر جھکے
سیدھے کبھی ہوئے کبھی پکڑے جگر جھکے تھامی کبھی ایال، کبھی زین پر جھکے
صدمہ جو تھا بہن کے نکلنے کا شاہ کو
گردن پھرا کے دیکھتے تھے خیمہ گاہ کو

ہنگامِ عصر تھا کہ شہِ نیک خو گرے ۱۱۸ زخموں سے اُڑ کے قطرۂ خوں چار سو گرے
کیا سنبھلے جس کے زخموں سے سیروں لہو گرے سجدے کا اشتیاق جو تھا، قبلہ رُو گرے
آنکھیں تھیں بند جلوۂ حق تھا نگاہ میں
گرتے ہی محو ہو گئے یادِ الٰہ میں

اعدا میں غُل ہُوا کہ ہماری ظفر ہوئی ۱۱۹ گھوڑے سے لو حسینؑ گرے، جنگ سر ہوئی
زینبؑ ردا کو پھینک کے عریاں سر ہوئی چلّائی یوں سکینہؑ کہ میں بے پدر ہوئی
ہے ہے کوئی نہیں شہِ والا کی لاش پر
امّاں بس اب چلو مرے بابا کی لاش پر

مسند پہ شہ کے لُوٹتی تھی کوئی سوگوار ۱۲۰ ہے ہے کا شور تھا کہ قیامت تھی آشکار
چلّاتی تھی کوئی مرے سیّد ترے نثار ڈیوڑھی پہ آکے گر پڑے سجّادِ دل فگار
غل تھا فلک نے دفترِ دنیا اُلٹ دیا
فضّہ نے خیمہ گاہ کا پردا اُلٹ دیا

دیکھا یہ ذوالجناح کا سیدانیوں نے حال ۱۲۱ خالی ہے زین، اور ہے ماتھا لہو سے لال
گردن پہ اس طرح سے ہے بکھری ہوئی ایال جس طرح کھولتی ہے زنِ سوگوار بال
روتا ہے یوں وہ غم میں شہِ نامدار کے
جیسے پسر کو روتی ہے ماں داڑھیں مار کے

دنیا نظر میں بیبیوں کے ہوگئی سیاہ ۱۲۲ سمجھے یہ سب کہ قتل ہوا فاطمہ کا ماہ
عابدؑ پکارے ہائے غضب گھر ہوا تباہ چلّائی بنتِ فاطمہ اے ذوالجناحِ شاہ
بتلا سوارِ دوشِ پیمبر کو کیا کیا
ہے ہے مرے غریب برادر کو کیا کیا

زیں سے ترے رسول کا پیارا کہاں گرا؟ ۱۲۳ دو دن کی بھوک پیاس کا مارا کہاں گرا؟
وہ عرشِ کبریا کا ستارا کہاں گرا؟ آقا ترا، امام ہمارا، کہاں گرا؟
سایہ ہے کچھ، کہ لاش ہے جلتی زمین پر
چھینٹے یہ کس کے خون کے ہیں تیرے زین پر

سر خاک پر پٹک کے پکارا وہ راہوار ۱۲۴ سیدانیو! بچھڑ گیا مجھ سے مرا سوار
جلدی اتار لو یہ تبرک، یہ ذوالفقار کٹتا ہے واں گلوئے شہنشاہِ نامدار
زہراؑ قریبِ لاشِ پسر خاک اڑاتی ہے
خیمے میں جاؤ، لوٹنے کو فوج آتی ہے

راوی رقم یہ کرتا ہے، احوالِ رزم گاہ ۱۲۵ دن ہوگا تین چار گھڑی، وقتِ قتلِ شاہ
خنجر اُدھر تو شمر نے رکھا گلے پہ آہ آندھی اُٹھی کہ سارا جہاں ہوگیا تباہ
زانو دھرا جو سینے پہ ایذا سوا ہوئی
غل تھا کہ لو قیامتِ کبریٰ بپا ہوئی

تھا غش میں قبلۂ دو عالم کا مقتدا ۱۲۶ سجدہ بھی اس ولی کو نہ کرنے دیا ادا
گردن پہ تیغ اور لبوں پر یہ تھی دعا واجعفرا ، وابتا ، وامحمدا
صدمے ہوئے رگوں پہ جو خنجر کی دھار کے
چپ ہو گئے نبیؐ و علیؑ کو پکار کے

اس حشر میں خیام کی جانب جو کی نظر ۱۲۷ دیکھا وہ سانحہ کہ نہ دیکھے کوئی بشر
نکلی حرم سے ایک ضعیفہ برہنہ سر چہرہ تو آفتاب سا اور کان میں گہر
چادر نہ اضطراب میں تھی جسم پاک پر
تھا اک سرا تو دوش پہ اور ایک خاک پر

چلاتی تھی ارے کوئی رستہ مجھے بتائے ۱۲۸ کچھ سوجھتا نہیں یہ ضعیفہ کدھر کو جائے
اکبر کہاں ہے ہاتھ مرا تھامنے کو آئے بھائی سے چھوٹتی ہے بہن ہائے ہائے ہائے
مہماں کیا تھا ، بادشہ مشرقین کو
اے کربلا ، تجھی سے میں لوں گی حسینؑ کو

اے نہر ، پیاس سے مرا بھائی ہے بے قرار ۱۲۹ اے دشت گرد میں نہ بھرے شہ کا جسم زار
اے نینوا ! حسینؑ کے لاشے سے ہوشیار اے خاک پاک حرمت مہماں نگاہ دار
اے طائرو نہ دھوپ ہو بھائی کی لاش پر
سایہ کرو پروں کا تن پاش پاش پر

طے کر چکی تھی نصف مسافت وہ سوگوار ۱۳۰ آئی صدائے حضرت خاتون روزگار
بیٹی ملے گا اب نہ محمد کا یادگار پھر جا خدا کے واسطے پھر جا ترے نثار
تن سے جدا سر پسر فاطمہ ہوا
اب آ کے کیا کرے گی یہاں خاتمہ ہوا

گھبرا کے اس نے جانب مقتل جو کی نظر ۱۳۱ دیکھا اک آفتاب کو نیزے پہ جلوہ گر
لڑکی جو ساتھ تھی وہ پکاری یہ پیٹ کر میں لٹ گئی پھوپھی ! مرے بابا کا ہے یہ سر
زلفیں لہو بھری ہوئی رخ پر لٹکتی ہیں
ہے ہے رگوں سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں

خاموش اے انیس جگر ہو گیا دو نیم ۳۲ کام آئے گی یہ مدح بروزِ امید و بیم
عسرت کا غم نہ کھا کہ ہے آقا ترا کریم اب جا یہاں سے روضۂ سرور پہ ہو مقیم
حاصل حضوریٔ شہِ گردوں اساس ہو
ہے وہ غلام خاص جو آقا کے پاس ہو

۱۳

جب تیغِ یداللہ کھنچی دشتِ وغا میں ۱ اک برقِ غضب کوند گئی، ارض و سما میں
چمکے جو شرر چار طرف اُڑ کے ہوا میں اعدا میں ہوا غُل کہ گھرے قہرِ خدا میں
سایہ جو پڑا تیغِ دو پیکر کا زمیں پر
جبریلِ امیں کانپ گئے عرشِ بریں پر

خورشید کو رعشہ ہوا کانپا فلکِ پیر ۲ رنگِ رخِ جلاد فلک ہو گیا تغیر
آنکھوں کے تلے پھرنے لگی موت کی تصویر تھرا کے عطارد نے صدا دی کہ چلا تیر
غُل تھا کہ اُلٹتا ہے زمانہ کوئی دم میں
چھپتا تھا قلم لوح میں اور لوح قلم میں

جبریل کو چلانے لگے عرش کے حامل ۳ کرسی کو سنبھالو کہ قیامت ہوئی نازل
کہتے تھے سرافیل کہ قابو میں نہیں دل ہے قہرِ الٰہی غضبِ سرورِ عادل
کونین سے ضربِ شہِ عالم نہ رُکے گی
یہ تیغ وہ بجلی ہے کہ اک دم نہ رُکے گی

برہم ہے جو طبعِ پسرِ سیدِ لولاک ۴ سیاروں پہ ثابت تھا کہ اب گرتے ہیں افلاک
گھبرا کے نظر کرتے تھے اعلیٰ طرفِ خاک ڈر تھا سپرِ مہر نہ ہو جائے کہیں چاک
سر چرخ پہ آ کھنچتا ہے شمشیرِ دو سر کا
شق ہوئے نہ سینہ کہیں پھر آج قمر کا

سکانِ سماوات میں برپا تھا اُدھر غُل ۵ رو رو کے اِدھر ہوتا تھا گیتی کو تزلزل
معشوق کو تھا صبر، نہ عاشق کو تحمل گلشن پہ اداسی تھی، جدا تھے گُل و بلبل
تاریک تھا دل، تاب کسی دل کو نہیں تھی
پروانہ کہیں جلتا تھا، اور شمع کہیں تھی

تھا خوف کے عالم میں ہر اک بندۂ آزاد ٦ شمشاد کی قمری کو فراموش ہوئی یاد
غنچوں کے چٹکنے میں نکلتی تھی یہ فریاد ہے ہے چمنِ کُن فیکوں ہوتا ہے برباد
ناحق گلِ زہرا پہ جفا ہوتی ہے کل سے
باغی نہیں بر آنے کے اس تیغ کے پھل سے

اڑنے سے پرندوں کے جہاں ہو گیا اندھیر ٧ تھا عالمِ وحشت، یہ ہرن ہو گئے تھے شیر
چیتوں میں یہ غل تھا کہ قیامت میں نہیں دیر بھاگو کہ چمکتی ہے ید اللہ کی شمشیر
پھر جان کہاں آ گئے سائے میں گر اس کے
ہستی کو جلا دیویں گے دم میں شرر اس کے

لرزاں تھا ہر اک خوفِ شہِ جن و بشر سے ٨ فریاد کی آتی تھی صدا سنگ و شجر سے
ہیبت تھی کہ اژدر بھی نکل آئے تھے ڈر سے جنات کی جانوں پہ بنی، جان کے ڈر سے
شمشیرِ شرر بار سے منہ سب کے مڑے تھے
اڑ سکتی نہ تھیں ہوش، یہ پریوں کے اڑے تھے

ہر بحر میں طوفاں تھا تو ہر بر میں تلاطم ٩ تھا شور جزیروں میں، سمندر میں تلاطم
جنت میں تزلزل تھا، تو کوثر میں تلاطم برپا تھا بنی جان کے لشکر میں تلاطم
جو خاک نشین تھا وہ ہراسان اٹھا تھا
آبِ دمِ شمشیر سے طوفان اٹھا تھا

سب ساکنِ افلاک و زمیں کانپ رہے تھے ١٠ لرزہ تھا مکانوں کو مکیں کانپ رہے تھے
ہلتا تھا نجف، کشورِ کیں کانپ رہے تھے تھے امن میں، پر روحِ امیںؑ کانپ رہے تھے
اللہ رے ڈر، ضربتِ اولادِ علیؑ کا
غل فرش سے تھا عرش تلک نادِ علی کا

کس شان سے تولے ہوئے شمشیرِ شرر بار ١١ میدانِ شہادت میں کھڑے ہیں شہِ ابرار
ہے چہرۂ نورانیِ مولا سے نمودار اجلالِ محمد غضبِ حیدرِ کرار
عالم شبِ معراج کا دکھلاتی ہیں زلفیں
غیظ آتا ہے سرور کو تو بل کھاتی ہیں زلفیں

شمشیر کی تابیں ہیں کہ ماتھے پہ شکن ہے ۱۲ ابرو جو کماں ہے تو مژہ تیر فگن ہے
وہ چشم سیہ آہوئے صحرائے ختن ہے غصے سے جو ہو سرخ تو پھر شیر ہرن ہے
گر شام مصیبت ہے کبھی صبح طرب ہے
رحمت ہے سپیدی میں سیاہی میں غضب ہے

کچھ دھوپ سے کچھ غیظ سے تھے سرخ جو رخسار ۱۳ تھا صاف شفق سے گل خورشید نمودار
دیتے تھے جو دانتوں کے تلے لعل گہربار تھے پرچٹ یاقوت میں گویا دُرِ شہوار
مختارِ دو عالم کے جہاں زیرِ نگیں تھا
یہ نقش سلیماں کی بھی خاتم پہ نہیں تھا

وہ ریشِ مطہر کی سپیدی وہ سیاہی ۱۴ دیتی تھی زمانے کی دورنگی پہ گواہی
یہ آئینۂ جسم پہ تھی گردِ تباہی تھیں بازوؤں میں مچھلیاں یا ریگ میں ماہی
مانند یداللہ لڑائی پہ تلے تھے
سو عقدۂ مشکل انھیں ہاتھوں سے کھلے تھے

لو قبضے پہ ہے دستِ زبردستِ شہنشاہ ۱۵ جن کی رگ و پے میں ہے بھرا زورِ یداللہ
غیر از یدِ قدرت کوئی اس سے نہیں آگاہ گر کوہِ گراں ہو تو اکھاڑیں صفتِ کاہ
بھاری ہو یہ گر سارا جہاں جنگ پہ تل جائے
زور اس کا ہو گر قلعۂ خیبر پہ تو کھل جائے

اعدا بھی ہیں چپ شمعِ رسالت بھی ہے خاموش ۱۶ سینے میں تلاطم ہے شجاعت کا ہے یہ جوش
تیرِ نگہِ شہ سے جوانوں میں نہیں ہوش چھپ جاتے ہیں ڈھالوں کی سیاہی میں زرہ پوش
جوہر نظر آتے ہیں جو اس تیغِ دو دم کے
پانی ہوئے جاتے ہیں جگر اہلِ ستم کے

تولے ہوئے شمشیر کو پڑھتے ہیں یہ اشعار ۱۷ دنیا بھی ہے بے مہر زمانہ بھی ہے غدار
لعنت تجھ پہ ہے اے دہرِ ستمگار و جفاکار بد دل تری اس سفلہ پرستی سے ہیں دیں دار
زہرا سے محمد سے علی سے نہ وفا کی
شاکی رہے سب تو نے کسی سے نہ وفا کی

تونے غمِ فرزند میں آدمؑ کو رُلایا ۱۸ عیسیٰؑ نے جہاں میں کوئی دم چین نہ پایا
خنجر سے لہو حضرتِ یحییٰؑ کا بہایا کس چاہ میں یعقوبؑ سے یوسفؑ کو چھڑایا
وہ کون سے دُکھ تھے جو دکھائے نہیں تونے
کیا کیا کنوئیں پیری میں جھنکائے نہیں تونے

ٹوٹے دُرِ دندانِ نبیؐ سنگِ جفا سے ۱۹ مسجد ہوئی تر خونِ سرِ شیرِ خدا سے
فرصت نہ ملی فاطمہؑ کو رنج و بلا سے ٹکڑے ہوا شبرؑ کا جگر زہرِ دغا سے
باقی تھا فقط میں، سو عزیزوں سے چھٹا ہوں
پانی کو ترستا ہوں غریبی میں لٹا ہوں

فرما کے یہ اعدا کو پکارے شہِ ذی جاہ ۲۰ اب جنگ میں کیا دیر ہے، اے فرقۂ گمراہ
شاید مری قوّت سے ابھی تم نہیں آگاہ رستم تو یہاں زال ہے اور شیر ہے روباہ
تلوار کا مالک ہوں ولی ابنِ ولی ہوں
جرأت مرا حصّہ ہے کہ فرزندِ علیؑ ہوں

عاقل ہو تو مکّار کی باتوں پہ نہ جاؤ ۲۱ صابر ہوں میں صابر کو نہ تم غیظ میں لاؤ
دم میں غضب آجائے گا دیکھو نہ ستاؤ جینا ہو تو ہٹ جاؤ جو مرنا ہو تو آؤ
خیر اپنے سروں کی جو ہو منظور، تو سر کو
دیکھو ابھی روکے ہوئے ہوں، تیغِ دوسر کو

مجھ سا کوئی گر اور ہو تم لوگوں کا رہبر ۲۲ بہتر ہے پھرا دو، مرے اس حلق پہ خنجر
اُمّت کے جو کام آئے تو حاضر ہے مرا سر پر میرے سوا کوئی نہیں، سبطِ پیمبر
کھو کر مجھے ڈھونڈو گے تو فریاد کرو گے
جب میں نہ ملوں گا تو بہت یاد کرو گے

جو زندہ ہے قدر اس کی کسی کو نہیں زنہار ۲۳ زندوں سے کچھ ان مُردہ پسندوں کو نہیں کار
عبرت کی ہے جا، فاعتبروا یا اولی الابصار مر جاتا ہے جب وہ تو یہ سب ہوتے ہیں بیدار
دوست تو اُس سے کیا جو شکی تو اُسے کیا
[illegible] اگر بعد [illegible] کی تو اُسے کیا

گر زیست میں فاقہ ہو تو غم کوئی نہ کھائے ۲۴ اور وقت مصیبت کے کوئی پاس نہ آئے
یوں پیاس میں لاکر کوئی پانی نہ پلائے اور بعدِ فنا فاتحہ شربت پہ دلائے
پروا نہیں پیوند ہو گر رختِ بدن میں
مرتے ہیں بس اس پر کہ تکلف ہو کفن میں

یوں ہاتھ نہ سخت میں جو گرے بندۂ معبود ۲۵ تابوت کو دینا ہو جو کاندھا تو ہیں موجود
یوں جانتے ہیں قرضِ حسن دینے کو بے سُود زر صرف ہو میت کے جو ماتم میں تو خوشنود
یوں بھول کے بھی ذکر نہیں کرتے ہیں اس کا
مرجاتا ہے جب کوئی تو دم بھرتے ہیں اس کا

ہوشیار ہو اے قوم کہ دنیا ہے گذرگاہ ۲۶ رہتا ہے گدا اس میں ہمیشہ نہ شہنشاہ
کیا مرحلۂ صعب ہے العظمۃ للہ تھراتے ہیں رہبر بھی وہ پُرخوف ہے یہ راہ
بے خوف ہیں وہ جن کو تولائے علیؑ ہے
ہاں زادِ سفر دوستی آلِ نبیؐ ہے

کچھ دن بشر اس خانۂ دنیا میں ہے مہماں ۲۷ دستِ ملک الموت میں ہے سب کا گریباں
؛ مدوں میں ہے گر آج تو کل ہو دیں گے بیجاں پہلے سے ہے لازم سفرِ مرگ کا ساماں
اعمال و عقائد میں نہ ہرگز خلل آئے
کیا جانیے کس وقت پیامِ اجل آئے

کچھ وقت معین نہیں انساں کی اجل کا ۲۸ آج اُٹھ گئے وہ کرتے تھے سامان جو کل کا
بندہ وہ ہے پابند رہے نیک عمل کا پلّہ وہی بھاری ہے جو ہو جُرم سے ہلکا
کیا خاک کا بوجھ اس کے لیے قبر میں کم ہے
ہو اور گناہوں کی گرانی تو ستم ہے

لو پند بھی آخر ہے نصیحت بھی ہوئی ختم ۲۹ حجت مجھے منظور تھی حجت بھی ہوئی ختم
الفت بھی، مروّت بھی، محبت بھی ہوئی ختم لو بابِ ترحّم کی، عبادت بھی ہوئی ختم
دل رکھتے ہو فولاد، یہ جوہر ہیں تمھارے
اب تیغِ یداللہ ہے اور سر ہیں تمھارے

بے قتل مجھے چین کب آتا ہے خبردار ۳۰ سب فوج پہ ادبار، اب آتا ہے خبردار
فرزندِ امیرِ عرب آتا ہے خبردار لشکر پہ خدا کا غضب آتا ہے خبردار
فوجوں کی صفیں دم میں اُلٹ دیتا ہوں آ کے
دیکھوں تو کہاں جاتے ہو؟ بچ کے قضا کے

خالق نے مرے قوتِ حیدرؑ مجھے دی ہے ۳۱ فیاض نے توقیرِ پیمبرؐ مجھے دی ہے
مختار نے مختاریٔ کوثر مجھے دی ہے کرّار نے شمشیرِ دوپیکر مجھے دی ہے
کھل جائے گی، دم میں، بُرِش اس تیغِ دوسر کی
کُنجی تو مرے ہاتھ میں ہے فتح و ظفر کی

غصے میں مرے جلوے ہیں سب قہرِ خدا کے ۳۲ غارت ہو نظر جس پہ کروں غیظ میں آ کے
بچتا نہیں تلوار ہماری کوئی کھا کے ناخن میں ہمارے ہیں ہنر عقدہ کُشا کے
کس معرکے میں تیغ کو تولا نہیں ہم نے
تھا کون سا دَر بند جو کھولا نہیں ہم نے

تم نار ہو میں نورِ خدائے دوجہاں ہوں ۳۳ تم ننگِ جہاں، میں شرفِ کون و مکاں ہوں
تم جنگ میں روباہ ہو، میں شیرِ ژیاں ہوں تم کاہ سے کمزور ہو، میں کوہِ گراں ہوں
لاکھوں ہوں تو ہے فتح بہرکیف ہماری
کرتی ہے صفیں صاف سدا سیف ہماری

اس تیغ سے رستم سا دلاور نہیں بچتا ۳۴ سن سے جو یہ چلتی ہے تو مغفر نہیں بچتا
مغفر نہ رہا فرق پہ جب سر نہیں بچتا سر کیا ہے کہ اک ضرب میں پیکر نہیں بچتا
بجلی ہے یہ رُکتے کبھی دیکھا نہیں اس کو
گر ہوں پرِ جبریل تو پروا نہیں اس کو

لاسیف اسی حجتِ قاطع کی ثنا ہے ۳۵ آسیب ہے کیا سیب سے پھل اس کا بنا ہے
یہ لشکرِ باغی کے لیے دارِ فنا ہے سائے میں جو اس تیغ کے آیا وہ فنا ہے
جوہر میں جو ہے فتح تو قبضے میں ظفر ہے
دشمن کے لیے تیغ ہے مومن کی سپر ہے

فخرِ عرب و روم و عجم کی ہے یہ تلوار ٣٦ کاٹے ہیں نشاں جس نے علم کی ہے یہ تلوار
کاٹ اس میں غضب کا ہے ستم کی ہے یہ تلوار مثلِ مہ نو بدر میں چمکی ہے یہ تلوار
ہلتی تھی زمیں ہاتھ جو قبضے پہ دھرا تھا
خندق کو اسی تیغ نے لاشوں سے بھرا تھا

پائی نہ اماں لشکرِ صفین و جمل نے ٣٧ عنتر کو جلایا ہے اسی تیغِ اجل نے
نے لات نے مرحب کو بچایا نہ ہبل نے کاٹا شجرِ کفر کو اس تیغ کے پھل نے
گر پاس نہ ہوتا پرِ جبریل امیں کا
ملتا نہ پتا زیرِ زمیں گاو زمیں کا

جس وقت سرِ چاہ علیؑ کے قدم آئے ٣٨ جنات ہزاروں تہ تیغِ دو دم آئے
فریاد کناں ساکنِ بیر الالم آئے یا شیرِ خدا دینِ محمد میں ہم آئے
دیجیے گا سزا پھر اگر اس راہ سے نکلیں
یوسف کی قسم لو جو کبھی چاہ سے نکلیں

اک ہاتھ میں دو ہوں گی سنانوں کو بچاؤ ٣٩ ڈھونڈھو نہ کمیں گاہ کمانوں کو بچاؤ
مٹ جائے گی یہ شان نشانوں کو بچاؤ جب جانیں کہ اس تیغ سے جانوں کو بچاؤ
رکتی ہے نہ جوشن پہ نہ تھمتی ہے کمر پر
یہ مرگِ مفاجات ہے جلد آتی ہے سر پر

بے جان کیے خانۂ تن سے نہیں پھرتی ٤٠ بے صاف کیے فوج کو رن سے نہیں پھرتی
کچھ ہو یہ شجاعت کے چلن سے نہیں پھرتی بے سیرِ گلِ زخم بدن سے نہیں پھرتی
منہ خود و زرہ سے کبھی موڑا نہیں اس نے
دشمن کو کبھی جنگ میں چھوڑا نہیں اس نے

بیٹھی ہے تو سر تن سے جدا کر کے اٹھی ہے ٤١ دشمن کو اشارے میں فنا کر کے اٹھی ہے
کافر کے سراپا کو دوتا کر کے اٹھی ہے ہر معرکے میں حشر بپا کر کے اٹھی ہے
چمکی ہے یہ جس دم تو صفیں چاٹ گئی ہے
اک ہاتھ میں سو سو کے گلے کاٹ گئی ہے

پڑھ کر یہ رجز شام کے بادل میں در آئے ۴۲ چمکا کے فرس کو صفِ اوّل میں در آئے
بے دینوں کے دل ہل گئے جس دل میں در آئے اک شیر سے تلواروں کے جنگل میں در آئے
تھرّا گیا میداں کہ ہزبرِ احد آیا
لشکر میں پڑا شور کہ بھاگو اسد[۲۹] آیا

اعدا کے سروں پر جو وہ تیغِ دوسر آئی ۴۳ اک تیز چھری تھی، کہ کلیجوں میں در آئی
بجلی سی چمک کر اِدھر آئی اُدھر آئی دو ہو گئی جب تیغ کے نیچے سپر آئی
دستانے میں یوں کاٹ گئی دستِ ستم کو
جس طرح سے کاٹے کوئی جلدی میں قلم کو

بے دست ہر اک صف تھی تو بے سر تھا ہر اک غول ۴۴ خود اُلٹے ہوئے خاک پہ تھے صورتِ کشکول
شمشیرِ دوستی نے نکالی تھی نئی تول سر بکتے تھے ارزاں پہ نہ لیتا تھا کوئی مول
اس تیغ سے فولاد کا دِل نرم ہوا تھا
تن سرد تھے بازارِ اجل گرم ہوا تھا

چار آئینہ والوں کو نہ تھا تیغ سے چارا ۴۵ چورنگ تھے سینے تو کلیجے تھے دو پارا
کہتے تھے زرہ پوش نہیں جنگ کا یارا بچ جائیں تو جانیں، کہ ملی جان دوبارا
جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے
اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دامِ اجل ہے

بدکیش لڑائی کا چلن بھول گئے تھے ۴۶ ناوک فگنی تیرفگن بھول گئے تھے
سب چلّہ کشی، عہد شکن بھول گئے تھے بے ہوشی میں ترکش کا دہن بھول گئے تھے
معلوم نہ تھا جسم میں جاں ہے کہ نہیں ہے
چلّاتے تھے، قبضے میں کماں ہے کہ نہیں ہے

تولے ہوئے بھالوں کو جفاکار تھے ہر چند ۴۷ تھی عقدہ کشا تیغ، نہ بندھتا تھا کوئی بند
کیا روکتے تیروں کو جوانانِ تنومند تھا شیرِ نیستان اسداللہ کا فرزند
بیرق تھے نہ بھالے تھے نہ پرچم نہ علم تھا
اک ہاتھ میں یاں ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

دم کی تھی دعا شاہ نے کیا تیغِ دودم پر ۴۸ نے خُود پہ رکتی تھی نہ تھمتی تھی جھلم پر
گردن سے جو سینے پہ، تو سینے سے شکم پر توسن سے رکابوں پہ، رکابوں سے قدم پر
جوشن میں، فتوحی میں نہ بکتر میں، نہ زیں پر
سُم کاٹ کے گھوڑے کے جو دیکھا تو زمیں پر

غُل تھا کہ زمانے میں نہیں صف شکن ایسا ۴۹ تلوار جو ایسی ہو تو ہو، تیغ زن ایسا
دنیا میں لڑا ہے کوئی تشنہ دہن ایسا کچھ حرف شکایت میں نہ آئے چلن ایسا
سکّہ نہ ہو کیوں ضربِ تجبّرِ ازلی کا
کونین میں ہے نام حسینؑ ابنِ علیؑ کا

نیزوں کو ہلاتے تھے جو رہواروں پہ تن کے ۵۰ ٹکڑے بھی زمیں پر نہ ملے، اُن کے بدن کے
جنگل میں چھپے، آئے وہاں شیر جو بن کے بھاگے وہ ہرن ہو کے، بہادر تھے جو رن کے
صفدر نے جواں مردوں کے دل توڑ دیے تھے
نیزوں کے دم تیغ نے منھ موڑ دیے تھے

انبار تن و سر کے سراسر[ب] تھے زمیں پر ۵۱ تن تھے کسی جا اور کہیں سر تھے زمیں پر
کاٹے ہوئے ہتھیار برابر تھے زمیں پر جوشن کہیں ٹکڑے، کہیں مغفر تھے زمیں پر
بے جان کہیں دو اہلِ ستم ساتھ پڑے تھے
ریتی پہ کہیں پاؤں، کہیں ہاتھ پڑے تھے

کس سر پہ چڑھی تیغ کہ توسن[ج] سے نہ اُتری ۵۲ وہ کون سا توسن تھا کہ یہ تن سے نہ اُتری
بے جان لیے جسمِ تہمتن سے نہ اُتری اُتری جو نہ وہ موت بھی گردن سے نہ اُتری
دشمن کو نہ زندہ کسی جا موت نے چھوڑا
تیغ اُتری کمر سے، تو گلا موت نے چھوڑا

چلتی تھی چپ و راس جو شمشیرِ دودھاری ۵۳ ریتی پہ تڑپتی تھی دو رستہ صفِ ناری
خنجر تھے گلوں پر تو کلیجوں پہ کٹاری کٹ کٹ گئیں تیغیں، ستم آرا ہوئے عاری
نوکیں جو پڑیں دل پہ کسی بانیٔ شر کے
دو برچھی کے پھل پار[د] ہوئے ایک جگر کے

افعی کی طرح منہ سے نکالے تھی زباں تیغ ۵۴ ہردم صفِ کفار پہ تھی شعلہ فشاں تیغ
گرتی تھی چمک کر کبھی یاں اور کبھی واں تیغ چھپتے تھے جفا جُو جو نہ دیتی تھی اماں تیغ
قبضے میں جو سب فوج تھی اس تیغِ دوسر کے
بچ سکتے تھے دشمن نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

غُل تھا کہ نہ ڈھالوں سے یہ تلوار رُکے گی ۵۵ روکے سے نہ یہ برقِ شرر بار رُکے گی
سو بار گرے گی پہ نہ اک بار رُکے گی برقِ غضبِ ایزدِ قہّار رُکے گی
انگشتِ قضا کہتے ہیں اس تیغ کے پھل کو
سر پر کبھی آتے نہیں دیکھا ہے اجل کو

تاب[۲] ایسی کہ لشکر کو پریشاں کیا جس نے ۵۶ آب ایسی کہ خشکی میں یہ طوفاں کیا جس نے
دَم ایسا کہ سب فوج کو بے جاں کیا جس نے بُر ایسا کہ جنگل کو گلستاں کیا جس نے
سر سیکڑوں کاٹے تھے، یہ رنگ اس کا ہَرا تھا
ہر ناب میں ناگن کی طرح زہر بھرا تھا

قبضہ وہ، جسے رکھتے تھے قبضے میں یداللہ ۵۷ نابوں سے عیاں تھا کہ عدم کی ہے یہی راہ
جوہر وہ کہ ہر فردِ بشر جس سے ہو آگاہ قد آفتِ دوراں، بَرِش اُلعظمۃ للہ
باڑھ ایسی مقابل کبھی دریا نہیں جس سے
گھاٹ ایسا کہ جیتا کوئی اُترا نہیں جس سے

مومن کے لیے نُور ہے، کافر کے لیے نار ۵۸ یہ رنگ نیا تھا، کہیں آتش کہیں گلزار
اعجاز تو دیکھو، کہیں راحت کہیں آزار قدرت کا تماشا ہے، کہیں گُل تو کہیں خار
دم بند تھے دہشت سے شجاعانِ جہاں کے
مسدود تھے سب رستے وہاں امن و اماں کے

ناری کو سقر تک کبھی پہونچا کے پھر آئی ۵۹ دیکھا کسی موذی کو تو بل کھا کے پھر آئی
ناگن کی طرح سَن سے کبھی جا کے پھر آئی جاتا تھا کہ بس فوج پہ لہرا کے پھر آئی
غُل تھا کبھی یوں تیغ کو چلتے نہیں دیکھا
افعی کو بھی یہ زہر اُگلتے نہیں دیکھا

خوں ناریوں کا چاٹ کے گرمائی ہوئی تھی ۶۰ بجھتی جو نہ تھی پیاس تو جھنجھلائی ہوئی تھی
دریا کی طرف جانے پہ، لہرائی ہوئی تھی سب فوج پہ اک برقِ غضب چھائی ہوئی تھی
منہ کیا تھا کہ اک قہر تھا، خم تھا کہ غضب تھا
لشکر کا لہو پی گئی، دم تھا کہ غضب تھا

دو کر کے سر و صدر و شکم، ناف سے نکلی ۶۱ تعریف دلِ صاحبِ انصاف سے نکلی
بجلی سی جو، چار آئینۂ صاف سے نکلی یا فاتحِ خیبر کی صدا، قاف سے نکلی
چل جاتا تھا جب وار امامِ مدنی کا
غل ہوتا تھا افلاک پہ، اللہ و غنی کا

جب تن کے چلی، حالِ عدو غیر کر آئی ۶۲ جس صف پہ گری، خاتمہ بالخیر کر آئی
کشتوں کے تڑپنے کی کبھی سیر کر آئی دریا کی طرف خوں میں کبھی پیر کر آئی
سب گھاٹ سے دنیائے فلک خون میں تر تھی
تلوار نہ تھی ماہیِ دریائے ظفر تھی

وہ سیل جدھر آئی، تلاطم نظر آیا ۶۳ آنکھوں سے نہاں، مجمعِ مردم نظر آیا
ہل چل میں سواروں کا پرا گم نظر آیا جو تھا بہ سرِ زیں، وہ تہِ سُم نظر آیا
منہ کھول کے اژدر نے نوالہ کیا سب کو
بجلی کی تڑپ نے تہ و بالا کیا سب کو

دو شخصوں نے اک غول سے رہوار نکالے ۶۴ اک ہاتھ میں نیزہ لیے، اک تیغ سنبھالے
چار آئینہ بر میں، سپریں کاندھوں پہ ڈالے امداد کو پہونچے کئی سو برچھیوں والے
کس دھوم سے وارد سرِ میداں ہوئے دونوں
پڑھ پڑھ کے رجز، جنگ کے خواہاں ہوئے دونوں

ایک ایک ستم پیشہ و سرہنگ[۳۳] و جفا جو ۶۵ مغرور و سیہ کار و سیہ رنگ و سیہ رو
بدصورت و بدہیبت و بدسیرت و بدخو سینے جو کشادہ، تو قوی ساعد و بازو
پیاسے تھے لعیں خونِ امامِ ازلی کے
دونوں کو عداوت تھی گھرانے سے علیؑ کے

برچھوں کو ہلاتے ہوئے آئے جو وہ بدکار ٦٦ ہرگشت میں پھرتے تھے فرس صورتِ پرکار
شبدیز کو چمکا کے پکارے شہِ ابرار آتی ہے اجل سر پہ خبردار! خبردار
حافظ ہے خدا، کچھ مجھے پروا نہیں جو ہو
یہ بھی ہے شگون نیک کہ پہلے ہی سے دو ہو

یوں کہنے لگے طعن سے دونوں ستم ایجاد ٦٧ حضرت بھی بُلا لیں جسے چاہیں پئے امداد
فرمایا پکاروں کسے میں بےکس و ناشاد اب تو نہ بھتیجا ہے، نہ بھائی ہے نہ اولاد
سب مر گئے، تنہا ہمیں لاکھوں میں کھڑے ہیں
یہ خاک پہ لاشے انھیں پیاروں کے پڑے ہیں

گو کوئی نہ بھائی نہ پسر ساتھ ہے میرے ٦٨ ہاں ایک خدا آٹھ پہر ساتھ ہے میرے
ہمدم کی طرح تیغِ دوسر ساتھ ہے میرے میں سیفِ الٰہی ہوں، ظفر ساتھ ہے میرے
تم دونوں ہو کیا، فتح کبھی پا نہیں سکتے
لاکھوں ہو تو قبضے سے مرے جا نہیں سکتے

ناگاہ بڑھے تول کے نیزوں کو وہ خونریز ٦٩ مہمیز جو کی، برقِ مجسم ہوئے شبدیز
ٹاپوں سے ہلا دُور تلک دشتِ بلاخیز فولاد میں در آئیں سنانیں تھیں، وہ سرتیز
آمد میں یہ دعویٰ تھا، ہر اک بانیِ شر کو
نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں، زہرا کے پسر کو

مکاروں نے دکھلائی بہت شعبدہ بازی ٧٠ دیکھا کیے ہنس ہنس کے شہنشاہِ حجازی
تھے عقل کے کوتاہ جو کی دست درازی ہاتھ آتا ہے کب ابنِ یداللہ سا غازی
جو منہ چڑھا خاک کا پیوند ہوا ہے
نیزوں سے کہیں، عقدہ کشا بند ہوا ہے

وار آپ نے جب رد کیے اُن کے کئی باری ٧١ تھرانے لگے ہاتھ یہ دہشت ہوئی طاری
تھی تیغِ شہِ دیں غضبِ ایزدِ باری کانپا جو کلیجہ وہ دلے ہو گئے ناری
نیزوں کی سناں کو دمِ شمشیر نے کاٹا
غُل تھا کہ سرِ شمع کو گُل گیر نے کاٹا

اک ضرب میں دونوں کے جو نیزے ہوئے بیکار ۲، تلواریں علم کرکے پھر آئے وہ ستمگار
تیغیں جو چپ و راس سے چلنے لگیں اک بار روکے سپر حضرت حمزہؓ پہ وہ سب وار
دونوں کو ڈرایا بھی نہ شمشیرِ دو سر سے
پسپا ہوئے وہ خود تو بڑھے آپ اِدھر سے

اس ضرب میں ہاتھ اُس کا اُڑا اور سپر اُس کی ۳، دو تھا جو سر اُس کا تو جدا تھی کمر اس کی
اس کو خبر اس کی تھی نہ اس کو خبر اس کی کی موت نے دعوت اِدھر اس کی اُدھر اس کی
گرمی میں لڑے تھے شترِ دل گیر سے دونوں
ٹھنڈے ہوئے، آبِ دمِ شمشیر سے دونوں

اک ہاتھ میں بے جاں ہوئے، دونوں جو تمگر ۴، حضرت نے کہا اور بھی ہے کوئی دلاور
دعویٰ ہو تو دیکھے مری تلوار کے جوہر پھر تاب کسے تھی، کہ مقابل ہو جو آکر
دونوں کو اجل لائی تھی شمشیر کے منہ پر
صید آپ سے جاتا ہے کوئی شیر کے منہ پر

ہاتھ ایسا جسے دستِ خدا کہیئے تو حق ہے ۵، ضرب ایسی کہ جس ضرب سے دل کفر کا شق ہے
جب چاہیں اُلٹ دیں کہ زمیں ایک ورق ہے یہ سب ہے، مگر آپ کو اُمت کا قلق ہے
دیتے تھے دُہائی جو پرے اہلِ جفا کے
آنسو نکل آتے تھے، امامِ دوسرا کے

ہر چند کہ بیٹوں کے تھے قاتل وہ ستمگار ۶، مانگی جو اماں سب نے تو، خود روک لی تلوار
بدعہد تھی کیا اُمتِ غدار و جفا کار یاں ہاتھ رکا، واں سے ہوئی تیروں کی بوچھار
یاں رحم تھا اور اُمتِ عاصی کی دعا تھی
واں صلح میں تھا مکر، لڑائی میں دغا تھی

واں ظلم و ستم تھے، اِدھر الطاف و مدارا ۷، باطل پہ وہ تھے، حق پہ یداللہ کا پیارا
وہ خاک کے ذرے تھے، یہ تھا عرش کا تارا واں لاکھ ستمگر، اِدھر اک پیاس کا مارا
واں قتل کا غل فوج مخالف میں اُٹھا تھا
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ اِدھر شکرِ خدا تھا

سب سے پسرِ سعد یہ کہتا تھا کہ جاؤ ۷۸ جلدی سرِ فرزندِ نبیؐ کاٹ کے لاؤ
لینا ہے زرِ سرخ، تو خوں شہ کا بہاؤ فرماتے تھے شبیرؑ کہ حاضر ہوں میں آؤ
طوفاں سے کہیں کشتیِ تن پار اُتر جائے
سر تن سے جدا ہو تو بڑا بار اُتر جائے
نقصان میرا کیا ہے؟ اگر تم نے دغا کی ۷۹ جاگیرِ شہادت مجھے خالق نے عطا کی
اللہ سے وعدہ کیا جو اُس پہ وفا کی میرا نہیں سر، یہ تو امانت ہے خدا کی
سر دینے میں حجّت نہیں تکرار نہیں ہے
ہم لوگوں کے اقرار میں انکار نہیں ہے
فرما کے یہ قبضے سے رکھا تیغِ دوسر کو ۸۰ لٹکا دیا ہرنے پہ دلاور نے سپر کو
پایا تھا جو تنہا شہِ مرداں کے پسر کو بس گھیر لیا شام کے بادل نے قمر کو
لشکر کی سیاہی تھی کہ گھبرا گئے شبیرؑ
سب فوج کی تیغوں کے تلے آ گئے شبیرؑ
اِک نور کو گھیرے ہوئے ظلمت نظر آئی ۸۱ دن کو شبِ تیرہ کی علامت نظر آئی
خود شافعِ محشر پہ قیامت نظر آئی قرآن کے بچنے کی نہ صورت نظر آئی
کٹتی تھیں رگیں ظلم کا دروازہ کھلا تھا
اجزائے تنِ پاک کا شیرازہ کھلا تھا
بُت گرد تھے اور بیچ میں وہ کعبۂ ایماں ۸۲ تھا نوح پہ خشکی میں عجب طرح کا طوفاں
وہ لاکھ دل آزار اور اک عیسیِ دوراں کیا مورچہ بندی تھی پے قتلِ سلیماں
فرعونیوں کا حضرتِ موسیٰ پہ ستم تھا
سب فوج کی تیغیں تھیں اور اِک شاہ کا دم تھا
بےکس پہ ہزاروں جو چلے تیر سہ پہلو ۸۳ غربال ہوا سینۂ شاہنشہ خوش خو
نیزے جو برابر سے لگاتے تھے جفا جو چھد جاتے تھے، دونوں کبھی شانے کبھی بازو
بند آنکھیں کیے جھومتے تھے گھوڑے پہ رن میں
تلواروں کے پھل لگتے تھے اُس پھول سے تن میں

۸۴ پھولے ہیں گلِ زخم، کوئی جا نہیں خالی — شرماتی ہے جن سے گلِ صد برگ کی لالی
یوں کٹ کے لٹک آئے تھے، دستِ تہِ عالی — جیسے کوئی کرتا ہے قلم، پھول کی ڈالی
جا کر جو پھر آئے کے نہیں باغِ جہاں میں
عالم کو دکھاتے ہیں بہار اپنی خزاں میں

۸۵ جب مارتا تھا سنگ، دہن پر کوئی غدّار — فرماتے تھے فریاد ہے یا احمدِ مختار
پڑتی تھی قفا سے جو کوئی فرق پہ تلوار — سر تھام کے چلّاتے تھے یا حیدرِ کرّار
چھدتا تھا جو تیروں سے جگر شاہِ زمن کا
نعرہ و لبِ خشکیدہ پہ تھا ہائے حسنؑ کا

۸۶ تھا خوں کا دریا جو ہر اک زخم سے جاری — منھ زرد تھا اور تن کی قبا سُرخ تھی ساری
پہلو پہ جو لگ جاتا تھا بھالا کوئی بھاری — جُھک جُھک کے سنبھل جاتا تھا وہ عاشقِ باری
مجروح سراپا، جو امامِ دو جہاں تھے
دو خون کے پرنالے رکابوں سے رواں تھے

۸۷ یاں اک تنِ زار، اُدھر سیکڑوں خونخوار — کھایا کبھی نیزہ، کبھی برچھی، کبھی تلوار
طاقت جو نہیں، ہرنے پہ جھک جاتے ہیں ہر بار — نکلے ہیں رکابوں سے قدم، ہاتھ ہیں بے کار
سینے سے کوئی تیر نکالا نہیں جاتا
اب تو دلِ مجروح سنبھالا نہیں جاتا

۸۸ غش سے کبھی چونکے کبھی جھومے کبھی تھرّائے — کی آہ کبھی اور کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے
تلواروں سے جو چور ہو، بچ کر وہ کدھر جائے — دم ہونٹوں پہ تھا، اور کوئی ہمدم بھی نہ تھا ہائے
یوں نیزوں کی بوچھار کسی تن پہ نہ ہوئے
جو شاہ پہ گذری کسی دشمن پہ نہ ہوئے

۸۹ رہوار سے ناگاہ گرے قبلۂ کونین — تڑپا جو نواسا تو نبی ہو گئے بے چین
ماتم کا ہوا غُل، فلک و ارض کے مابین — اعدا میں ہوا فتح کا غُل، بیبیوں میں بَین
تھرّا گئے چودہ طبقے، ارض و سما کے
نعروں کی صدا آنے لگی، شیرِ خدا کے

خنجر کو لیے شمر چلا جب طرفِ شاہ ۹۰ آئی یہ صدا رحم کر اس پیاسے پہ للہ
خاتونِ قیامت ہوں میں کیا تو نہیں آگاہ — فریاد جفا جو نے کسی کی نہ سنی آہ
بالائے سرِ شاہ جو وہ بے ادب آیا
غل تھا کہ الٹتا ہے زمانہ غضب آیا

رکھنے جو لگا سینے پہ زانو ستم آرا ۹۱ زہرا کی صدا آئی برابر سے دوبارا
پتھر کے تلے دب گیا ہے میرا پیارا — سفاک نے زانو کو نہ سینے سے اتارا
ظالم جگرِ شیرِ خدا کاٹ کے اٹھا
خنجر سے مسافر کا گلا کاٹ کے اٹھا

چہرے پہ سکینہ کے یتیمی سی جو چھائی ۹۲ زینب درِ خیمہ سے تڑپ کر نکل آئی
رستے میں خبر آ کے یہ فضہ نے سنائی — مارے گئے شبیر دہائی ہے دہائی
مادر کو تڑپتا ہوا جنگاہ میں دیکھا
آگے جو بڑھی بھائی کا سر راہ میں دیکھا

ہاں اہلِ عزا مرثیہ اب ہوتا ہے آخر ۹۳ پرسا دو کہ ہیں فاطمہ اس بزم میں حاضر
ہے ہے شۂ آوارہ وطن ہائے مسافر — مذبوحِ قفا، تشنہ دہن صابر و شاکر
زلفیں وہ تری خاک میں سب اٹ گئیں آقا
ہے ہے تری خنجر سے رگیں کٹ گئیں آقا

آقا ترے عمامۂ گلگوں کے تصدق ۹۴ سید ترے پیراہنِ پرخوں کے تصدق
ان زخموں کے صدقہ دلِ محزوں کے تصدق — ریتی پہ تڑپتے قدِ موزوں کے تصدق
خنجر کے تلے سجدۂ رب کرنے کے صدقے
سرور ترے پانی کے طلب کرنے کے صدقے

ہاں اہلِ عزا روؤ کہ ماتم ہوا آخر ۹۵ اے مجلسیو! پیٹو کہ یہ غم ہوا آخر
سامانِ عزائے شۂ عالم ہوا آخر — کیا مجمعِ احباب تھا، برہم ہوا آخر
یہ مجلس آخر ہے، جگر بندِ نبیؐ کی
تم لوگوں سے رخصت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی

کیا خُوب کٹے آٹھ دن' اور دو یہ مہینے ۹۶ نیلے رہے ماتم سے عزاداروں کے سینے
کوتاہ کیا ہاتھ نہ ماتم سے کسی نے ہر روز دُعائیں تمھیں دیں' روحِ نبیؐ نے
دل روتا ہے صدمہ ہے عجب طرح کا جاں پر
دیکھو تو کہ کیا آج اُداسی ہے مکاں پر

آقا ترے قربان' خدا حافظ و ناصر ۹۷ اے شیعوں کے مہمان' خدا حافظ و ناصر
اے فاطمہؑ کی جان' خدا حافظ و ناصر اے دین کے سلطان' خدا حافظ و ناصر
مجبور ہیں گر قبر میں ہم ہوئیں گے مولا
جیتے ہیں تو پھر اگلے برس روئیں گے مولا

خاموش انیس اب کہ ہے سینے میں جگر چاک ۹۸ حق ہے ترا' مدّاحی سبطِ شہِ لولاک
حاسد سے نہ کچھ خوف' نہ دشمن سے ہے کچھ باک نافہم ہے' وہ چاند پہ ڈالے جو کوئی خاک
سب مدح کریں نظم کی یہ نظم و نسق ہے
باطل ہے سو باطل ہے جو حق ہے سو وہ حق ہے

۱۴

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم سے ۱ سب بیبیاں لپٹیں شہِ والا کے قدم سے
حضرت نے کہا قطعِ محبت کرو ہم سے جینے کے نہیں ہم، علیؑ اکبر کے الم سے
بابا سے نہ جب تک وہ گل اندام ملے گا
تب تک نہ ہمیں قبر میں آرام ملے گا

سب مر چکے، اب کس کے لیے سر نہ کٹائیں ۲ ایسے نہیں بچھڑے کہ جو اکبر چلے جائیں
کس طرح سے اس یوسفِ گم گشتہ کو پائیں ہے فرق بصارت میں، کہاں ڈھونڈنے جائیں
بے ان کے نہ کھانے کا نہ پینے کا مزہ ہے
فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے

اک جانِ حزیں، تا بہ کجا رنج اٹھائے ۳ راحت اب اسی میں ہے کہ جلدی اجل آئے
زخمِ جگر و دل، کیسے شبیر دکھائے اللہ تباہی یہ کسی گھر پہ نہ لائے
تاراج نہ اس طرح سے ہو، باغ کسی کا
اب مجھ کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا

آگے مرے مارے گئے دو بھانجے پیارے ۴ قاسم بھی دنیا سے پُر ارمان سدھارے
عباسؑ کا غم پوچھے کوئی دل سے ہمارے اکبر کے تو مرنے سے ہوئے گور کنارے
اب پاس نہ بھائی، نہ بھتیجا، نہ پسر ہے
سو داغ اور اک دل یہ ہمارا ہی جگر ہے

اک عمر میں سو آرزوؤں سے جنھیں پایا ۵ یاں تین پہر میں، انھیں ہاتھوں سے گنوایا
پچھتاتا ہوں، کیوں ساتھ وطن سے انھیں لایا تقدیر نے کس کس کا، مجھے داغ دکھایا
کیا جانتا تھا خاک میں غم خوار ملیں گے
تا حشر اب ایسے نہ وفادار ملیں گے

۶ میں کہتا تھا کٹ جائے گا جب تن سے مرا سر سب لاویں گے اور غسل و کفن دیویں گے مل کر
بابا کا اُٹھائیں گے جنازہ علیؑ اکبر سو مر گئے وہ، زندہ ہے فرزندِ پیمبر
روحِ علیؑ اکبر سے ہمیں شرم بڑی ہے
میدان میں، بے گور و کفن لاش پڑی ہے

۷ جس طرح سے رو پیٹ چکے ان کے الم میں ہم کو بھی اسی طرح سے، رونا کوئی دم میں
اب جاتے ہیں گھر جانے کو ہم فوجِ ستم میں پھر آنے کا یاں حوصلہ باقی نہیں ہم میں
جب جاتے تھے سب گھیر کے لے آتے تھے ہم کو
وہ مر گئے جو پھیر کے لے آتے تھے ہم کو

۸ اب کون ہے جو دوڑ کے روکے گا مری راہ جو پاؤں پہ گرتے تھے کوئی ان میں نہیں آہ
صدمے جو ہیں مجھ پر کوئی ان سے نہیں آگاہ واللہ نہیں جیسے کا ابنِ اسد اللہ
وہ سمجھے کلیجے پہ چھری جس کے چلی ہو
اکبر نہ ہو دنیا میں حسینؑ ابنِ علیؑ ہو

۹ اللہ کو سونپا تمھیں اے زینبؑ و کلثومؑ لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا مرا حلقوم ہے صبر کا اماں کے، طریقہ تمھیں معلوم
مجبور ہیں، ناچار ہیں، مرضیِ خدا ہے
بھائی نہیں جی اُٹھنے کا فریاد و بکا سے

۱۰ جس وقت مجھے ذبح کرے فرقۂ ناری رونا نہ سُنے کوئی نہ آواز تمھاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ و زاری جو کرتے ہیں صبر ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہوں لاکھ ستم، رکھیو نظر اپنی خدا پر
اس ظلم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پر

۱۱ کہہ کر یہ سخن شاہ کے آنسو ہوئے جاری چھاتی سے لپٹ بھائی کے زینبؑ یہ پکاری
اے سیدِ مظلوم بہن ہو گئی واری میں جانے نہیں دینے کی حضرت کی سواری
تب جائیو جب جی سے گذر جائے گی زینبؑ
حضرت نے کمر باندھی تو مر جائے گی زینبؑ

دُکھیاری ہوں، بھیّا نہ مری آس کو توڑو ١٢ صدقے گئی پردیس میں، بھینا کو نہ چھوڑو
برگشتہ زمانہ ہُوا، منھ تم تو نہ موڑو مجھ سے تو نہ فرماؤ کہ ہاتھوں کو نہ جوڑو
منّت بھی کروں گی میں قدم پر بھی گروں گی
سر ننگے مگر قید میں دَر دَر نہ پھروں گی

نانا ہیں، نہ بابا ہیں، نہ ماں ظلم کی ماری ١٣ کس پر مجھے تم چھوڑ کے جاتے ہو، میں واری
فرماتے تھے سب بہنوں میں، تو ہے مجھے پیاری سمجھو نہ بہن مجھ کو، میں لونڈی ہوں تمھاری
دنیا میں رہیں لاکھ برس آپ سلامت
بس جانتی ہوں، ہیں مرے ماں باپ سلامت

اک باقی، بزرگوں میں تم اے شاہِ اُمم ہو ١٤ پھر آپ کے کیوں کر نہ بچھڑنے کا اَلم ہو
حضرت کی قسم مجھ کو، جو بیٹوں کا بھی غم ہو دنیا میں کوئی ہو کہ نہ ہو، آپ کا دَم ہو
بچپن سے کبھی شہر میں بچھڑی نہ سفر میں
سو مرنے کو تم جاؤ میں بیٹھی رہوں گھر میں

اے بھائی جہاں جاؤ گے، میں ساتھ چلوں گی ١٥ جنگل میں رہوں، گھر کا کبھی نام نہ لوں گی
تلواروں میں بھی پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گی پر آتشِ فرقت سے تمھاری نہ جلوں گی
اعدا کی لڑائی سے نہ ڈر جائے گی زینبؑ
کٹوا کے گلا تیغ سے مر جائے گی زینبؑ

ان باتوں سے زینبؑ کی، دلِ شاہ بھر آیا ١٦ رو رو کے گلے خواہرِ بےکس کو لگایا
اور پونچھ کے آنسو یہ محبت سے سنایا تم نے بھی تو ہے صبر بہن، ورثہ میں پایا
ہم حلق پہ لیں، تیغِ ستم دشتِ بلا میں
تم رنج اسیری کا سہو، راہِ خدا میں

مَیں اور تم، اِک دودھ سے بچپن میں پلا ہوں ١٧ تم صابر و شاکر ہو، میں راضی بہ رضا ہوں
تقدیر جدا کرتی ہے، کیوں کر نہ جُدا ہوں مظلوم بہن، مَیں تری الفت پہ فدا ہوں
ماں باپ سخی کیسے تھے، ہمّت کرو تم بھی
اُمّت کی شفاعت میں، شراکت کرو تم بھی

ماں صابرہ ہے، صبر تو ہے کام تمہارا ۱۸ دکھیاری ہو، بے چین ہے، آرام تمہارا
مارا گیا، ہر ایک گل اندام تمہارا بھائی کو کرو صبر، تو ہے نام تمہارا
جو کہتے ہیں ہم، اس کو گوارا کرو زینبؑ
شبیرؑ کو اُمت سے نہ پیارا کرو زینبؑ

اس راہ میں، گھر لُٹنے کا کچھ دھیان نہ لانا ۱۹ چھن جائے رِدا سر سے تو سر ننگے ہی جانا
پردا جو نہ ہو بالوں سے چہرے کو چھپانا بازو جو بندھے بہرِ دعا ہاتھ اٹھانا
مقبول، بہن عجز ہے، درگاہِ خدا میں
بندھوایا ہے حیدر نے گلا راہِ خدا میں

زینبؑ نے کہا جب یہ سُنی بھائی کی تقریر ۲۰ مرضی جو یہی ہے، تو رضامند ہے ہمشیر
پر آپ کی گردن پہ چلے، جس گھڑی شمشیر جینا نہ کہیں کی رہی، ہے ہے مری تقدیر
در در پھروں گی قید میں بھی جاؤں گی بھائی
سب ہو گا مگر تم کو کہاں پاؤں گی بھائی؟

یہ کہتی تھی زینبؑ کہ صدا رونے کی آئی ۲۱ زینبؑ نے کہا، بانوؑ کی آواز ہے بھائی
کچھ سوچ کے، گردن شہِ بےکس نے جھکائی فرمایا کہ، جاں کاہ، پُر اندوہ جُدائی
اک داغ اُٹھایا ہے، جواں بیٹے کے غم کا
اور دوسرا گرتا ہے پہاڑ اس پہ ستم کا

پاس اس کے گئے روتے ہوئے سیدِ ابرار ۲۲ فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اے یارِ وفادار
پیشانی بھی مجروح ہے، آنکھیں بھی ہیں خونبار ان باتوں سے اکبرؑ نہیں جی اُٹھنے کے زنہار
پیغام جو دینا ہو سو دو، وقتِ سفر ہے
ہم بھی وہیں جاتے ہیں، جہاں تیرا پسر ہے

بانوؑ نے کہا رو رو کے، اے سرورِ والا ۲۳ ثابت ہوا، اُلفت مری گُم ہو گئی آقا
کیا وجہ، جو اس وقت میں لونڈی کو نہ پوچھا قسمت کا گلا ہے، نہیں کچھ آپ کا شکوا
بہنوں سے تو رخصت ہوئے، آئے بھی نہ ہم تک
تھی قدر ہماری علی اکبرؑ ہی کے دم تک

اولاد تھی جب تک تو محبت تھی ہماری ۲۴ بے آس کسی کو نہ کرے حضرت باری
جس وقت سے فرزند کے برچھی لگی کاری پوچھا بھی نہ حضرت نے کہ کیوں کرتی ہو زاری
تنہا نہیں بانو سے جدا ہو گئے اکبر
حضرت کو بھی ہاتھوں سے مرے کھو گئے اکبر

شاہد ہے سکینہ کہ کہا میں نے کئی بار ۲۵ کیا وجہ جو آتے نہیں گھر میں شہ ابرار
قربان گئی بانو سے کیوں ہو گئے بیزار کچھ ہے مری تقصیر تو کیجے اُسے اظہار
پچھتاتی ہوں، کیوں آپ کے دلبر کو رضا دی
ہاں یہ تو ہے تقصیر کہ اکبر کو رضا دی

صدقے گئی سب بیبیاں موجود ہیں، پوچھو ۲۶ حضرت کے پسر کو نہ رضا دیتی تھی میں تو
گر گر کے قدم پر مرے کہتا تھا وہ خوش خو بابا ہیں اکیلے، ہمیں مرنے کی رضا دو
لب خشک تھے رخساروں پہ آنسو بھی ڈھلے تھے
رخصت کے نہ ملنے پہ خفا ہو کے چلے تھے

بیٹے کو رضا مرنے کی دی تھی یہ سمجھ کر ۲۷ ہیں آپ تو دنیا میں سلامت، مرے سر پہ
سو مرنے کو حضرت بھی چلے، وائے مقدر ہر طرح سے برباد ہوئی بانوئے بے پر
ان قدموں سے چھٹنے کا قرینہ نہیں اچھا
بے وارث و بے آس کا جینا نہیں اچھا

رو کر کہا حضرت نے کہ اے بانوئے دلگیر ۲۸ واللہ کہ شق ہوتا ہے، اب سینۂ شبیر
جس دن سے اکبر سوئے جنت ہوئے رہ گیر کچھ مجھ کو بجز مرگ نہیں سوجھتی تدبیر
بیٹے کو جو تو رو رو کے چلاتی ہے بانو
آگے ترے آتے مجھے شرم آتی ہے بانو

جب آتا تھا میں ساتھ مرے آتے تھے اکبر ۲۹ محبوب تھا، تنہا ترے پاس آتا میں کیوں کر
دھڑکا تھا یہ دل کو مرے لب بے کس دبے پر گر پوچھے گی بانو کہ کہاں ہے مرا دلبر؟
کس منہ سے کہوں گا کہ سفر کر گئے اکبر
جیتا ہے حسینؑ ابنِ علیؑ مر گئے اکبر

اے بانو میں شرمندۂ احساں ہوں تمہارا ۲۰ مجھ پر علی اکبر سے جواں بیٹے کو وارا
کی فاقہ کشی تم نے مرے ساتھ گوارا شپّیر کی الفت سے کیا، پر نہ کنارا
دکھ درد سہے، رنج اٹھایا مرے گھر میں
تم نے کبھی آرام نہ پایا مرے گھر میں

میکے میں تو سب کچھ تمھیں دولت تھی مہیّا ۲۱ رہتا تھا سدا بر میں لباسِ خز و دیبا
گھر فاطمہ کے آکے کیا فاقے پہ فاقہ پیوند پہ پیوند ہیں، چادر میں ہر اک جا
اک دولتِ اولاد، جو خالق نے عطا کی
سو وہ بھی بُرے وقت میں شوہر پہ فدا کی

رو کر کہا بانو نے، یہ فرماؤ نہ حضرت ۲۲ کونین کی دولت ملی، حضرت کی بدولت
اس فاقہ کشی سے کوئی افضل نہیں دولت اقبال تھا میرا کہ ہوئی آپ سے وصلت
کسریٰ کی جو پوتی ہوں، تو کچھ فخر نہیں ہے
سرتاج مرا دوشِ محمّد کا مکیں ہے

سسرا کسے آفاق میں حیدر سا ملا ہے ۲۳ گھر کس کو بھلا فاطمہ کے گھر سا ملا ہے
کس بی بی کو بیٹا علی اکبر سا ملا ہے شوہر کسے فرزندِ پیمبر سا ملا ہے
ہاتھ آئی یہ دولت مجھے قدرت سے خدا کی
میں اور بہو بنتِ رسولِ دوسرا کی

ملنا خز و دیبا کا تو مشکل نہیں زنہار ۲۴ ملتا ہے انھیں جن کو ہے دنیا سے سروکار
پر حلّۂ فردوس کا ہاتھ آنا ہے دشوار سو آپ کے صدقے میں ملے یا شہِ ابرار
کیونکر نہ شرف ہو مجھے اس کہنہ ردا سے
اللہ نے پیوند کیا آلِ عبا سے

دنیا میں کسی نے بھی ہے یہ مرتبہ پایا ۲۵ خاتونِ قیامت نے دلہن مجکو بنایا
سر گوندھ کے سرمہ مری آنکھوں میں لگایا پوشاک پہنا کر، مجھے مسند پہ بٹھایا
اب رانڈ بہو ہوتی ہے زہرا و علی کی
لُٹتا ہے مرا راج، دُہائی ہے نبی کی

میں جانتی ہوں ہو چکا برباد مرا گھر ۳۶ چھن جائے گی بعد آپ کے سر سے مرے چادر
بازو میں رسن ظلم سے باندھیں گے ستمگر روتی ہوئی میں قید میں جاؤں گی کھلے سر
زنداں میں جو ہو ظلم گوارا مجھے سب ہے
دربار میں، حاکم نے بلایا تو غضب ہے

یہ سن کے بہت روئے شہ صابر و شاکر ۳۷ فرمایا کہ لو بانو خدا حافظ و ناصر
ہے عازم فردوس مدینہ کا مسافر سب ظلم اٹھا لیجیو، گر ہے مری خاطر
جس دم نظر آئے مرا سر نوک سناں پر
لانا نہ کوئی حرف شکایت کا زباں پر

کہہ کر یہ سخن شاہ چلے خیمے سے باہر ۳۸ رانڈوں میں بپا ہو گیا ہنگامۂ محشر
چلا کے کوئی کہتی تھی ہے ہے مرے سرور کہتی تھی کوئی، اب نہیں آئیں گے برادر
بابا کو قسم دے کے بلاتی تھی سکینہؑ
سر پیٹتی پیچھے چلی جاتی تھی سکینہؑ

چلاتی تھی قربان ہو بیٹی، سے چلے آؤ ۳۹ مر جاؤں گی بابا، مجھے تم چھوڑ نہ جاؤ
صدقہ گئی ننھا سا، مرا دل نہ کڑھاؤ بے تاب ہوں، مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ
شہ کہتے تھے ماں پاس رہو نکلو نہ گھر سے
اب حشر میں ہوئے گی ملاقات پدر سے

یہ کہہ کے قریب فرس آئے شہ ابرار ۴۰ گردن کو جھکائے ہوئے، روتا تھا وہ رہوار
چمکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت پیار فرمایا کہ تو دیکھ تو، اے اسپ وفادار
فرزند نہیں، بھائی بھتیجا نہیں کوئی
تھامے جو رکاب آن کے، اتنا نہیں کوئی

زہراؑ کی صدا آئی یہ باگریہ و زاری ۴۱ کیا بھول گئے پالنے والی کو میں واری
پہلو میں تو حاضر ہے یہ ماں درد کی ماری اے لال میں تھاموں گی رکاب آج تمہاری
نقش سم رہوار سے آنکھوں کو ملوں گی
سر کھولے جلو میں، ترے گھوڑے کے چلوں گی

گھوڑے پہ چڑھا راکبِ دوشِ شہِ لولاک ۴۲ جوں برق ہُوا گرمِ عناں توسنِ چالاک
جبریل نے آکر بہ ادب تھام لی فتراک اقبال نے چومے بہ تفاخر قدمِ پاک
تھا شور کہ مرنے کو حسینؑ آج چلے ہیں
معراج کو یا صاحبِ معراج چلے ہیں

تازی پہ عجب شان سے شہ تیغ بکف تھے ۴۳ گویا کہ مہیائے وغا شاہِ نجف تھے
ناقوں پہ ملک نور کے باندھے ہوئے صف تھے سرننگے چپ و راست رسولانِ سلف تھے
ہرگام پہ آتی تھی صدا روحِ امیں کی
بس آخری ہے آج سواری شہِ دیں کی

اے اہلِ جہاں آج کے دن کرلو زیارت ۴۴ دنیا سے محمدؐ کے نواسے کی ہے رحلت
یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سمجھو پسرِ فاطمہ زہرا کو غنیمت
ڈھونڈھوگے تو شبیرؑ سا آقا نہ ملے گا
پھر تم کو محمدؐ کا نواسا نہ ملے گا

تھا احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کی یہ نشانی ۴۵ افسوس ہے کچھ تم نے مگر قدر نہ جانی
سیراب ہوئے تم نہ پلایا اُسے پانی کیا شکل نہیں ساقیِ کوثر کو دکھانی
دشمن کا ملاتا نہیں گھر خاک میں کوئی
باقی نہ رکھا پنجتنِ پاک میں کوئی

اس شان سے وہ فاطمہؑ کا زینتِ آغوش ۴۶ میداں میں جو پہونچا تو لعینوں کے اُڑے ہوش
مثلِ لبِ سوفار کماں دار تھے خاموش اعدا کو ہُوا جنگ کا انداز فراموش
بڑھنے سے قدم رکنے لگے فوجِ لعیں کے
مجرے کو علم جھکنے لگے فوجِ لعیں کے

تنہا تھے پہ اللہ رے شکوہِ شہِ آفاق ۴۷ دشمن بھی ہوئے حسن کے نظارے کے مشتاق
عقل عقل کہ نثارِ قلمِ قدرتِ خلّاق ہوتی ہے یہاں طاقتِ ذہنِ بشری طاق
کس حسن سے شکلِ شہِ دلگیر کھنچی ہے
گویا ورقِ نور پہ تصویر کھنچی ہے

پیشانیٔ روشن ہے کہ مہتاب فلک ہے ۴۸ قطروں میں پسینے کے ستاروں کی چمک ہے
اور ابروئے کج قبلۂ طاعات ملک ہے خم سجدے کو جس کے مہ نو آج تلک ہے
پیش صف مژگاں کوئی کیا سینہ سپر ہے
پھر جائیں تو اک پل میں جہاں زیر و زبر ہے

کیا دیدۂ حق بیں سے کفایت ہے ہویدا ۴۹ ہو نرگس شہلا بھی جسے دیکھ کے شیدا
ہے نقطۂ مردم، دل عارف کا سویدا پردوں سے عجب قدرت پنہاں ہوئی پیدا
گردش یہ کبھی چرخ جفا جو نے نہ دیکھی
آنکھ ایسی کبھی خواب میں آہو نے نہ دیکھی

تابندہ ہے خورشید جمال شہ خوش خو ۵۰ بجلی سی چمک جاتی ہے میدان میں ہر سو
آئینہ کو نظارے کا، اس رخ پہ ہے کیا رو چشم شہ خاور میں بھرے آتے ہیں آنسو
عارض کبھی دیکھے نہیں اس حسن و صفا کے
کیا ایک سے دو آئینہ ہیں، نور خدا کے

اس لب سے نہ دیں لعل کو نسبت کبھی ذی ہوش ۵۱ یہ آتش یاقوت کو کر دیتے ہیں خاموش
ایسے کبھی دیکھے نہ سنے چشم و لب و گوش حق کی کبھی جن کو نہ ہوئی یاد فراموش
اوصاف ہوں کیا، اس لب اعجاز بیاں کے
یہ چوسنے والے ہیں محمدؐ کی زباں کے

پر نور گلا شمع تجلی سے ہے روشن ۵۲ شعلہ بھی اٹھائے نہ جہاں شرم سے گردن
اور ہاتھ ہیں شاخ شجر وادیٔ ایمن سینہ ہے وہ آئینہ کہ حیرت میں ہیں دشمن
بوسے کے لیے لب یہیں احمدؐ نے دھرے تھے
اسرار الٰہی اسی سینہ میں بھرے تھے

زخم دل فرزند جو یاد آتا ہے پیہم ۵۳ یہ درد ہے سینے میں کہ لے سکتے نہیں دم
بار الم فرقت عباسؑ سے ہیں خم پر بخشش امت پہ کمر باندھے ہیں محکم
سر کٹنے کی پروا نہیں میدان وغا میں
کس صبر سے مارا ہے قدم راہ خدا میں

کیا شانِ شجاعت کو رقم کر سکے خامہ ۵۴ برسوں جو لکھے ختم نہ ہو، مدح کا نامہ
ہے خُود کی جا سر پہ محمد کا عمامہ اور بدلے زرہ کے، فقط اک کہنہ ہے جامہ
محتاجِ سپر وہ ہیں جنھیں جان کا ڈر ہے
یاں سامنے تلوار کے سینہ بھی سپر ہے

پہنا نہیں چار آئینہ یہ بر میں سمجھ کر ۵۵ تا پردے میں رہ جائیں شجاعت کے نہ جوہر
آنکھوں کے تلے پھرتا ہے آئینۂ خنجر ہر اک بُنِ مو، شایقِ پیکاں ہے بدن پر
ان ہاتھوں کو دستانے کی حاجت، کہو کیا ہے
فرزند یداللہ تو خود دستِ خدا ہے

ہے قبضے میں حضرت کے بس اک تیغِ دوپیکر ۵۶ سو مَردوں کا تمغہ ہے، شجاعوں کا ہے جوہر
کاٹے ہیں اسی تیغ نے جبریلؑ کے شہپر شمشیر یداللہ پہ دم دیتے ہیں سرور
منظور نہیں اس سے حفاظت تن و سر کی
تیغ اس لیے باندھی کہ نشانی ہے پدر کی

جس دم یہ کھنچی، دم میں جہاں زیر و زبر ہے ۵۷ ہاتھ اس پہ رکھا، جب تو سرِ دست ظفر ہے
خود سیفِ خدا، فاتحِ خیبر کا پسر ہے شمشیر کا محتاج نہ پابندِ سپر ہے
ہاتھ اُٹھے جو بے تیغ شہ کون و مکاں کا
لیں کام دو انگشت سے تیغِ دو زباں کا

کیا سُرعتِ توسن کو قلم کر سکے ارقام ۵۸ صحرائے وسیع دو جہاں جس کا ہے اک گام
کاڈے پہ جو پھرتے، اسے دیکھے سحر و شام گردش کو فراموش کرے ابلقِ ایام
اس تیزی سے صرصر کو گذرتے نہیں دیکھا
جوں برق کبھی اس کو ٹھہرتے نہیں دیکھا

ہیں یال کے بال ایسے کہ شرمندہ ہو سنبل ۵۹ ہمسر نہ ہو کاکل سے، کبھی حور کی کاکل
اسوار ہے اس کا پسرِ صاحبِ دلدل کہیے جو ملک اس کو نہیں جائے تامل
ہے دوشِ محمد کا مکیں خانۂ زیں پر
اس ناز سے رکھتا ہی نہیں پاؤں زمیں پر

دو روز سے لب تشنہ ہیں پر راکب و رہوار ٦٠ چمکار کے فرماتے ہیں یہ سیّد ابرار
دریا میں تجھے لے چلوں اے اسپ وفادار تو پی لے کہ مانع نہ ترے ہوں گے ستمگار
اعدا کو نہیں ہے کسی پیاسے سے عداوت
گر ہے تو محمدؐ کے نواسے سے عداوت

کہتا ہے وہ رہوار بصد اشک فشانی ٦١ آقا کے تو لب تر نہ ہوں اور میں پیوں پانی
صدقے ترے اے حیدرِ کرار کے جانی صورت سے ہے مجھے حشر میں دلدل کو دکھانی
پیاسا تو ہوں لیکن فرسِ شاہِ اُمم ہوں
عباسؑ کے گھوڑے سے بھی کیا صبر میں کم ہوں

رو دیتے تھے مرکب سے یہ سن کر شہِ خوش خُو ٦٢ گھوڑے کی بھی آنکھوں سے ٹپک پڑتے تھے آنسو
تانے ہوئے نیزے چلے آتے تھے جفا جُو ہاں تیر چلیں شہ پہ یہی شور تھا ہر سُو
لب خشک تھے آنکھیں شہِ مظلوم کی نم تھیں
اک دم کے لیے سیکڑوں تلواریں علم تھیں

جلتی تھی زمیں رن کی ہوا شعلہ فشاں تھی ٦٣ مضطر تھے چرند اور پرندوں میں نہ جاں تھی
ماہی بھی حرارت سے تہِ آبِ نہاں تھی ہووے گی قیامت میں جو گرمی وہ عیاں تھی
کانٹے تھے تب و تاب سے ماہی کے گلو میں
بت خانے حبابوں کے پڑے تھے لبِ جو میں

اس گرمی میں بھرتے تھے جو حضرت نفسِ سرد ٦٤ ہنستے تھے عداوت سے انھیں دیکھ کے بے درد
تھا ضعف سے مجوں مہر رخِ سبطِ نبیؐ زرد گیسوئے معنبر بہ سر و دوش تھے پُر گرد
پانی جو نہ ملتا تھا شہِ کون و مکاں کو
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ پھراتے تھے زباں کو

کہتے تھے کبھی دل سے نہ گھبرائیو اے دل ٦٥ اب قطعِ مسافت ہوئی نزدیک ہے منزل
ہونا کوئی دم یادِ الٰہی سے نہ غافل لی باگ جو اب کی تو ہوئے خلد میں داخل
سب مر گئے باقی یہی مظلوم رہا ہے
اک مرحلۂ خنجر و حلقوم رہا ہے

یہ کہہ کے ہوئے سرورِ دیں عازمِ پیکار ٦٦ جو شور ہوا بیبیوں کے رونے کا اک بار
گھبرا کے لگے ڈیوڑھی کو تکنے شہِ ابرار دیکھا کہ چلی آتی ہے فضّہ جگر افگار
عریاں ہے سر، چاک گریباں کیے ہے
مُردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغر کو لیے ہے

چلّاتی تھی پردے سے یہ بانوئے دل افگار ٦٧ فضّہ مرے بچے سے خبردار خبردار
کہیو شہِ والا سے کہ یا سیّدِ ابرار اس لال کو چھاتی سے جدا کیجیو نہ زنہار
پانی کو نہ شمرِ ستم ایجاد سے کہنا
حال اس کا کسی صاحبِ اولاد سے کہنا

فضّہ کو جو گھبرا کے پکارے شہِ والا ٦٨ نامحرموں میں خیمے سے نکلی یہ کیا کیا
وہ بولی کہ پردے کا کسے ہوش تھا شاہا دم توڑتا تھا پیاس سے جھولے میں یہ بچا
میں لے کے جو اس کو نہ کُھلے سر نکل آتی
زہرا کی بہو پردے سے باہر نکل آتی

سُن کر یہ سخن رونے لگے شاہِ خوش اوقات ٦٩ نزدیک گئے، دُور سے پھیلائے ہوئے ہات
فرزند کو آغوش میں لے کر یہ کہی بات ماں سے مری جاں، تم بھی جدا ہو گئے ہیہات
بانو کے بھی جینے کی، مجھے آس نہیں ہے
اب کوئی سکینہ کے سوا پاس نہیں ہے

فرما کے یہ آئے صفِ اعدا کے برابر ٧٠ اک اک سے کہا، بچے کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر
مظلوم ہے، معصوم ہے، پیاسا ہے یہ دلبر نے دودھ میسّر ہے، نہ پانی ہے میسّر
راضی ہوں میں تیغوں سے لہو میرا بہا دو
پر تھوڑا سا پانی اسے دریا سے پلا دو

بے آب ہے یہ پھول سا کملاتا ہے یارو ٧١ گہوارے میں ہر دم اسے غش آتا ہے یارو
معصوم پہ کافر بھی ترس کھاتا ہے یارو بچہ مرا ہاتھوں سے مرے جاتا ہے یارو
پانی کے نہ دینے کا سزاوار تو میں ہوں
تقصیر ہے کیا اس کی، گنہگار تو میں ہوں

راضی ہوں میں قیمت ہے جو منظور تو زر لو ٧٢ تم پانی کے قطرے کے عوض مجھ سے گہر لو
اک چلّو سے خالی ہو اگر نہر تو بھر لو پانی دو اسے، اور چمنِ خُلد میں گھر لو
احساں کو نہ بھولے گا، یہ حیدر کا ہے پوتا
فرزند مرا، ساقیِ کوثر کا ہے پوتا

بعضوں نے ترس کھا کے کہا دُو اسے پانی ٧٣ اتنوں میں، بچے ایک تو شمشیر کا جانی
کہنے لگے ان سے یہ کئی ظلم کے بانی ہم کو تو ہے سادات کی بنیاد مٹانی
مار و اسے آغوشِ دل و جانِ نبیؐ میں
بچہ بھی نہ باقی رہے اولادِ علیؑ میں

ہے دھیان کدھر، شیر کا بچہ ہے یہ بے شیر ٧٤ شیراں کا ہوا قطع کہ لی ہاتھ میں شمشیر
قابو میں پھر آتے ہی نہیں ہیں کسی تدبیر ہے صاف خطا، گر نہ کمانوں سے چلیں تیر
فرزند ہے یہ، شیرِ الٰہی کے پسر کا
لیوے گا جواں ہو کے، عوض خونِ پدر کا

یہ کہہ کے ہوئے مستعدِ قتل کماندار ٧٥ صف باندھ کے چلّوں سے ملائے لبِ سوفار
پڑنے لگی معصوم پہ تیروں کی جو بوچھار خم ہو کے بچاتے تھے اسے سیدِ ابرار
چلّاتے تھے پیہم کہ یہ کیا کرتے ہو، یارو
بچّے کو جو تاکا تو خطا کرتے ہو، یارو

ناگاہ، بن کاہل کی کماں سے جو چلا تیر ٧٦ بچّے کا گلا چھد گیا، اور بازوئے شبیرؑ
دم بند ہوا درد سے، حالت ہوئی تغییر منہ کھول کے ہاتھوں پہ تڑپنے لگا بے شیر
زخمی تھا پدر، شکلِ پسر، خوں میں بھری تھی
بازو میں تو پیکان تھا، گردن میں چھری تھی

بیٹے کے لہو سے تو بھرے تھے شہ والا ٧٧ تر خوں سے تھا باپ کے وہ ہنسلیوں والا
تیر اس کے گلے سے جو شہ دیں نے نکالا منہ سے عوض شیر، لہو بچے نے ڈالا
شہ رونے لگے چہرے سے چہرے کو ملا کر
وہ سرد ہوا نرگسی آنکھوں کو پھرا کر

لاشہ اس کی دکھا کے شہِ مظلوم پکارے ۷۸ فضہ تو بس اب جا علی اصغر بھی سدھارے
کہہ دیجیو بانو سے کہ پیاسے گئے مارے ہم ساتھ ہیں اب ان کے یہ ہیں ساتھ ہمارے
تا حشر نہ چونکیں گے نہ اب روئیں گے اصغر
آرام سے پہلو میں مرے سوئیں گے اصغر

فضہ گئی سر پیٹتی، باحالتِ تغییر ۷۹ یاں دفن کی، فرزند کے کی شاہ نے تدبیر
تلوار سے کھودی لحدِ اصغرِ بے شیر جس وقت رکھی قبر میں وہ چاند سی تصویر
صابر تھے، پہ اشکِ شہِ والا نکل آئے
نزدیک یہ تھا، منہ سے کلیجہ نکل آئے

فرماتے تھے کیونکر علیؑ اصغر تجھے پاؤں ۸۰ اے چاند، تجھے خاک میں کس طرح ملاؤں
ماں تیری جو مانگے تو کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس وقت کلیجہ کا کسے حال سناؤں
ہاتھوں سے مرے، خاک گرائی نہیں جاتی
صورت تری مٹی میں چھپائی نہیں جاتی

خاتونِ قیامت کی صدا آئی کہ شبیر ۸۱ صدقے تری مظلومی کے میں بیکس و دلگیر
اے لال مری گود میں ہے، اصغرِ بے شیر اب بند کرو قبر کو، جو خواہشِ تقدیر
محشر کو اور اصغر کو تو ہاتھوں پہ دھروں گی
یوں حشر میں اللہ سے فریاد کروں گی

سن کر یہ بیاں خاک جو اس چاند پہ ڈالی ۸۲ فرمایا کہ مر جائے گی ماں پالنے والی
روتے ہوئے تربت سے اٹھے سرورِ عالی خوں بہتا تھا بازو سے، پہ تلوار سنبھالی
پڑتی تھی نظر فوج پہ شمشیر کی صورت
رہ جاتے تھے غصّے میں جھکے شیر کی صورت

تھے لاکھ جواں فوجِ ستمگر میں صف آرا ۸۳ اور تھا تنِ تنہا اسد اللہ کا پیارا
تلوار جو کھینچی تو ندا آئی قضا را بچے کے لیے غیظ میں ہے، شیر ہمارا
ہے زورِ علیؑ ہاتھ میں اس سرورِ دیں کے
ہاں روحِ امیں، تھام لے طبقوں کو زمیں کے

طاقت تھی علیؑ نے جو مرے ہاتھ سے پائی ۸۴ سو دست بہ دست ان کے وہ حصہ میں ہے آئی
سردارِ دو عالم نے زباں اپنی چسائی قوّت ہے حیدر کی بھی رگ رگ میں سمائی
سب زورِ نبوت بھی ولایت بھی ہے اس میں
اور فاطمہؑ کے دودھ کی طاقت بھی ہے اس میں

یاں لشکرِ اعدا میں در آئے شۂ عالی ۸۵ لاشوں سے بھرا دشت، صفیں ہوگئیں خالی
تلوار پڑی جس پہ نظر شیر نے ڈالی برچھی کا نشانہ تھا، کماں جس نے سنبھالی
نیزے کے ہلانے میں جو رستم سے نہ کم تھا
اک ہاتھ میں، بس ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

ہر ضرب میں، جو رنگ تھے سو سو ستم ایجاد ۸۶ کٹتے تھے مع کاسۂ سر مغفرِ فولاد
چار آئینوں میں بھی نہ رہے امن سے جلّاد تھی سیلِ فنا، خانۂ تن کر دیے برباد
ضرب اس کی کسی سے نہ رکی فوج کے دل میں
اتری جو زرہ، کٹ کے پھنسا، دامِ اجل میں

اس معرکہ میں تیغِ بہادر کو ملا اوج ۸۷ ہر فرد کو اس صاحبِ جوہر نے کیا زوج
تھا قلزمِ خوں جوش پہ، ڈوبی ہوئی تھی فوج آتے تھے نظر، دست بریدہ، صفتِ موج
خوں میں تو بدن غرق تھے، بے داد گروں کے
بہتے تھے حبابوں کی طرح خود سروں کے

وار اس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر ۸۸ چمکی تو چھری پھر گئی دشمن کے جگر پر
گہ فرق پہ، گہ سینے پہ، اور گاہ کمر پر بس قطع یہ جامہ تھا اسی تیغِ دوسر پر
جس پر گری بے دو کیے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

کس طرح قلم لکھ سکے اس تیغ کے اوصاف ۸۹ مشہور ہے وہ برقِ غضب، قاف سے تا قاف
ملعونوں میں تھا اپنی شجاعت کا جنھیں لاف پہلے انھیں سفاکوں پہ ہاتھ اس نے کیا صاف
غُل تھا نہیں لڑتا کوئی تشنہ دہن ایسا
تیغ ایسی نہ دیکھی، نہ کبھی تیغ زن ایسا

کیا رحم تھا مولا کہ میں اس رحم کے قربان ۹۰ اس غیظ میں بھی روکتے تھے تیغ کو ہر آن
حضرت سے جو کہتی تھی، وہ تیغ شہ مرداں کیوں روکتے جاتے ہو مجھے اے شہ ذیشان
میدانِ ستم لاشوں سے بھر دینے دو مجھ کو
خونِ علیؑ اصغر کا عوض لینے دو مجھ کو

مارا ہے ابھی ہاتھوں پہ بچے کو تمہارے ۹۱ اصغر سے بھی کیا زیادہ ہیں تم کو یہ پیارے
دم لیجے نہ حضرت، انھیں بے جان سے مارے اک دم میں یہ مقہور، فنا ہوتے ہیں سارے
دل کھول کر جو ہر مرے دکھلائیے مولا
اب کام رحیمی کو نہ فرمائیے مولا

مشہور ہے جنگ اُحد و خیبر و خندق ۹۲ لاکھوں تھے ادھر اور تن تنہا اسدِ حق
کھینچا جو مجھے، رنگ شجاعوں کے ہوئے فق جاں بر نہ ہوا کاٹ کے، میرے کوئی مطلق
روکے مجھے طاقت ہے، یہ اس فوج لعیں کی
میں کاٹنے والی ہوں، پرِ روح امیں کی

اِک دم نہ کبھی مجھ کو جدا کرتے تھے حیدر ۹۳ بستر پہ بھی رکھتے تھے مجھے اپنے برابر
ہوتی تھی اِدھر مَیں تو اُدھر بنتِ پیمبر مخدومۂ عالم سے یہ فرماتے تھے اکثر
یہ تیغ عنایاتِ خدائے دو جہاں ہے
تم راحتِ دل ہو مری یہ راحتِ جاں ہے

مولا مرے جب ہونے لگے عازمِ جنت ۹۴ تب مجھ کو کیا آپ کو حضرت نے عنایت
فرمایا تھا مجھ سے کہ ہو جب وقتِ مصیبت کیجو مرے شبیرؑ کی اُس روز حفاظت
اعدا کو ذبح کرنے کو تیار ہوں مولا
پر رحم سے حضرت کے میں ناچار ہوں مولا

نیزے بنے قاسمؑ نے بھی کھائے، مرے ہوتے ۹۵ عباسؑ نے بھی ہاتھ کٹائے، مرے ہوتے
ہم شکل نبیؐ خوں میں نہائے، مرے ہوتے تیر آپ کو اعدا نے لگائے، مرے ہوتے
چو رنگ نہ گر آج کیا اہلِ جفا کو
کس طرح میں دکھلاؤں گی منھ شیرِ خدا کو

اب بھی نہ مجھے روکو تو غارت انھیں کردوں ۹۶ جھپکے نہ پلک سیکڑوں سر کاٹ کے دھر دوں
اِک دم میں یہ میدانِ ستم' لاشوں سے بھر دوں سامان قیامت کے عیاں ہوں تہ گردوں
غارت ابھی ہوجائیں یہ سب کوفی و شامی
رہ جائیں وہی باقی جو ہیں دین کے حامی

گر عذر یہ اس دم ہے کہ مجروح ہیں بازو ۹۷ اعجازِ امامت پہ تو ہے' آپ کا قابو
گر چھوڑ دو قبضے کو مرے اے شہ خوش خو کر دیتی ہوں انبار' تن و سر کے میں ہر سو
تیغِ اسد اللہ کی قدرت بھی دکھادو
بے دینوں کو اعجازِ امامت بھی دکھادو

لڑنے میں جو آجاتا تھا' ہنگامِ عبادت ۹۸ بے خوف فریضے کو ادا کرتے تھے حضرت
میں گرد علیؑ پھرتی تھی' پروانہ کی صورت آسکتا نہ تھا پاس' کوئی اہلِ شقاوت
روکوں گی بھی اور کاٹوں گی ملعونوں کے سر بھی
میں آج ہوں تلوار بھی حضرت کے سپر بھی

حضرت نے کہا سن کے یہ' اُس تیغ کی تقریر ۹۹ بازو تو شکستہ ہے' پہ عاجز نہیں شبیرؑ
بے تیغ اگر چاہوں تو غارت ہوں یہ بے پیر پر کس سے لڑوں' اے اسد اللہ کی شمشیر
اصغر کے نہ بازو کے جراحت کا الم ہے
مارا ہے جنھیں میں نے انھیں کا مجھے غم ہے

مجھ سے یہ نہ ہوئے گا کہ اُمت کو مٹادوں ۱۰۰ اللہ سزا دے گا میں کیا ان کو سزا دوں
اب بھی یہ اگر سمجھیں تو دوزخ سے بچادوں نانا کا مجھے پاس ہے ایذا انھیں کیا دوں
اُمت کا سفینہ تو ڈبویا نہیں جاتا
فرزندوں کو کھویا انہیں کھویا نہیں جاتا

ہر معرکہ میں دیکھے ہیں جوہر ترے اکثر ۱۰۱ رتبہ ترا پہچانتا ہے نائبِ حیدر
نہ ہے کوئی دنیا میں نہ ہوگا ترا ہمسر پر تو بھی تو دیکھ' آج مرے صبر کے جوہر
وعدے کو لڑکپن کے وفا کرتا ہے شبیرؑ
سجدہ تہِ شمشیر' ادا کرتا ہے شبیرؑ

کہہ کر یہ سخن شاہ نے کی میاں میں تلوار ۱۰۲ اور رو رو کے بوسے لیے قبضے کے کئی بار
فرمایا بہ صد درد کہ اے ہم دم و غم خوار لے ہوتا ہے رخصت پسرِ حیدرِ کرارؑ
جنت کو چلے تشنہ دہن ہم تو جہاں سے
اب مہدیؑ ہادی تجھے کھینچیں گے میاں سے

فرما کے یہ گھوڑے سے اُتر بیٹھے زمیں پر ۱۰۳ سب ٹوٹ پڑے دوشِ محمدؐ کے مکیں پر
پڑنے لگیں تلواریں سرِ سرورِ دیں پر چھاتی پہ لگیں برچھیاں اور تیر جبیں پر
سجدے کو سرِ پاک جھکا طاعتِ حق میں
خورشید زمیں ڈوب گیا خوں کی شفق میں

پھٹتا ہے جگر حال کہوں ذبح کا کیوں کر ۱۰۴ حلقِ پسرِ فاطمہؑ اور شمر کا خنجر
وہ سینہ جو تھا رتبے میں قرآں کے برابر ہے قہر کی جا پاؤں دھرے اُس پہ ستمگر
جس حلق کے بوسے لیے زہراؑ و علیؑ نے
فریاد ہے کاٹا اسے خنجر سے شقی نے

سب جانتے ہیں شرع میں ہے حکمِ پیمبرؐ ۱۰۵ حیواں کو کرو ذبح نہ حیواں کو دکھا کر
یاں در پہ کھڑی پیٹتی تھی زینبؑ مضطر دکھلا کے اسے شمر نے کاٹا سرِ انور
شہ ذبح ہوئے زینبؑ دلگیر کے آگے
بھائی کا گلا کٹ گیا ہمشیر کے آگے

خاموش انیسؔ اب کہ یہ ہنگامِ ادب ہے ۱۰۶ اس حلق کا اور تیغ کا احوال غضب ہے
یہ رونا رُلانا تری بخشش کا سبب ہے آقا سے طلب کر تجھے جس شے کی طلب ہے
کیا کچھ نہیں حضرت کے تصدق سے ملا ہے
تصنیف کا تیرے گہرِ اشک صلا ہے

۱۵

اے شمعِ قلم روشنیِ طُور دکھا دے ۱ اے لوحِ تجلّیِ رُخِ حُور دکھا دے
اے بحرِ طبیعت گہرِ نور دکھا دے اے شاہدِ معنی' رُخِ مستور دکھا دے
بزمِ غمِ شبیرؑ میں وہ جلوہ گری ہو
خورشیدِ جہاں تاب چراغِ سحری ہو

اے طبعِ رسا خلد کا گلزار دکھا دے ۲ اے باغِ سخن، گلشنِ بے خار دکھا دے
اے شمعِ زباں، لمعۂ انوار دکھا دے اے حُسنِ بیاں، خوبیِ گفتار دکھا دے
لرزاں ہے قدم خامۂ اعجاز رقم کا
ہاں تیغِ زباں، آج تو کر کام قلم کا

مانؔی کو بھی حیرت ہو وہ نقشہ نظر آئے ۳ بہتا ہوا اک نور کا دریا نظر آئے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے سب بزم کو حیدر کا سراپا نظر آئے
مہتاب تو کیا ہے، رُخِ خورشید بھی فق ہو
جو بند ہو تصویرِ تجلّی کا ورق ہو

ہے رتبۂ مدحِ چمن، فاطمہؑ عالی ۴ ہاں باندھ تو گلدستۂ مضمونِ خیالی
ہر مصرعِ شاداب ہو اک پھولوں کی ڈالی لفظوں کے بھی غنچے ہوں نزاکت سے نہ خالی
لبریز لطافت سے ہو، رنگیں سخن ایسا
رضواں بھی پکارے نہیں دیکھا چمن ایسا

خاموش زباں، دعویٰ بے جا نہیں اچھا ۵ ہو جس میں تکبّر، سخن ایسا نہیں اچھا
بس بس یہ غرور اور یہ دعوا نہیں اچھا آپ اپنی ثنا، واہ یہ شیوا نہیں اچھا
کم مایہ، کمال اپنا جتا دیتا ہے اکثر
جو ظرف کہ خالی ہے، صدا دیتا ہے اکثر

۶ خورشید کو کچھ حاجتِ زیور نہیں زنہار — پھولوں پہ کوئی عطر لگائے تو ہے بیکار
اعلا ہے اگر جنس تو کیا حاجتِ اظہار — خود مُشک ہو خوشبو، نہ کہ خوشبو کے عطار

جو بد ہے سو بد ہے، جو نکو ہے وہ نکو ہے
چھپنے کی نہیں آپ اگر عُود میں بُو ہے

۷ انساں کے لیے عجز ہی لازم ہے بہر کیف — ہے خانۂ دنیا میں ہر اک پیر و جواں ضیف
گر صاحبِ جوہر نہ چلے جھک کے تو صد حیف — خارج ہے اصالت سے، وہ کستی نہیں جو سیف

آفاق میں یوں فیض نگیں، عام نہ ہوتا
ہوتا نہ فروتن، تو کبھی نام نہ ہوتا

۸ یارب مری فریاد میں تاثیر عطا کر — مطلعِ دوم — بلبل بھی پھڑک جائے وہ تقریر عطا کر
دولت کے عوض فقر کی جاگیر عطا کر — توفیقِ ثنا خوانیٔ شبیرؑ عطا کر

دعویٰ نہ سخن کا ہے نہ اعجاز بیاں ہوں
تو عالم و دانا ہے کہ میں، ہیچمداں ہوں

۹ اے باعثِ ایجادِ جہاں، وقتِ مدد ہے — اے منتظمِ کون و مکاں، وقتِ مدد ہے
اے خضرِ رہِ گم شدگاں، وقتِ مدد ہے — اے دادرسِ پیر و جواں، وقتِ مدد ہے

چلتا ہے دمِ تیغِ دو دم پر، کوئی دم کو
یوں ہاتھ پکڑ لے، کہ نہ لغزش ہو قدم کو

۱۰ اے قبلۂ کونین، اعانت کی طلب ہے — اے ہادیٔ دارین، ہدایت کی طلب ہے
اے بحرِ عطا، ہمت و رحمت کی طلب ہے — اے نورِ خدا(ع)، نورِ بصیرت کی طلب ہے

مقبول ہے وہ، تو جسے منظور کرے گا
اس ذرّہ کو خورشید ترا نور کرے گا

۱۱ اے ساقیٔ کوثر، مئے فردوس عطا کر — اے عیسیٔ دوراں، مرض دل کی دوا کر
اے دستِ خدا قلبِ مکدر کی صفا کر — اے نورِ حق آئینۂ خاطر کی جلا کر

مستی میں نہ فکرِ خرد و ہوش کروں میں
کیفیتِ دنیا کو فراموش کروں میں

۱۲ اندیشۂ توصیفِ شہنشاہِ امم ہے — زانو پہ سرِ فکر ہے سجدے میں قلم ہے
یہ راہ شہا باریک کہ لغزش میں قدم ہے — اے دستِ زبردستِ خدا وقتِ کرم ہے
خامہ سے نہ کچھ طبعِ خداداد سے ہوگا
یہ مرحلہ طے آپ کی امداد سے ہوگا

۱۳ بلبل سے کبھی وصفِ گلِ تر نہیں ممکن — آئینہ سے اوصافِ سکندر نہیں ممکن
ذرہ سے ثنائے شہِ خاور نہیں ممکن — جبریل سے تعریفِ پیمبر نہیں ممکن
مقدور کسے شیرِ الٰہی کی ثنا کا
ہوسکتا ہے بندے سے کہیں شکر خدا کا

۱۴ ہے عرش جہاں فرش یہ کاشانہ ہے کس کا — ہر سو ہے تجلی یہ جلوخانہ ہے کس کا
جلتا ہے دلِ شمع یہ افسانہ ہے کس کا — سرگشتہ ہے مہتاب یہ پروانہ ہے کس کا
روشن ہے جہاں جلوۂ نورِ ازلی ہے
ہاں بزمِ معلّائے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۱۵ مجلس کا زہے شور خوشا محفلِ عالی — حیدر کے محبوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اس کے جو ہے کونین کا والی — اثنا عشری، پنجتنی شیعہ [illegible]
ششدر نہ ہوں کیوں چار طرف جلوہ گری ہے
یہ بزمِ عزا آج ستاروں سے بھری ہے

۱۶ اللہ رے رتبہ یہ فلک ہے کہ زمیں ہے — ہے عرش [illegible] کہ وہ آج [illegible] مکیں ہے
جو دل ہے سو وابستۂ لطفِ شہِ دیں ہے — مجلس ہے کہ گلدستۂ فردوسِ بریں ہے
یہ اوج یہ رتبہ کسی محفل کو ملا ہے
ان پھولوں کے قربان عجب باغ کھلا ہے

فرماتے ہیں شیعوں کے یہ حق میں شہِ اکرم — [illegible] ہوتی ہے جس گھر میں [illegible]
بن جاتے ہیں اشک ان کے مرے زخموں کے مرہم — [illegible]
مرجاتا ہے کوئی تو بکا کرتا ہوں میں بھی
ان کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہوں میں بھی

کیسا ہی گنہگار مرے میرا عزادار ۱۸ ہے اُس کے گناہوں سے فزوں رحمتِ غفار
فرماتے ہیں بخشش کی دعا احمدِ مختار اللہ سے میں ہوتا ہوں بخشش[1] کا طلبگار
گر نزع میں سختی ہو تو زہراؑ و نبیؐ ہیں
اور قبر کی مشکل میں شریک اس کے علیؑ ہیں

کیوں مومنو کیا فیض ہے کیا لطف و عطا ہے ۱۹ کیا مرتبہ اشک ہے کیا اجرِ بکا ہے
گوہر ہیں یہ وہ جن کا خریدار خدا ہے جو کچھ ہے سو بس دوستیِ آلِ عبا ہے
دنیا پہ نہ دولت پہ توجہ ہے نہ زر پر
زہراؑ کی نظر پڑتی ہے اشکوں کے گہر پر

کیا اشکِ عزادار کا رتبہ کوئی جانے ۲۰ یہ گنجِ گہر بخشا ہے مردم کو خدا نے
کی ہے نظرِ عین عنایت شہدا نے دکھلائیں گے کیا کیا ثمر ان اشکوں کے دانے
یاں اس کا نہ عقدہ دلِ مضطر پہ کھلے گا
یا قبر پہ یا چشمۂ کوثر پہ کھلے گا

یاں اشک کا دانہ ہے تو واں درِ ثمیں ہے ۲۱ یاں آب ہے واں غازہ کشِ چہرۂ دیں ہے
یاں آنسوؤں کا تار ہے واں حبلِ متیں ہے یاں قطرہ ہے واں خاتمِ رحمت کا نگیں ہے
قطرہ ہے مگر بحر کو بھی گرد کرے گا
دوزخ کے شراروں کو یہی سرد کرے گا

جو لوگ ہیں باکی انھیں دوزخ سے نہیں باک ۲۲ منہ اشکوں سے دھویا تو گناہوں سے ہوئے پاک
ہے دولتِ ایماں غمِ سبطِ شہِ لولاک ہو جاتی ہے کیا بعدِ بکا طبعِ فرحناک
آنکھوں کی ضیا رخ کی صفا دل کی جلا ہے
سب ایک طرف گلشنِ فردوس ملا ہے

مہلت جو اجل دے تو غنیمت اُسے جانو ۲۳ آمادہ ہو رونے پہ سعادت اُسے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اُسے جانو ایذا بھی ہو مجلس میں تو راحت اُسے جانو
فاقے کیے ہیں دھوپ میں لب تشنہ رہے ہیں
آقا نے تمہارے یہ کیا ظلم سہے ہیں

تکلیف کچھ ایسی نہیں، سایہ ہے ہوا ہے ۲۴ پانی ہے خنک، مروحہ کش بادِ صبا ہے
کچھ گرمیِ عاشور کا بھی حال سنا ہے؟ سر پیٹنے کا وقت ہے، فریاد کی جا ہے
گذری ہے بیاباں میں وہ گرمی شہِ دیں پر
بھن جاتا تھا، دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر

وہ گرم ہوا آہ وہ آندھی وہ بگولے ۲۵ اُٹھتے جو ترائی سے تو دم شیر کا پھولے
دو گام چلے گر تو ہرن چوکڑی بھولے کیا تاب ہے اُس کی جو کوئی سنگ کو چھولے
خاک اُڑ کے جمی جاتی تھی، زلفوں پہ قبا پر
اس دھوپ میں، سایہ بھی نہ تھا نورِ خدا پر

حدت تو یہ خورشید کی اور پیاس کا وہ حال ۲۶ لب خشک تھے سونلا گیا تھا فاطمہؑ کا لال
سایہ نہ علم کا تھا نہ عباسِ خوش اقبال گر رخ پہ سپر رد کتے تھے، اور کبھی رومال
تھی دھوپ کڑی، فاطمہ کے رشکِ چمن پر
تھی گرم زرہ، جلتے تھے ہتھیار بدن پر

زلفیں وہ جنھیں سونگھتی تھی، فاطمہ ہر شب ۲۷ غیرت دہِ مشکِ ختن و عنبرِ اشہب
کہتے تھے جنھیں فاطمہ کا رشتۂ جاں سب کیوں دل نہ پریشاں ہو وہ مٹی میں اٹیں سب
آہوں کا دھواں کیوں نہ اٹھے کون و مکاں سے
فریاد کہ باندھا انھیں خولی نے سناں سے

وہ چاند سی پیشانیِ نورانیِ شبیرؑ ۲۸ اندھیر ہے اس پر بن اشعث کا لگا تیر
سجدے کریں محراب حرم کی ہے یہ توقیر ان ابروؤں پر ہائے چلی ظلم کی شمشیر
آہو کو ستاتے نہیں، دیندار حرم میں
آنکھیں وہ لہو روتی تھیں فرزندوں کے غم میں

وہ ریش جو ہالہ تھی تو چہرہ مہِ انور ۲۹ فاقوں سے یہ تھا زرد، وہ تھی آنسوؤں سے تر
وہ پھول سے رخسار، وہ لعلِ لبِ اطہر اس کے لیے تلواریں تھیں اس کے لیے پتھر
دنداں دہنِ پاک میں سب رشکِ گہر تھے
گذرے تھے کئی روز کہ دنداں پہ جگر تھے

وہ حلق جسے چومتے تھے احمدِ مختار ۳۰ تیر اس کے لیے ہوتے تھے واں خنجرِ خونخوار
وہ دوش، جو اُمت کا اٹھائے ہوئے تھا بار لگتا تھا تبر اُس پہ کبھی اور کبھی تلوار
لڑنے کی نہ طاقت تھی، شہِ تشنہ گلو میں
ڈوبی ہوئی تھیں مچھلیاں، بازو کی لہو میں

وہ شمعِ سرِ طور سی پُر نور کلائی ۳۱ اُس پر خطِ شمشیر، دُہائی ہے دُہائی
منھ دیکھو تو، صاف ایسی ہتھیلی میں صفائی ہے سب پہ کھلی، انگلیوں کی عقدہ کشائی
نسبت نہیں ناخن سے کبھی بدر کی ضو کو
ہفتے میں دکھائے تو کوئی دس مہِ نو کو

وہ سینۂ روشن کہ جو تھا مطلعِ انوار ۳۲ گنجینۂ علمِ احدی، مخزنِ اسرار
قرآن کو رکھ لیتے ہیں سر پر جو ہیں دیندار کیا قہر ہے واں پاؤں دھرے شمرِ ستمگار
سینے پہ نہ تھا اس کا قدم حشر بپا تھا
ہو جاتی جو دنیا تہ و بالا تو بجا تھا

عباس سے بھائی کا جو تھا صدمۂ جاں کاہ ۳۳ ٹکڑے تھا جگر ٹوٹ گئی تھی کمرِ شاہ
اس ضعف میں لغزش سے نہ وہ پاؤں تھے آگاہ پایا تھا، ثباتِ قدمِ پاکِ یداللہ
سب خاک پہ ٹکڑے تو کلیجے کے پڑے تھے
لاکھوں سے لڑائی تھی، پہ بشاش کھڑے تھے

منھ کر کے سوئے چرخ یہ فرماتے تھے ہر بار ۳۴ عالم مری نیت سے ہے تو اے مرے مختار
گھر سے نہ علاقہ ہے، نہ بچوں سے سروکار ہر حال میں ہوں تجھ سے اعانت کا طلبگار
گو شاہِ زمن ہوں، پہ ترے در کا گدا ہوں
محتاج ہوں، بے کس ہوں، غریب الغربا ہوں

کس کس ترے احساں کا کروں شکر زباں سے ۳۵ ہے ناطقہ عاجز، کہ زیادہ ہے بیاں سے
واقف نہیں کوئی، ترے اسرارِ نہاں سے دشوار ہے، عالم کی صفت ہیچمداں سے
پیاس آج کے دن کی مجھے مرغوب ہے مولا
جو تیری مشیت ہے، وہی خوب ہے مولا

ہر دم سے تھا لطف مرے حال کے شامل ۳۶ پیدا کیا واں، وحی جہاں ہوتی تھی نازل
بخشا دہ مکاں رہنے کو اے خالقِ عادل بے اذن مَلَک جس میں نہ ہو سکتے تھے داخل
یہ لطف و عنایت ہے تری کون سے گھر پر
جبریل و سرافیل کھڑے رہتے تھے در پر

نانا تو دیا اشرفِ ذرّیتِ آدم ۳۷ بابا شہِ مرداں سا دیا، فخرِ دو عالم
ماں سیّدۂ کون و مکاں، ثانیِ مریم بھائی وہ کہ تو جس کی بزرگی سے ہے محرم
دُنیا میں کسی اور کا رتبہ ہے کب ایسا
نام ایسا، گھر ایسا، نسب ایسا، حسب ایسا

ماں طاہرہ، جد طیب و پاکیزہ، پدر پاک ۳۸ رحمت ہے تری کیوں نہ ہو ایسوں کا پسر پاک
گلشن کی زمیں پاک، شجر پاک، ثمر پاک گھر پاک، جگہ پاک، صدف پاک، گہر پاک
پھولے وہ شجر جس کو ثمر دار کرے تو
جس قطرے کو چاہے دُرِ شہوار کرے تو

بچپن میں محمدؐ نے زباں اپنی چوسائی ۳۹ اب تک کسی نعمت میں وہ لذّت نہیں پائی
قربان رہی احمدِ مختارؐ کی جائی جب دودھ چھٹا نعمتِ فردوس بھی کھائی
افلاک سے دن میں کئی بار آتے تھے جبریلؑ
ڈوری مرے جھولے کی ہلا جاتے تھے جبریلؑ

دم بھر کبھی تنہا نہ رہا آٹھ پہر میں ۴۰ گہ دوشِ نبیؐ پر، گہے آغوشِ پدر میں
ماں ساتھ مرے ہوتی تھیں، پھرتا تھا جو گھر میں پتلی کی طرح رکھتے تھے سب مجھ کو نظر میں
اس رتبۂ اعلیٰ کا سرافراز میں کب تھا،
مولا یہ تری چشمِ عنایت کا سبب تھا

تھا عید کو عریاں کہ عنایت ہوئی پوشاک ۴۱ عمامہ و پیراہن و پاجامہ و رُدا پاک
مرکب جو نہ تھا اونٹ بنے سیّدِ لولاک بالا رہا سب سے مرا رتبہ تہِ افلاک
یہ تخت سلیماں کو نہ یہ تاج ملا تھا
بچپن میں مجھے رتبۂ معراج ملا تھا

رجعت ہوئی خورشیدِ فلک کو پئے حیدر ۴۲ یعنی نہ قضا ہوئے نمازِ شہِ صفدر
روزہ جو رکھا میں نے تو اے خالقِ اکبر دن تھا یہ، ہوئی رات، چھپا مہرِ منور
منظور تھی خوردی میں بزرگی مرے سن کی
دن ہوگیا واں شب کا، تو یاں شب ہوئی دن کی

کیا عمر تھی جب سر سے اُٹھا باپ کا سایا ۴۳ دو بھائی تھے، دو بہنیں تھیں اور دیس پرایا
تھا تو جو نگہباں، تو نہ اعدا نے ستایا ماں باپ کا مرنا، تری شفقت نے بھلایا
رحمت سے تری خلق کے مختار ہوئے ہم
دیکھی جو یتیمی، دُرِ شہوار ہوئے ہم

دولت مجھے دی، گوہرِ عزت مجھے بخشا ۴۴ بابا کی طرح اوجِ شرافت مجھے بخشا
مسند مجھے دی، تختِ امامت مجھے بخشا ان سب کے سوا، تاجِ شفاعت مجھے بخشا
اختر کو قمر، قطرے کو گوہر کیا تُو نے
ذرّہ تھا، سو خورشیدِ منور کیا تُو نے

انصار دیے وہ جو پیمبر نے نہ پائے ۴۵ اصحاب وہ بخشے کہ جو حیدر نے نہ پائے
احباب وہ یک رنگ جو شبّر نے نہ پائے لوگ ایسے کسی صاحبِ لشکر نے نہ پائے
تیروں سے نہ تلواروں سے منہ پھرتا تھا اُن کا
خادم کے پسینے پہ لہو گرتا تھا اُن کا

فرزند وہ امداد کیا، حور شمائل ۴۶ تھی جس کی زیارت کے سبب روشنیِ دل
خورشیدِ زمیں، برجِ شرف کا مہِ کامل یہ بھی تری امداد تھی، اے خالقِ عادل
دولت یہ نہ ملتی جو خداوند نہ دیتا
کیا کرتا اگر تو مجھے فرزند نہ دیتا

اکثر ترے بندے ہیں کہ جن کے نہیں اولاد ۴۷ نے فاتحہ خواں کوئی، نہ فرزند نہ احفاد
کتنے ہیں کہ غمگیں ہیں کبھی اور کبھی شاد بچے ہوئے اور مر گئے اور گھر ہوا برباد
مرتے ہوئے دیکھا ہے، برابر کے پسر کو
اس داغ کی قدر آج ہوئی میرے جگر کو

سو مرتے جو فرزند تو بے صبر نہ ہوتا ۴۸ خادم کبھی اس اجر کو ہاتھوں سے نہ کھوتا
دامن کو ترے خوف میں اشکوں سے بھگوتا اکبر کو میں فرزند سمجھ کر نہیں روتا
یوں تو وہ کلیجہ تھا مرا، اور مرا جی تھا
میں اس لیے روتا ہوں کہ ہم شکلِ نبیؐ تھا

بچھڑا تھا کبھی مجھ سے نہ وہ گیسوؤں والا ۴۹ پیری کا عصا تھا وہی اور گھر کا اُجالا
جب چاند سی چھاتی پہ لگا ظلم کا بھالا تھا سینے میں خادم کا کلیجہ تہ و بالا
اشک آنکھوں سے تھمتے نہیں تفتیدہ جگر ہوں
تو رحم کر اے خالقِ اکبر کہ بشر ہوں

دریا پہ جو عباسؑ نے جان اپنی گنوائی ۵۰ خادم کی کمر ٹوٹ گئی، مرگیا بھائی
باعث تھا یہ لاشے پہ جو رقت بہت آئی مولا مجھے یاد آگئی بابا کی جُدائی
صدمے سے نہ پھر ضبط کا یارا ہُوا مجھ کو
پھر داغِ یداللہؑ دوبارا ہُوا مجھ کو

تنہا ہوں بس اب کوئی نہیں مونس و ہمدم ۵۱ موجود ہے تو سر پہ کچھ اس کا بھی نہیں غم
اب رنج نہ گھر کا ہے نہ اولاد کا ماتم بہتر ہے گذر جائے تری یاد میں جو دم
وابستۂ تسبیح رکھوں، رشتۂ جاں کو
جب تک ہے دہن میں حرکت، خشک زباں کو

گو روح کو راحت نہیں اور قلب کو آرام ۵۲ ہے تقویتِ جان و دل و روح ترا نام
کم ہے ترے سجدے میں رہوں گر سحر و شام قاصر ہے زباں شکر میں، اے خالقِ علّام
آنکھیں تری جانب ہیں تو دل تیری طرف ہے
گر تو اسے مقبول کرے عین شرف ہے

نے پیاس کا شکوہ ہے نہ فاقہ کی شکایت ۵۳ ہر طرح سے راضی پسرِ شاہِ ولایت
وہ بھی ترا انعام تھا، یہ بھی ہے عنایت الطاف کا پایاں ہے نہ بخشش کی نہایت
وہ کون سی دولت ہے جو موجود نہیں ہے
ہاں ایک شہادت ہے سو اب وہ بھی قریں ہے

ہر چند کہ ہے سخت بہت ذبح کی منزل ۵۴ تو چاہے تو ہو جائے گی آسان یہ مشکل
زانو جو رکھے سینۂ مجروح پہ قاتل وہ صبر عطا کیجیو کہ تڑپے نہ مرا دل
سجدہ تہ شمشیر یہ ناشاد نہ بھولے
سب محو ہوں دل سے، پہ تری یاد نہ بھولے

حضرت تو یہ کرتے تھے سخن صبر و رضا کے ۵۵ بندھتے تھے، اُدھر رن میں پرے اہلِ جفا کے
چلاتا تھا یوں شمر کمانداروں میں آ کے تاکے رہو سینہ کو امام دوسرا کے
یاں تک خلفِ شاہِ نجف آنے نہ پائے
یہ شیر ترائی کی طرف آنے نہ پائے

برچھے لیے ہاتھوں میں سواران جفاکار ۵۶ بڑھ بڑھ کے صفِ جنگ میں چمکاتے تھے راہوار
آلودۂ خوں برچھیاں تولے ہوئے خونخوار تھی ڈھال پہ ڈھال اور تھی تلوار پہ تلوار
لشکر کے جواں گرز گراں تولے ہوئے تھے
ہر صف میں علمدار نشاں کھولے ہوئے تھے

وہ غُل عربی باجوں کا وہ بوق کے نالے ۵۷ وہ شور دُہل سر پہ جو گردوں کو اُٹھالے
رستم کی نہ طاقت تھی جو واں دل کو سنبھالے دب جائے اگر دیو بھی آواز نکالے
پیدا تھی جلاجل سے اک افسوس کی آواز
جاتی تھی کئی کوس تلک کوس کی آواز

رو رو کے یہ پُر درد صدا دیتی تھی شہنا ۵۸ اچھا نہیں سید کا لہو خاک پہ بہنا
فانی ہے زمیں اس پہ ہمیشہ نہیں رہنا درپے نہ ہو مظلوم کے مانو مرا کہنا
دو روز کے پیاسے شہِ مظلوم کھڑے ہیں
اس غم سے کلیجے میں مرے چھید پڑے ہیں

تھے جو بدکیش سامنے تھے سوار ۵۹ خود چھیڑ کے گھوڑے کو بڑھے سید ابرار
فرمایا قسم ہے تمہیں اے قوم ستمگار کس شخص کا دلبند ہوں میں بیکس و ناچار
انصاف سے کہہ دو کہ طلب گار ہوں جس کا
بندے ہیں کہ نہ سب کلمہ پڑھتے ہو کس کا

ہے کون گلِ سرسبدِ گلشنِ اسلام ۶۰ آبادگرِ کعبہ، حق کا شکنِ اصنام
آتی تھی کسے وحی الٰہی سحر و شام جو نامِ خدا سے ہے، بہم کس کا ہے وہ نام
جبریلِ امیں ہمدم و ہمراز ہے کس کا
قرآں جسے کہتے ہو وہ اعجاز ہے کس کا

برپا عَلَمِ نظم و نسق کردیا کس نے ۶۱ عالم کو سوئے کعبۂ حق کردیا کس نے
رنگِ رخِ کفار کو فق کردیا کس نے ہاں بدر کو انگشت سے شق کردیا کس نے
لب ہل گئے جب نخلِ دعا میں ثمر آیا
انگشتِ شہادت کو اٹھاکر شجر آیا

بخشا کسے اللہ نے معراج کا پایا ۶۲ سو مُردوں کو عیسیٰ کی طرح کس نے جلایا
پڑتا تھا نہ اس خاک پر کس شخص کا سایا بدر کس کا ہے وہ سورۂ کوثر جسے آیا
کس رُخ کو تجلّی صفتِ بدر عطا کی
دنیا میں کسے حق نے شبِ قدر عطا کی

سب بولے کہ اس بات سے واقف ہے زمانا ۶۳ لاریب ہیں محبوبِ خدا آپ کے نانا
روشن ہے شبِ ماہ سے معراج کا جانا کافر ہے وہ اس بات کو جس نے نہیں مانا
وہ قبلۂ دیں، باعثِ ایجادِ فلک ہے
آپ ان کے نواسے ہیں، کچھ اس میں نہیں شک ہے

شبیرؑ نے فرمایا کہ وہ کس کی ہے مادر ۶۴ قرآں میں جسے حق نے کہا طاہر و اطہر
دنیا کا شرف، زینتِ دیں، عرش کا زیور خاتونِ جہاں، نورِ خدا، بنتِ پیمبرؐ
بھیجی ہے انھیں چادرِ تطہیر خدا نے
امت کے گنہ ڈھانپ دیے جن کی ردا نے

کہنے لگے بے شرم کہ اے خاصۂ قیوم ۶۵ وہ آپ کی مادر ہیں یہ کس کو نہیں معلوم
سب جانتے ہیں ساکنِ شام و عرب و روم وہ سیدہ معصوم ہے، اور آپ بھی معصوم
زہراؑ کا پدر فخرِ رسولانِ سلف ہے
حوّا کا نہ رتبہ ہے نہ مریمؑ کا شرف ہے

اُس حجتِ باری نے یہ فرمایا پھر اک بار ۶۶ مَن بعد نبی کون ہے؟ کونین کا سردار
کس کا ہے لقب شیرِ خدا حیدرِ کرّار؟ اللہ نے بھیجی ہے کسے عرش سے تلوار؟
ہر جنگ میں کفّار پہ ور کون رہا ہے؟
محبوبِ الٰہی کی سپر کون رہا ہے؟

آباد ہوئی کس کی رعایت سے رعایا؟ ۶۷ کس شاہ نے دین داروں کی بستی کو دکھایا؟
کس کے لیے اکملتُ لکم دینکم آیا؟ اتممتُ علیکم کا ملا ہے کسے پایا؟
یکتائے جہاں کون ہے جرأت میں سخا میں؟
دو حصّے ہے قرآنِ خدا، کس کی ثنا میں

وہ کون ہے اللہ و نبیؐ کو جو ہے پیارا؟ ۶۸ جو عرش کی زینت ہے وہ ہے کون ستارا؟
ہے انفسنا انفسکم کس سے اشارا؟ اللہ نے کس گھر میں ستارے کو اُتارا؟
اعلیٰ کے فرمایا علیؑ کس کو کہا ہے؟
اللہ نے قرآں میں ولی کس کو کہا ہے؟

طاعت سے جو افضل ہے اطاعت ہے وہ کس کی؟ ۶۹ پوچھے گا خدا جس کو محبت ہے وہ کس کی؟
پہونچاوے جو کوثر پہ رفاقت ہے وہ کس کی؟ جو اجرِ رسالت ہے، مودت ہے وہ کس کی؟
انصاف کا اس وقت طلب گار ہوں تم سے
ہے کون مرادِ آیۂ لا اسئلکم سے

جو والیٔ کونین ہے، وہ کون ولی ہے؟ ۷۰ قرآں میں کس کے لیے وہ نصِ جلی ہے؟
وہ کون ہے، جو شاہِ امامِ ازلی ہے؟ سب نے کہا، برحق، وہ علیؑ ہے وہ علیؑ ہے
برعکس ہیں جو لوگ وہی بانیٔ شر ہیں
سب پر ہے یہ آئینہ کہ آپ اُن کے پسر ہیں

گردوں کی طرف دیکھ کے بولے شہِ بے کس ۷۱ کافی ہے شہادت کو تری ذاتِ مقدس
یا رب مجھے ان سے کوئی حجت نہ رہی بس کرتے ہیں ستم دیدہ و دانستہ یہ ناکس
دکھ کون سا اور کون سی ایذا نہیں دیتے
مہمان ہوں اور پانی کا قطرہ نہیں دیتے

جاہل نہیں سب ہیں مرے رتبے کے شناسا ۲، خود اس کے مقر ہیں، کہ نبی کا ہوں نواسا
اس نہر سے پانی نہیں دیتے ہیں ذرا سا شاہد تجھے کرتا ہوں کہ دو دن سے ہوں پیاسا
ٹکڑے ہو بدن یا تہ شمشیر گلا ہو
اس سب کے عوض حشر میں شیعوں کا بھلا ہو

سن کر یہ سخن رونے لگے فوج کے بے پیر ۳، مظلوم کی فریاد نے کی، سنگ میں تاثیر
بولا پسر سعد کہ یا حضرت شبیر تنہا ہوئے اب کیوں نہ کرو، عجز کی تقریر
میداں سے ہٹاتے نہیں اس فوج گراں کو
ایسا ہے مرا رعب کہ لکنت ہے زباں کو

اس عجز کو مانے گا نہ یہ لشکر سفاک ۴، پھر کیا کریں گر ہو پسر سید لولاک
سو مل گئے ہیں خاک میں ایسے گہر پاک حاکم ہیں کہ ہے دود ہمارا تہ افلاک
ڈرتے نہیں گر شکوہ بے داد کرو گے
کیا ہوگا جو اللہ سے فریاد کرو گے

عباسؑ سے کہہ دو کہ مدد کرنے کو آئیں ۵، جعفرؑ کے پسر جوہر شمشیر دکھائیں
قاسمؑ ہیں کدھر خون کے دریا جو بہائیں اکبرؑ سے کہو جنگ کریں، برچھیاں کھائیں
اب آپ کی جرأت کا بھی وہ طور نہیں ہے
شاید کوئی زینبؑ کا پسر اور نہیں ہے

بے درد نے چھڑکا جو نمک زخم جگر پر ۶، طاری ہوا غصہ شہ مرداں کے پسر پر
سرخی سی نظر آنے لگی دیدۂ تر پر کی تیز نظر قبضۂ شمشیر دو سر پر
شہ کی نظر غیظ نہ تھی قہر خدا تھا
شمشیر یداللہ جدا میان جدا تھا

خود تیغ علیؑ شاہ کے اعجاز سے نکلی ،، فریاد دل فوج دغا باز سے نکلی
کس شان و تجمل سے کس انداز سے نکلی پریوں کے بھی ہوش اُڑ گئے اس ناز سے نکلی
فانوس سے خود شمع تجلی نکل آئی
محمل سے تڑپتی ہوئی لیلی نکل آئی

تھیں تیغ کی دونوں جو زبانیں شرر افشاں ۷۸ موسیٰ کا عصا کہتا تھا کوئی، کوئی ثعباں
غل چار طرف تھا کہ زہے قدرتِ یزداں ہیں ایک جگہ دو مہِ نو، دست و گریباں
شہبازِ اجل بازوؤں کو تولے ہوئے ہے
پَر اوجِ سعادت کے ہما کھولے ہوئے ہے

نعرہ کیا ہاں اے پسرِ سعد جفا کار ۷۹ لے دیکھ تو، ان کانپتے ہاتھوں کا کوئی وار
ہر چند کہ ہے عجز ہی بندے کو سزاوار مجبور نہیں، لختِ دلِ احمدِ مختار
شاید مرا رتبہ تجھے معلوم نہیں ہے
وہ کون سی شے ہے کہ جو محکوم نہیں ہے

حاکم ہوں میں، سب خلقِ خدا ہے مرے تابع ۸۰ میں بابِ اجابت ہوں، دعا ہے مرے تابع
مختارِ قدر ہوں میں، قضا ہے مرے تابع آتش مری محکوم، ہوا ہے مرے تابع
قبضہ ہے مرا خاک کے ہر گنجِ نہاں پر
جاری ہے مرا حکم رواں، آبِ رواں پر

آتش کو جو دوں حکم ابھی سب کو جلا دے ۸۱ ہستی کے چراغوں کو ہوا دم میں بجھا دے
پانی کا یہ طوفاں ہو کہ عالم کو ڈبا دے ہل ہل کے زمیں خاک زمانے کی اڑا دے
ہستی ہو نہ پستی نہ مکیں ہوں نہ مکاں ہوں
آثارِ اذا زلزلتِ الارض عیاں ہوں

نے رنج ہے کچھ بیم، نہ دہشت ہے بلا سے ۸۲ مضطر ہوں نہ دکھ سے، نہ ستم سے، نہ بلا سے
خائف ہوں نہ جن سے، نہ بشر سے، نہ قضا سے ہاں ایک جو ڈرتا ہوں، تو ڈرتا ہوں خدا سے
کیا غم ہے اگر لاکھ سواروں کے پرے ہیں
روباہ کے لشکر سے کہیں شیر ڈرے ہیں

تو کیا ہے، ترا رعب ہے کیا، او سگِ ناپاک ۸۳ میں بیشۂ حیدر کا ہوں اک شیرِ غضبناک
اُف کر دوں تو جل کر ترا لشکر ہو یہ سب خاک مشتاقِ اجل ہوں، مجھے مرنے سے نہیں باک
باتوں میں کروں بند، فصیحانِ جہاں کو
[illegible] ہے لکنت سے مری خشک زباں کو

نازاں نہ ہو اے بانیٔ ظلم و ستم و جور ۸۴ مٹ جاتا ہے اک گردشِ افلاک میں یہ دور
تو آج جو حاکم ہے تو کل ہوگا کوئی اور کیا ہو گئی کر، دولتِ قاروں پہ ذرا غور
نمرود نہیں، حشمتِ ضحاک نہیں ہے
ڈھونڈھو جو خزانے میں تو اب خاک نہیں ہے

قیصر کا وہ افسر ہے نہ وہ تاجِ کیانؑ ہے ۸۵ نے قصرِ خورنق کا مکیں ہے نہ مکاں ہے
آئینہ سپۓ روئے سکندر نگراں ہے چینی کی صدا یہ ہے کہ فغفور کہاں ہے
ٹھکرا کے جو چلتا ہے ہر اک راہ گذر میں
سو بال شکستوں سے ہیں واں کاسۂ سر میں

جامِ سرِ جمشید تہِ خاک ہے واژوں ۸۶ کاؤس کی دولت ہے نہ گنجینۂ قاروں
نے تاج قباد آج ہے نے تخت فریدوں دارا ہے نہ پرویز نہ خسرو ہے نہ گلگوں
دانا تھے پہ کس طرح پھنسے دامِ اجل میں
گھر وحشیوں کے بن گئے کسریٰ کے محل میں

مشہور ہے فرعونیوں کے غرق کا احوال ۸۷ شداد کو کس طرح کیا مال نے پامال
وہ باغ کہ زر جس پہ کیا صرف مہ و سال دیکھا بھی نہ اس کو کہ اجل آگئی دنبال
ٹوٹا ہے وہ گلشن کہ نہ پھل پائے گا ظالم
اب تو بھی جہنم میں یونہی جائے گا ظالم

کیا غم مجھے عباسؑ علمدار نہیں گر ۸۸ چاہوں تو مدد کرنے کو آئیں ابھی حیدرؑ
بہتر ہوا اس راہ میں گر مر گئے اکبرؑ خود سینہ سپر ہونے کو حاضر ہیں پیمبرؐ
جعفرؑ بھی شریکِ الم و یاس ہیں میرے
تو دور نہ جان ان کو، یہ سب پاس ہیں میرے

پہچان تو میں کون ہوں او جاہلِ مطلق ۸۹ انگلی سے قمر کو مرے نانا نے کیا شق
نفریں کروں میں گر تو اٹھے خلق سے رونق جلتے سے زمیں کی، برکت طلب کرے حق
فریاد جو میرے دلِ صد چاک سے نکلے
تا حشر نہ دانہ کبھی اس خاک سے نکلے

فرماکے یہ جلوہ دیا تیغِ دوزباں کو ۹۰ عبرت ہوئی بجلی کے چمکنے سے جہاں کو
ہر نیزے نے اونچا کیا انگشتِ اماں کو خود چھوڑ دیا سہم کے تیروں نے کماں کو
چڑھ سکتا ہے دنیا میں کوئی شیروں کے منہ پر
تیزی نہ رہی خوف سے شمشیروں کے منہ پر

اس شان سے لشکر پہ امامِ امم آئے ۹۱ جیسے صفِ آہو پہ ہزبرِ اجم آئے
اتنا تو پکارے کہ خبردار ہم آئے اک دم میں ستمگر تہِ تیغِ دودم آئے
پل بندھ گئے لاشوں کے نہ اک پل ہوئی آخر
ثابت نہ ہوا کب صفِ اوّل ہوئی آخر

جب تیغِ علی قبلۂ عالم نے علم کی ۹۲ اک برق سی میدانِ بلاخیز میں چمکی
اللہ ری بُرّش سیفِ شہنشاہِ اُمم کی اعدا کو نظر آنے لگی، راہ عدم کی
گلرنگ لہو سے جو ہر اک جسم شفق تھا
تھی دوپہر اور دامنِ صحرا شفقی تھا

شمشیرِ یداللہ نے نئی چال دکھائی ۹۳ سرداروں کی صف فوج کو پامال دکھائی
ہر بار چمک برق کی تمثال دکھائی سب خون سے مقتل کی زمیں لال دکھائی
جل جل کے بدن ناریوں کے سرد ہوئے تھے
ڈر ڈر کے سیہ کاروں کے منہ زرد ہوئے تھے

کٹ کٹ کے صفیں خاک پہ بے جاں نظر آئیں ۹۴ جو برچھیاں یاں جمع تھیں، وہ واں نظر آئیں
بے چلّہ کمانیں، سرِ میداں نظر آئیں ساری سپریں، خون سے افشاں نظر آئیں
چلّاتے تھے وہ ہوش نہ تھا، خوف سے جن کو
فریاد کہ شب خون گرا، فوج پہ دن کو

خالی نہ کوئی وار گیا تیغِ دوسر کا ۹۵ ہاتھ اُڑ گئے گر پاؤں بچا کر کوئی سرکا
سینہ جو بچا اس سے کسی بانیِ شر کا تھی عقدہ کشا کھول دیا بند کمر کا
تیغ اس نے، سپر اس نے، زرہ اس نے نہ چھوڑی
بس انگلیوں میں ایک گرہ اس نے نہ چھوڑی

رہ رہ کے چمکتی تھی جو شمشیرِ قضا دم ۹۶ غُل ہوتا تھا پریوں میں کہ یا حافظِ عالم
فوجیں تھی بنی جاں کی سب درہم و برہم مضطر تھے فلک کانپتا تھا عرشِ معظم
جب برق چمکتی تھی سرک جاتے تھے جبرئیل
یا شیرِ خدا کہہ کے جھک جاتے تھے جبرئیل

ناگاہ محمد کی صدا آئی کہ شبیرؑ ۹۷ اب عصر کا ہے وقت کرو میان میں شمشیر
یہ سُنتے ہی بس تھم گیا وہ تابعِ تقدیر تلوار کا تھمنا تھا کہ چھاتی پہ لگا تیر
تھا دھیان غلاموں کا جو اُس خاصۂ حق کو
بس روکا خود اُلٹے ہوئے دنیا کے ورق کو

حضرت پہ جھکے اہلِ ستم چار طرف سے ۹۸ نیزے ہوئے بیکس پہ عَلَم چار طرف سے
پڑنے لگی شمشیر دو دم چار طرف سے بس گھر گیا اک کشتۂ غم چار طرف سے
تر خون میں سر تا بقدم ہو گئے شبیرؑ
برچھی جو لگی پشت پہ خم ہو گئے شبیرؑ

جھکنا تھا کہ تیغوں کے برابر سے چلے وار ۹۹ قدموں سے رکابیں بھی جدا ہو گئیں اک بار
جب گرنے لگا خاک پہ وہ بیکس و ناچار زہراؑ کی صدا آئی کہ یا حیدرِ کرار
گھیرا ہے لعینوں نے اکیلا اُسے پا کر
گرتا ہے مرا لال، مدد کیجئے آ کر

گھوڑے نے جو دیکھا کہ سنبھلتے نہیں سرور ۱۰۰ بس بیٹھ گیا ٹیک کے گھٹنوں کو زمیں پر
زخموں سے جو تھا چور تنِ سبطِ پیمبرؐ غش ہو گئے رہوار سے ریتی پہ اُتر کر
افراطِ جراحت سے بدن رشکِ چمن تھا
سب فوج کے حربے تھے اور اک شاہ کا تن تھا

دس سو تو کماندار تھے اک سینۂ شبیرؑ ۱۰۱ برچھی کا جہاں زخم تھا لگتا تھا وہیں تیر
یا شاہِ نجف کہتے تھے جب پڑتی تھی شمشیر چلاتی تھی دروازے سے یہ زینبِؑ دلگیر
تم کھاتے ہو تلواریں، موئی جاتی ہوں بھائی
اب سینہ سپر ہونے کو، میں آتی ہوں بھائی

۱۰۲ اس وقت بھی تو شہ ہاتھ سے کرتے تھے اشارا ہٹ جاؤ بہن، گھر سے نکلیو نہ خدارا
رتبہ ہے فزوں، مریمؑ و حوا سے تمھارا دم تن میں ہے جب تک نہیں یہ مجھ کو گوارا
للہ نہ اس دم تنِ صد پاش پہ آنا
سر تن سے اُتر لے تو مری لاش پہ آنا

۱۰۳ تھی رانڈوں میں ڈیوڑھی پہ عجب گریہ و زاری سر کھولے ہوئے روتی تھیں واں بیبیاں ساری
کہتی تھی سکینہؑ کہ پھوپھی جان میں واری مجھ کو تو دکھا دو مرے بابا کی سواری
ہاں چھوڑ کے ہم سب کو چلے جائیں گے بابا
کیوں رودق ہو گیا گھر میں نہ اب آئیں گے بابا

۱۰۴ ڈیوڑھی سے ہٹو، تن سے نکلتا ہے مرا دم میں جاؤں وہاں رن میں جہاں ہیں شہِ عالم
کہتی تھی اسے تھامے ہوئے زینبؑ پُرغم اصغرؑ کی طرح تیر نہ ماریں تمھیں اظلم
واں چلتی ہے تلوار، کہاں جاؤ گی بی بی
بابا کو بس اب حشر کے دن پاؤ گی بی بی

۱۰۵ ناموسِ نبیؐ میں تو قیامت یہ تھی برپا سر کھولے ہوئے بیٹھی تھی دخترِ زہراؑ
راوی نے یہ لکھا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کیا روتا ہوا اک طفلِ حسیںؑ خیمے سے نکلا
آنکھیں کہیں آہو کی بھی آنکھوں سے بڑی تھیں
منہ چاند سا تھا، ہنسلیاں گردن میں پڑی تھیں

۱۰۶ چہرے پہ بھلی لگتی تھی کیا زلفِ مسلسل ظاہر تھا کہ گھیرے ہوئے ہے چاند کو بادل
تحت الطوق گلو رشکِ ہلالِ شبِ اوّل ہاتھوں میں کڑے کان میں دُر سینے پہ ہیکل
کرتے کا عجب رنگ تھا اُس گل سے بدن پر
معلوم یہ ہوتا تھا کہ شبنم ہے چمن پر

۱۰۷ ماں ڈیوڑھی کے پردے کو اٹھا کر یہ پکاری میں بھی نکل آتی ہوں کہاں جاتے ہو واری
پھر آؤ کہ بے تاب ہوں میں درد کی ماری بیوہ ہوں، کرو رحم غریبی پہ ہماری
کہنا مرا مانو، نہ ارادہ کرو رن کا
میں واسطہ دیتی ہوں تمھیں روحِ حسنؑ کا

وہ کہتا تھا اماں ہمیں قسمیں نہ دلاؤ ۱۰۸ ہم گھر میں نہ اب آئیں گے تم خیمے میں جاؤ
قاسم کی طرح داغ ہمارا بھی اُٹھاؤ ماں کہتی تھی اک بات تو سُن لو اِدھر آؤ
لاکھوں میں کہاں جاتے ہو اس آن اکیلے
وہ کہتا تھا، ہیں میرے چچا جان اکیلے

میداں میں چچا قتل ہوں، ہم خیمے میں آئیں ۱۰۹ جیتے رہیں بعد ان کے، تو منہ کس کو دکھائیں
ہم سایہ میں ہوں، دھوپ میں وہ برچھیاں کھائیں تیغوں میں نہ عمّو کی سپر ہونے کو جائیں
بس صبر کرو قید ہوں کیا خیمے میں آ کے
فردوس میں اب جاویں گے ہمراہ چچا کے

چلّاتی تھی رو رو کے یہ بیوۂ جگر افگار ۱۱۰ صدقے میں ارادے کے ترے اے مرے دلدار
کس طرح لڑو گے نہ سپر پاس نہ تلوار پھر آ، ترا سن جنگ کے قابل نہیں زنہار
وہ کہتا تھا قربانِ شہنشاہِ اُمم ہیں
کیا ہم علی اصغرؑ سے بھی کچھ عمر میں کم ہیں

دروازے پہ خیمے کے تڑپتی رہی مادر ۱۱۱ جنگاہ میں جا پہونچا، وہ لختِ دلِ شبّرؑ
بند آنکھیں تھیں، اور جھومتے تھے سبطِ پیمبرؐ لپٹا پسرِ فاطمہؑ زہرا سے وہ دلبر
کہتا تھا کہ سب خوں سے بدن لال ہُوا ہے
اے میرے چچا جان یہ کیا حال ہُوا ہے؟

میں تھامے ہوں یاشاہ، ذرا غش سے سنبھلیے ۱۱۲ کیوں آپ جھکے جاتے ہیں، زانو کو بدلیے
زخموں کا لہو چہرۂ انور پہ نہ ملیے سر ننگے نکلتی ہیں پھوپھی، خیمے میں چلیے
سب روتے ہیں اس وقت نہیں ہوش کسی کو
پیٹتی ہیں یہ سینہ، کہ غش آیا ہے چچی کو

فرمانے لگے کھول کے آنکھیں شہِ ذی جاہ ۱۱۳ کیوں گھر سے نکل آئے، یہ کیا تم نے کیا آہ
ان تیغوں سے اے لال بچائے تمھیں اللہ لو خیمے میں اب جاؤ کہ عمّو ہے سرِ راہ
کٹتا ہے گلا تیغِ ستم سے کوئی دم میں
گھر میں تمھیں لے چلنے کی طاقت نہیں ہم میں

یہ کہتے تھے حضرت کہ بڑھا ایک جفاکار ۱۱۴ چاہا کہ قریب آن کے حضرت پہ کرے وار
ہاتھ اُس نے سرِ شہ پہ سپر کر دیے یکبار بچے کے کہاں ہاتھ، کہاں ظلم کی تلوار
ریتی پہ وہ ننھے سے گرے، ہاتھ جو کٹ کر
غش ہو گیا، شپیرؑ کی گردن سے لپٹ کر

گودی میں اُسے لے کے پکارے، شہِ دلگیر ۱۱۵ صدقے ترے اِن دونوں کٹے ہاتھوں کے شپیرؑ
گودی میں تڑپتا تھا کہ گردن میں لگا تیر چلّایا کہ قربانِ علی اصغرِ بے شیر
لپٹا جو تڑپ کر وہ شہِ تشنہ گلو سے
تر ہو گئیں سب ہنسلیاں گردن کے لہو سے

منہ زرد ہوا جان نکلنے لگی تن سے ۱۱۶ خوں ہچکیوں کے ساتھ، اُگلتا تھا دہن سے
جس وقت سفر کر گیا ہستی کے چمن سے رونے کی صدا آنے لگی قبرِ حسنؑ سے
فردوس سے زہراؑ بصد افغاں نکل آئی
خیمے سے اِدھر خاک بسر ماں نکل آئی

بیٹھے تھے سوئے قبلہ دو زانو شہِ بے پر ۱۱۷ جھکتے تھے کبھی غش میں اُٹھاتے تھے کبھی سر
تھے زندہ ابھی، کہ لگا تیر دہن پر یاقوت بنے ڈوب کے خوں میں لبِ اطہر
پہ آیا لہو تا بہ زنخدانِ مبارک
ٹھنڈے ہوئے وہ گوہرِ دندانِ مبارک

نیزے کا بن وہب نے پہلو پہ کیا وار ۱۱۸ کاندھے پہ چلی ساتھ زرارہ کی بھی تلوار
ناوک بن کابل کا کلیجے کے ہوا پار بازو میں در آیا تبر خولیِ خونخوار
تلوار سے وقفہ نہ ملا چند نفس کا
دم رُک گیا، نیزہ جو لگا ابنِ انس کا

لکھا ہے کہ جب مر گیا لختِ دلِ شبیرؑ ۱۱۹ بارہ ستم ایجاد بڑھے کھینچ کے خنجر
اک سیدہ نکلی در خیمے سے کھلے سر مقنع تھا، نہ برقع تھا، نہ موزے تھے نہ چادر
چلّائے لعیں خوف سے ہاتھ آنکھوں پہ دھر کے
لو فاطمہؑ آتی ہیں، بچانے کو پسر کے

اُس بھیڑ میں آکر، وہ ضعیفہ یہ پکاری ۱۲۰ اے سبطِ نبیؐ، ابنِ علیؑ، عاشقِ باری
گھوڑا تو ہے کوتل، کدھر اُتری ہے سواری بھیّا بہن آئی ہے، زیارت کو تمھاری
مرجاؤں گی، حضرت کو جو پانے کی نہیں میں
بے آپ کے دیکھے ہوئے جانے کی نہیں میں

اُس وقت شہِ دین نے سُنی نالۂ خواہر ۱۲۱ جس وقت کہ تھا، حلقِ مبارک پہ خنجر
فرمایا اشارے سے کہ اے شمرِ ستمگر زینبؑ نکل آئی ہے، ٹھہر جا ابھی دم بھر
آخر تو سفر ہوتا ہے، اِس دارِ محن سے
دو باتیں تو کر لینے دے بھائی کو بہن سے

منہ پھیر لیا شمر نے، خنجر کو ہٹا کے ۱۲۲ دی شہ نے یہ زینبؑ کو صدا اشک بہا کے
تڑپاتی ہو بھائی کو بہن، بلوے میں آکے دیکھو گی کسے، ہم تو ہیں پنجے میں قضا کے
اُٹھ سکتے نہیں، جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
گھبراؤ نہ امّاں مرے پہلو میں کھڑی ہیں

دوڑی یہ صدا سُن کے، یداللہ کی جائی ۱۲۳ چلّائی کہ دیدار تو میں دیکھ لوں بھائی
پر ہائے بہن، بھائی تلک آنے نہ پائی یاں ہو گئی سیّد کے سر و تن میں جدائی
قاتل کو، نہ گردن کو، نہ شمشیر کو دیکھا
پہونچی تو سناں پر سرِ شبّیرؑ کو دیکھا

سر دیکھ کے بھائی کا وہ بے کس یہ پکاری ۱۲۴ دکھ پائی بہن آپ کی مظلومی کے واری
خنجر سے یہ گردن کی رگیں کٹ گئیں ساری تم مر گئے پوچھے گا خبر کون ہماری
آفت میں پھنسی آل، رسولِ عربی کی
اب جائیں کہاں بیٹیاں زہراؑ و علیؑ کی

بھیّا مرا کوئی نہیں، تم خوب ہو آگاہ ۱۲۵ احمدؐ ہیں، نہ زہراؑ، نہ حسنؑ ہیں، نہ یداللہ
ڈھارس تھی بڑی آپ کی، اے سرورِ ذی جاہ چھوڑا مجھے جنگل میں، یہ کیا قہر کیا آہ
چلتے ہوئے کچھ مجھ سے نہ فرما گئے بھائی
بہنا کو نجف تک بھی نہ پہونچا گئے بھائی

اے میرے شہید، اے مرے ماں جائے، برادر ۱۲۶ کس سے ترا لاشہ بہن اٹھوائے، برادر
کس طرح مرے دل کو قرار آئے، برادر پانی بھی نہ قاتل نے دیا، ہائے برادر
انساں پہ ستم یوں کبھی انساں نہیں کرتا
حیواں کو بھی پیاسا، کوئی بے جاں نہیں کرتا

خاموش انیسؔ اب کہ ہے دل سینے میں بے چین ۱۲۷ لکھے نہیں جاتے ہیں جو زینبؑ نے کیے بین
اب حق سے دعا مانگ کہ اے خالقِ کونین حاسد ہیں بہت، دل کو عطا کر مرے تو چین
ناحق ہے عداوت انھیں اس ہیچمداں سے
بے تیغ کٹے جاتے ہیں شمشیرِ زباں سے

١٦

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے ۱ جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہِ گردوں رکاب نے مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اُس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اُٹھو فریضۂ سحری کو ادا کرو

ہاں غازیو! یہ دن ہے جدال و قتال کا ۲ یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا
چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہراؑ کے لال کا گذری شبِ فراق دن آیا وصال کا
ہم وہ ہیں غم کریں گے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

یہ صبح ہے وہ صبحِ مبارک ہے جس کی شام ۳ یاں سے ہُوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام لکھے خدا نماز گزاروں میں سب کے نامؑ
سب ہیں وحیدِ عصر یہ غُل چار سو اُٹھے
دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

یہ سُن کے بستروں سے اٹھے وہ خدا شناس ۴ اک اک نے زیبِ جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوں میں کیے سب نے بے ہراس باندھے عمامے آئے امامِ زماں کے پاس
رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکھے لبوں پہ حمدِ الٰہی رخوں پہ نور ۵ خوف و ہراس رنج و کدورت دلوں سے دُور
فیاض حق شناس اولوالعزم ذی شعور خوش فکر و بذلہ سنج و ہنر پرور و غیور
کانوں کو حُسنِ صوت سے حظ برملا ملے
باتوں میں وہ نمک کہ دلوں کو مزا ملے

عزت، بُردبار، فلک مرتبت، دلیر ۶ عالی منش، سبا میں سلیماں، وغا میں شیر
گردن بہ آن کی زبردستیوں سے زیر فاقے سے تین دن کے مگر زندگی سے سیر

دنیا کو ہیچ پوچ سراپا سمجھتے ہیں
دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے ہیں

تقریر میں وہ رمز کنایہ کہ لاجواب ۷ نکتہ بھی منہ سے گر کوئی نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتابِ بلاغت کا ایک باب سوکھی زبانیں شہدِ فصاحت سے کامیاب

لہجوں پہ شاعرانِ عرب تھے مرے ہوئے
پستے لبوں کے وہ کہ نمک سے بھرے ہوئے

سب پر ہنسی گلوں سے زیادہ شگفتہ رو ۸ پیدا تنوں سے پیرہنِ یوسفی کی بو
غلماں کے دل میں ان کی غلامی کی آرزو پرہیزگار و زاہد و ابرار و نیک خو

جوہر ہیں اپنے اصل صدف میں گہر نہیں
مردوں کا قول تھا کہ ملک ہیں بشر نہیں

پانی نہ تھا وضو جو کریں وہ فلک مآب ۹ پر تھی رخوں پہ خاکِ تیمم سے طرفہ آب
باریک ابر میں نظر آتے تھے آفتاب ہوتے ہیں خاکسار غلامِ ابوتراب

مہتاب سے رخوں کی صفا اور ہو گئی
مٹی سے آئنوں میں جلا اور ہو گئی

خیمے سے نکلے شہ کے عزیزانِ خوش خصال ۱۰ جن میں کئی تھے حضرتِ خیرالنسا کے لال
قاسم سا گلبدن، علی اکبر سا خوش جمال اک جا عقیل و مسلم و جعفر کے نونہال

سب کے رخوں کا نور سپہرِ بریں پہ تھا
اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمیں پہ تھا

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور ۱۱ دیکھے تو غش کرے ارنی گوئے اوجِ طور
پیدا گلوں سے قدرتِ اللہ کا ظہور وہ جابجا درختوں پہ تسبیح خوانِ طیور

گلشن خجل تھے وادیٔ مینو اساس سے
جنگل تھا سب بسا ہوا پھولوں کی باس سے

ٹھنڈی ہوا میں سبزۂ صحرا کی وہ لہک ۱۲ شرمائے جس سے اطلسِ زنگاریِ فلک
وہ جھومنا درختوں کا پھولوں کی وہ مہک ہر برگِ گل پہ قطرۂ شبنم کی وہ جھلک

ہیرے خجل تھے گوہرِ یکتا نثار تھے
پتّے بھی ہر شجر کے جواہر نگار تھے

قربان صنعتِ قلمِ آفرید گار ۱۳ تھی ہر ورق پہ صنعتِ ترصیع آشکار
عاجز ہے فکرتِ شعرائے ہنر شعار ان صنعتوں کو پائے کہاں عقلِ سادہ کار

عالم تھا محوِ قدرتِ ربِّ عباد پر
مینا کیا تھا وادیِ مینو سواد پر

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا ۱۴ درّاج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا سردی جگر کو بخشتی تھی صبح کی ہوا

پھولوں سے سبز سبز شجر سرخ پوش تھے
تھالے بھی نخل کے سبدِ گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے وہ سبزہ زار ۱۵ پھولوں پہ جابجا وہ گہر ہائے آبدار
اُٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا بار بار بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل ہزار

خواہاں تھے زہرِ گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم ۱۶ کوکو کا شور نالۂ حق سرہ[۲۳] کی دھوم
سبحانَ[۲۲] ربّنا کی صدا تھی علی العموم جاری تھے وہ جو اُن کی عبادت کے تھے رسوم

کچھ گل فقط نہ کرتے تھے ربِّ علا کی حمد
ہر خار کو بھی نوکِ زباں تھی خدا کی حمد

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے یہ کہتی تھی بار بار ۱۷ اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار تہلیل تھی کہیں کہیں تسبیحِ کردگار

طائر ہوا میں محو ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

کانٹوں میں اِک طرف تھے ریاضِ نبیؐ کے پھول ۱۸ خوشبو سے جن کی خُلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب و زینتِ کاشانۂ بتولؑ وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسولؐ
ماہِ عزا کے عشرۂ اوّل میں کٹ[28] گیا
وہ باغیوں کے ہاتھ سے جنگل میں کٹ گیا

اللہ رے خزاں کے دن اس باغ کی بہار ۱۹ پھولے سماتے تھے نہ محمدؐ کے گلِ عذار
دولھا بنے ہوئے تھے اجل تھی گلوں کا ہار جاگے وہ ساری رات کے، وہ نیند کا خُمار
راہیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مُسکرا کے پھولوں کی کلیاں بکھر[29] گئیں

وہ دشت اور خیمۂ زنگارگوں کی شان ۲۰ گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسمان
بے چوبہ سپہرِ بریں جس کا سائبان بیت[30] العتیق، دین کا مدینہ جہاں کی جان
اللہ کے حبیب کے پیارے اسی میں تھے
سب عرشِ کبریا کے ستارے اسی میں تھے

گردوں پہ ناز کرتی تھی اس دشت کی زمیں ۲۱ کہتا تھا آسمانِ دہم چرخ[31] ہفتمیں
پردے تھے رشک پردۂ چشمانِ حورعیں تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں[32] جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبحِ[33] گلِ آفتاب پر

ناگاہ چرخ پر خطِ[34] ابیض ہوا عیاں ۲۲ تشریف جانماز پہ لائے شہِ زماں
سجادے بچھ گئے عقبِ شاہِ انس و جاں صوتِ حسن سے اکبرِ مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسولؐ کی کانوں میں آ گئی

چُپ تھے طیور جھومتے تھے وجد میں شجر ۲۳ تسبیح خواں تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر
محوِ ثنا کلوخ[35] و نباتات و دشت و در پانی سے منھ نکالے تھے دریا کے جانور
اعجاز تھا کہ دلبرِ شبیر کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموسِ شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار ۲۴ چپکی کھڑی تھی صحن میں بانوئے نامدار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار صدقے نمازیوں کے مؤذن کے میں نثار
کرتے ہیں یوں ثنا و صفت ذوالجلال کی
لوگو اذاں سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حسنِ صوت اور یہ قرأت یہ شد و مد ۲۵ حقا کہ افصح الفصحا ہے انھیں کا جد
گویا ہے لحن حضرتِ داؤد باخرد یارب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد
شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں

میری طرف سے کوئی بلائیں تو لینے جائے ۲۶ عین الکمال سے تجھے بچے خدا بچائے
وہ لوذعی کہ جس کی طلاقت دلوں کو بھائے دو دو دن ایک بوند بھی پانی کی نہ پائے
غربت میں پڑ گئی ہے مصیبت حسینؑ پر
فاقہ یہ تیسرا ہے مرے نورِ عین پر

صف میں ہوا جو نعرۂ قد قامت الصلوٰۃ ۲۷ قائم ہوئی نماز اٹھے شاہِ کائنات
وہ نور کی صفیں وہ مصلی ملک صفات قدموں سے جن کے ملتی تھی آنکھیں رہِ نجات
جلوہ تھا تا بہ عرشِ معلیٰ حسینؑ کا
مصحف کی لوح تھی کہ مصلیٰ حسینؑ کا

قرآں کھلا ہوا کہ جماعت کی تھی نماز ۲۸ بسم اللہ جیسے آگے ہو یوں تھے شہ حجاز
سطریں تھیں یا صفیں عقبِ شاہِ سرفراز کرتی تھی خود نماز بھی ان کی ادا پہ ناز
صدقے سحر بیاض پہ بین السطور کی
سب آیتیں تھیں مصحفِ ناطق کے نور کی

باہم مکبّروں کی صدائیں وہ دل پسند ۲۹ کرّوبیانِ عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دو چند خوفِ خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند
خم گردنیں تھیں سب کی خضوع اور خشوع میں
سجدوں میں چاند تھے مہِ نو تھے رکوع میں

اک صف میں سب محمدؐ و حیدرؑ کے رشتہ دار ۲۰ اٹھارہ نوجواں تھے اگر کیجیے شمار
پر سب جگر فگار، حق آگاہ، خاکسار پیرو امام پاک کے، دانائے روزگار
تسبیح ہر طرف تہ افلاک انھیں کی ہے
جس پر درود پڑھتے ہیں یہ خاک انھیں کی ہے

دنیا سے اٹھ گیا وہ قیام اور وہ قعود ۲۱ ان کے لیے تھی بندگیِ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود طاعت میں نیست جانتے تھے اپنی ہست و بود
طاقت نہ چلنے پھرنے کی تھی ہاتھ پاؤں میں
گر گر کے سجدے کر گئے تیغوں کی چھاؤں میں

ہاتھ ان کے جب قنوت میں اٹھے سوئے خدا ۲۲ خود ہو گئے فلک پہ اجابت کے باب وا
تھرائے آسماں، ہلا عرشِ کبریا شہپر تھے دونوں ہاتھ پئے طائرِ دعا
وہ خاکسار محوِ تضرّع تھے فرش پر
روح القدس کی طرح دعائیں تھیں عرش پر

فارغ ہوئے نماز سے جب قبلۂ انام ۲۳ آئے مصافحے کو جوانانِ تشنہ کام
چومے کسی نے دستِ شہنشاہ خاص و عام آنکھیں ملیں قدم پہ کسی نے باحترام
کیا دل تھے کیا سپاہِ رشید و سعید تھی
باہم معانقے تھے کہ مرنے کی عید تھی

سجدے میں شکر کے کوئی تھا مردِ باخدا ۲۴ پڑھتا تھا کوئی حزن سے قرآں کوئی دعا
نعتِ نبیؐ تھی کہیں حمدِ کبریا مولا اٹھا کے ہاتھ یہ کرتے تھے التجا
فاقوں پہ تشنہ کامی و غربت پہ رحم کر
یا رب! مسافروں کی جماعت پہ رحم کر

زاری تھی التجا تھی مناجات تھی اُدھر ۲۵ واں صف کشی و ظلم و تعدّی و شور و شر
کہتا تھا ابنِ سعد، یہ جا جا کے نہر پر گھاٹوں سے ہوشیار، ترائی سے باخبر
دو روز سے ہے تشنہ دہانی حسینؑ کو
ہاں مرتے دم بھی دیجو نہ پانی حسینؑ کو

بیٹھے تھے جانماز پہ شاہِ فلک سریر ۲۶ ناگہ قریب آکے گرے تین چار تیر
دیکھا ہر اک نے مُڑ کے سوئے لشکرِ شریر عبّاسؑ اُٹھے تول کے شمشیرِ بے نظیر
پروانہ تھے سراجِ امامت کے نور پر
روکی سپر حضور کرامت ظہور پر

اکبر سے مُڑ کے کہنے لگے سرورِ زماں ۲۷ تم جاکے کہہ دو خیمے میں یہ اے پدر کی جاں
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکرِ گراں بچّوں کو لے کے صحن سے ہٹ جائیں بیبیاں
غفلت میں تیر سے کوئی بچہ تلف نہ ہو
ڈر ہے مجھے کہ گردنِ اصغرؑ ہدف نہ ہو

کہتے تھے یہ پسر سے شہِ آسماں سریر ۲۸ فضہ پکاری ڈیوڑھی سے اے خلق کے امیر
ہے ہے علیؑ کی بیٹیاں کس جا ہوں گوشہ گیر اصغرؑ کے گاہوارے تک آکر گرے ہیں تیر
گرمی میں ساری رات یہ گھٹ گھٹ کے روئے ہیں
بچے ابھی تو سرد ہوا پا کے سوئے ہیں

باقرؑ کہیں پڑا ہے سکینہ کہیں ہے غش ۲۹ گرمی کی فصل یہ تب و تاب اور یہ عطش
رو رو کے سو گئے ہیں صغیرانِ ماہ وش بچّوں کو لے کے یاں سے کہاں جائیں فاقہ کش
یہ کس خطا پہ تیر پیاسے پہ برستے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے واسطے بچے ترستے ہیں

اُٹھے یہ شور سن کے امامِ فلک وقار ۳۰ ڈیوڑھی تک آئے ڈھالوں کو روکے رفیق و یار
فرمایا مڑ کے چلتے ہیں اب بہرِ کارزار کمریں کسو جہاد پہ منگواؤ راہوار
دیکھیں فضا بہشت کی، دل باغ باغ ہو
اُمّت کے کام سے کہیں جلدی فراغ ہو

فرما کے یہ حرم میں گئے شاہِ بحر و بر ۳۱ ہونے لگیں صفوں میں کمر بندیاں ادھر
جوشن پہن کے حضرتِ عباسؑ نامور دروازے پر ٹہلنے لگے مثلِ شیرِ نر
پرتو سے رُخ کے برق چمکتی تھی خاک پر
تلوار ہاتھ میں تھی سپر دوشِ پاک پر

شوکت میں رشک تاج سلیماں تھا خُود سر ۴۲ کلغی پہ لاکھ بار تصدق ہُما کے پر
دستانے دونوں فتح کا مسکن ظفر کا گھر وہ رُعب الاماں وہ تہور کہ الحذر
جب ایسا بھائی ظلم کی تیغوں میں آڑ ہو
پھر کس طرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

خیمے میں جا کے شہ نے یہ دیکھا حرم کا حال ۴۳ چہرے تو فق ہیں اور کُھلے ہیں سروں کے بال
زینبؑ کی یہ دعا ہے کہ اے ربِ ذوالجلال بچ جائے اس فساد سے خیر النسا کا لال
بانوئے نیک نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

آفت میں ہے مسافرِ صحرائے کربلا ۴۴ بےکس پہ یہ چڑھائی ہے سیّد پہ یہ جفا
غربت میں ٹھن گئی جو لڑائی تو ہوگا کیا ان ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
فاقوں سے جاں بلب ہیں عطش سے ہلاک ہیں
یارب ترے رسُول کی ہم آلِ پاک ہیں

سر پر نہ اب علیؑ نہ رسولِ فلک وقار ۴۵ گھر لُٹ گیا گذر گئیں خاتونِ روزگار
امّاں کے بعد رو ئی حسنؑ کو میں سوگوار دنیا میں اب حسینؑ ہے ان سب کا یادگار
تو داد دے مری کہ عدالت پناہ ہے
کچھ اُس پہ بن گئی تو یہ مجمع تباہ ہے

بولے قریب جا کے شہِ آسماں جناب ۴۶ مضطر نہ ہو دعائیں ہیں تم سب کی مستجاب
مشغول ہیں خطا پہ ہیں یہ خانماں خراب خود جا کے میں دکھاتا ہوں اُن کو رہِ صوابؐ
موقع بہن نہیں ابھی فریاد و آہ کا
لاؤ تبرکات رسالت پناہ کا

معراج میں رسُول نے پہنا تھا جو لباس ۴۷ کشتی میں لائیں زینبؑ اُسے شاہِ دیں کے پاس
سر پر رکھا عمامۂ سردارِ حق شناس پہنی قبائے پاک رسولؐ فلک اساس
بر میں درست و چُست تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

شملے کے دو سرے جو پڑے تھے بصد وقار ۴۸ ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار
بل کھا رہا تھا زلفِ سمن بو کا تار تار جس کے ہر ایک مو پہ خطا و ختن نثار
مشک و عبیر و عود اگر ہیں تو ہیچ ہیں
سنبل پہ کیا کھلیں گے یہ گیسو کے پیچ میں

کپڑوں سے آ رہی تھی رسولِ زمن کی بو ۴۹ دولہا نے سونگھی ہوگی نہ ایسی دلہن کی بو
حیدر کی فاطمہ کی حسین و حسن کی بو پھیلی ہوئی تھی چار طرف پنجتن کی بو
لٹتا تھا عطر وادیٔ عنبر سرشت میں
گل جھومتے تھے باغ میں رضوان بہشت میں

پوشاک سب پہن چکے جس دم شہِ زمن ۵۰ لیکر بلائیں بھائی کی رونے لگی بہن
چلائی ہائے آج نہیں حیدر و حسن اماں کہاں سے لائے تمھیں اب یہ بے وطن
رخصت ہے اب رسول کے یوسف جمال کی
صدقے گئی بلائیں تو لو اپنے لال کی

صندوق اسلحہ کے منگوائے شاہ نے ۵۱ پیٹا منھ اپنا زینبِ عصمت پناہ نے
پہنی زرہ امامِ فلک بارگاہ نے بازو پہ جوشنین پڑھے عز و جاہ نے
جوہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اتنے ستارے چمک گئے

یاد آ گئے علی نظر آئی جو ذوالفقار ۵۲ قبضے کو چوم کر شہِ دیں روئے زار زار
تولی جو لے کے ہاتھ میں شمشیرِ آبدار شوکت نے دی صدا کہ تری شان کے نثار
فتح و ظفر قریب ہو نصرت قریب ہو
زیب اس کی تجھ کو ضرب عدو کو نصیب ہو

باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے ۵۳ پھاڑا فلک پہ اپنا گریباں ہلال نے
دستانے پہنے سرورِ قدسی خصال نے معراج پائی دوش پہ حمزہ کی ڈھال نے
رتبہ بلند تھا کہ سعادت نشان تھی
ساری سپر میں مہرِ نبوت کی شان تھی

ہتھیار اِدھر لگا چکے آقائے خاص و عام ۵۴ تیار اُدھر ہُوا علمِ سیّدِ انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام روتی تھی تھامے چوبِ علم خواہرِ امام
تیغیں کمر میں، دوش پہ شملے پڑے ہوئے
زینبؑ کے لال زیرِ علم آ کھڑے ہوئے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گل عذار ۵۵ مرفق تک آستینوں کو الٹے بصد وقار
جعفرؑ کا رعب، دبدبۂ شیرِ کردگار بوٹے سے ان کے قد پہ نمودار و امدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چوم کے
رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہ جانبِ علم ۵۶ نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثارِ شہِ اُمم
حسرت سے تکتے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم آہستہ پوچھتے کبھی ماں سے وہ ذی حشم
کیا قصد ہے علیؑ ولی کے نشان کا
اماں کسے ملے گا علم نانا جان کا

کچھ مشورہ کریں جو شہنشاہِ خوش خصال ۵۷ ہم بھی محق ہیں آپ کو اس کا رہے خیال
پُرسش ادب سے عرض کی ہم کو نہیں مجال اس کا بھی خوف ہے کہ نہ ہو آپ کو ملال
آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں
عزت طلب ہیں، نام کے اُمیدوار ہیں

[illegible] تھے رسولؐ کے لشکر کے سب جواں ۵۸ لیکن ہمارے جد کو نبیؐ نے دیا نشاں
خیبر میں دیکھتا رہا منھ لشکرِ گراں پایا علم علیؑ نے مگر وقتِ امتحاں
طاقت میں کچھ کمی نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں
پوتے انھیں کے ہم ہیں انھیں کے نواسے ہیں

زینبؑ نے تب کہا تمھیں اس سے کیا ہے کام ۵۹ کیا دخل مجھ کو، مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجیو بے ادبانہ کوئی کلام بگڑوں گی میں جو لو گے علم کا زباں سے نام
لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبرؑ کو چھوڑ کے

٦٠ سرکو، ہٹو، بڑھو، نہ کھڑے ہو علم کے پاس — ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مِرے حواس — بس قابل قبول نہیں ہے یہ التماس
روٗنے لگو گے تم جو بُرا یا بھلا کہوں
اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں

٦١ عمریں قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل — اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل — ہاں اپنے ہم سنوں میں تمھارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے
جو ہو سکے نہ کیوں بشر اُس کی ہوس کرے

٦٢ ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اُٹھے گا یہ علم — چھوٹے قدوں میں سب سے سنوں میں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبطِ نبیؐ کے قدم پہ دم — عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ماں صدقے جائے آج تو مرنے میں نام ہے

٦٣ پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار — زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار — دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں

٦٤ کیا کچھ علم سے جعفرِ طیار کا تھا نام — یہ بھی تھی اک عطائے رسولِ فلک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے انھیں سے کام — جب کھینچتے تھے تیغ تو ہلتا تھا روم و شام
بے جاں ہوئے، تو نخلِ وغا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

٦٥ لشکر نے تین روز ہزیمت اٹھائی جب — بخشا علم رسولؐ خدا نے علیؑ کو تب
مرحب کو قتل کرکے بڑھا جب وہ شیرِ رب — دربند کرکے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اُکھڑا وہ یوں گراں تھا جو دَر سنگِ سخت سے
جس طرح توڑے کوئی پتا درخت سے

نرغے میں تین دن سے ہے مشکل کشا کا لال ٦٦ اماں کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
پوچھا نہ یہ کہ کھولے ہیں کیوں تم نے سر کے بال میں لٹ رہی ہوں اور تمہیں منصب کا ہے خیال
غم خوار تم مرے ہو نہ عاشق امام کے
معلوم ہو گیا مجھے طالب ہو نام کے

ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام ٦٧ غصے کو آپ تھام لیں اے خواہر امام
واللہ کیا مجال، جواب لیں علم کا نام کھل جائے گا لڑیں گے جو یہ باوفا غلام
فوجیں بھگا کے گنج شہیداں میں سوئیں گے
تب قدر ہوگی آپ کو جب ہم نہ ہوئیں گے

یہ کہہ کے بس ہٹے جو سعادت نشاں پسر ٦٨ چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کر جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر ٹھہرو ذرا بلائیں تو لے لے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بری لگی
بچو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

زینب کے پاس آ کے یہ بولے شہ زمن ٦٩ کیوں تم نے دونوں بیٹوں کی باتیں سنیں بہن
شیروں کے شیر، عاقل و جرار و صف شکن زینب وحید عصر ہیں دونوں یہ گل بدن
یوں دیکھنے کو سب میں بزرگوں کے طور ہیں
تیور ہی ان کے اور ارادے ہی اور ہیں

نو دس برس کے سن یہ جرأت یہ ولولے ٧٠ بچے کسی نے دیکھے ہیں ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر ان کے نہ قدموں سے منہ ملے کس گود میں بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بے شک یہ ورثہ دار جناب امیر ہیں
پر کیا کہوں کہ دونوں کی عمریں صغیر ہیں

اب تم جسے کہو اسے دیں فوج کا علم ٧١ کی عرض جو صلاح شہ آسماں حشم
فرمایا جب سے اٹھ گئیں زہرائے باکرم اس دن سے تم کو ماں کی جگہ جانتے ہیں ہم
مالک ہو تم بزرگ کوئی ہو کہ خرد ہو
جس کو کہو اسی کو یہ عہدہ سپرد ہو

بولیں بہن کہ آپ بھی تو لیں کسی کا نام ۲، ہے کس طرف توجہ سردار خاص و عام
گر مجھ سے پوچھتے ہیں شہِ آسماں مقام قرآں کے بعد ہے تو ہے بس آپ کا کلام
شوکت میں، قد میں، شان میں، ہم سر کوئی نہیں
عباسؑ نامدار سے بہتر کوئی نہیں

عاشق، غلام، خادمِ دیرینہ، جاں نثار ۳، فرزند، بھائی، زینتِ پہلو، وفا شعار
جرار، یادگارِ پدر، فخرِ روزگار راحت رساں، مطیع، نمودار، نامدار
صفدر ہے، شیر دل ہے، بہادر ہے، نیک ہے
بے مثل سیکڑوں میں، ہزاروں میں ایک ہے

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولے شہِ زمن ۴، ہاں تھی یہی علیؑ کی وصیت بھی اے بہن
اچھا بلائیں آپ کدھر ہے وہ صف شکن اکبرؔ چچا کے پاس گئے سن کے یہ سخن
کی عرض انتظار ہے شاہِ غیور کو
چلیے پھوپھی نے یاد کیا ہے حضور کو

عباسؑ آئے ہاتھوں کو جوڑے حضورِ شاہ ۵، جاؤ بہن کے پاس یہ بولا وہ دیں پناہ
زینبؑ وہیں علم لیے آئیں بہ عز و جاہ بولے نشاں کو لے کے شہِ عرش بارگاہ
ان کی خوشی وہ ہے جو رضا پنجتن کی ہے
لو بھائی لو علم یہ عنایت بہن کی ہے

رکھ کر علم پہ ہاتھ جھکا وہ فلک وقار ۶، ہمشیر کے قدم پہ ملا منہ بہ افتخار
زینبؑ بلائیں لے کے یہ بولیں کہ میں نثار عباسؑ فاطمہؑ کی کمائی سے ہوشیار
ہو جائے آج صلح کی صورت تو کل چلو
ان آفتوں سے بھائی کو لے کر نکل چلو

کی عرض میرے جسم پہ جس وقت تک ہے سر ۷، ممکن نہیں ہے یہ کہ بڑھے فوج بدگہر
تیغیں کھنچیں جو لاکھ تو سینہ کروں سپر دیکھیں اٹھا کے آنکھ یہ کیا تاب کیا جگر
ساونت ہیں پسر اسدِ ذوالجلال کے
گر شیر ہو تو پھینک دیں آنکھیں نکال کے

منھ کر کے سوئے قبرِ علیؑ پھر کیا خطاب ۷۸ ذرّے کو آج کر دیا مولا نے آفتاب
یہ عرض خاکسار کی ہے یا ابو تراب آقا کے آگے میں ہوں شہادت سے کامیاب
سر تن سے ابنِ فاطمہ کے رو برو گرے
شبیرؑ کے پسینے پہ میرا لہو گرے

یہ سن کے آئی زوجۂ عباسؑ نامور ۷۹ شوہر کی سمت پہلے کنکھیوں سے کی نظر
لیں سبطِ مصطفیٰ کی بلائیں بچشمِ تر زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر
فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا
عزت بڑھی کنیز کی رتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چھاتی سے زینبؑ نے یہ کہا ۸۰ تو اپنی مانگ کوکھ سے ٹھنڈی رہے سدا
کی عرض مجھ سی لاکھ کنیزیں تو ہوں فدا بانوئے نامور کو سہاگن رکھے خدا
بچے جئیں ترقیِ اقبال و جاہ ہو
سائے میں آپ کے علی اکبرؑ کا بیاہ ہو

قسمت وطن میں خیر سے پھر شہ کو لے کے جائے ۸۱ یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے
اُمّ البنین جاہ و حشم سے پسر کو پائے جلدی شبِ عروسیِ اکبرؑ خدا دکھائے
مہندی تمہارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
لاؤ دُلہن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

ناگاہ آ کے بالی سکینہ نے یہ کہا ۸۲ کیسا ہے یہ ہجوم کدھر ہیں مرے چچا
عہدہ علم کا اُن کو مبارک کرے خدا لوگو مجھے بلائیں تو لینے دو اک ذرا
شوکت خدا بڑھائے مرے عمو جان کی
میں بھی تو دیکھوں شان علیؑ کے نشان کی

عباسؑ مسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ ۸۳ عمو نثار پیاس سے کیا حال ہے بتاؤ
بولی لپٹ کے وہ کہ مری مشک لیتے جاؤ اب تو علم ملا تمھیں پانی مجھے پلاؤ
تحفہ کوئی نہ دیجیے نہ انعام دیجیے
قربان جاؤں پانی کا اک جام دیجیے

فرمایا آپ نے کہ نہیں فکر کا مقام ٨٤ باتوں پہ اُس کی روتی تھیں سیدانیاں تمام
کی عرض آکے ابنِ حسنؑ نے کہ یا امام انبوہ ہے بڑھی چلی آتی ہے فوجِ شام
عباسؑ اب علم لیے باہر نکلتے ہیں
ٹھہرو بہن سے مل کے گلے ہم بھی چلتے ہیں

(ش) ناگہ بڑھے علم لیے عباسؑ باوفا ٨٥ دوڑے سب اہلِ بیت کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہ اک ایک سے کہا لو الوداع اے حرمِ پاکِ مصطفےٰ
صبحِ شبِ فراق ہے پیاروں کو دیکھ لو
سب مل کے ڈوبتے ہوئے تاروں کو دیکھ لو

شہ کے قدم پہ زینبِ زار و حزیں گری ٨٦ بانو پچھاڑ کھا کے پسر کے قریں گری
کلثومؑ تھرتھرا کے بروئے زمیں گری باقرؑ کہیں گرا تو سکینہؑ کہیں گری
اُجڑا چمن ، ہر اک گلِ تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا

دیکھی جو شانِ حضرتِ عباس عرش جاہ ٨٧ آگے بڑھی علم کے پس از تہنیت سپاہ
نکلا حرم سرا سے دو عالم کا بادشاہ نشتر بدل تھی بنتِ علیؑ کی فغان و آہ
رہ رہ کے اشک بہتے تھے روئے جناب سے
شبنم ٹپک رہی تھی گلِ آفتاب سے

مولا چڑھے فرس پہ محمدؐ کی شان سے ٨٨ ترکش لگایا ہرنے پہ کس آن بان سے
نکلا یہ جنّ و انس و ملک کی زبان سے اُترا ہے پھر زمیں پہ براق آسمان سے
سارا چلن خرام میں کبکِ دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

غصے میں انکھڑیوں کے اُبلنے کو دیکھیے ٨٩ جوبن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھیے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھیے تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھیے
گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے
بالا دوی میں اس کو ہما پر بھی فوق ہے

تھم کر ہوا چلی فرسِ خوش قدم بڑھا ۹۰ جوں جوں وہ سوئے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں علم بڑھا رایت بڑھا کہ سروِ ریاضِ ارم بڑھا
پھولوں کو لے کے بادِ بہاری پہونچ گئی
بستانِ کربلا میں سواری پہونچ گئی

پنجہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر ۹۱ اُس کی ضیا تھی خاک پہ ضو اس کی عرش پر
زر ریزیِ علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر دولھا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر
تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
اُلجھے ہوئے تھے تار خطوطِ شعاع کے

اللہ ری سپاہِ خدا کی شکوہ و شاں ۹۲ جھکنے لگے جنودِ ضلالت کے بھی نشاں
کمریں کسے علم کے تلے ہاشمی جواں دنیا کی زیب دین کی عزت جہاں کی جاں
ایک ایک دودماں علیؑ کا چراغ تھا
جس کو بہشت پر تھا تفوق وہ باغ تھا

لڑکے وہ سات آٹھ، سہی قد سمن عذار ۹۳ گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
حیدر کا رعب نرگسی آنکھوں سے آشکار کھیلیں جو نیمچوں سے کریں شیر کا شکار
نیزوں کے سمت چاند سے سینے تنے ہوئے
آئے تھے عید گاہ میں دولھا بنے ہوئے

غرفوں سے حوریں دیکھ کے کرتی تھیں یہ کلام ۹۴ دنیا کا باغ بھی ہے عجب پُر فضا مقام
دیکھو درود پڑھ کے سوئے لشکرِ امام ہم شکلِ مصطفیٰ ہے یہی عرش احتشام
رایت لیے وہ لال خدا کے ولی کا ہے
اب تک جہاں میں ساتھ نبیؐ و علیؑ کا ہے

دنیا سے اُٹھ گئے تھے جو پیغمبرِ زماں ۹۵ ہم جانتے تھے حسن سے خالی ہے اب جہاں
کیونکر سوئے زمیں نہ جھکے پیرِ آسماں پیدا کیا ہے حق نے عجب حُسن کا جواں
سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسیں پہ ہے
محبوبِ حق ہیں عرش پہ سایہ زمیں پہ ہے

ناگاہ تیر ادھر سے چلے جانب امام ٩٦ گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے ادھر سے شہ کے رفیقانِ تشنہ کام بے سر ہوتے پروں میں سرانِ سپاہِ شام
بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیرِ تنگ تھی
ایک اک کی جنگ مالکِ اشتر کی جنگ تھی

نکلے پئے جہاد عزیزانِ شاہِ دیں ٩٧ نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمیں
روباہ کی صفوں پہ چلے شیرِ خشم گیں کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعیں
بجلی گری پروں پہ شمال و جنوب کے
کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

اللہ رے علیؑ کے نواسوں کی کارزار ٩٨ دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا کچھ شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں
دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں ٩٩ آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کمانکش کلائیاں [illegible] دو دو میں تھیں نوک کی لڑائیاں
شوکت تو ہو بہو تھی جنابِ امیر کی
طاقت دکھا دی شیروں نے زینبؑ کے شیر کی

کس حسن سے حسنؑ کا جوانِ حسیں لڑا ١٠٠ گھر گھر کے صورتِ اسدِ خشم گیں لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسدِ کردگار کے
مقتل میں سوئے ازرقِ شامی کو مار کے

چمکی جو تیغِ حضرتِ عباسِؑ عرش جاہ ١٠١ روح الامیںؑ پکارے کہ اللہ کی پناہ
ڈھالوں میں چھپ گیا پسرِ سعدِ روسیاہ کشتوں سے بند ہو گئی امن و اماں کی راہ
جھپٹا جو شیر شوق میں دریا کی سیر کے
لے لی ترائی تیغوں کی موجوں میں تیر کے

١٠٢ بے سر ہوئے موکّل سر چشمۂ فرات — ہل چل میں مثلِ موج صفوں کو نہ تھا ثبات
دریا میں گر کے فوت ہوئے کتنے بدصفات — گویا حباب ہو گئے تھے نقطۂ نبات
عباسؑ بھر کے مشک کو یاں تشنہ لب لڑے
جس طرح نہروان میں امیرِ عرب لڑے

١٠٣ آفت تھی حرب و ضرب علی اکبرؑ دلیر — غصّے میں جھپٹے صید پہ جیسے گرسنہ شیر
سب سر بلند پست، زبردست سب تھے زیر — جنگل میں چار سمت ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
سر اُن کے اُترے تن سے جو تھے رن چڑھے ہوئے
عباسؑ سے بھی جنگ میں کچھ تھے بڑھے ہوئے

١٠٤ تلواریں برسیں صبح سے نصف النہار تک — ہلتی رہی زمین لرزتے رہے فلک
کانپا کیے پروں کو سمیٹے ہوئے ملک — نعرے نہ پھر وہ تھے، نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور، برچھیوں کا اوج ہو گیا
ہنگام ظہر خاتمۂ فوج ہو گیا

١٠٥ لاشے سبھوں کے سبطِ نبیؐ خود اُٹھا کے لائے — قاتل کسی شہید کا سر کاٹنے نہ پائے
دشمن کو بھی نہ دوست کی فرقت خدا دکھائے — فرماتے تھے بچھڑ گئے سب ہم سے ہائے ہائے
اتنے پہاڑ گر پڑیں جس پر وہ خم نہ ہو
گر سو برس جیوں تو یہ مجمع بہم نہ ہو

١٠٦ لاشے تو سب کے گرد تھے اور بیچ میں امام — ڈوبی ہوئی تھی خوں میں نبیؐ کی قبا تمام
افسردہ و حزین و پریشان و تشنہ کام — برچھی تھی دل کو فتح کے باجوں کی دھوم دھام
اعدا کسی شہید کا جب نام لیتے تھے
تھرا کے دونوں ہاتھوں سے دل تھام لیتے تھے

١٠٧ پوچھو اسی سے جس کے جگر پر ہوں اتنے داغ — اک عمر کا ریاض تھا جو پرنشا وہ باغ
فرصت نہ اب بکا سے نہ ماتم سے ہے فراغ — جو گھر کی روشنی تھے وہ گُل ہو گئے چراغ
پڑتی تھی دھوپ سب کے تنِ پاش پاش پر
چادر بھی اک نہ تھی علی اکبرؑ کی لاش پر

مقتل سے آئے خیمے کے در پر شہِ زمن ۱۰۸ پر شدتِ عطش سے نہ تھی طاقتِ سخن
پردے پہ ہاتھ رکھ کے پکارے بصد محن اصغر کو گاہوارے سے لے آؤ اے بہن
پھر ایک بار اس مہِ انور کو دیکھ لیں
اکبر کے شیر خوار برادر کو دیکھ لیں

خیمے سے روتے آل پیمبر برہنہ سر ۱۰۹ اصغر کو لائیں ہاتھوں پہ بانوئے نوحہ گر
بچے کو لے کے بیٹھ گئے آپ خاک پر منہ سے ملے جو ہونٹ تو چونکا وہ سیم بر
غم کی چھری چلی جگرِ چاک چاک پر
بٹھلا لیا حسینؑ نے زانوئے پاک پر

بچے سے ملتفت تھے شہِ آسماں سریر ۱۱۰ تھا اس طرف کمیں میں بنِ کاہلِ شریر
مارا جو تین بھال کا اس بے حیا نے تیر بس دفعتاً نشانہ ہوئی گردنِ صغیر
تڑپا جو شیر خوار تو حضرت نے آہ کی
معصوم ذبح ہو گیا گودی میں شاہ کی

جس دم تڑپ کے مر گیا وہ طفلِ شیر خوار ۱۱۱ چھوٹی سی قبر تیغ سے کھودی بحالِ زار
بچے کو دفن کر کے پکارا وہ ذی وقار اے خاکِ پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار
دامن میں رکھ اسے جو محبت علیؑ کی ہے
دولت ہے فاطمہؑ کی امانت علیؑ کی ہے

یہ کہہ کے آئے فوج پہ تولے ہوئے حسام ۱۱۲ آنکھیں لہو تھیں رونے سے چہرہ تھا سرخ فام
زیبِ بدن کیے تھے بصد عز و احتشام پیراہنِ مطہرِ پیغمبرِ انام
حمزہ کی ڈھال تیغِ شہِ لافتا کی تھی
بر میں زرہ جنابِ رسولِ خدا کی تھی

رستم تھا درع پوش کہ پاکھر میں راہوار ۱۱۳ جرار بردبار سبک رو وفا شعار
کیا خوشنما تھا زیں طلا کار و نقرہ کار اکسیر تھا قدم کا جسے مل گیا غبار
خوش خو تھا خانہ زاد تھا دُلدل نژاد تھا
شبیر بھی سخی تھے فرس بھی جواد تھا

گرمی کا روزِ جنگ کی کیونکر کروں بیاں ۱۱۴ ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لُو، وہ آفتاب کی حدت، وہ تاب و تب ۱۱۵ کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

جھیلوں سے چارپائے نہ اٹھتے تھے تابہ شام ۱۱۶ مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے، تو چیتے سیاہ فام پتھر پگھل کے رہ گئے تھے، مثلِ موم خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے سبزہ گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار ۱۱۷ ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ مہکتا تھا سبزہ زار کانٹا ہوئی تھی پھول کی ہر شاخِ باردار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

آبِ رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور ۱۱۸ جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر چشم سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھوں آبلے پائے نگاہ میں

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے ۱۱۹ آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں ۱۲۰ انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
منھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ گرمیِ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب ۱۲۱ چھپنے کو برق چاہتی تھی دامنِ سحاب
سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب کافورِ صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب
بھڑکی تھی آگ گنبدِ چرخِ اثیر میں
بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر میں

اس دھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شہِ امم ۱۲۲ نے دامنِ رسولؐ تھا نے سایۂ علم
شعلے جگر سے آہ کے اٹھتے تھے دمبدم اودے تھے لب زبان میں کانٹے کمر میں خم
بے آب تیسرا تھا جو دن میہمان کو
ہوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب سب سوار ۱۲۳ آتے تھے اونٹ گھاٹ پہ باندھے ہوئے قطار
پیتے تھے آبِ نہر پرند آکے بے شمار سقے زمیں پہ کرتے تھے چھڑکاؤ بار بار
پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا
اک ابنِ فاطمہؑ کے لیے قحطِ آب تھا

سر پر لگائے تھا پسرِ سعد چترِ زر ۱۲۴ خادم کئی تھے مروحہ جنباں ادھر ادھر
کرتے تھے آب پاش مکرر زمیں کو تر فرزندِ فاطمہؑ پہ نہ تھا سایۂ شجر
وہ دھوپ دشت کی، وہ جلال آفتاب کا
سونلا گیا تھا رنگ مبارک جناب کا

کہتا تھا ابنِ سعد کہ اے آسماں جناب ۱۲۵ بیعت جو کیجے اب بھی تو حاضر ہے جامِ آب
فرماتے تھے حسینؑ کہ او خانماں خراب دریا کو خاک جانتا ہے ابنِ بوتراب
فاسق ہے، پاس کچھ تجھے اسلام کا نہیں
آبِ بقا ہو یہ تو مرے کام کا نہیں

کہہ دوں تو خوان لے کے خود آئیں ابھی خلیلؑ ۱۲۶ چاہوں تو سلسبیل[۱۰۰] کو دم میں کروں سبیل
کیا جام آب کا تُو مجھے دے گا او ذلیل بے آبرو خسیس[۱۰۱] ستمگر دنی بخیل
جس پھول پر پڑے ترا سایہ وہ بو نہ دے
کھلوائے فصد تُو تو کبھی رگ لہو نہ دے
گر جم[۱۰۲] کا نام لوں تو ابھی جام لے کے آئے ۱۲۷ کوثر[۱۰۳] یہیں رسولؐ کا احکام لے کے آئے
رُوح الامیںؑ زمیں پہ مرا نام لے کے آئے لشکر مَلک کا فتح کا پیغام لے کے آئے
چاہوں جو انقلاب تو دنیا تمام ہو
اُلٹے زمین یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ہو
فرما کے یہ نگاہ جو کی سوئے ذوالفقار ۱۲۸ تھرا کے پچھلے پاؤں ہٹا وہ ستم شعار
مظلوم پر صفوں سے چلے تیر بے شمار آوازِ کوسِ حرب ہوئی آسماں کے پار
نیزے اُٹھا کے جنگ پہ اسوار تُل گئے
کالے نشان فوجِ سیہ رو کے کُھل گئے
وہ دھوم طبلِ جنگ کی وہ بوق کا خروش ۱۲۹ کر[۱۰۴] ہو گئے تھے شور سے کرّوبیوں کے گوش
تھرائی یوں زمیں کہ اُڑے آسماں کے ہوش نیزے ہلا کے نکلے سواران درع پوش
ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سوارانِ شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے
زِرہ[۱۰۵] کے چند شعر رجز شاہِ دیں بڑھے ۱۳۰ گیتی کے تھام لینے کو روح الامیںؑ بڑھے
مانندِ شیر نہ کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے گویا علیؑ اُلٹتے ہوئے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جری نے عروسِ مصاف کو
مشکل کشا کی تیغ نے چھوڑا غلاف کو
کاٹھی سے اس طرح ہوئی وہ شعلہ خُو جدا ۱۳۱ جیسے کنارِ شوق سے ہو خوب رُو جدا
مہتاب سے شعاع جدا، گل سے بو جدا سینے سے دم جدا، رگِ جاں سے لہو جدا
گرجا جو رعد، ابر سے بجلی نکل پڑی
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلیٰ نکل پڑی

آئے حسینؑ یوں کہ عقاب آئے جس طرح ۱۳۲ آہو[۹۶] پہ شیرِ شرزہ[(۱۰۵)] غاب[۹۷] آئے جس طرح
تابندہ برق سوئے سحاب آئے جس طرح دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جس طرح
یوں تیغِ تیز کوند گئی اس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جس طرح کوہ پر

گرمی میں تیغ برق جو چمکی شرر اُڑے ۱۳۳ جھونکا چلا ہُوا کا جوشن سے تو سر اُڑے
پرکالۂ سپر جو اِدھر اور اُدھر اُڑے روح الامیں نے صاف یہ جانا کہ پر اُڑے
ظاہر نشان اسمِ عزیمت[۹۸] اثر ہوئے
جن پر علے لکھا تھا، وہی پر سپر ہوئے

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اُسے ۱۳۴ کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارا کیا اُسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اُسے سختی بھی کچھ پڑی تو گوارا کیا اُسے
نے زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

آئی چمک کے غول پہ جب سر گرا گئی ۱۳۵ دم میں جمی صفوں کو برابر گرا گئی
ایک ایک قصرِ تن کو، زمین پر گرا گئی سیل آئی زور شور سے جب، گھر گرا گئی
آپہونچا اس کے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے[۹۹] پانی سے بہ گیا

یہ آبرو یہ شعلہ فشانی خدا کی شاں ۱۳۶ پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شاں
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شاں استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شاں
لہرائی جب اُتر گیا دریا بڑھا ہُوا
نیزوں تھا ذوالفقار کا پانی چڑھا ہُوا

قلب و جناح میمنہ و میسرا تباہ ۱۳۷ گردن کشانِ اُمّتِ خیر الورا تباہ
جنباں زمیں، صفیں تہ و بالا، پرا تباہ بے جان جسم، روحِ مسافر سرا تباہ
بازار بند ہو گئے جھنڈے اُکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اُجڑ گئے

اللہ ری تیزی و برّش، اُس شعلہ رنگ کی ۱۳۸ چمکی سوار پر، تو خبر لائی تنگ کی
پیاسی فقط لہو کی، طلب گار جنگ کی حاجت نہ سان کی تھی اُسے اور نہ سنگ کی
خوں سے فلک کو لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم(ز-۱) میں چرخ پہ چڑھتی اُترتی تھی

تیغِ خزاں تھی، گلشن ہستی سے کیا اُسے ۱۳۹ گھر جس کا خود اُجڑ گیا، بستی سے کیا اُسے
وہ حق نما تھی، کفر پرستی سے کیا اُسے جو آپ سر بلند ہو، پستی سے کیا اُسے
کہتے ہیں راستی جسے وہ خم کے ساتھ ہے
تیزی زبان کے ساتھ برش دم کے ساتھ ہے

سینے پہ چل گئی تو کلیجہ لہو ہوا ۱۴۰ گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہوا
چمکی تو الاماں کا، غل چار سو ہوا جو اُس کے مُنہ پہ آ گیا، بے آبرو ہوا
رُکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ہو گئے تھے، اُس کی آنچ سے

بچھ بچھ گئیں صفوں پہ صفیں وہ جہاں چلی ۱۴۱ چمکی تو اس طرف ادھر آئی وہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پکاری کہاں چلی اس نے کہا یہاں وہ پکارا وہاں چلی
منہ کس طرف ہے تیغ زنوں کو خبر نہ تھی
سر گر رہے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھی

دشمن جو گھاٹ پر تھے وہ دھوتے تھے جاں سے ہاتھ ۱۴۲ گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ہاتھ
توڑا کبھی جگر کبھی چھیدا سناں سے ہاتھ جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ہاتھ
اب ہاتھ دستیاب(ح-۱) نہیں منہ چھپانے کو
ہاں پاؤں رہ گئے ہیں(ط-۱) فقط بھاگ جانے کو

اللہ رے خوف تیغ شہ کائنات کا ۱۴۳ زہرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
دریا پہ حال یہ تھا ہر اک بدصفات کا چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
غل تھا کہ برق گرتی ہے ہر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ہے جوش پر

ہر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سربسر ۱۴۴ منہ کھولے چھپتی پھرتی تھیں لیکن ادھر اُدھر
بھاگی تھی موج چھوڑ کے گرداب کی سپر تھے تہ نشیں نہنگ، مگر آب تھے جگر
دریا نہ تھمتا، خوف سے اس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پاؤں میں چھالے حباب کے

آیا خدا کا قہر جدھر سن سے آگئی ۱۴۵ کانوں میں الاماں کی صدا زن سے آگئی
دو کر کے خود، زین پہ جوشن سے آگئی کھینچی ہوئی زمین پہ، توسن سے آگئی
بجلی گری جو خاک پہ تیغ جناب کی
آئی صدا زمین سے یا بوتراب کی

پس پس کے کش مکش سے کماندار مر گئے ۱۴۶ چلّے تو سب چڑھے رہے بازو اتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر گئے مقتل میں ہو سکا نہ گزارا گذر گئے
دہشت سے ہوش اڑ گئے تھے مرغِ[130] وہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

تیر افگنی کا جن کی ہر اک شہر میں تھا شور ۱۴۷ گوشہ کہیں نہ ملتا تھا ان کو سوائے گور
تاریک شب میں جن کا نشانہ تھا پائے مور[131] لشکر میں خوف جاں نے انہیں کر دیا تھا کور
ہوش اڑ گئے تھے فوجِ ضلالت نشاں کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جاں کے

صف پر صفیں پروں پہ پرے پیش و پس گرے ۱۴۸ اسوار پر سوار فرس پر فرس گرے
اُٹھ کر زمیں سے پانچ جو بھاگے تو دس گرے مخبر[132] پہ پیک[133]، پیک پہ مرکزِ عسس[134] گرے
ٹوٹے پرے شکست بنائے ستم ہوئی
دنیا میں اس طرح کی بھی افتاد کم ہوئی

غصے تھا شیرِ شرزۂ صحرائے کربلا ۱۴۹ چھوڑے تھا گرگ منزل و ماوائے کربلا
تیغِ علی تھی معرکہ آرائے کربلا خالی نہ تھی سروں سے کہیں جائے کربلا
بستی بسی تھی مردوں کے قریے اُجاڑ تھے
لاشوں کی تھی زمین سروں کے پہاڑ تھے

غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے ۱۵۰ تھی طرفہ کش مکش، فلک پیر کے تلے
چلّے سمٹ کے جاتے تھے، زہ گیر کے تلے چھپتی تھی سر جھکائے کماں تیر کے تلے
اس تیغِ بے دریغ کا، جلوہ کہاں نہ تھا؟
سہمے تھے سب، پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمان کیانی کی وہ ترنگ[۱۳۷] ۱۵۱ رہ رہ کے ابرِ شام سے تھی بارشِ خدنگ
وہ شور و صیت[۱۳۶] فرسِ ابلق د سرنگ[۱۳۸] وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشتِ کیں کوئی دل تھا نہ چین سے
اس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسینؑ سے

سقے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے اُدھر ۱۵۲ بازارِ جنگ گرم ہے، ڈھلتی ہے دوپہر
پیاسا جو ہو، وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہلِ شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہانِ خراب کو
پیتے تھے سب، حسینؑ ترستے تھے آب کو

گرمی میں پیاس تھی کہ پھنکا جاتا تھا جگر ۱۵۳ اُف اُف کبھی کہا کبھی چہرے پہ لی سپر
آنکھوں میں ٹیس اٹھی، جو پڑی دھوپ پر نظر جھپٹے کبھی اِدھر کبھی حملہ کیا اُدھر
کثرتِ عرق کے قطروں کی تھی روئے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے ۱۵۴ چلتی تھی ایک تیغِ علیؑ لاکھ رنگ سے
چمکی جو فرق پر تو نکل آئی تنگ سے رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہ دیا تھا، عجب آب و تاب کا
خود، اس[۱۳۹] کے سامنے تھا، پھپھولا حباب کا

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر ۱۵۵ پیکاں کدھر ہے تیر کا، سوفار ہے کدھر
مردم کی کش مکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی، یہ جگر نہ تھا
سینہ[۱۴۰] پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغِ تیز کی ۱۵۶ سو سو صفیں کھل گئیں جب جست و خیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
آری جو ہوگئی تھیں وہ سب ذوالفقار سے
تیغوں نے منہ پھرا لیے تھے کارزار سے

گھوڑوں کی جست و خیز سے اٹھا غبار زرد ۱۵۷ گردوں میں مثلِ شیشہ ساعت بھری تھی گرد
تودا بنا تھا خاک کا مینائے لاجورد کوسوں سیاہ تار تھا شب وادیٔ نبرد
پنہاں نظر سے نیرِ گیتی فروز تھا
ڈھلتی تھی دوپہر کے نہ شب تھا نہ روز تھا

اللہ ری لڑائی میں شوکت جناب کی ۱۵۸ سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے وہ لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی تصویر ذوالجناح پہ تھی بوتراب کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے شہ سر لڑائی میں
بھاگو کہ شیر تو نہ رہا ہے ترائی میں

پھر تو یہ غل ہوا کہ دہائی حسینؑ کی ۱۵۹ اللہ کا غضب تھا لڑائی حسینؑ کی
دریا حسینؑ کا ہے ترائی حسینؑ کی دنیا حسینؑ کی ہے خدائی حسینؑ کی
بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوحؑ کا
اب رحم واسطے علی اکبرؑ کی روح کا

ابرہ کا نام سن کے جگر پر لگی سناں ۱۶۰ آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
مڑ کر پکارے لاشِ پسر کو شہ زماں تم نے نہ دیکھی جنگِ پدر اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابن سعد ۱۶۱ اے وا فضیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیبا دلاوروں کو نہیں ہے خلافِ وعد اک پہلوان یہ سنتے ہی گرجا مثالِ رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر
اے ابن سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

بالا قد و کلفت[۱۳۱] و تنومند و خیرہ سر ۱۶۲ رویئں[۱۳۲] تن و سیاہ دروں، آہنی کمر
ناوک پیام مرگ کے، ترکش اجل کا گھر تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جس پہ وہ سپر
دل میں بدی طبیعت بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

ساتھ اس کے اور اسی قد و قامت کا ایک یل ۱۶۳ آنکھیں کبود، رنگ سیہ، ابروؤں پہ بل
بدکار و بد شعار ستم گار و پُر[۱۳۳] دغل جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دل
بھالے لیے کسے ہوئے کمریں ستیز پر
نازاں وہ ضرب گرز پہ، یہ تیغ تیز پر

کھنچ جائے شکل حرب، وہ تدبیر چاہیے ۱۶۴ دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیے
تیزی زباں میں صورت شمشیر چاہیے فولاد کا قلم، دم تحریر چاہیے
نقشہ کھنچے گا صاف صف کارزار کا
پانی دوات چاہتی ہے، ذوالفقار کا

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی ۱۶۵ ساونت بے حواس، ہراسان دھنی[۱۳۵] بلی[۱۳۴]
ڈر تھا کہ لو حسینؑ بڑھے تیغ اب چلی غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر، اُدھر علیؑ
کون آج سربلند ہو اور کون پست ہو؟
کس کی ظفر ہو دیکھیے کس کی شکست ہو؟

آواز دی یہ ہاتف غیبی نے تب کہ ہاں ۱۶۶ بسم اللہ اے امیر عرب کے سرور جاں
اُٹھی[۱۳۶] علیؑ کی تیغ دودم چاٹ کر زباں بیٹھے درست ہو کے فرس پہ شہ زماں
واں سے وہ شور بخت بڑھا نعرہ مار کے
پانی بھر آیا منہ میں ادھر ذوالفقار کے

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑائے ۱۶۷ وہ بدنظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑائے
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑگڑائے غصے میں آ کے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑائے
ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے ہر لعیں کے پاؤں
ماہی پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں

نیزہ ہلا کے شاہ پر آیا وہ خود پسند ۱۶۸ مشکل کشا کے لال نے کھولے تمام بند
تیر و کماں سے بھی نہ ہُوا جب وہ بہرہ مند چلّا اُدھر کھنچا کہ چلی تیغِ سر بلند
وہ تیر کٹ گئے جو دَر آتے تھے سنگ میں
گوشے نہ تھے کماں میں، نہ پیکاں خدنگ میں

ظالم اٹھا کے گرز کو آیا جناب پر ۱۶۹ طاری ہُوا غضب خلفِ بوتراب پر
مارا جو ہاتھ، پاؤں جما کر رکاب پر بجلی گری شقی کے سرِ پُر عتاب پر
بد ہاتھ میں شکست، ظفر نیک ہاتھ میں
ہاتھ اُڑ کے جا پڑا کئی ہاتھ ایک ہاتھ میں

کچھ دستِ[۳۸] پا چہ ہو کے چلا تھا وہ نابکار ۱۷۰ پنجے سے پُرا جل کے کہاں جا سکے شکار
واں اُس نے بائیں ہاتھ میں لی تیغِ آبدار یاں سر سے آئی پشت کے فقروں[۳۹] (ل۔۱۱) پہ ذوالفقار
قرباں تیغِ تیز شہِ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو رہوار کے

پھر دوسرے پہ گرز اُٹھا کر پکارے شاہ ۱۷۱ کیوں ضربِ ذوالفقار پہ تُو نے بھی کی نگاہ
سرشار تھا شرابِ تکبر سے رُو سیاہ جاتا کہاں کہ موت تو روکے ہوئے تھی راہ
غُل تھا اسے اجل نے بڑھایا جو گھیر کے
تو دوسرا شکار چلا منہ میں شیر کے

آیا تھا وہ کہ اسپِ شہِ دیں پلٹ پڑا ۱۷۲ ثابت ہُوا کہ شیرِ گرسنہ جھپٹ پڑا
تیغہ شقی نے ڈھال پہ مارا تو پھٹ پڑا ضربت پڑی کہ گنبدِ دوّار پھٹ پڑا
پیوندِ صدرِ زین جسد فرق ہو گیا
گھوڑا زمین میں سینے تلک غرق ہو گیا

پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر ۱۷۳ شیروں سے دشت، گرگ سے بن، اژدروں سے در
شاہین و کبک، چھپ گئے اک، جا ملا کے سر اُڑ کر گرے جزیروں میں دریا کے جانور
سمٹے پہاڑ منہ کو جو دامن سے ڈھانپ کے
سیمرغ نے گرا دیے پر کانپ کانپ کے

آئی صدائے غیب کہ شبیرؔ مرحبا ۱۷۴ اس ہاتھ کے لیے تھی یہ شمشیر مرحبا
یہ آبروئے جنگ یہ توقیر مرحبا دکھلادی ماں کے دودھ کی تاثیر مرحبا
غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اب نہ کر وغا کی ہوس اے حسینؑ بس ۱۷۵ دم لے ہوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمی سے ہانپتا ہے فرس اے حسینؑ بس وقتِ نمازِ عصر ہے، بس، اے حسینؑ بس
پیاسا لڑا نہیں کوئی یوں ازدحام میں
اب اہتمام چاہیے امت کے کام میں

لبیک کہہ کے تیغ رکھی شہ نے میان میں ۱۷۶ پلٹی سپاہ آئی قیامت جہان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں پھر کھل گئے پرے کے پھریرے نشان میں
بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمہارے لاکھ سواروں میں گھر گئے

سینے پہ سامنے سے چلے دس ہزار تیر ۱۷۷ چھاتی پہ لگ گئے کئی سو ایک بار تیر
پہلو کے پار برچھیاں، سینے کے پار تیر پڑتے تھے دس، جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر
یوں تھے خدنگ، ظلِ الٰہی کے جسم پر
جس طرح خار ہوتے ہیں ساہی کے جسم پر

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر ۱۷۸ ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
قاتل لیے تھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر یہ دکھ نبی کے گود کے پالے حسینؑ پر
تیرِ ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر ہائے ہائے ۱۷۹ فرزندِ فاطمہؑ کی یہ توقیر ہائے ہائے
بھالے وہ اور وہ پہلوئے شبیرؑ ہائے ہائے وہ زہر میں بجھائے ہوئے تیر ہائے ہائے
غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے ہوئے
خالی کیے حسینؑ پہ ترکش بھرے ہوئے

۱۸۰ اک سنگ دل نے پاس سے مارا جبیں پہ سنگ — وہ گرد تھے جو بھاگتے پھرتے تھے وقتِ جنگ
صدمے سے زرد ہو گیا سبطِ نبیؐ کا رنگ — ماتھے پہ ہاتھ تھا کہ گلے پر لگا خدنگ
تھاما گلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کے
نکلا وہ تیر حلقِ مبارک کو توڑ کے

۱۸۱ منہ کھل گیا، الٹ گئی گردن، رکا جو دم — لکھا ہے تین بھال کا تھا ناوکِ ستم
کھینچی سری گلے کی طرف سے بچشمِ نم — بھالیں نکالیں پشت کی جانب سے ہو کے خم
ابلا جو خوں نکلتا ہوا دم ٹھہر گیا
چلو رکھا جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

۱۸۲ سر پر لگائی تیغ کہ شق ہو گئی جبیں — دشمن خفاشہ کا اعورِ سلمی عدوے دیں
ماری جگر پہ ابنِ انس نے سنانِ کیں — بھالا گڑو کے کوکھ میں برچھی کو اک لعیں
گھوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کی
تھرا گئی ضریح رسالت پناہ کی

۱۸۳ نکلی رکاب پائے مطہر سے ہے غضب — گرتے ہیں اب حسینؑ فرس پر سے ہے غضب
غش میں جھکے، عمامہ گرا سر سے، ہے غضب — پہلو شگافتہ ہوا خنجر سے ہے غضب
قرآں رحلِ زیں سے سرِ فرش گر پڑا
دیوارِ کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

۱۸۴ امت نے مجھ کو لوٹ لیا وا محمدا — جنگل سے آئی فاطمہؑ زہرا کی یہ صدا
ہے ہے یہ ظلم اور دو عالم کا مقتدا — اس وقت کون حقِ محبت کرے ادا
انیس سو ہیں زخم تنِ چاک چاک پر
زینبؑ نکل حسینؑ تڑپتا ہے خاک پر

۱۸۵ لرزاں قدم، خمیدہ کمر، غرقِ خونِ جگر — پردہ الٹ کے بنتِ علیؑ نکلی ننگے سر
اے کربلا بتا، ترا مہمان ہے کدھر — چاروں طرف پکارتی تھی سر کو پیٹ کر
اماں قدم اب اٹھتے نہیں تشنہ کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تھام کے

اس وقت سب جہاں مری آنکھوں میں ہے سیاہ ۱۸۶ لوگو! خدا کے واسطے مجھ کو بتاؤ راہ
سیدؑ کدھر تڑپتا ہے، اماں کدھر ہیں آہ؟ کس سمت ہے نبیؐ کے نواسے کی قتل گاہ؟
شعلے دل و جگر سے، نکلتے ہیں آہ کے
یہ کون نام لیتا ہے میرا کراہ کے

کس نے صدا یہ دی کہ بہن اس طرف نہ آؤ ۱۸۷ بس اب سفر قریب ہے، للہ گھر میں جاؤ
اب ڈوبتی ہے آلِ رسولِؐ خدا کی ناؤ یا مرتضیٰؑ غریبوں کے بیڑے کو تم بچاؤ
اب چھوڑیو نہ دشتِ بلا میں حسینؑ کو
یا فاطمہؑ چھپاؤ ردا میں حسینؑ کو

بنتِ علیؑ تو ڈھونڈتی پھرتی تھی ننگے سر ۱۸۸ کٹتا تھا نورِ چشمِ علیؑ کا گلا ادھر
زینبؑ کو منع کرتے تھے ہرچند اہلِ شر لیکن وہ دوڑی جاتی تھی تھامے ہوئے جگر
پہونچی جو قتل گاہ میں اس روک ٹوک پر
دیکھا سرِ حسینؑ کو نیزے کی نوک پر

نیزے کے نیچے جا کے پکاری وہ سوگوار ۱۸۹ سیّد تری لہو بھری صورت کے میں نثار
ہے ہے گلے پہ چل گئی بھیا چھری کی دھار بھولے بہن کو اے اسدِ حق کے یادگار
صدقے گئی لٹا گئے گھر سجدہ گاہ میں
جنبش لبوں کو ہے ابھی یادِ الٰہ میں

بھیا سلام کرتی ہے خواہر جواب دو ۱۹۰ چلّا رہی ہے دخترِ حیدرؑ جواب دو
سوکھی زبان سے، بہرِ پیمبرؐ جواب دو دکھیا بہن کی زینبِ مضطر جواب دو
جز مرگ، دردِ ہجر کا چارا نہیں کوئی
میرا تو اب جہاں میں سہارا نہیں کوئی

بھیا میں اب کہاں سے تمہیں لاؤں، کیا کروں ۱۹۱ کیا کہہ کے اپنے دل کو میں سمجھاؤں، کیا کروں؟
کس کی دُہائی دوں کسے چلّاؤں، کیا کروں؟ بستی پرائی ہے، میں کدھر جاؤں کیا کروں؟
دنیا تمام اُجڑ گئی، ویرانہ ہو گیا
بیٹھوں کہاں؟ کہ گھر تو عزاخانہ ہو گیا

ہے ہے تمہارے آگے نہ خواہر گذر گئی ۱۹۲ بھیا بتاؤ، کیا تہِ خنجر گذر گئی؟
آئی صدا نہ پوچھو جو ہم پر گذر گئی صد شکر، جو گذر گئی بہتر گذر گئی
سر کٹ گیا، ہمیں تو الم سے فراغ ہے
گر ہے تو بس تمہاری جدائی کا داغ ہے

گھر لوٹنے کو آئے گی، اب فوجِ نابکار ۱۹۳ کہیو نہ کچھ زباں سے، بجز شکرِ کردگار
خیمہ میں جب کہ آگ لگا دیں ستم شعار رہیو مری یتیم سکینہؑ سے ہوشیار
بے زار ہے وہ خستہ جگر اپنی جان سے
باندھے نہ کوئی اس کا گلا ریسمان سے

بس اے انیس ضعف سے لرزاں ہے بند بند ۱۹۴ عالم کو یادگار رہیں گے یہ چند بند
نکلے قلم سے ضعف میں کیا کیا بلند بند عالم پسند بند ہیں، سلطان پسند بند
یہ فصل اور یہ بزمِ عزا یادگار ہے
پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے

۱۷

۱ آج شبیرؑ پہ کیا عالمِ تنہائی ہے — ظلم کی چاند پہ، زہراؑ کی گھٹا چھائی ہے
اُس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے — یاں نہ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ کوئی بھائی ہے
برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مار لو پیاسے کو، ہے شور ستمگاروں میں

۲ زخمی بازو ہیں، کمر خم ہے، بدن میں نہیں تاب — ڈگمگاتے ہیں، نکل جاتی ہے قدموں سے رکاب
پیاس کا غلبہ ہے، لب خشک ہیں، آنکھیں ہیں پُرآب — تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا، اعدا کو جواب
شدتِ ضعف میں جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سیکڑوں تیرِ ستم تن سے گذر جاتے ہیں

۳ گیسو آلودۂ خوں لپٹے ہیں رخساروں سے — شانے کٹ کٹ کے لٹک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں، خوں بہتا ہے سوفاروں سے — لاکھ آفت میں ہے اک جان، دل آزاروں سے
فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی
وار سے تیغوں کے فرصت نہیں، دم لینے کی

۴ خون سے تر پیچ عمامے کے ہیں، سر زخمی ہے — ہے جبیں چاند سی پُرنور، مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے — تیرِ بیداد سے دل زخمی، جگر زخمی ہے
ضربِ شمشیر سے بے کار ہیں، بازو دونوں
ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں، پہلو دونوں

۵ برچھی آ کر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے — مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آجاتا ہے
بڑھتے ہیں زخمِ بدن، نور گھٹا جاتا ہے — بند آنکھیں ہیں، سرِ پاک جھکا جاتا ہے
گرد زہراؑ و علیؑ، گریہ کناں پھرتے ہیں
غل ہے گھوڑے سے امامِ دوجہاں گرتے ہیں

گرتے ہیں قطرۂ خوں زخمِ جبیں سے پیہم ۶ دستِ مجروح سے کھنچ سکتے نہیں تیرِ ستم
فکر ہے بخشش امت کی کچھ اپنا نہیں غم کرتے ہیں شکرِ خدا، خشک زباں سے ہر دم
ہے عبا تیروں سے غربال، قبا گلگوں ہے
ہونٹھ یاقوت سے زخمی ہیں، دہن پُر خوں ہے

زین سے ہوتا ہے جدا، دوشِ محمدؐ کا مکیں ۷ چمنِ فاطمہؑ کا سرو ہے، مائل بہ زمیں
برچھیاں گڑ دیں ہیں اور بیچ میں ہیں سرورِ دیں ہے یہ نزدیک گرے مُہرِ نبوتؐ کا نگیں
پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں
یاعلیؑ کہتی ہے زینبؑ تو سنبھل جاتے ہیں

لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے ۸ ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سینکڑوں خنجرِ فولاد ہیں، اور اک سر ہے نہ کوئی یار، نہ ہمدم، نہ کوئی یاور ہے
باگ گھوڑے کی لٹکتی ہے، اٹھا سکتے نہیں
سامنے اہلِ حرم روتے ہیں، جا سکتے نہیں

کوئی سید کا نہیں آہ، بچانے والا ۹ حربے لاکھوں ہیں، اور اک زخم اٹھانے والا
پاس میں کوئی نہیں، پانی پلانے والا سنبھلے کس طرح بھلا، برچھیاں کھانے والا
چرخ سے آگ برستی ہے زمیں جلتی ہے
مارے گرمی کے زباں خشک ہے، لو چلتی ہے

کہیں دم لینے کو سایہ نہیں، ہے وقتِ زوال ۱۰ اینٹھی جاتی ہے زباں، پیاس کی شدت ہے کمال
کبھی زینبؑ کا ہے غم، گاہ سکینہؑ کا خیال دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہوئے جاتے ہیں نڈھال
مثلِ خورشید، بدن ضعف سے تھرّاتا ہے
نیّرِ برجِ امامت پہ زوال آتا ہے

کہتے ہیں ظالموں سے، خشک زباں دکھلا کر ۱۱ بہرِ حق پانی کا، اک جام پلا دو لا کر
اہلِ کیں کہتے ہیں یہ تیغِ ستم چمکا کر آبِ شمشیر پیو برچھیوں کے پھل کھا کر
یہ سخن سن کے بھی، غصہ نہیں فرماتے ہیں
یاس سے سوئے فلک دیکھ کے رہ جاتے ہیں

عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے ربِ غفورا ۱۲ تو ہے عالم کہ نہیں کچھ ترے بندے کا قصور
کرتے ہیں یہ مجھے بے جرم و خطا، تیغوں سے چُور ہاتھ اُمت پہ اٹھانا نہیں مجھ کو منظور
جانتے ہیں کہ محمد کا نواسا ہوں میں
پانی دیتے نہیں، دو روز کا پیاسا ہوں میں

تُو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یا رب ۱۳ وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
تیرا محبوب بنا عید کو میرا مرکب روزہ رکھا تو چھپا مہر نمایاں ہوئی شب
بھوک میں خلد کا کھانا مجھے امداد کیا
بھیج کر ہرنی کا بچہ مرا دل شاد کیا

اب اگر ہے یہ تری مصلحت اے ربِ قدیر ۱۴ ہو رواں حلق پہ، اس پیاسے کے آبِ شمشیر
میرے مولا بہ سرو چشم ہے حاضر شبیرؑ حکم حاکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر
جلد گردن پہ رواں، خنجرِ بُراں ہووے
اے خوشا وہ، جو تری راہ میں قرباں ہووے

غم نہیں کچھ مجھے گو بیکس و بے یار ہوں میں ۱۵ زیرِ شمشیر، گلا رکھنے کو تیار ہوں میں
تو مددگار ہے، مختار ہے، لاچار ہوں میں وقتِ مشکل ہے، عنایت کا طلبگار ہوں میں
تیرے سجدے میں یہ سر تن سے جدا ہو جاوے
عہدِ طفلی کا جو وعدہ ہے، وفا ہو جاوے

سختیاں مرگ کی کر اپنے کرم سے آساں ۱۶ لب پہ تکبیر ہو، جب حلق پہ خنجر ہو رواں
دل میں ہو یاد تری، بند ہو جس وقت زباں دم بھروں تیرا ہی تن سے جو نکلنے لگے جاں
بعدِ چہلم جو مجھے قبر میسر ہووے
زخمی تن پر نہ فشار، اے مرے داور ہووے

رحم کر رحم کہ شرمندہ ہوں اے یارِ خدا ۱۷ بندگی کا ترے جو حق تھا، ادا ہو نہ سکا
خوفِ محشر سے، بدن کانپتا ہے، سر تا پا ہوگی اعمال کی پرسش تو، کہونگا میں کیا؟
کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسینؑ
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسینؑ

تقویت دل کو کرم سے ہے ترے یا رحماں ۱۸ نہیں مایوس کہ رحمت ہے تری بے پایاں
مشکلیں بندوں کی کر دیتا ہے دم میں آساں شکرِ الطاف و عنایات میں، قاصر ہے زباں
عاصیوں سے بھی محبت نہیں کم کرتا ہے
جرم وہ کرتے ہیں، تو لطف و کرم کرتا ہے

میں تری راہ میں مظلوں سے ہوتا ہوں فدا ۱۹ تو ہے آگاہ کہ دو دن کا ہوں بھوکا پیاسا
چاہتا ہوں میں یہی، اپنی شہادت کا صلا مغفرت اُمتِ عاصی کی ہو اے بارِ خدا
ہے گوارا مجھے جو کچھ کہ اذیت ہووے
اُن کو دنیا میں بھی، عقبیٰ میں بھی راحت ہووے

عرض کرتے تھے یہ خالق سے شہِ بندہ نواز ۲۰ یک بیک عالمِ بالا سے یہ آئی آواز
اے مرے شیر کے فرزند، نبیؐ کے دمساز تجھ سے ہم خوش ہیں، پذیرا ہے ترا عجز و نیاز
مرد ہے عاشقِ کامل ہے، وفادار ہے تو
جو کہا وہ ہی کیا صادق الاقرار ہے تو

تو بھی مقبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول ۲۱ یہ اطاعت بھی ہے مقبول، یہ طاعت بھی قبول
عاجزی بھی تری مقبول، شہادت بھی قبول تیری خاطر سے ہمیں، بخششِ اُمت بھی قبول
ہم نے خیلِ شہدا کا تجھے سردار کیا
اُمتِ احمدِ مختار کا مختار کیا

دوست داروں کا ترے گلشنِ جنت ہے مقام ۲۲ تا ابد سایۂ طوبیٰ میں کریں گے آرام
ہوں گے محشور ترے ساتھ عزادار تمام تجھ کو جو روئیں گے، آنچ ان پہ ہے دوزخ کی حرام
غم نہ کھا! اہلِ جہاں تیرے محب سارے ہیں
تو ہے پیارا، ترے پیارے بھی ہمیں پیارے ہیں

ہوں گے ہر رنج سے محفوظ ترے تعزیہ دار ۲۳ سختیٔ مرگ نہ ان کو ہے، نہ ایذائے فشار
دمِ مردن نظر آوے گا، علیؑ کا دیدار قبر سے گلشنِ فردوس کی دیکھیں گے بہار
دارِ دنیا ہی میں ہیں جو سوا ہیں ایذا سے
آنکھیں جب بند ہوئیں پھر درِ جنت وا ہے

تجھ سا عابد نہ ہوا ہے، نہ کوئی ہووے گا ۲۴ تیر کھا کھا کے کسی نے بھی ہے یوں شکر کیا
طاعتِ خلق سے اک سجدہ ہے افضل تیرا عرشِ اعظم پہ، ملائک تری کرتے ہیں ثنا
سارا گھر میری محبت میں، فنا تو نے کیا
بندگی کا تھا جو کچھ حق، وہ ادا تو نے کیا

حشر تک روئے گا مظلومی پہ تیری عالم ۲۵ تیرا ماتم نہیں ہووے گا جہاں میں کبھی کم
روضۂ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے بہم
یہ زمیں عرش سے رتبے میں، سوا ہووے گی
خاک تربت کی، تری خاکِ شفا ہووے گی

یہ صدا سن کے ہوئے شاد شہِ ہر دوسرا ۲۶ آ گئی از سرِ نو جسم میں طاقت گویا
جھک کے سجدے کی طرف عجز سے رو کر یہ کہا میرے مولا میں تری بندہ نوازی کے فدا
کیوں نہ ممتاز ہو وہ تو جسے رتبہ بخشے
اس کفِ خاک کو کیا رتبۂ اعلیٰ بخشے

ابھی مولا نے سرِ عجز اٹھایا نہ تھا آہ ۲۷ نیزہ اک چھاتی پہ مارا، جو کسی نے ناگاہ
غش میں گرنے لگے گھوڑے سے امامِ ذی جاہ آئی خاتونِ قیامت کی صدا بسم اللہ
تھامنے آئے علیؑ خلد سے گھبرائے ہوئے
دوڑے محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے

اک جفا کیش نے پھر پہلو پہ نیزہ مارا ۲۸ چھد گیا توڑ کے چھاتی کو کلیجہ سارا
پشتِ تازی پہ، سنبھلنے کا نہ پایا یارا گر پڑا خاک پہ، وہ عرشِ خدا کا تارا
گرد آلود قبائے شہِ پُرنور ہوئی
ریت زخموں کے لیے مرہمِ کافور ہوئی

خاک و خوں میں جو تڑپتے تھے، شہنشاہِ زمن ۲۹ گل کے مانند کھلے جاتے تھے سب زخم بدن
طلبِ آب میں کھولے ہوئے تھے خشک دہن گرد کھینچے ہوئے تلواریں کھڑے تھے دشمن
غمِ ناموس بھی تھا، پیاس کی بھی شدت تھی
پھر سکینہؑ کو نہ دیکھ آئے، یہی حسرت تھی

کان میں آتی تھی زینبؑ کی صدائے جاں کاہ ۳۰ دل تڑپ جاتا تھا کرتے تھے عجب درد سے آہ
راہ روکے ہوئے خیمے کی کھڑے تھے گمراہ نیم وا چشم سے کرتے تھے سوئے خیمہ نگاہ
تنِ زخمی پہ جو پیکانِ ستم گڑتے تھے
خاک سے اُٹھتے تھے اور کانپ کے گر پڑتے تھے

کہتا تھا فوج میں سب سے عمرِ بد اختر ۳۱ کھینچے کیوں تیغوں کو ہاتھوں میں کھڑے ہو ششدر
ریگِ تفتیدہ پہ ہے غش میں، علیؑ کا دلبر جاؤ کیا دیر ہے، کاٹو شہِ مظلوم کا سر
تیغ سے فاطمۂ زہراؑ کا گلا چاک کرو
جلد ہاں خاتمۂ پنجتنِ پاک کرو

ایسے مظلوم کا، سر کاٹنا کیا ہے دشوار ۳۲ جس کا کوئی بھی مددگار، نہ ہمدرد، نہ یار
عورتیں ہیں کئی خیمے میں غریب و نزار مر چکے پہلے ہی جو خون کے تھے دعوے دار
خوں بہا بھی نہ کوئی مانگنے کو آوے گا
اک پسر ہے سو وہ بیمار ہے مر جاوے گا

کانپ کر کہتے تھے سب ہم سے نہ ہوگا یہ ستم ۳۳ ذبح فرزندِ محمدؐ کو نہیں کرنے کے ہم
ایسے مظلوم کی چھاتی پہ جو رکھے گا قدم پاؤں جل جائے گا، تھرائے گا عرشِ اعظم
پیٹتے قبر سے محبوبِ خدا آویں گے
بخدا فاطمہؑ کی آہ سے جل جاویں گے

کون ہے کس کو بھلا ذبح کرے بے تقصیر ۳۴ پھیرتا ہے کوئی پیاسے کے گلے پر شمشیر؟
گو کہ بے کس ہے پہ آساں نہیں، قتلِ شبیرؑ حشر میں ہوویں گے، محبوبِ خدا دامن گیر
تو سمجھتا ہے کہ اس کا کوئی خوں خواہ نہیں
بنتِ احمدؐ نہیں، حیدرؑ نہیں، اللہ نہیں

تھا جو دمساز عمرؔ ابنِ نمیرِ اظلم ۳۵ بڑھ کے تیغ اس نے سرِ شاہ پہ ماری اُس دم
تا جبیں ہوگیا، مجروح سرِ شاہِ امم تھام کر سر کو پکارے یہ امامِ عالم
نہ میسّر تجھے اس ہاتھ سے کھانا ہووے
تو تہی دست جہنم کو روانہ ہووے

چاہا ظالم نے کہ پھر شہ پہ کرے تیغ کا وار ۲۶ دیکھا انگشت بدنداں ہیں رسولِ مختار
خشک اس وقت ہوئے دستِ ستمگر اک بار ہاتھ سے تیغ گری، خوف سے بھاگا، خوں خوار
یاں سرِ پاک سے حضرت کے لہو جاری تھا
خم سوئے قبلہ تھے، بند آنکھیں تھیں غش طاری تھا

جب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی سرور کو ۲۷ غل ہُوا یہ کہ غش آیا، خلفِ حیدرؑ کو
فوج سے شمر بڑھا کھینچے ہوئے خنجر کو سب سے کہتا تھا کہ اب کاٹو سرِ سرور کو
خلفِ احمدِ مختار کا قاتل ہوں میں
کام میرا ہے، اسی کام کے قابل ہوں میں

مجھ کو حیدرؑ سے غرض ہے نہ محمدؐ سے ہے کام ۲۸ رو دیں محبوبِ خدا ہووے خوشی حاکمِ شام
دولتِ فاطمہؑ لے جاؤں میں پاؤں انعام روحِ حیدرؑ کی ہو بے چین، مجھے ہو آرام
منہ نہ میں دولتِ دنیا سے کبھی پھیروں[الف] گا
آج زہراؑ کے کلیجے پہ چھری پھیروں گا

تیز کرتا ہُوا خنجر کو گیا شہ کے قریں ۲۹ آسماں ہل گیا تھرّا گئی مقتل کی زمیں
رو رو چلّانے لگی زینبؑ ناشادِ حزیں غش میں بھی گھیرے ہیں، ہے ہے مرے بھائی کو لعیں
رحم زہراؑ کے پسر پر نہیں کھاتا کوئی
خاک سے بھی نہیں زخمی کو اُٹھاتا کوئی

کس سے فریاد کروں، جا کے میں دکھیا ہے ہے ۳۰ نہ محمدؐ ہیں نہ حیدرؑ ہیں نہ زہراؑ ہے ہے
لاکھ دشمن ہیں، مرا بھائی ہے تنہا ہے ہے تیغوں سے کٹتا ہے، زہراؑ کا کلیجا ہے ہے
سروِ گلزارِ رسالت کو قلم کرتے ہیں
ہائے سیّد پہ، مسافر پہ ستم کرتے ہیں

گردِ زینبؑ کے تھا ناموسِ پیمبرؐ کا ہجوم ۳۱ بانو روتی تھی، کھڑی پیٹتی تھی سرِ کلثوم
کہتی تھی دیکھ کے میداں کو سکینۂ معصوم اے پھوپھی! نرغۂ اعدا میں ہیں شاہِ مظلوم
جاؤں گی اب میں ٹھہرنے کی نہیں، آپ کے پاس
شمر خنجر لیے جاتا ہے، مرے باپ کے پاس

باپ کے پاس سے، جاکر اسے سرکاؤں گی ۴۲ جوڑ کر ہاتھوں کو منت سے میں سمجھاؤں گی
اپنے بابا کی میں چھاتی سے لپٹ جاؤں گی خیمے تک اُن کو سنبھالے ہوئے لے آؤں گی
بھوکے پیاسے، مرے بابا کو نہ مارے کوئی
ان کے بدلے، مرا سر تن سے اُتارے کوئی

کتنا روکا اُسے بانوؑ نے پہ ہرگز نہ رُکی ۴۳ چھوٹتے ہی ہاتھوں سے، سر پیٹتی میداں کو چلی
پیچھے سر کھولے ہوئے خیمے سے زینبؑ نکلی پہونچی رن میں تو سکینہؑ یہ عمرو سے بولی
او لعین حیدرِ کرار کی پوتی ہوں میں
رحم کر! مجھ پہ کہ بن باپ کی ہوتی ہوں میں

دیکھ غربت کو مری کر مرے بچپن پہ نظر ۴۴ باپ مارا گیا میرا تو جیوں گی کیوں کر؟
سر پہ آوے گی یتیمی تو میں جاؤں گی کدھر؟ میں تو ہوں باپ کی شیدا، مرا عاشق ہے پدر
باپ بن ایک دم آرام نہ آوے گا مجھے
کون پھر رات کو چھاتی پہ سلادے گا مجھے

ہنسلیاں اپنی گلے سے تجھے دیتی ہوں اُتار ۴۵ لے مرے کان کا دُر، پر مرے بابا کو نہ مار
ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں ترے آگے ناچار منع کر دے کوئی بیکس کو نہ مارے تلوار
گھر میں جو کچھ زر و زیور ہے، وہ لاؤں گی میں
جان بابا کی بچے گی تو دعا دوں گی میں

بھیڑ میں مجھ کو نظر آتے نہیں بابا جاں ۴۶ اتنا کہہ دے کہ سرک جائیں یہ سب بے ایماں
گرد پھر پھر کے، میں ہوں اپنے پدر کے قرباں جا کے دیکھوں گی، بدن پر ہیں لگے زخم کہاں
دم آخر تو بھلا کام میں آؤں اُن کے
اپنے کُرتے سے لہو منہ کا چھڑاؤں اُن کے

کتنا کہتی رہی وہ بنتِ شہِ عرش جناب ۴۷ اس ستمگر نے دیا کچھ نہ سکینہؑ کو جواب
پیٹ کر سر کہا زینبؑ نے کہ او خانہ خراب تجھ کو آتا نہیں کچھ روحِ پیمبرؐ سے حجاب
ظلم مت کر اسد اللہ کی جائی ہوں میں
ننگے سر پردے سے باہر نکل آئی ہوں میں

۴۸ میری اماں کا ہے مشہور جہاں میں پردا — بعدِ رحلت بھی جنازہ نہ کسی نے دیکھا
اُس کی بیٹی ہوں، ترے ظلم سے، یہ وقت پڑا — سر برہنہ ہوں، گریباں بھی ہے کرتے کا پھٹا
منہ کو اللہ و پیمبر سے چھپاتا ہے تُو
میں تو فریادی ہوں، اور آنکھ چراتا ہے تُو

۴۹ مارا جاتا ہے ترے سامنے زہرؑا کا پسر — دیکھتا ہے تُو یہ تلواریں ہیں پڑتی کس پر
تیر کس کو لگے غربال ہوا کس کا جگر — ذبح کرنے کو کسے کھینچے ہے ظالم خنجر
دلِ زہرؑا، جگرِ شیرِ خدا، کٹتا ہے
ظلم سے تیرے، محمدؐ کا گلا کٹتا ہے

۵۰ قتل مظلوم کو کیوں کرتا ہے، بے جرم و گناہ — اب تلک میں نے بہت صبر کیا ہے واللہ
دل جلی ہوں میں ابھی سینے سے کھینچوں گر آہ — تو بھی جل جائے، تری فوج بھی ہو خاک سیاہ
بد دعا دوں میں تو نازل ابھی آفت ہووے
سر کے بالوں کو جو کھولوں تو قیامت ہووے

۵۱ غش میں حضرت نے سنے جبکہ یہ زینبؑ کے سخن — کھول کر دیدۂ پُرخون کو اُٹھائی گردن
دیکھا سر ننگے کھڑی روتی ہیں مقتل میں بہن — بنتِ زہرؑا کو پکارے یہ شہنشاہِ زمن
کیا کیا تم نے کہ پردے سے کھلے سر نکلیں
جیتے جی میرے سرِ پردے سے باہر نکلیں

۵۲ کس کو سمجھاتی ہو، کوئی نہ سنے گا فریاد — باز آئے گا نہیں، قتل سے میرے جلاد
جتنا تم پیٹتی ہو، اور لعیں ہوتے ہیں شاد — حشر کے روز خدا دیوے گا اس خون کی داد
شوق مرنے کا ہے، سر تن سے جدا ہونے دو
جاؤ گھر میں، مجھے امت پہ فدا ہونے دو

۵۳ گود میں میری سکینہؑ کو اُٹھاؤ ہمشیر! — کوئی اصغرؑ کی طرح، مار نہ بیٹھے اسے تیر
پھر یہ بیٹی کو پکارے ترے صدقے شبیرؑ — تو بھی جا ساتھ پھوپھی جان کے اب اے دلگیر
وقتِ طاعت ہے ذرا یادِ خدا کر لیویں
ہم بھی اب آتے ہیں، سجدے کو ادا کر لیویں

کہہ کے یہ غش ہوئے پھر رن میں شہنشاہِ امم ۵۴ شمرِ ظالم نے رکھا سینۂ اقدس پہ قدم
جگرِ فاطمہؑ زہراؑ پہ چلی تیغِ دو دم آگے زینبؑ کے ہوئے ذبح حسینؑ آہ ستم

پیٹ کر بنتِ شہنشاہِ زمن رونے لگی
باپ کو بیٹی، برادر کو بہن رونے لگی

فتح کا فوجِ مخالف میں بجا نقارا ۵۵ غل ہوا قتل ہوا شیرِ خدا کا پیارا
بس انیسؔ اب نہیں گویائی کا مجھ کو یارا غم سے خوں ہو گیا سینہ میں کلیجا سارا

کس سے اس دردِ مصیبت کا بیاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے دل روتا ہے

١٨

جب کہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں   دِن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت بن میں
اور تڑپنے لگا وہ سروِ ساقامت رن میں   صاف ظاہر ہوئے آثارِ قیامت بن میں

چرخ ہلتا تھا، زمیں خوف سے تھراتی تھی
نالۂ فاطمۂ زہرا کی صدا آتی تھی

شور تھا فاطمہ کا راحتِ جاں قتل ہوا   ۲   ہائے پانی نہ ملا، تشنہ دہاں قتل ہوا
حق کے سجدے میں امامِ دوجہاں قتل ہوا   قبلۂ دین، شرفِ کون و مکاں قتل ہوا

ظلمِ اعدا سے ہوا یثرب و بطحا خالی
ہوگئی پنجتنِ پاک سے دنیا خالی

تشنہ[الف] و بے کس و مظلوم و مسافر ہے ہے   ۳   بوند پانی کی نہ پائی دمِ آخر ہے ہے
تابعِ مرضیِ حق صابر و شاکر ہے ہے   روضۂ احمدِ مرسل کے مجاور ہے ہے

سر[ب] لیے جاتے ہیں نیزے کے چڑھانے کے لیے
کوئی[پ] آتا نہیں لاشہ بھی اٹھانے کے لیے

بی بیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی تھیں[ت] کھولے ہوئے سر   ۴   ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر
کہتی تھی پیٹ کے سر زینبؑ تفتیدہ جگر   سبطِ احمدؐ تری مظلومی کے صدقے خواہر

تم نے پردیس میں منہ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت میں[ث] سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی

گھر میں زہراؑ کے تو ماتم تھا ستمگاروں میں عید   ۵   روزِ عاشور کو سمجھے تھے لعیں روزِ سعید
غل تھا سجدے میں ہوا فاطمہ کا لال شہید   آلِ احمدؐ پہ ظفریاب ہوئی فوجِ یزید

قتل فرزند ہوا، غالبِ ہر غالب کا
کٹ گیا باغ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا

اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر ۶ کہ خبرداروں نے ناگاہ یہ دی آ کے خبر
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زہرؑا کا پسر فاطمہؑ روتی رہی کاٹ لیا شمر نے سر
خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلاتی تھیں
بیٹیاں فاطمہؑ کی رن میں چلی آتی تھیں(ز)

کہہ کے یہ کرسیِ زریں سے اٹھا وہ بے دیں ۷ شکر ہے قتل ہوا بادشہِ عرش نشیں
آیا خوش ہوتا ہوا سامنے یوں شمرِ لعیں سر تھا اک ہاتھ میں، ایک ہاتھ میں تھا خنجرِ کیں
کہتا تھا سیدِ(ح) لولاک کا گھر خاک ہوا
لے عمر! خاتمۂ پنجتنِ پاک ہوا

تیرا اقبال تھا یاور کہ مُہم(ط) ہو گئی سر ۸ اس کا یہ سر ہے جو تھا فاتحِ خیبر کا پسر
خنجرِ ظلم سے کاٹا ہے محمدؐ کا جگر آج گُل ہو گئی شمعِ لحدِ پیغمبر
نالۂ شیرِ الٰہی کی، صدا آیا کی
میرا خنجر نہ رُکا فاطمہؑ چلّایا کی

اس نے دیکھا جو سرِ پاکِ امامِ خوش خو ۹ چاہتا تھا کہ ہنسے پر نکل آئے آنسو
بولا یہ شمر سے وہ آلِ پیمبرؐ کا عدو کس طرح قتل کیا مجھ سے مفصل کہہ تو
تیغ(ی) جب حلق پہ رکھی تھی، تو کیا کرتے تھے
اس نے رو کر کہا اُمت کی دعا کرتے تھے

جب میں نزدیک گیا کھینچے ہوئے خنجرِ کیں ۱۰ قبلہ رُو بیٹھے تھے، بے ہوش شہِ عرش نشیں
ہاتھ تھے خاک پہ اور سجدۂ خالق(ک) پہ جبیں آستیں میں نے جو اُلٹی تو لرزتی تھی زمیں
عرش تھرّاتا تھا جب فاطمہؑ چلّاتی تھی
الاماں کی مرے خنجر سے صدا آتی تھی

زانو اس سینۂ بے کینہ(ل) پہ رکھنے لگا جب ۱۱ شور تھا چار طرف ہائے غضب ہائے غضب
تھامے ہاتھوں سے جگر کہتے تھے سلطانِ عرب میرا سینہ ہے یہ اس سینے کا لازم ہے ادب
تجھ کو اللہ نہ بخشے گا یہ کیا کرتا ہے
سرِ شبیرؑ کو خنجر سے جدا کرتا ہے

گردنِ سبطِ پیمبر پہ جو رکھا خنجر ۱۲ تنہ بے کس نے عجب یاس سے کی مجھ پہ نظر
پھر گئی آنکھوں(س) تلے گردشِ چشمِ حیدر رو کے فرمایا کہ زینبؑ تو نہیں ڈیوڑھی پر
اوٹ کچھ کر لے کہ وہ جی سے گذر جائے گی
ذبح ہوتے مجھے دیکھے گی تو مر جائے گی

ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا ۱۳ زینبؑ آپہونچی تھی شبیرؑ تلک ننگے پا
سر برہنہ تھے نبیؐ، پیٹتے تھے شیرِ خدا رکھے دیتی تھی گلا، تیغ کے نیچے زہراؑ
جب علیؑ ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شہِ بے کس سے لپٹ جاتی تھی

ماں کے احوال پہ روتا تھا علیؑ کا جانی ۱۴ ہونٹھ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
مجھ سے منھ(ﷺ) پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی سبطِ احمدؐ کی کوئی بات نہ میں نے مانی
زیرِ شمشیر گلوئے شہِ خوش خُو دیکھا
آسماں ہل گئے جب چھاتی(م) پہ زانو دیکھا

ضربِ اوّل میں شہِ دیں نے کہا بسم اللہ ۱۵ دوسری بار پکارے، مدد اے یا جدّاہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدا لے جاں کاہ بخش دے حشر میں، یارب مرے شیعوں کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرتِ شبیرؑ کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

شمرِ ظلم سے خوشی ہو کے لگا کہنے عمر ۱۶ شکر ہے(اللہ) شکر کہ جلدی یہ مہم ہو گئی سر
حکم دے فوج کو کوئی ابھی نہ کھولے کمر جلد غارت کریں ابنِ اسد اللہ کا گھر
دن بہت کم ہے بس اب فکرِ زر و مال کریں(س)
لٹ چکے خیمے تو پھر لاشوں کو پامال کریں

شمر چلّایا یہ سنتے ہی کہ اے لشکرِ شام ۱۷ غارتِ خیمہ کا ہے حکم، چلے فوج تمام
دیر کا وقت نہیں اب کہیں ہو جائے نہ شام جس کے جو ہاتھ لگے لوٹ لے اسباب تمام
پاس ناموسِ نبیؐ کے زر و زیور نہ رہے
ہاں سرِ زینبؑ و کلثومؑ پہ چادر نہ رہے

محکم بن کے چلے خیموں پہ اعدا کے پرے ۱۸ شور تھا رحم نہ ہرگز کوئی رانڈوں پہ کرے
کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے نہ خدا سے نہ علیؑ سے نہ پیمبرؐ سے ڈرے
آلِ احمدؐ پہ عجب طرح کی آفت آئی
فوج کیا آئی کہ خیمے میں قیامت آئی

مضطرب پھرتی تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۱۹ ماؤں کی گودیوں میں چھپتے تھے ڈر سے اطفال
خوف کے مارے سکینہؑ کا عجب تھا احوال ماں سے لپٹی ہوئی چلاتی تھی وہ نیک خصال
جاں بلب ہوں مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی
رن سے جلدی مرے بابا کو بلا لائے کوئی

ارے لوگو مرے بھیا علی اکبرؑ ہیں کہاں؟ ۲۰ کس سے پوچھوں میں پھوپھی جان کے دلبر ہیں کہاں؟
لوٹی جاتی ہے دلہن قاسمِ بے پر ہیں کہاں؟ اُن کے قرباں میں عباسِؑ دلاور ہیں کہاں؟
ظلم تو لشکرِ اعدا ہے دکھاتا مجھ کو
کوئی اس وقت بچانے نہیں آتا مجھ کو

یہ تلاطم تھا کہ خیمے میں دھنسے غارت گر ۲۱ اور لٹنے لگا ناموسِ نبیؐ کا زیور
دخترِ فاطمہؑ کے سر پہ نہ چھوڑی چادر شور تھا جلد بتاؤ کہ خزانہ ہے کدھر؟
گاڑ رکھی ہے کہاں سبطِ نبیؐ کی دولت
کیا ہوئی احمدؐ و زہراؑ و علیؑ کی دولت

بیبیاں کہتی تھیں بکھرائے ہوئے چہروں پہ بال ۲۲ گھر سخی کا ہے یہ بے جا ہے یہاں زر کا خیال
کرتا تھا فاقے پہ فاقے اسد اللہ کا لال نہ دفینہ ہے نہ دولت ہے نہ زیور ہے نہ مال
اب حسینؑ ابنِ علیؑ سے ہے زمانہ خالی
ہو گیا آج محمدؐ کا خزانہ خالی

غش میں بستر پہ جو سجادؑ پڑے تھے تنہا ۲۳ ننگے سر دوڑی گئی بالی سکینہؑ اس جا
ننھے سے ہاتھوں سے بازو کو ہلا کر یہ کہا پھوپھی اماں کی ردا چھن گئی اٹھو بھیا
شمر نے بانوئے آوارہ وطن کو لوٹا
ستم ایجادوں نے اک شب کی دلہن کو لوٹا

اٹھو صدقے گئی دیکھو کہ یہ کیسا ہے ستم ۲۴ برچھیاں تانے ہوئے گھر میں کھڑے ہیں اظلم
چونک کر غش سے پکارے یہ امامِ عالم ہائے شاید سرِ شبیرؑ ہوا تن سے قلم
رہ گئے ہم اسد اللہ کا پیارا نہ رہا
ہے غضب خلق میں سرتاج ہمارا نہ رہا

ہاتھ چہرے پہ دھرے کہتی تھی یہ زینبؑ زار ۲۵ کوئی دنیا میں نہیں ہووے گی مجھ سی نادار
لٹ گئی آن کے اس بن میں علیؑ کی سرکار اب تو محتاج ہوں چادر کو بھی میں سینہ فگار
شکر کرتی ہوں کہ اللہ نے احسان کیے
پاس دو لال تھے وہ بھائی پہ قربان کیے

کہتے تھے یہ کہ لعینوں کا ہوا گرد ہجوم ۲۶ قتل اس کو بھی کرو تھی یہی جلادوں میں دھوم
برچھیاں تان کے سب بولے کہ اٹھو او مغموم باپ مارا گیا شاید نہیں تجھ کو معلوم
باندھو مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے

آگیا غیظ میں یہ سن کے علیؑ کا دلدار ۲۷ کانپتے ہاتھوں سے بستر سے اٹھائی تلوار
شمرِ اظلم سے یہ فرمایا کہ او نابکار سب تیری فوج کو کافی ہوں میں گو ہوں بیمار
او لعیں صاحبِ شمشیر کا پوتا ہوں میں
قید ہونے کا نہیں شیر کا پوتا ہوں میں

اُس کا بیٹا ہوں میں دو لاکھ سے کی جس نے جدال ۲۸ قید کر لیوے مجھے کیا ترے لشکر کی مجال
پاٹ دوں نعشوں سے اک دم میں یہ میدانِ قتال غضب آجاتا ہے جس دم کہیں آتا ہے جلال
ہم وہ ہیں جن سے رسولوں نے مدد چاہی ہے
دستِ بیمار میں بھی زورِ یداللّٰہی ہے

بیچ میں آگئیں سب بیبیاں کھولے ہوئے سر ۲۹ بانو چلائی کہ ہے ہے مرے بیمار پسر
کہا زینبؑ نے پھوپھی صدقے ہوا اے نورِ نظر کچھ تمہیں یاد ہے کیا کہہ گئے تھے تم سے پدر
جنگ کا قصد نہ اے سیدِ سجادؑ کرو
شہِ بےکس کی وصیت کو ذرا یاد کرو

وقتِ رخصت تمھیں کچھ لکھ کے ہے بابا نے دیا؟ ۳۰ لے کے بھائی کی بلائیں یہ پکاری کبریٰ
لے کے اس نامے کو سجاد نے آنکھوں پہ رکھا خط وصیت کا ہے تم اس کو تو پڑھ لو بھیا
بولے دیکھوں خطِ شبیر میں کیا لکھا ہے؟
اور بیمار کی تقدیر میں کیا لکھا ہے

مرے عابد تری مظلومی کے صدقے بابا ۳۱ خط جو کھولا تو یہ لکھا تھا پس از حمد و ثنا
سب کو سونپا تمھیں اور تم کو خدا کو سونپا ہم تو اب جاتے ہیں اے لال کٹانے کو گلا
تابعِ مرضیِ حق اے مرے عابد رہنا
باپ کی بےکسی و یاس کے شاہد رہنا

منہ سے نکلے نہ بجز شکرِ خدا کوئی سخن ۳۲ لوٹنے آئے مرے بعد جو فوجِ دشمن
کیجو امت کی دعا باندھیں جو ہاتھوں میں رسن طوق لادیں تو خوشی ہو کے جھکانا گردن
گھر کے لٹنے کا نہ اے لال تاسف کرنا
میری مسند بھی جلا دیں تو نہ تم اف کرنا

کھینچیو تیغ نہ جھنجلا کے مرے سر کی قسم ۳۳ رکھیو امت پہ نبی کی نظرِ لطف و کرم
اے مری جان تڑ گے راہِ رضا سے نہ قدم ہم کو سب طرح کی قدرت تھی پہ مارا نہیں دم
مر کے بھی تم سے نہ غافل یہ پدر ہووے گا
شام تک ساتھ تمھارے مرا سر ہووے گا

اشک آنکھوں سے بہے ہاتھ سے رکھ دی تلوار ۳۴ پڑھ چکا باپ کی تحریر کو جب وہ بیمار
طوق و زنجیر کو لے آؤ نہیں اب انکار دیکھ کر شکر کفار کو یہ کی گفتار
ہاتھ باندھو یہ گرفتارِ بلا حاضر ہے
پاؤں سوجے ہوئے حاضر ہیں گلا حاضر ہے

پھنس گیا طوق میں وہ چاند سا پرنور گلا ۳۵ سن کے بیمار کی تقریر بڑھے اہلِ جفا
جب بندھے ہاتھ تو فرمایا کہ یا عقدہ کشا ہوئی زنجیر کے نالوں سے قیامت برپا
میں تو صابر ہوں پہ حضرت یہ ستم دیکھتے ہیں
آئی آواز ید اللہ کہ ہم دیکھتے ہیں

اتنے میں جلنے لگا خیمۂ سلطانِ اُمم ۲۶ بچے لے لے کے نکلنے لگے ڈیوڑھی سے حرم
دوڑا معصوم سکینہؑ کی طرف اِک اظلم دونوں کانوں سے گہر چھین لیے وائے ستم
خوں میں کُرتے کو بھرا دیکھ کے تھراتی تھی
ہاتھ کانوں پہ دھرے باپ کو چلاتی تھی

گود میں لے کے اسے رونے لگی بانوئے زار ۲۷ غُل ہوا اہلِ حرم جلد ہوں اونٹوں پہ سوار
اونٹ بٹھلائے تو چلائی یہ زینبؑ اِک بار کس طرف ہو علی اکبرؑ یہ پھوپھی تم پہ نثار
گرد اونٹوں کے قنات آ کے لگا دو بیٹا
ہاتھ پکڑ و مجھے محمل میں بٹھا دو بیٹا

اونٹ آئے ہیں سواری کو یہ اے نورِ نظر ۲۸ نہ کجاوہ ہے نہ ہودج، نہ عماری، جن پر
دیر سے بھائی کو چلاتی ہوں میں خستہ جگر اپنی ماں جائی کی لیتے نہیں اس وقت خبر
سر پہ چادر نہیں ہے شان ہماری دیکھو
آج ناموسِ پیمبرؐ کی سواری دیکھو

یہ جو زینبؑ نے کہا رونے لگے خورد و کلاں ۲۹ اور اونٹوں کی بھی آنکھوں سے ہوئے اشک رواں
بس انیسؔ جگر افگار نہیں تابِ بیاں عرض کر حق سے بصد عجز کہ ربِّ دو جہاں
توبہ کرتا ہوں گنہ سے پشیماں ہوں میں
عفو کر جرم کہ آلودۂ عصیاں ہوں میں

۱۹

۱ جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی — ڈوبی لہو میں شکل سفینۂ صفات کی
چلائے خضر اُٹھ گئی لذت حیات کی — گویا نبیؐ نے آج جہاں سے وفات کی
زہراؑ نہیں نبیؐ و علیؑ و حسنؑ نہیں
پھر کیا رہا جہان میں جب پنجتن نہیں

۲ جاری تھا جس سے فیض، وہ گھر ہوگیا تباہ — شبیرؑ سا نہ ہوئے گا، اُمت کا خیر خواہ
حیواں کو ذبح کرتے ہیں، پانی پلا کے آہ — مارا ستم کی فوج نے، پیاسے کو بے گناہ
ایذا ہے بعد ذبح تن پاش پاش کو
تربت میں گاڑتے نہیں سید کی لاش کو

۳ تیغِ ستم سے کٹ گیا زہراؑ کا باغ سب — پھولے پھلے چمن پہ خزاں آئی ہے غضب
افسوس باغیوں نے کیا ظلم بے سبب — پانی سے تر ہوئے، نہ کسی گُل بدن کے لب
ایک ایک سرو قد کا، گلا رن میں کٹ گیا
سب فاطمہؑ کا باغ اسی بن میں چھٹ گیا

۴ دُنیا ہوئی تباہ، غضب آج ہوگیا — بے سر تمام خلق کا سرتاج ہوگیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے، تاراج ہوگیا — کنبہ رسولِ پاکؐ کا، محتاج ہوگیا
کیا کیا گلِ ریاض محمدؐ خزاں ہوئے
تھی جن سے روشنی، وہ ستارے نہاں ہوئے

۵ بے سر جو تھا زمیں پہ، یداللہ کا خلف — برپا تھا شور ہائے حُسینا کا ہر طرف
تھی کربلا میں، خاک بسر قدسیوں کی صف — ہلتا تھا کعبہ، کانپتا تھا یثرب و نجف
زہراؑ برہنہ سر تھیں، علیؑ اشکبار تھے
خوابیدگانِ کُنجِ لحد بے قرار تھے

پریاں پکارتی تھیں یہ کھولے سروں کے بال ۶ پیٹو ہوا ہے فخرِ سلیماں کا انتقال
فریاد ہے شہید ہوا شاہِ خوش خصال ہے ہے پسر بتول کا، ہے ہے علیؑ کا لال
ماتم کرو کہ سیدِ ذی جاہ مر گئے
اہلِ حرم تباہ ہوئے شاہ مر گئے

اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار ۷ مائیں جو پیٹتی تھیں تو بچے تھے بے قرار
چلاتی تھی یہ زینبِ مغموم بار بار بھیا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار
کیوں کر ردا اڑھاؤں تنِ چاک چاک پر
مسند نبیؐ کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر

اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہراؑ تھا خوابگاہ ۸ اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبرِ الٰہ زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ
کیوں کر بہن کے دل میں نہ غم کا وفور ہو
جب جسمِ پاک آپ کا تیغوں سے چور ہو

یہ شور تھا کہ آئے ستمگر سوئے خیام ۹ چلایا شمر پھونک دو ہاں خیمۂ امام
فضہ نے دی صدا کہ ادب کا ہے یہ مقام یاں بیٹیاں علیؑ کی ہیں اے ساکنانِ شام
جل جاؤ گے جو اہلِ حرم پر نگاہ کی
ڈیوڑھی یہ ہے امامِ فلک بارگاہ کی

اے ناریو! یہ حیدرِ صفدر کا ہے مکاں ۱۰ اس کا ادب کرو یہ پیمبرؐ کا ہے مکاں
پیچھے ہٹو نبیؐ کی یہ دختر کا ہے مکاں حق سے ڈرو، یہ شافعِ محشر کا ہے مکاں
یاں اذن جبرئیل کو جب تک ملا نہیں
پاسِ ادب سے وہ کبھی آگے بڑھا نہیں

رہتے تھے اس میں سیدِ سردارِ انس و جاں ۱۱ کعبے سے کم نہیں ہے بزرگی میں یہ مکاں
یاں کی زمیں سے پست ہے رتبے میں آسماں اس کا ہر ایک در ہے درِ خلد بے گماں
رفعت میں اوجِ عرشِ بریں سے دو چند ہے
کرسی سے اس مکان کا رتبہ بلند ہے

ظاہر ہے سب پہ حضرتِ خیرالنساء کا حال ۱۲ فاقے پہ فاقے کرکے سدھاریں وہ خوشخصال
ہیں اُن کی بیٹیاں بھی غریب و شکستہ حال اُس گھر کو لُوٹتے ہیں، جہاں ہو متاع و مال
سیدانیوں کے فقر سے، آگاہ کیا نہیں
ثابت کسی کے سر پہ گزی کی ردا نہیں

فضہ سے تب یہ کہنے لگا شمرِ بے حیا ۱۳ ہے ہم کو بُغض مال اگر کچھ نہ نکلے گا
تو یہ خیام آگ سے دیویں گے ہم جلا اور سر سے چھین لیں گے ہر اک رانڈ کی ردا
دانستہ اہلِ بیتِ نبیؐ کو ستائیں گے
مسندِ محمدِ عربی کی جلائیں گے

اُن کو تو قتل کر چکے تھا جن کا ہم کو ڈر ۱۴ لوٹیں گے اہلِ بیتِ محمدؐ کا مال و زر
اکبرؑ نہ اب ہیں اور نہ سلطان بحر و برؑ عباسؑ بھی نہیں جو بچائیں گے آن کر
کانوں سے ننھے بچوں کے گوہر اُتاریں گے
کبرا جو پہنے ہوگی وہ زیور اُتاریں گے

فضہ سے جب یہ شمر لعیں نے کیا کلام ۱۵ در آنہ آئے فاطمہ کے گھر میں اہلِ شام
جس وقت صحن میں نظر آیا ہجوم عام سر پیٹنے لگے حرمِ سیدِ انام
لٹتا تھا گھر جو بادشہِ مشرقین کا
غل تھا نبی کی آل میں ہے ہے حسینؑ کا

مسند لٹی، جو شاہِ فلک بارگاہ کی ۱۶ ہاتھوں سے دل کو تھام کے زینبؑ نے آہ کی
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جا گہ پناہ کی فریاد ہے دُہائی ہے شیر اللہ کی
آقا تمہارے اہلِ حرم لوٹے جاتے ہیں
یا شیرِ حق بچاؤ کہ ہم لوٹے جاتے ہیں

شکلیں مصیبت دیکھ کے بچے تھے بے قرار ۱۷ کرتوں سے منہ چھپاتے تھے روتے تھے زار زار
چلاتی تھی یہ بانوئے مغموم بار بار اکبر بچاؤ ہوتے ہیں بے پردہ پردہ دار
نامحرموں کو قہرِ الٰہی کا ڈر نہیں
ماں بہنیں لُوٹی جاتی ہیں تم کو خبر نہیں

کہتی تھی سہم کر یہ سکینہؑ جگر فگار ۱۸ مجھ کو کہیں چھپاؤ پھوپھی تم پہ میں نثار
غافل ہیں ہم نے دیکھ لیا بس سبھوں کا پیار اکبرؑ ہیں یاں، نہ حضرت عباسؑ نامدار
نامحرم آ کے خیمۂ عصمت میں بھر گئے
پوچھو کسی سے تم مرے بابا کدھر گئے؟

کیا ہو گیا جو خیمے میں آتے نہیں پدر ۱۹ کچھ ہیں خفا جو شکل دکھاتے نہیں پدر
تشریف ایسے وقت میں لاتے نہیں پدر لٹتے ہیں اہلِ بیت، بچاتے نہیں پدر
ہے ہے میں کیا کروں! یہ مہم کون سر کرے؟
کوئی خدا کے واسطے ان کو خبر کرے

زینبؑ نے اُس یتیم سے سر پیٹ کر کہا ۲۰ کس کو پکارتی ہو سکینہؑ پھوپھی فدا
ہوتے اگر حسینؑ تو آ سکتے اشقیا ہے ہے ہوئے شہید، شہنشاہِ کربلا
خالی ہوا زمانہ ترے بابا جان سے
پڑھ کر نمازِ عصر، سدھارے جہان سے

زینب ابھی سکینہؑ سے کرتی تھی یہ کلام ۲۱ لینے لگے ردائیں سروں پر سے اہلِ شام
دیکھا نہ تھا جو گھر میں کبھی یہ ہجومِ عام حق کی دہائی دینے لگیں بیبیاں تمام
منت سُنی کسی کی، نہ خوفِ خدا کیا
زہراؑ کی بہوؤں بیٹیوں کو بے ردا کیا

[illegible] وہ جفا شعار، صغیروں کے پاس آئے ۲۲ سہمے ہوئے وہ روتے تھے کرتوں سے منہ چھپائے
[illegible] سے بُندے کھینچ لیے اُن کے ہائے ہائے روئے جو وہ یتیم، تو نیزے اُنہیں دکھائے
فریاد کی صغیروں نے، منہ ڈھانپ ڈھانپ کے
گر گر پڑے زمین پہ سب کانپ کانپ کے

آیا قریں سکینہؑ کے، پھر شمرِ خیرہ سر ۲۳ اور بدگہر نے کھینچ لیا کان سے گہر
کرتا [illegible] دامن کا ہو گیا سارا لہو میں تر تڑپی وہ مثلِ ماہیِ بے آب خاک پر
چلائی وہ یتیم کہ راحت کے دن گئے
فریاد ہے حسینؑ، ٹھہر میرے چھن گئے

آئی صدا، یہ شاہ کے لاشے سے اس گھڑی ۲۴ صدقے میں تیرے صبر کے اے میری لاڈلی
شاکی ہیں ان سے فاطمہؑ و حیدرؑ و نبیؐ تجھ پر ستم کیا نہیں، ایذا یہ مجھ کو دی
تجھ کو نہیں لعیں نے طمانچے لگائے ہیں
بیٹی یہ سب حسینؑ نے صدمے اٹھائے ہیں

اتنے میں ناریوں نے دیا، اور تازہ غم ۲۵ حضرت کے گھر میں آگ لگا دی، بصد ستم
جلنے لگا جو خیمۂ شاہنشہ اُمم بچوں کو لے کے گود میں، رونے لگے حرم
استادہ صحن میں ہوئے خیمے سے بھاگ کے
رخسار تمتما گئے شعلوں سے آگ کے

جب جل چکے خیام شہ آسماں وقار ۲۶ اونٹوں پہ اہلِ بیت نبیؐ کو کیا سوار
عابدؑ کے دستِ پاک میں، اونٹوں کی دی مہار گر پڑتے ہر قدم پہ، یہ تھا بیڑیوں کا بار
گورا گلا، وہ حلقۂ طوق و رسن میں تھا
مہتابِ آسمانِ شرافت گہن میں تھا

جب عصر تک سپاہِ خدا، رن میں لڑ چکی ۲۷ مطلع دوم یعنی بتولؑ پاک کی کھیتی، اُجڑ چکی
آرامِ اہلِ بیت کی صورت، بگڑ چکی پردیس میں حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ چکی
کنبہ نبیؐ کا موردِ بیداد ہو گیا
گھر فاطمہؑ کا ظلم سے برباد ہو گیا

لکھتا ہے اس طرح سے ابو مخنفِ سعید ۲۸ جس وقت لٹ چکے حرم سرورِ شہید
وہ دن تھا ابنِ سعد کے نزدیک روزِ عید سب کے سروں کو سامنے منگوا کے وہ پلید
بولا سبھوں کو فتح دکھانا ضرور ہے
نیزوں پہ ان سروں کو چڑھانا ضرور ہے

بیٹھا منگا کے کرسیِ زر پہ وہ بد گہر ۲۹ لشکر کے سرکشوں کو لگا بانٹنے وہ سر
قاسمؑ کا سر کسی کو دیا، اس نے خوں میں تر بخشا کسی کو پھر سرِ عباسؑ نامور
اک بدنہاد کو علیؑ اکبر کا سر دیا
اور اک لعیں کے ہاتھ میں اصغر کا سر دیا

جب دشمنوں نے نیزوں کی نوکوں پہ سر چڑھائے ۲۰ تھا شور اہلِ بیت نبیؐ میں کہ ہائے ہائے
بانوؑ پکارتی تھی کہ ماں تیرے صدقے جائے اصغر نہ دو برس بھی مرا دودھ پینے پائے
امّاں کا گھر بھرا ہُوا ویران کر گئے
واری ہماری گود کو سنسان کر گئے

جب سب کے سر رواں سوئے کوفہ وہ کر چکا ۲۱ اُس وقت دستِ نحس میں سَر شاہ کا لیا
خولی اصبحی کو لعیں نے طلب کیا سَر اس کو دے کے سبطِؑ پیمبر کا یہ کہا
تھی آرزو کہ قتلِ امامِ زمانہ ہو
سر لے کے شہ کا کوفے میں جلدی روانہ ہو

خولی کو اس لعیں نے جو سونپا سرِ حسینؑ ۲۲ خیمے میں اپنے لے کے، وہ پہنچا سرِ حسینؑ
رومال میں لعیں نے جو باندھا سرِ حسینؑ بسمل سا تن کے واسطے تڑپا سرِ حسینؑ
زہراؑ کا، نے علیؑ و نبیؐ کا، ادب کیا
کوچ اس نے لے کے شاہ کا سر وقتِ شب کیا

جس وقت بابِ شہر پہ پہونچا وہ بدگہر ۲۳ جس جا سے آتے جاتے تھے سب بند تھے وہ دَر
جب تھک گیا پکار کے سب کو وہ خیرہ سر ناچار ہو کے واں سے چلا تب وہ اپنے گھر
پوشیدہ دستِ نحس میں تصویرِ شاہ لی
ڈر سے ٹھہر سکا نہ کہیں، گھر کی راہ لی

اک فرسخ اس لعیں کا مکاں واں سے دُور تھا ۲۴ اس بے حیا کی بیبیاں، دو تھیں، جُدا، جُدا
اک بی بی خضرمیہ تھی، خوش خود پارسا وہ زن بنی اسد سے تھی، جو گھر تھا دوسرا
شیعہ تھیں، دوستدارِ جنابِ بتولؑ تھیں
وہ دونوں دل سے عاشقِ سبطِ رسولؐ تھیں

رومال میں لیے سرِ سلطانِ کربلا ۲۵ پہونچا قریبِ قریہ جو وہ دشمنِ خدا
بی بی بنی اسد سے جو تھی، اُس کے گھر گیا رکھ کر سرِ حسینؑ، کمر کھولنے لگا
سارا مکان، نُور سے معمور ہو گیا
گھر میں فروغِ روشنیِ طور ہو گیا

حیران ہو کے بولی وہ بی بی نکو سیر ۳۶ رومال میں یہ لایا ہے، کیا چیز باندھ کر
ہے دُرِ شب چراغ جو ایسا ہے جلوہ گر | جس کی ضیا سے ہو گیا، روشن تمام گھر
کیا سانحہ ہے جس سے مرا دل ملول ہے
اس نے کہا کہ، یہ سرِ سبطِ رسولؐ ہے

کوفے میں وقتِ صبح میں لے جاؤں گا یہ سر ۳۷ ابنِ زیاد سے، مجھے لینا ہے مال و زر
قتلِ حسینؑ کی تو ہوئی ہے، اُسے خبر | دیکھا نہیں مگر سرِ سلطانِ بحر و بر
جب اُس کو خوں بھرا ہوا یہ سر دکھاؤں گا
اُس کے صلے میں، خلعت و انعام پاؤں گا

چھاتی پہ ہاتھ مار کے بولی وہ خوش خصال ۳۸ ہے ہے یہ اس کا سر ہے جو ہے فاطمہؑ کا لال
لوٹا یہ کس نے خانۂ محبوبِ ذوالجلال | دُنیا کے آفتاب، پہ یوں آ گیا زوال
وا حسرتا حسینؑ سے زینبؑ بچھڑ گئی
ہے ہے بتولؑ پاک کی کھیتی اُجڑ گئی

لاتے ہیں آدمی تو غنیمت سے سیم و زر ۳۹ لایا ہے گھر میں تو پسرِ فاطمہؑ کا سر
او ظالم و لعیں و بد آئین و بد گہر | سر کو حسینؑ کے لیے پھرتا ہے دَر بدَر
پیشِ خدا جو روزِ قیامت کو جائے گا
بتلا مجھے رسولؐ کو کیا منہ دکھائے گا

برباد دیں کیا طمعِ زر سے ہے غضب ۴۰ تو کچھ ڈرا نہ روحِ پیمبرؐ سے، ہے غضب
لایا ہے سر حسینؑ کا لشکر سے، ہے غضب | لٹکائے تھا یہ بے ادبی مرے، ہے غضب
جنّ و ملک تو روتے ہیں، اور تجھ کو غم نہیں
ظالم یہ سر حسینؑ کا قرآں سے کم نہیں

یہ کہہ کے سر کو پیٹتی دوڑی وہ سوگوار ۴۱ چلائی اے نبیؐ کے نواسے ترے نثار
اس مومنہ نے غیظ میں آ کر پھر ایک بار | مارا لعیں کو سنگ کہ سر ہو گیا فگار
پایا محل نہ گھر میں جو آرام و چین کا
بھاگا وہاں سے لے کے لعیں سر حسینؑ کا

۴۲ بی بی جو خضریہ تھی، آیا وہ اُس کے گھر ۔۔۔ لٹکا کے دستِ نحس میں سبطِ نبی کا سر
ظالم ڈرا کہ اس سے بھی پہونچے نہ کچھ ضرر ۔۔۔ تھی وہ بھی دل سے عاشقِ سلطانِ بحر و بر
ناری نے کچھ نہ فرق کیا نار و نور میں
رکھا سرِ حسینؑ چھپا کر تنور میں

۴۳ اور تھی نمازِ شب کی زنِ مومنہ کی خو ۔۔۔ کچھ زہر مار کرکے تو سویا وہ کینہ جو
اک روشنی سی گھر میں نظر آئی چار سو ۔۔۔ جب بعد نصف شب کے اُٹھی وہ پئے وضو
بولی کہ تا بہ چرخ ہے نور اس مکان سے
اُترا ہے کیا زمیں پہ یہ چاند آسمان سے

۴۴ بیساختہ کہا کہ زہے قدرتِ اِلٰہ ۔۔۔ تھی رات لیکن اس کو ہوا دن کا اشتباہ
رکھتا نہیں کبھی یہ ضیا، چودھویں کا ماہ ۔۔۔ کیا نور، کیا فروغ ہے، کیا روشنی ہے، واہ
یہ نور طعنہ زن ہے، تجلیِ طور پر
ہے بُرجِ آفتاب کا عالم تنور پر

۴۵ اُٹھتی ہوں روز پر کبھی دیکھا نہیں یہ نور ۔۔۔ حیران ہو کے دل سے یہ بولی وہ ذی شعور
کھلتا نہیں یہ کچھ نہ کچھ اسرار ہے ضرور ۔۔۔ روشن کبھی آج تو نہیں میں نے کیا تنور
پُر نور کیوں تنور سے سارا مکان ہے
کیسی یہ روشنی ہے کہ تا آسمان ہے

۴۶ اک ہودج آسمان سے اُترا زمین پر ۔۔۔ تھی سوچ میں کہ دیکھتی کیا ہے وہ خوش سیر
اک بی بی بے قرار ہے، تھامے ہوئے جگر ۔۔۔ ہیں اُس میں چار بیبیاں، لیکن برہنہ سر
آنسو رواں ہیں آنکھوں سے، اور لب پہ نالے ہیں
ہاتھوں سے تین بیبیاں اس کو سنبھالے ہیں

۴۷ اے گلعذار فاطمؑ بدرو حسین ہائے ۔۔۔ چلاتی ہے کہ ہائے مرے نور عین ہائے
یہ تیرے سر پہ ظلم و ستم اے حسینؑ ہائے ۔۔۔ مرنے کے بعد بھی نہ ملا تجھ کو چین ہائے
واری میں پیٹتی ہوئی آئی ہوں دور سے
صورت دکھاؤ ماں کو نکل کر تنور سے

ہودج سے سر برہنہ جو اُتری وہ حق شناس ۴۸ چہرہ تو آفتاب سا تھا، اور سیاہ لباس
بالوں پہ بن کی خاک، پریشان و بے حواس تھامے جگر جھکی ہوئی آئی تنور پاس
دیکھا اُٹھا جو گرد سے رُخ نورِ عین کا
گودی میں لے لیا سرِ انور حسینؑ کا

ہونٹوں سے ہونٹ مل کے کیے اسطرح سے بین ۴۹ اے میرے لال اے مرے بیکس مرے حسینؑ
آنکھوں پہ ماں تو رکھتی تھی، اے میرے نورِ عین آیا تنور میں تمہیں، یاں کس طرح سے چین
فریاد ہے یہ اُمتِ احمدؐ نے کیا کیا
چھاتی پہ چڑھ کے تن سے ترا سر جُدا کیا

واری تنور اور ترا سر، ہزار حیف ۵۰ یہ خاک اور زلفِ معنبر، ہزار حیف
پانی سے خشک لب نہ ہوئے تر، ہزار حیف سوکھے گلے پہ چل گیا خنجر، ہزار حیف
تم چھٹ گئے بہن سے، بہن تم سے چھٹ گئی
ہے ہے کمائی فاطمہؑ کی بن میں لُٹ گئی

کیسے وطن سے چھٹ کے چلے آئے ماں نثار ۵۱ کیا دشمنوں کے ہاتھوں سے دکھ پائے، ماں نثار
فاقوں میں زخم تیغ و سناں کھائے، ماں نثار شکوے کا حرف لب پہ نہ تم لائے ماں نثار
پیاری بہن اسیر ہے، بلوائے عام میں
دولت مری لُٹا گئے اُمت کے کام میں

دیکھا پسر کے غم میں جو زہراؑ کو بے قرار ۵۲ یوں تینوں بیبیوں نے یہ کی عرض، بار بار
للہ صبر کیجیے، ہم آپ پر نثار تھرا رہا ہے عرش، ملائک ہیں اشکبار
آنکھوں کو شہ کے سر سے نہ مل مل کے روئیے
بس کربلا میں لاش پہ اب چل کے روئیے

رکھ کر تنور میں سرِ سردارِ انس و جاں ۵۳ ہودج پہ چڑھ کے واں سے سدھاریں وہ بیبیاں
آئی تنور پر، زنِ خولی، بصد فغاں دل کانپتا تھا سینے میں، اور اشک تھے رواں
رقت کا تھا یہ جوش کہ تھرا کے گر پڑی
دیکھا جو سر تنور میں، غش کھا کے گر پڑی

تھی غش میں وہ، کہ ہاتفِ غیبی نے دی صدا ۵۴ اے زن، بس اپنے شوہرِ ملعون کے گھر سے جا
تو دوست ہے علیؑ کی، یہ ہے دشمنِ خدا کافر سے کام مومنۂ پاک کو ہے کیا
تو نیک اعتقاد ہے، وہ بدسرشت ہے
دوزخ مکاں ہے اُس کا، ترا گھر بہشت ہے

اس نے کیا سوال یہ ہاتف سے ایک بار ۵۵ یہ کون بیبیاں تھیں جو روتی تھیں زار زار
آئی صدا کہ مریم و حوّا ہیں اشک بار اور تیسری خدیجۂ کبریٰ تھیں بے قرار
گھر میں ترے جو خلد سے تشریف لائی ہیںؓ
یہ بیبیاں حسین کے پُرسے کو آئی ہیں

وہ بی بی جو کہ سب سے زیادہ تھیں دردناک ۵۶ سب خون سے بھرا ہُوا تھا جن کا روئے پاک
بکھرے ہوئے تھے بال گریباں تھا چاک چاک کپڑے سیاہ جسم پہ تھے، اور سر پہ خاک
رو رو کے چومتی تھیں جو منہ نورِ عین کا
وہ فاطمہؑ تھیں، اور یہ سر ہے حسینؑ کا

چونکی صدا یہ سن کے جو غش سے وہ خوش سیر ۵۷ تنور سے نکال لیا شاہِ دیں کا سر
چھڑکا گلاب، اور رکھا جانماز پر ہے ہے حسینؑ کہہ کے وہ چلائی، تا سحر
ہنگامِ صبح غم کی چھری دل پہ چل گئی
جنگل میں پیٹتی ہوئی گھر سے نکل گئی

خاموش اے انیسؔ کہ دل آب آب ہے ۵۸ اس آتشِ الم سے کلیجا کباب ہے
یہ مرثیہ ہے یا غمِ شہ کی کتاب ہے رونے کی فصل، مجلسِ ماتم کا باب ہے
روئیں گے وہ جو عاشقِ نامِ حسینؑ ہیں
فقرے فقط ہیں درد کے اور غم کے بین ہیں

۲۰

اے مومنو! کیا صادق الاقرار تھے شبیر ۱ دنیا نے وفا کے دُرِ شہوار تھے شبیر
خوشنودیِ خالق کے طلبگار تھے شبیر اقلیمِ صداقت کے جہاندار تھے شبیر
چاہا جو خدا نے وہی چاہا شہِ دیں نے
کیا وعدۂ طفلی کو نبھا یا شہِ دیں نے

تھا قول کا صادق پسرِ مخبرِ صادق ۲ معشوقِ خدا وہ، تو یہ اللہ کا عاشق
کیوں خوش نہ ہو اس عمر کی مخلوق سے خالق بچپن سے رہے حق کی ملاقات کے شائق
فرماتے تھے تن سر پہ امانت ہے خدا کی
یہ دَین، ادا ہو تو عنایت ہے خدا کی

سر دینے کا اقرار کیا تھا جو خدا سے ۳ آپ آئے کٹانے کو گلا تیغِ جفا سے
سر نذرِ خدا کر دیا، تسلیم و رضا سے پانی نہ کئی روز پیا، مر گئے پیاسے
وعدہ فقط اک سر کا تھا درگاہِ خدا میں
حضرت نے بہتّر دیے سر راہِ خدا میں

محتاجوں کی دعوت تھی یتیموں کی مدارات ۴ تھا وعدہِ وفائی کا خیال آپ کو دن رات
کیا بات کے پورے تھے شہنشاہِ خوش اوقات فرق اُس میں نہ آیا، جو کبھی منہ سے کہی بات
اس طرح کے صادق کبھی دیکھے ہیں کسی نے
مر کر کیا وعدے کو وفا سبطِ نبی نے

شیریں رقمانِ مصحفِ حسنِ بلاغت ۵ اس طرح رقم کرتے ہیں شیریں کی روایت
زینت دہِ بیت الشرفِ خاص تھے حضرت اور سامنے تھی شیریں بھی حاضر پئے خدمت
پہلو سے جو مانوس شہنشاہِ زمن تھے
کچھ پیار کی باتیں تھیں محبت کے سخن تھے

شیریں پہ جو حضرت کی نظر جا پڑی اک بار ۶ بانو سے یہ بولے بہ تبسم شہِ ابرار
خوش چشم ہے کس مرتبہ شیریںِ خوش اطوار اس طرح کی آنکھیں کبھی دیکھی نہیں زنہار
فرمائی جو یہ بات شہنشاہِ اُمم نے
نیوڑا لیا سر دخترِ سلطانِ عجم نے

سوچی کہ یہ میلان شہِ جن و بشر ہے ۷ کی آنکھوں کی تعریف تو منظورِ نظر ہے
پھر دل سے کہا عاشقِ صادق تو اگر ہے معشوق جو راضی ہو تو کیا اس میں ضرر ہے
فرزندِ نبیؐ ابن شہنشاہِ نجف ہے
شیریں کی کنیزی میں مجھے دیں تو شرف ہے

یہ کہتی ہوئی واں سے وہ اِک حجرے میں آئی ۸ شیریں کو اشارے سے بلاتی ہوئی لائی
شانہ کیا سرمہ[الف] دیا پوشاک پہنائی حیرت ہوئی شیریں کو تو یہ بات سُنائی
کُھلتا نہیں کچھ مجھ پہ یہ اَسرار میں صدقے
کیوں کرتی ہو لونڈی کو گنہگار میں صدقے

وہ بولی کہ میں نے تجھے بچپن سے ہے پالا ۹ آزاد کیا سب کو پہ تجھ کو نہ نکالا
اب تجھ پہ پڑی ہے نظرِ سیدِ والا رُتبہ ترا شہزادیوں سے اب ہے دوبالا
جو کچھ تری خدمت کروں واللہ وہ کم ہے
لونڈی تری اب دخترِ سلطانِ عجم ہے

آراستہ جب ہو چکی شیرین وفادار ۱۰ بانو گئی واں بیٹھے تھے جس جا شہِ ابرار
کی عرض کہ لونڈی کا فدا آپ پہ گھر بار کچھ کہنا ہے اُٹھیے تو کروں حال وہ اظہار
شہ سمجھے گلہ ہوگا دل افسردہ ہے بانوؔ
تعریف پہ شیریں کی کچھ آزردہ ہے بانوؔ

اُٹھ کر گیا زہراؑ کا پسر بانوؔ کے ہمراہ ۱۱ پردہ جو اُٹھا حجرے کا کیا دیکھتے ہیں شاہ
ہے موتیوں میں شیریں ستاروں میں ہو جوں ماہ فرمانے لگے بانوؔ سے ہنس کر شہِ ذی جاہ
جو بھی ہو تم اس کا مجھے دھیان نہیں ہے
جب تم ہی ہو بی بی تو کچھ ارمان نہیں ہے

بانوؓ نے کہا صدقے میں اے سرور والا ۱۲ کچھ لونڈی کی آزردگی کا دھیان نہ کرنا
حاضر ہے یہ، میں نے بہ دل و جاں اسے بخشا فرمانے لگے تب یہ شہ یثرب و بطحا
تم نے تو دیا ہم کو، کہ صادق ہو وفا میں
ہم نے اسے آزاد کیا، راہِ خدا میں

بانوؓ نے سنی جب شہ والا کی یہ گفتار ۱۳ خوش ہو کے پھری گرد محبت سے کئی بار
اور اس کو دیا زیور و زر، درہم و دینار حضرت نے کہا اس کا سبب کیا، مری غمخوار
اوروں کو نہ اتنا، زر و زیور دیا تم نے
شیریں سے یہ الفت، کہ غنی کر دیا تم نے

بانوؓ نے کہا اُن سے ہو کیوں کر یہ برابر ۱۴ آزاد کیا تھا، انھیں میں نے، مرے سرور
ہر چند کہ سلطانِ عجم کی ہوں میں دُختر پر فاطمہؓ زہرا کی کنیزوں سے ہوں کمتر
خود صدقے ہوں شیریں پہ اگر میں تو بجا ہے
فرزندِ نبیؐ نے اسے آزاد کیا ہے

شیریں کے یہ سُن کر ہوئے اشک آنکھوں سے جاری ۱۵ لیں ہاتھوں سے بانوؓ کی بلائیں کئی باری
سجادؑ کو لے گود میں بولی کہ میں واری اب تم سے جُدا ہوتی ہے لونڈی یہ تمھاری
خط بھیج کے اپنا، مرا دل شاد کرو گے
اس پالنے والی کو، کبھی یاد کرو گے

صدقے گئی خدمت کو، مری بھول نہ جانا ۱۶ جب ہونے لگے بیاہ، تو لونڈی کو بُلانا
سہرا مجھے اس چاند سی صورت پہ دکھانا اُس سمت سفر ہو تو مرے گھر میں بھی آنا
نزدیک جو آنے کی خبر پاؤں گی واری
چھاتی مری اُمڈے گی، میں آپ آؤں گی واری

پھر پاؤں پہ سر حضرتِ زینبؑ کے جھکایا ۱۷ شفقت سے گلے شاہ کی خواہر نے لگایا
جب آپ کو اُس نے قدمِ شہ پہ گرایا سب روتے تھے حضرت کو بھی رونا بہت آیا
مولا کے نہ قدموں سے جُدا ہوتی تھی شیریں
نعلین سے منہ ملتی تھی، اور روتی تھی شیریں

کہتی تھی یہ جانا ہے، جہاں سے مرا جانا ۱۸ ان قدموں سے چھوٹی تو کہاں میرا ٹھکانا
فرماتے تھے شبیرؑ کہ یہ دھیان نہ لانا ہم آئیں گے، اک ایسا بھی ہووے گا زمانا
کچھ فکر نہ کریں، اپنا یہ دستور نہیں ہے
نزدیک ہے تو دل سے تو کچھ دور نہیں ہے

لے لے کے بلائیں کہا شیریں نے کہ یا شاہ ۱۹ جیسا ہے تعلق مجھ کو خدا اُس کا ہے آگاہ
اب عرض یہ لونڈی کی ہے، اے سرورِ ذی جاہ آپ آئیں تو، ناموس بھی ہوں، آپ کے ہمراہ
فرمایا نہ کڑھ، پورے سب ارماں ترے ہوں گے
ہم ساتھ حرم کو لیے مہماں ترے ہوں گے

یہ بات تو فرمائی پہ رونے لگے حضرت ۲۰ آخر مع اسباب کیا شیریں کو رخصت
کچھ لوگ کیے ساتھ کہ پہونچے بحفاظت محمل میں وہ چڑھ کر گئی با عزت و حرمت
تھا پاس کنیزوں کا یہ، جس شاہِ امم کو
ملعونوں نے بے پردہ کیا اُس کے حرم کو

اک کوہ پہ تھا قلعہ، کہ گھر اُس کا تھا، اُس جا ۲۱ واں پہونچی تو شیریں کے ہوا، حسن کا چرچا
تھا ایک یہودی کہ وہ طالب ہوا اُس کا شیریں نے سنا جب تو پیام اس کو یہ بھیجا
گر ہے مرے وصلت کی تمنا ترے جی میں
تو کفر کو تو چھوڑ کے آ، دینِ نبیؐ میں

پڑھ کر کلمہ گو ہوا، وہ دل سے مسلماں ۲۲ عقد اُس سے ہوا ہاتھ لگی دولتِ ایماں
آباد یہودی کا ہوا، خانۂ ویراں وہ دونوں بہم رہنے لگے، خرم و خنداں
شیریں کو محبت تھی زبس آلِ نبیؐ کی
تھی آٹھ پہر یاد حسینؑ ابنِ علیؑ کی

کہتی تھی کہ یا رب مرا گھر شہ کو دکھانا ۲۳ وہ دن ہو کہ، ہو زینبؑ و کلثومؑ کا آنا
شبیرؑ ادھر کو کہیں جلدی ہوں روانا اس لونڈی پہ اب شاق ہے تشریف نہ لانا
آقا مرے کیا جانے کب آئیں گے ادھر کو
پھر بھی کبھی دیکھوں گی میں زہراؑ کے پسر کو

آویں گے مدینے سے یہاں سیدِ اکرم ۲۴ کہتی کبھی ہمسایوں سے بیٹھ کے باہم
اب بیٹیوں سے اُن کی ملادیں گے پیمبرؐ خاتونِ قیامت سے، جو مخدومۂ عالم
احمدؐ کی زیارت، شہِ والا کی ملاقات
زینبؑ کی ملاقات ہے، زہراؑ کی ملاقات

آنے کو کہا ہے مرے گھر، آپ نے اک بار ۲۵ اے بیبیو! آتا ہے مرا صادق الاقرار
فرزندِ نبیؐ کا تمھیں دکھلائیں گے دیدار زہراؑ کے چمن سے یہ مکاں ہووے گا گلزار
آنکھیں قدمِ سبطِ پیمبرؐ پہ ملیں گے
ہم دُور تلک لینے کو، مولا کے چلیں گے

اندوختہ کرتی تھی ضیافت کا سرانجام ۲۶ رہتا تھا یہی اس کو تردد سحر و شام
اُن میووں کو منگواتی تھی، دے دے کے وہ انعام جو میوے تھے مرغوبِ امامِ ذوی الاکرام
شوہر کوئی تحفہ جو لیے دیتا تھا لاکر
حضرت کے لیے رکھتی وہ کشتی میں لگاکر

کورے گھڑوں میں پانی بھرا رکھتی تھی ٹھنڈا ۲۷ تھا دھیان کہ آویں گے، سفر سے شہِ والا
شہ آتے نہ ہوں شہر کے ناکے پہ ذرا جا دن ڈھلتا تو شوہر سے یہ کرتی تھی تقاضا
آمد ہو اگر لشکرِ حضرت کی اِدھر سے
میں بھی چلوں شہزادیوں کے لینے کو گھر سے

آگے علمِ سبز لیے ہوگا علمدار ۲۸ یہ شہ کے ہے لشکر کا نشاں اور یہ آثار
اور بیچ میں ہوگا خلفِ حیدرِ کرار ہوویں گے، عزیز و رفقا گھوڑوں پہ اسوار
ملبوسِ رسولِ عربیؐ ہووے گا بر میں
تیغِ اسدُاللہ لگی ہوگی کمر میں

آوے گی نظر حضرتِ زینبؑ کی عماری ۲۹ ناموس کی کچھ فاصلے سے ہوگی سواری
اور محملوں میں ہوویں گی، سیدانیاں ساری ہودج میں سوار آئے گی، شہزادی ہماری
آگے یہ نقیبوں کا سخن ہووے گا سب سے
خاموش چلے جاؤ تفاوت سے ادب سے

حضرت کا تصوّر تھا' اِدھر شیریں کو دن رات ۲۰ واں کوفے کو' یثرب سے گئے شاہِ خوش اوقات
دستور ہے مہماں کی کرتے ہیں' مدارات سو فاطمہؑ کے لال کی' پوچھی بھی نہ کچھ بات
دسویں کو محرم کی لڑے شاہِ امم سے
سر کاٹ لیا پیاسے کا' شمشیرِ دو دم سے

جب قتل ہوا حضرتِ زہراؑ کا وہ پیارا ۲۱ سیدانیاں قیدی ہوئیں گھر لُٹ گیا سارا
دُر گوشِ سکینہؑ سے' لعینوں نے اُتارا روئی وہ تو جھنجھلا کے طمانچہ اسے مارا
یہ ظلم تھا ناموسِ شہِ جن و بشر پر
منہ ڈھانپنے کو تھی نہ ردا' ایک کے سر پر

گھر آگ سے خاتونِ قیامت کا جلایا ۲۲ شہزادیوں کو ناقۂ عُریاں پہ بٹھایا
سرِ سیّدِ مظلوم کا نیزے پہ چڑھایا اور طوقِ گراں گردنِ عابد میں' پنھایا
دفن اپنے تو لاشے کیے' رانڈوں کو دکھا کے
بے غسل و کفن رہ گئے لاشے شہدا کے

جب لے چلے مقتل سے اسیروں کو کھلے سر ۲۳ سر پیٹ کے چلّانے لگی زینبؑ مضطر
اے ظالمو! ٹھہراؤ مرے اونٹ کو دم بھر ہو لے تنِ شبیرؑ سے رخصت تو یہ خواہر
پاؤں گی نہ پھر لاشِ شہِ تشنہ دہن کو
رو لینے دو بھائی کے گلے مل کے بہن کو

بانوؑ نے کہا اونٹ کو میرے بھی بٹھا دو ۲۴ لوگو مجھے لاشہ علی اکبرؑ کا دکھا دو
بچھڑے ہوئے فرزند کو مادر سے ملا دو اصغرؑ کو بھی لا کر مری چھاتی سے لگا دو
اُلفت نے پسر کی مجھے بے چین کیا ہے
بچے نے مرے دودھ نہیں کل سے پیا ہے

زینبؑ سے یہ تب کہنے لگا شمرِ ستمگار ۲۵ منزل ہے کڑی' اونٹ نہ یاں ٹھہرے گا زنہار
تب لاش کو بھائی کے پکاری وہ دل افگار بے بس ہے بہن' اے خلفِ حیدرِ کرّار
حضرت کی زیارت مجھے کرنے نہیں دیتے
[illegible] جفاکار' اُترنے نہیں دیتے

لاشِ شہِ مظلوم سے آواز یہ آئی ۲۶ بہنا تری مظلومی کے صدقے ہو یہ بھائی
تم کیا کرو لکھی ہے مقدر میں جُدائی جاؤ تمھیں دے قید سے اللہ رہائی
اب تم ہو بہن اور اسیری کی جفا ہے
ہم ہیں' یہ بیاباں ہے' اور یادِ خدا ہے

سُن کر یہ صدا کرنے لگیں بیبیاں فریاد ۲۷ نزدیک تھا' اشتر سے گرے زینبؑ ناشاد
نیزے کو دکھا' بولا یہ شمرِ ستم ایجاد اونٹوں کو بڑھا جلد' اب اے سیّدِ سجّاد
بن آیا نہ کچھ سیّدِ بے کس کے پسر کو
تسلیم بندھے ہاتھوں سے کی جھک کے پدر کو

اونٹوں کو چلا کھینچتا عالم کا نکوزادہ ۲۸ صدمے سے ہوئی شدّتِ تپ اور بھی زیادہ
اسوار تھے گھوڑوں پہ لعیں' اور وہ پیادہ جب ضعف سے گرتے تھے' ٹھہرنے کا ارادہ
شانوں پہ سنانوں کو جھکاتے تھے ستمگر
بیمار کو کھینچے لیے جاتے تھے ستمگر

اونٹوں پہ نبیؐ زادیاں تھیں' گردنیں ڈالے ۲۹ اور پیاس سے بچے تھے' زبانوں کو نکالے
عابدؑ تھے بندھے ہاتھوں سے زنجیر سنبھالے دل میں بھی پھپھولے تھے' کفِ پا میں بھی چھالے
منزل پہ اُتر کر بھی' نہ سوتے تھے سحر تک
بابا کے لیے شام سے روتے تھے سحر تک

اعدا تو لگاتے تھے زمیں جھاڑ کے بستر ۳۰ اور خاک پہ گر رہتے تھے' ناموسِ پیمبرؐ
بھر بھر کے گھڑے رکھتے تھے پانی کے ستمگر یاں پھیرتے تھے پیاسے زبانوں کو لبوں پر
تیاری میں کھانے کی اِدھر اہلِ ستم تھے
فاقوں کے سبب قیدیوں کے ہونٹوں پہ دم تھے

جب طے اسی صورت سے ہوئیں منزلیں دو چار ۳۱ اِک جا پہ دوراہہ ہوا' رستے میں نمودار
اک راہ سوئے دشت تھی' اک جانب کہسار صحرا کو چلے لے کے' سرِ شاہ ستمگار
پہونچا جو دوراہے کے قریں رُک گیا نیزہ
جس سمت کو تھا کوہ' اُدھر جھک گیا نیزہ

گھبرا کے لگے کہنے یہ عابدؑ سے ستمگار ۴۲ رُکنے کا سبب شاہ کے ظاہر کرو اسرار
فرمانے لگے رو کے یہ تب عابدِ بیمار ہے مخبرِ صادق کا پسر، صادق الاقرار
اعجاز ہوا یہ جو سبطِ نبیؐ سے
اس راہ میں مہمانی کا وعدہ ہے کسی سے

یہ سن کے اسی سمت چلے سب ستم آرا ۴۳ لشکر کا ہوا، کوہ کے دامن میں اتارا
شیریں سے کہا جا کے کسی نے یہ قضارا آیا مع لشکر، اسد اللہ کا پیارا
ناموس بھی ہمراہ ہیں اور بھیڑ بڑی ہے
جنگل میں کئی کوس تلک فوج پڑی ہے

سن مژدہ کو سنتے ہی خوشی ہو گئی شیریں ۴۴ بولی کہ ہوئی اب دلِ بے تاب کو تسکیں
[illegible] خالق نے نہ رکھا مجھے غمگیں وعدہ جو کیا تھا، اسے بھولے نہ شہِ دیں
اب چل کے قدم پر شہِ والا کے گروں گی
دن بھر [illegible] گرد میں آقا کے پھروں گی

عورات [illegible] یہ سنایا ۴۵ دو تہنیت اے بیبیو! آقا مرا آیا
یہ روزِ مبارک [illegible] نے دکھایا اب عرش کے پائے سے ہے بڑھ کر مرا پایا
لونڈیوں میں ممتاز کیا شاہِ زمن نے
لونڈی کو سرافراز کیا شاہِ زمن نے

سب نے کہا خوش ہو کے ہمیں بھول نہ جانا ۴۶ ہاں تو بھی بہن حضرتِ زینبؑ سے ملانا
شہزادی کا اپنی ہمیں دیدار دکھانا قسمت سے ہوا فاطمہؑ کے لال کا آنا
حضرت کی سواری کا حشم دیکھیں گے ہم بھی
سردارِ دو عالم کے قدم دیکھیں گے ہم بھی

عباسِ علی کے قد و قامت کے ہیں مشتاق ۴۷ اور قاسمِ مہرو کی بھی طلعت کے ہیں مشتاق
زینبؑ کے جگر بندوں کی صورت کے ہیں مشتاق ہم شکلِ پیمبر کی زیارت کے ہیں مشتاق
گلدستہ ہے کوئی ان میں کوئی غنچہ دہن ہے
کہتے ہیں بڑے حسن پہ زہرا کا چمن ہے

تھی شیریں تو اس ذکر سے پھولی نہ سماتی ۴۸ کرسی کو کہیں، اور کہیں مسند کو بچھاتی
یہ کہہ کے کبھی صحن کے دروازے پہ جاتی دیکھ آؤں سواری تو نہیں شاہ کی آتی
دعوت کا سرانجام تو تیار ہوا ہے
کیوں دیر لگی، فاطمہ کے لال کو کیا ہے؟

مطبخ میں تقید کبھی کرتی تھی یہ جا کر ۴۹ کھانے کے رکھو خوان قرینے سے لگا کر
شربت بھی بناؤ کہ مسافر پئیں آکر حجرے میں رکھیں نذر کی سب کشتیاں لاکر
کہتی تھی تصدق نہ اتاروں گی میں پہلے
شہزادیوں پر آپ کو واروں گی میں پہلے

دن ڈھل گیا اور جب نہ ہوئی آمد سرور ۵۰ شوہر سے کہا، اب تو نہایت ہوں میں مضطر
جا دیکھ تو اترا ہے کہاں شاہ کا لشکر کہیو قدم پاک کو آنکھوں سے لگا کر
شیریں کی یہ ہے عرض کہ اب آئیے مولا
لونڈی کو قریب آکے نہ ترسائیے مولا

مدت میں بر آئی ہے مرے دل کی تمنا ۵۱ صدقے گئی نوش آج یہیں کیجیے کھانا
آپ آئیں یہ ہرچند نہیں ہے مرا رتبا عزت مگر اس لونڈی کی ہو جائے گی شاہا
روشن مرا گھر کیجیے اگر فیض قدم سے
کچھ دور نہیں آپ کے الطاف و کرم سے

یہ سن کے چلا شوہر شیریں طرف شاہ ۵۲ پوشاکیں بدل، اہل محلہ ہوئے ہمراہ
فوج اتری نظر آئی اسے دور سے ناگاہ نزدیک جو پہنچا وہ شہ دیں کا ہواخواہ
لشکر میں عجب طرح کا عالم نظر آیا
شادی کہیں دیکھی، کہیں ماتم نظر آیا

جس جا پہ تھا خیمہ عمر سعد کا برپا ۵۳ واں جا کے یہ ڈیوڑھی کے نگہبانوں سے پوچھا
کب ہوگا برآمد پسر فاطمہ زہرا فرماتے ہیں آرام، کہ بیدار ہیں مولا
گر اتنی خبر کر دو تو احسان بڑا ہے
اک تازہ غلام آپ کا مجرے کو کھڑا ہے

گر یہ نہ ہو تو شہ کے رفیقوں سے ملا دو ۵۴ عباسؑ علمدار کے خیمے کا پتہ دو
سجادؑ کو اور عون و محمد کو بلا دو ہم شکلِ پیمبر کی مجھے شکل دکھا دو
بتلاؤ قسم تم کو رسولِ عربی کی
ڈیوڑھی ہے کدھر خیمۂ ناموسِ نبیؐ کی

وہ بولے کہ اے شخص کدھر دھیان ہے تیرا ۵۵ اس حال کی (۱) تجھ کو نہیں شاید خبر اصلا
یہ شام کی ہے فوج، یہ خیمہ ہے عمر کا مدت ہوئی مارا گیا لختِ دلِ زہرا
اب گھر ہے کہاں، سبطِ رسولِ عربی کا
خیمہ تو جلا آئے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

مارے گئے سادات، ہوئی فتح لڑائی ۵۶ تصویرِ نبیؐ صفحۂ ہستی سے مٹائی
عباسؑ نے اک بوند بھی پانی کی نہ پائی ٹوٹی گئی سب شیرِ الٰہی کی کمائی
کوئی نہ رہا فوجِ شہِ جنّ و بشر میں
گھر فاطمہؑ کا صاف کیا، تین پہر میں

کر لائے ہیں ناموسِ محمدؐ کو گرفتار ۵۷ ہے قید میں حضرت کا پسر عابدِؑ بیمار
زن (۱) کو کیا، یاں کے جو مارے گئے سردار بے سر ہے پڑی دشت میں لاشِ شہِ ابرار
بند آنکھیں ہیں لب خشک ہیں منھ خوں سے بھرے ہیں
وہ دیکھ لے سر نیزوں کی نوکوں پہ دھرے ہیں

سیدانیاں بیٹھی ہیں وہ چہروں پہ ملے خاک ۵۸ زینبؑ ہے وہی ماتمی پہنے ہوئے پوشاک
وہ بانوئے بیکس ہے گریباں کیے چاک بیٹھی ہے وہ کلثومؑ بہن شاہ کی غمناک
کبرا ہے وہ زانو پہ جھکائے ہوئے سر کو
وہ بالی سکینہؑ ہے جو روتی ہے پدر کو

یہ سنتے ہی سینے میں جگر پھٹ گیا اس کا ۵۹ تھرانے لگا بید کے مانند سراپا
دے پٹکا عمامے کو، گریباں کو پھاڑا کہتا تھا یہ کیا ہو گیا، واحسرت و دردا
میں لینے کو آیا تھا، نہ پایا شہِ دیں کو
تقدیر نے جیتا نہ دکھایا شہِ دیں کو

شیریں جو تھی یاں منتظرِ سبطِ پیمبر ٦٠ رونے کا جو اک شور سنا ہو گئی ششدر
دیکھا کہ چلا آتا ہے، سر پیٹتا شوہر ڈیوڑھی سے سراسیمہ نکل آئی کھلے سر
چلّا کے کہا کس نے تمھیں لوٹ لیا ہے
جلدی ارے لوگو! کہو یہ ماجرا کیا ہے؟
سر پیٹ کے تب شوہرِ شیریں یہ پکارا ٦١ بی بی ترے آقا کو ستمگاروں نے مارا
زہرا کا پسر خلق سے، جنت کو سدھارا سادات کا تو قافلہ لوٹا گیا سارا
بھیجا تھا جہاں تُو نے وہ لشکر ہے شقی کا
سر کاٹ کے لائے ہیں حسینؑ ابن علیؑ کا
تو منتظر اب کس کی ہے، کون آئے گا بی بی؟ ٦٢ عابدؑ ہے سو بیمار ہے، رانڈیں ہیں سو قیدی
شیریں نے کہا پیٹ کے سر، کوٹ کے چھاتی ہے ہے مرے سیدؑ مرے آقا، مرے والی
لٹوا کے گھر اور تیغ سے کٹوا کے سر آئے
فرمایا تھا آؤں گا، سو یوں میرے گھر آئے
یہ کہہ کے چلی پیٹتی اور دیتی دُہائی ٦٣ رستے میں کہیں گر پڑی، ٹھوکر کہیں کھائی
یکبار خبر آنے کی شیریں کے جو پائی زینبؑ نے کہا ہائے سلامت نہیں بھائی
پُرسے کو وہ آئی ہے، سو یاں گھر بھی نہیں ہے
منھ کا ہے یہ ہم ڈھانپیں کہ چادر بھی نہیں ہے
یہ کہتی تھی زینبؑ کہ وہ آ پہونچی کھلے سر ٦٤ سب اُٹھ کے لگے پیٹنے ناموسِ پیمبر
شیریں کا یہ تھا حال کہ گرتی تھی وہ مضطر بانوؑ کے قدم پر کبھی زینبؑ کے قدم پر
چلّاتی تھی، ہے ہے شہ ذی جاہ کو مارا
کس جرم پہ اعدا نے مرے شاہ کو مارا
کیا فاطمہؑ کے لال سے ایسی ہوئی تقصیر ٦٥ کیوں حلق شہِ دیں پہ چلی ظلم کی شمشیر
فریاد ہے، بے پردہ ہوئے صاحبِ تطہیر ہے ہے مرا شہزادہ ہے، پہنے ہوئے زنجیر
گودی بھری اولاد سے خالی ہوئی ہے ہے
بی بی مری، بے وارث و والی ہوئی ہے ہے

یہ کہہ کے پچھاڑیں کبھی کھاتی تھی وہ مضطر ۶۶ ہاتھوں سے کھڑی ہو کے کبھی پیٹتی تھی سر
جس نیزہ پہ آلودۂ خوں تھا سرِ سرورؑ واں جاتی تھی، اور کہتی تھی یوں ہاتھ اٹھا کر
تھی میں تو قدم دیکھنے آئی مرے مولا
لونڈی کو یہ کیا شکل دکھائی مرے مولا

آفت تری اس خوں بھری تصویر کے واری ۶۷ میں مر نہ گئی ہائے بلا لے کے تمھاری
اس بین سے شیریں نے جو کی گریہ و زاری نیزے پہ سرِ شاہ کے آنسو ہوئے جاری
پیدا یہ لبِ خشک سے حضرت کے صدا تھی
کیوں روتی ہے شیریں یہی مرضیِ خدا تھی

صد شکر کہ ہم تجھ سے ہوئے صادق الاقرار ۶۸ دعوت ہے ہماری، یہی اے مونس و غمخوار
فاقے سے کئی روز کے ہے عترتِ اطہار اور پیاس سے مرتی ہے سکینہ مری دلدار
دشمن کے بھی بچوں پہ نہ یوں فاقہ کشی ہو
پانی اسے پلوا، کہ مری روح خوشی ہو

یہ تین برس کا تو سن اور تشنہ دہانی ۶۹ ہو جاتی ہے غش مانگتے ہی مانگتے پانی
ہر بار جھڑکتے ہیں، اے ظلم کے بانی کیا ضد ہے کہ بچوں کے بھی ہیں دشمنِ جانی
کی جاتی نہیں بات بھی اس تشنہ دہن سے
ننھا سا گلا، شمر نے باندھا ہے رسن سے

زینبؑ کی خبر لے کہ ہے قیدی مری خواہر ۷۰ بنتِ اسد اللہ کے سر پر نہیں چادر
ہے خاک سے کبرا نے چھپایا رخِ انور شہزادی تری آن ہے بلوے میں کھلے سر
احسان کا یہ وقت ہے عبرت کی یہ جا ہے
وہ قید ہے جس نے تجھے آزاد کیا ہے

سیدانیوں کو چادریں کچھ لا کے اڑھا دے ۷۱ رانڈوں کی مدد کر کہ خدا تجھ کو جزا دے
راضی ہوں نبیؐ، صاحبِ تطہیرؑ دعا دے محشر میں تجھے حلۂ فردوس خدا دے
بے وارث و والی ہیں گرفتارِ بلا ہیں
محتاجِ کفن ہم ہیں، یہ محتاجِ ردا ہیں

سُن کر یہ سخن زینبِ دلگیر پکاری ۷۲ ان باتوں کے صدقے میں اس آواز کے واری
یاد آئی مصیبت تمھیں اے عاشقِ باری شیریں سے سناں پر بھی سفارش ہے ہماری
تم تشنہ دہن ذبح ہوئے مجھ کو یہ غم ہے
اور آپ کو بھینا کی اسیری کا الم ہے

جیتی ہے بہن کس لیے کُڑھتے ہو برادر ۷۳ تن پر تو ہے سر گو مرے سر پہ نہیں چادر
گردن پہ تو بھینا کی پھرا یا نہیں خنجر لاشہ تو مرا دھوپ میں جلتا نہیں دن بھر
غم کھاؤ نہ چادر جو نہیں پاتی ہوں بھائی
بالوں سے تو منھ ڈھانپے چلی جاتی ہوں بھائی

زینب تو یہ کہتی تھی سرِ شاہ سے رو کر ۷۴ بِلاتی تھی شیریں کہ میں صدقے ترے سرور
ان آنکھوں کی تعریف کیا کرتے تھے اکثر کیوں ہو نہ سکے گی کور، مرے دیدۂ انور
ہو تیں نہیں سیر آپ کے دیدار سے آنکھیں
لاؤ تو ملوں چاند سے رخسار سے آنکھیں

اللہ رے اعجازِ سرِ سیّدِ ابرار ۷۵ اس خادمہ کے ہاتھوں پہ بس آ گیا اک بار
شیریں کے کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار ہاتھوں سے ضیائے یدِ بیضا تھی نمودار
سب دیکھ کے شہ کے رُخِ روشن کی تجلّی
کہتے تھے یہ ہے وادیٔ ایمن کی تجلّی

آنکھوں سے لگا کر کہا شیریں نے سرِ شاہ ۷۶ صدقے میں اس اعجاز کے، اے سرورِ ذی جاہ
پھر جا کے عمر سے کہا مت روک مری راہ گھر تک سرِ سرور مجھے لے جانے دے للہ
خدمت حرمِ شہ کی، مجھے مدِّ نظر ہے
لے مجھ سے زر و مال، اگر طالبِ زر ہے

لونڈی ہوں مَیں، آقا ہے مرا یہ شہِ عالم ۷۷ پیٹوں گی سر و سینہ بچھا کر صفِ ماتم
شب بھر مرے گھر میں رہیں سیدانیاں باہم پھر صبح کو لے لیجو سرِ سیّدِ اکرم
دن سخت بہت گردشِ ایّام سے گذرے
اک رات تو مظلوموں پہ آرام سے گذرے

منگوا دیا شیریں نے اسے مژدۂ دینار ۷۸ لالچ میں ہوا زر کی رضا مند وہ غدّار
اور رکھ دیا مسند پہ سرِ سیدِ ابرار سب قیدیوں کو لے گئی گھر میں وہ دل افگار
حلقے میں حرم کے سرِ شیریں تو کھلا تھا
غل ہائے حسینا کا تھا اور شورِ بکا تھا

شیریں کے گھر آئے مجھے اس حال سے لے کر ۷۹ چلاتی تھی بانو مرے سید مرے سرور
مہماں بہن آئی ہے سر پر نہیں چادر پیٹتی ہوئی کہتی تھی سرِ شاہ سے خواہر
غیرت سے ہوئی جاتی ہے صدمہ ہے بہن پر
ثابت نہیں کرتا ہے سکینہ کے بدن پر

شیریں نے چنے خوان طعام آن کے اک بار ۸۰ جب رونے سے فارغ ہوئے وہ شہ کے عزادار
کھانے یہ کیے تھے تشنہ دہن کے لیے تیار رو رو کے یہ کی سیدِ سجادؑ سے گفتار
سو مر گئے بھوکے یہی مرضی تھی خدا کی
ان کھانوں پہ دو فاتحہ شاہِ شہدا کی

پانی کے بھی شیریں نے کئی بھر کے رکھے جام ۸۱ یہ سن کے اٹھے روتے ہوئے عابدِ ناکام
یہ جوش تھا رقت کا کہ تھراتا تھا اندام جب دینے لگے فاتحۂ شاہِ خوش انجام
جس وقت لیا نام ستم تشنہ دہاں کا
اک شور ہوا رانڈوں میں فریاد و فغاں کا

میں جیتی ہوں اور فاتحہ ہوتی ہے تمہاری ۸۲ رو کر کہا زینبؑ نے بہن ہو گئی واری
پانی نہ کسی نے دیا، مانگا کئی باری کیا پیاس تھی جس دم تھا لہو زخموں سے جاری
جب تم تھے تو ملتا تھا نہ پانی کہیں بھائی
اب پانی تو موجود ہے، اور تم نہیں بھائی

اک دودھ کا کوزہ رکھا، اک پانی کا ساغر ۸۳ روتی ہوئی اتنے میں اٹھی بانوئے بے پر
ان دونوں پہ دو فاتحہ اکبر و اصغر سجادؑ سے رو رو کے کہا اے مرے دلبر
مارے گئے کس ظلم و جفا سے مرے بچے
تھے تین شب و روز کے پیاسے مرے بچے

۸۴ سجاد نے جب فاتحہ سے پائی فراغت — تا دیر رہی شہ کے عزاداروں میں رقت
تب بیبیوں سے شیریں نے کی عرض بہ منت — فاقہ شکنی کیجیے کہ رونے کی ہو طاقت
اس کھانے پہ ہے فاتحہ خواں روحِ نبیؐ کی
یہ حاضری ہے، سبطِ رسولِ عربیؐ کی

۸۵ فاقہ شکنی کا جو اسیروں سے لیا نام — پیٹے یہ سر و سینہ کہ برپا ہوا کہرام
زینبؑ نے کہا کھانے کا ہے کون سا ہنگام — نے چین محمدؐ کو نہ زہراؑ کو ہے آرام
کیا کھانے کو ہم کھائیں کہ دل غم سے بھرا ہے
لاشا تو ابھی بھائی کا جنگل میں پڑا ہے

۸۶ بھائی تو ہو بے گور و کفن، کھاؤں میں کھانا — بے دفن ہو فرزندِ حسنؑ، کھاؤں میں کھانا
بے سر علیؑ اکبر کا ہو تن، کھاؤں میں کھانا — پامال ہو زہراؑ کا چمن، کھاؤں میں کھانا
رونا مجھے دیکھے سے چلا آتا ہے لوگو!
لے جاؤ کہ کھانا مجھے یہ کھاتا ہے لوگو!

۸۷ ناچار ہوا اک جام کو شیریں نے اٹھایا — پاس آن کے ہونٹوں سے سکینہؑ کے لگایا
بولی کہ یہ پیو واری دم آنکھوں میں ہے آیا — منھ پھیر کے شیریں کو سکینہؑ نے سنایا
پیاسے مرے بابا موئے میں بھی نہ جیوں گی
عباسؑ چچا آئیں گے جب پانی پیوں گی

۸۸ جس دم یہ سکینہؑ نے کہا پڑ گیا کہرام — اور پیٹنے رونے میں ہوا صبح کا ہنگام
آئی سرِ شبیرؑ کو لینے سپہِ شام — رخصت ہوئے شیریں سے حرم با دلِ ناکام
تجھ پہ ہے انیسؔ اب یہ کرم ربِ غنی کا
شہروں میں ہے شہرہ تری شیریں سخنی کا

۲۱

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے ۱ صبح سے جشن کا غُل شام کے بازار میں ہے
صحبتِ عیش و طرب مجلسِ غدار میں ہے شور و فریاد و بکا عترتِ اطہار میں ہے
نوبتیں بجتی ہیں، دشمن تو خوشی ہوتے ہیں
فاطمہؑ پیٹتی ہیں، شیرِ خدا روتے ہیں

آگے آگے تو ہیں سجادؑ جھکائے گردن ۲ پاؤں بیڑی میں، گلا طوق میں، گردن میں رسن
مثلِ خورشیدِ فلک، شرم سے لرزاں ہے بدن چاک ہے غم میں گریبانِ قبا تا دامن
بیٹھ جاتے ہیں تو جھنجلا کے اٹھاتے ہیں لعیں
بوڑیاں نیزوں کی، شانوں میں چبھاتے ہیں لعیں

پنڈلیاں سوجی ہیں، اور طوق سے چھلتا ہے گلا ۳ سخت ایذا میں ہے، فرزندِ شہِ کرب و بلا
خار تلووں میں ہیں، مقتل سے جو پیدل ہے چلا دھجیاں پاؤں میں باندھے ہے، وہ نازوں کا پلا
اس کی مظلومی پہ، بیتاب حرم ہوتے ہیں
دیدۂ حلقۂ زنجیر لہو روتے ہیں

پیچھے بیمار کے ہے قافلۂ اہلِ حرم ۴ چُپ ہیں تصویر سے گویا کسی میں نہیں دم
دخترِ فاطمہ زہراؑ کا عجب ہے عالم تھرتھری جسم میں ہے اٹھ نہیں سکتے ہیں قدم
رو کے فرماتی ہیں کس گوشے میں جائے زینبؑ
ہاتھ کھل جائیں تو منھ اپنا چھپائے زینبؑ

کبھی سجادؑ سے کہتی ہیں بہ آہ و زاری ۵ مجھ کو دربار کی آفت سے بچاؤ واری
کر کے زاری وہ یہ بیاں کرتا ہے وہ آزاری صبر فرماؤ جو مرضیِ جنابِ باری
کم نہ کچھ مرتبۂ آلِ عبا ہوئے گا
حامیوں کا اسی پردہ میں بھلا ہوئے گا

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رسن ۶ جس طرح ہوتے ہیں گلدستے میں گلہائے چمن
رشتہ دارانِ علیؑ سب ہیں گرفتارِ محن شرم کے مارے ہوئی جاتی ہے اک شب کی دلہن
دم بدم ساس بھی سر پیٹتی ہے ساتھ اُس کے
ابھی کنگنا نہ کھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اُس کے

ہے اسی رسّی میں ننھا سا سکینہؑ کا گلو ۷ دم گھٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
چاک کرتے کا گریباں ہے، پریشاں گیسو سوجے تو گال ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو
آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب کھڑکتے ہیں ستمگر تو دہل جاتی ہے

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتارِ ستم ۸ رسّی کھلوا دو نہیں گھٹ کے نکل جائے گا دم
رو کے وہ کہتی ہے، مجبور ہوں میں کشتۂ غم ہائے بچّی تری قسمت میں تھا یہ درد و اَلم
صدقے امّاں یہ گرہ عقدہ کشا کھولے گا
بی بی اس عقدۂ مشکل کو خدا کھولے گا

ماں سے رو رو کے وہ نالاں یہ کرتی ہے بیاں ۹ کس کا دربار ہے؟ اس حال سے جاتی ہو کہاں؟
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے امّاں کئی دن گزرے ہیں، وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں
بھول جائے گا یہ سب دُکھ، جو انھیں پاؤں گی
دوڑ کر چاند سی چھاتی سے لپٹ جاؤں گی

کہیں دربار میں امّاں وہ اگر مجھ کو ملے ۱۰ دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہِ والا سے گلے
وہ خبر لیں نہ، گردن مری رسّی سے چھلے اُس کو یوں بھولتے ہیں، باپ سے بچّہ جو پلے
وجہ کیا کون سی تقصیر پہ منہ موڑا ہے؟
سیلیاں کھانے کو اعدا میں مجھے چھوڑا ہے

کان زخمی ہوئے اور لی نہ خبر، واہ رے پیار ۱۱ خوب بھولے مجھے بابا کی محبت کے نثار
منہ ملا چھاتی سے لگاتے تھے مجھے سو سو بار مجھ پہ یہ ظلم ہیں آیا انھیں کس طرح قرار
منہ دکھاتے نہیں، شفقت سے بُلانا کیسا
خواب میں آئے نہ چھاتی پہ سُلانا کیسا

روتے تھے سُن کے سکینہ کا بیاں سارے امیر ۱۲ ہر قدم پر تھا یہی شور کہ ہے ہے شبیرؑ
اس طرف ہوتی تھی آرائشِ دربارِ شریر تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پر سارے امیر

اک طرف لُوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
اور تلے فاطمہؑ کے لال کا سر رکھا تھا

نذریں ہاتھوں پہ لیے آتے تھے سب درباری ۱۳ پڑھتے تھے تہنیتِ فتح کو باری باری
جمع دربار میں تھی، شہر کی خلقت ساری یاں تو تھا جشن کا غُل، اور ادھر تھی زاری

اُس طرف تو دَفِ رقص و دشنے کی صدا آتی تھی
اور اس سمت سے ہے ہے کی صدا آتی تھی

دَم بدم تخت سے اُٹھ اُٹھ کے یہ کہتا تھا شریر ۱۴ قیدی کیوں جلد نہیں آتے ہیں کیا ہے تاخیر
بڑھ کے کرتے تھے خبردار یہ اُس دم تقریر ضعف سے پاؤں کو تھم تھم کے اُٹھاتے ہیں اسیر

مارے دہشت کے ہو ان کا گھٹا جاتا ہے
ہر قدم ایک ضعیفہ کو غش آجاتا ہے

بولا وہ کون سی عورت ہے وہ مجبورِ ستم ۱۵ عرض کی اُس نے کہ ہمشیرِ شہنشاہِ اُمم
باپ جس کا ہے علیؑ پشت و پناہِ عالم جس کی ماں فاطمہؑ ہے فخرِ جنابِ مریمؑ

ہے جو سلطانِ عربؐ اس کی نواسی ہے وہ
کلمہ گو جس کے ہیں سب اُس کی نواسی ہے وہ

ہے وہی حضرتِ جعفرؑ کی بہو سینہ فگار ۱۶ وہی زینبؑ ہے جو شبیرؑ کی تھی عاشقِ زار
لاشِ شہ پر وہی اُشتر سے گری تھی کئی بار بعد مرنے کے بھی ہے بھائی بہن میں وہی پیار

قافلے یوں تو سبھی شام و سحر روتا ہے
پر وہ روتی ہے تو شبیرؑ کا سر روتا ہے

بولا وہ کیا ہے پھر اوروں کے نہ آنے کا سبب ۱۷ عرض کی ایک ہی رسّی میں ہیں جکڑے ہوئے سب
خاک پہ گرتی ہے جب اُخت شہنشاہِ عرب شور ہوتا ہے اسیروں میں کہ ہے ہے زینبؑ

ہوش میں آں کے بھائی کو وہ جب روتی ہے
دیر تک قیدیوں میں سینہ زنی ہوتی ہے

انھیں ماتموں میں ہے اک دخترِ فرزندِ نبیؐ ۱۸ خوگرِ سینۂ دلبندِ رسولِ عربی
آفتِ فاقہ کشی، بے پدری تشنہ لبی دم بہ دم لب پہ یہ ہے اَینَ اَبِی اَینَ اَبِی
چھاتیاں پیٹتی ہیں اس درد سے وہ روتی ہے
شمر جب آنکھ دکھاتا ہے تو چپ ہوتی ہے

ذکر یہ تھا کہ وہ قیدی سرِ دربار آئے ۱۹ سب پکارے کہ وہ حاکم کے گنہگار آئے
آگے روتے ہوئے سجادؑ دل افگار آئے سر برہنہ حرمِ احمدِ مختار آئے
صاف خورشید سی شکلیں جو نظر آتی ہیں
آنکھیں سب ظالموں کی بند ہوئی جاتی ہیں

گو کہ اس روز تھیں سیدانیاں کھولے ہوئے بال ۲۰ منہ چھپانے کو کسی پاس نہ تھا اک رومال
بیٹیوں کا اسد اللہ کی، اللہ رے جلال آنکھ اٹھا کر کوئی دیکھے یہ کسی کی تھی مجال
جلوۂ روشنیِ طُور نظر آتا تھا
کچھ نہ آنکھوں کو بجز نُور نظر آتا تھا

پردۂ چشم سے باہر نہ نکلتی تھی نظر ۲۱ ایک سے پوچھتا تھا ایک کہ قیدی ہیں کدھر؟
بیٹیاں فاطمہؑ زہرا کی جو تھیں ننگے سر دستِ حیدرؑ تھا تماشائیوں کی آنکھوں پر
تھا جو منظورِ خدا، آلِ عبا کا پردہ
فاطمہؑ روکتی تھی، اپنی ردا کا پردہ

کہا ظالم نے کہ ہاں قیدیوں کو لاؤ قریب ۲۲ حکم یہ سنتے ہی دوڑے گئے دو چار نقیب
شرم کے مارے ہوا بیبیوں کا حال عجیب اپنا سر پیٹ کے بانوؑ نے کہا وائے نصیب
کھینچ کر سب کو ستمگار جو لے جانے لگے
حضرتِ زینبؑ و کلثومؑ کو غش آنے لگے

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر ۲۳ دیکھ کر سیدِ سجادؑ کو بولا وہ شریر
سرکشی کر کے نہ سر بر ہوئے مجھ سے شبیرؑ شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر
بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پنجتنؑ اٹھ گئے اب زور تمہارا نہ رہا

ہاں کہو آج حمایت کو پیمبر ہیں کہاں ؟ ۲۴ کیا ہوئے ابن علی حیدر صفدر ہیں کہاں ؟
قید میں ان کی بہو آئی ہے شبر ہیں کہاں ؟ ننگے سر زینبِ دلگیر ہے سرور ہیں کہاں

ذبح خنجر سے ہوا جو وہ پدر کس کا ہے ؟
اے خدا غور سے دیکھو تو یہ سر کس کا ہے ؟

کس کے ناموس لٹے کس کا ہوا گھر تاراج ؟ ۲۵ کون بے سر ہوا اور کون ہوا صاحبِ تاج ؟
ایک چادر کے لیے کس کی بہن ہے محتاج ؟ کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج ؟

خلق میں کس کے لیے مرتبہ عالی ہے ؟
کس کا اقبال ہے اور کس کی بداقبالی ہے ؟

نہر پہ بازوئے شبیرؑ کو مارا کس نے ؟ ۲۶ جنگ میں اکبرِ دلگیر کو مارا کس نے ؟
تیر سے اصغرِ بے شیر کو مارا کس نے ؟ شاہ سے صاحبِ شمشیر کو ملا کس نے ؟

فوج بے سر ہوئی سلطانِ حجازی نہ رہے
جن کی تلوار کا شہرہ تھا وہ غازی نہ رہے

سن کے یہ آ گیا بنتِ شہِ مرداں کو جلال ۲۷ تھرتھرا کر کہا کیا بکتا ہے او بداقبال
صاحبِ عزت و توقیر محمدؐ کی ہے آل کبھی ہم لوگوں کی عزت پہ نہ آئے گا زوال

ہم کو بے قدر جو سمجھا تو خطا کرتا ہے
دیکھ مصحف میں خدا کس کی ثنا کرتا ہے

ہاں بتا آیۂ تطہیر کسے آیا ہے ! ۲۸ دوست اپنا کسے اللہ نے فرمایا ہے
ہل اتیٰ کس لیے روح الامیں لایا ہے کس نے معراج کا دنیا میں شرف پایا ہے ؟

قرب ایسا کسے اللہ کی درگاہ میں ہے
فرقِ قوسین بتا کس میں اور اللہ میں ہے

زور اپنا کسے اللہ نے امداد کیا ۲۹ خانۂ کعبہ کو کس شیر نے برباد کیا ؟
حق نے قرآں کے سورے میں کسے یاد کیا ؟ کس کو اَلْمُنْذِرُ لَکُمْ وِ نِیَکُمْ ارشاد کیا ؟

کس نے ہر جنگ میں عاجز صفِ کفار آئی ؟
بدر میں کس کے لیے عرش سے تلوار آئی ؟

آلِ احمدؐ کو حقارت سے نہ دیکھ او مقہور ۲۰ سب پہ روشن ہے کہ ہم لوگ ہیں اللہ کے نُور
مار کر سبطِ پیمبرؐ کو، یہ نخوت! یہ غرور خیر ہم دور، نہ تو دور، نہ محشر ہے دُور
حق کا دریائے غضب جوش میں جب آئے گا
باندھنا ہاتھ کا، سادات کے کُھل جائے گا

فخر کیوں کر نہ کرے تُو، کہ یہ ہے فخر کی جا ۲۱ تُو نے اللہ کے محبوبؐ کا کاٹا ہے گلا
ہوگئے سُرخ لہو میں حسنِؑ سبز قبا فاطمہؑ ذبح ہوئی، شیرِ خدا قتل ہُوا
آگ دی خیمہ کو اور زیور و زر لوٹ لیا
جس کے دربان تھے مَلک، تُو نے وہ گھر لوٹ لیا

تیرے ناموس تو ہیں پردہ نشیں او اظلم ۲۲ بال بکھرائے کھڑے ہیں ترے دربار میں ہم
ہاتھ سے بے پردہ ہے بالائے امامِ عالم ہے سکینہؑ پہ وہ ظلم اللہ یہ کبریٰ پہ ستم
ننگے سر قید میں اک دن کی بیاہی آئی
تجھ کو شادی ہوئی، اور ہم پہ تباہی آئی

کہہ کے زینبؑ نے فصاحت سے یہ جس وقت کلام ۲۳ کانپے سینوں میں جگر، رونے لگے لوگ تمام
تخت کے نیچے دھرا تھا، جو سرِ پاکِ امام متوجہ ہوا شرما کے اُدھر حاکمِ شام
اور ان ظلم رسیدوں پہ جفا کرنے لگا
لبِ فرزندِ پیمبرؐ پہ چھڑی دھرنے لگا

کھول کر چوب سے لب ہائے شہنشاہِ عرب ۲۴ کہتا تھا، ہاں یہ یاقوت سے بہتر ہیں لب
دُرِ دنداں ہیں یہ تاباں کہ مجمل ہیں کوکب پیٹ کر سینے کو زینبؑ نے کہا ہائے غضب
نہ خدا سے نہ حسینؑ سے حیا کرتا ہے
قطع ہو جائے ترا ہاتھ، یہ کیا کرتا ہے

اس چھڑی کو مرے بھائی کے لبوں سے سرکا ۲۵ بوسے لیتے تھے انہیں ہونٹوں کے محبوبِ خدا
بہرِ اُمّت انہیں ہونٹوں سے دعا کی ہے سدا انہیں دانتوں پہ نظر کرتی تھی صدقے زہراؑ
تجھ کو پیارے نہیں گو، ہم کو تو پیارے ہیں یہ
عرش تک جن کا ہے شہرہ وہ ستارے ہیں یہ

یہ ستم بھائی پہ کن آنکھوں سے دیکھے ہمشیر ۲۶ اے ظالم سرِ بے تن کی بھلا کیا تقصیر
یہ چھڑی ہائے غضب اور لبِ پاکِ شبیرؑ نہ ستا مجھ کو، میں ہوں بنتِ شہنشاہِ خیبر گیر
ان کھلے بالوں کو اب ہاتھوں پہ دھرتی ہوں میں
لے شکایت تری اللہ سے کرتی ہوں میں

کہہ کے یہ غیظ میں آئی جو علیؑ کی جائی ۲۷ آسماں آ گئے جنبش میں زمیں تھرائی
سرِ شبیرؑ سے ناگاہ صدا یہ آئی تھام لے غصے کو زینبؑ ترے صدقے بھائی
نہ تلاطم میں کہیں قہرِ الٰہی آ جائے
کہیں امت کی نہ کشتی پہ تباہی آ جائے

تم تو آگاہ ہو، شبیرؑ نے جو دکھ پائے ۲۸ پر نہیں حرفِ شکایت کے زباں پر لائے
سر کو نیوڑا لیا، جب ذبح کو قاتل آئے ہم نے امت کے لیے چھاتی پہ نیزے کھائے
اتنی سی بات پہ مصروفِ بکا ہوتی ہو
تم چھڑی ہونٹوں پہ رکھنے سے خفا ہوتی ہو

برچھیاں کھانے سے کیا اس دن کچھ ایذا ہے بڑی ۲۹ چپ رہے تن پہ جو تلوار پہ تلوار پڑی
جانے دو رکھی تو رکھی مرے ہونٹوں پہ چھڑی اے بہن یہ بھی گزر جائے گی آفت کی گھڑی
چپ ہیں جو ہم پہ ستم، راہِ خدا میں ہوگا
اس کا انصاف تو دربارِ خدا میں ہوگا

سرِ شبیرؑ نے زینبؑ سے جو یہ کی تقریر ۳۰ آ کے غصے میں لگا کانپنے حاکم بے پیر
شمر سے بولا کہ بس اس کی یہی ہے تعزیر سب کو لے جا کے تو کر سخت خرابے میں اسیر
بس انیسؔ اب جگر و قلب پھنکا جاتا ہے
حالِ زنداں کا نہیں منہ سے کہا جاتا ہے

۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی ۱ بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھٹ گھٹ کے دخترِ شہِ دیں، جاں بہ لب ہوئی مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا نئی واردات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

پہلے پہل کی قید وہ، اور وارثوں کے داغ ۲ یہ رنگ تھا کہ ہووے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہلِ بیت کو اک دم نہ تھا فراغ نے چاندنی، نہ شمع، نہ مشعل نہ واں چراغ
غل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہاں میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکاں میں ہیں

یوں وہ شکستہ حال تڑپتے تھے ہر نفس ۳ دشوار جیسے صید پہ ہو تنگیٔ قفس
جانوں کو تھی بدن سے نکل جانے کی ہوس بازو بندھے ہوئے تھے، نہ تھا کچھ کسی کا بس
دل چھاتیوں میں صورتِ بسمل پھڑکتے تھے
زانوں سے در سے جا کے سروں کو پٹکتے تھے

اس گھر میں اہلِ بیتِ محمدؐ ہوئے تھے بند ۴ جز کہنگی، جسے نہ کسی نے کیا پسند
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دوچند تھوڑی سی جا، مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بی بیاں اسیر تھیں اس قصرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لیے گھر بہشت میں

مطلع دوم
زنداں میں جب کہ آلِ پیمبر ہوئے اسیر ۵ کونین کے امیر، کھلے سر ہوئے اسیر
سب رشتہ دارِ حیدرِ صفدر ہوئے اسیر وحشت سرا میں عرش کے اختر ہوئے اسیر
وہ بی بیاں اسیر تھیں، اس قصرِ زشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لئے گھر بہشت میں

بستی وہ فاطمہ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ ۶ جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بی بیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

کیجے شکستگی و خرابی کا کیا بیاں ۷ ثابت نہ جس میں سقف، نہ در، اور نہ سائباں
وحشت کا گھر، ہراس کی جا، خوف کا مکاں وہ شب کہ الحذر، وہ اندھیرا کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا

مثلِ دلِ یزید تھا وہ سب مکاں سیاہ ۸ تاروں کی روشنی کو بھی ملتی تھی واں نہ راہ
چھایا دل جلی ہوئی رانڈوں کا دودِ آہ حجرے سے چشمِ تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ
دیکھے کسی کی شکل کوئی، یہ محال تھا
روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشمِ غزال تھا

شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن کو ڈر ۹ ظاہر تھے جا بجا حشراتِ زمیں کے گھر
تھے وقفِ آشیانِ ابابیل سقف و در نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر
گھر تھا اجل کا خانۂ رنج و بلا نہ تھا
برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

وہ تیرگی کہ ہوش پہ ظلمات اِس سے دنگ ۱۰ ہر در بسانِ حجرۂ چشمِ بخیل تنگ
تھی واں کی صبح و شام سوادِ دیارِ زنگ دیوار و سقف و بام و زمیں سب سیاہ رنگ
قید اس میں تھے حرم شہِ گردوں مقام کے
کیا صبح مل گئی تھی خرابے کو شام کے

گرمی کی فصل اور ہوا کا وہ احتباس ۱۱ وہ حبس اس مکاں کی اور قید کا ہراس
اعدا کا وفود، دلوں پر ہجوم و یاس مائیں جو جلتے میں تو بچے تھے بے حواس
دیواریں بھی شکستہ تھیں وہ بھی جھکے ہوئے
جانیں بھی غم سے تنگ تھیں، دل بھی رُکے ہوئے

ہر دم زمین سے واں کی نکلتا تھا یوں بخار ۱۲ جیسے دُھواں تنور سے اُٹھتا ہے بار بار
گرمی سے یوں زمیں پہ تڑپتے تھے سوگوار جس طرح سے، سپند ہو آتش پہ، بے قرار
جھک جھک کے آسمان کو حسرت سے تکتے تھے
کیسے ہوائے سرد کو بچے بلکتے تھے

جھڑتی تھی واں کی سقف سے ہر دم سروں پہ خاک ۱۳ تھے گرد سے بھرے ہوئے رانڈوں کے جسم پاک
بھاتی تھی روشنی بھی، یہ حجرے تھے ہولناک کہتے تھے اب مکاں یہ گرا اب ہوئے ہلاک
قسمت میں ہے کہ قبر اسی جا نصیب ہو
اچھا تو ہے جو خاک کا پردہ نصیب ہو

اک ایک سے، یہ کہتی تھی زینب جگر فگار ۱۴ لائق نہ اس مکان کے تھے ہم گناہ گار
مجبور جو غریب ہوں، کیا اُن کا اختیار سایا تو ہے سروں پہ کرو شکر کردگار
لے جائے گر یہ، حال سنے مشرقین پر
کیا گذری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسینؑ پر

غارت گروں نے لوٹ لیا، کہنہ پیرہن ۱۵ وہ ریگِ گرم اور وہ عریانیٔ بدن
ہے ہے وہ شب پہاڑ سی اور کربلا کا بن کس طرح جائے بھائی تلک کیا کرے بہن
پیاسا گلا کٹا کے موئے جس کی راہ میں
سونپی ہے میں نے لاش اُسی کی پناہ میں

رسی مرے گلے کی کوئی کھول دے اگر ۱۶ مقتل کو ڈھونڈتی ہوئی جاؤں برہنہ سر
نکلیں جب تو پھر نہیں درکار راہ بر رستے میں پوچھ لوں گی کہ ہے کربلا کدھر؟
ممکن ہے یہ کہ لاش کو زینب نہ پائے گی
بھائی کے خوں کی بو مجھے کوسوں سے آئے گی

کہنے لگی یہ اُٹھ کے سکینہ جگر فگار ۱۷ لیتی چلو مجھے بھی پھوپھی تم پہ میں نثار
چھپ کر چلی گئیں تو میں روؤں گی زار زار تم نے بھی کیا بھلا دیا دل سے ہا رہا!
مر جاؤں گی اگر نہ پدر سے ملاؤ گی
کیا اس اندھیرے گھر میں مجھے چھوڑ جاؤ گی؟

رو کر تب اُس یتیم سے زینبؑ نے یہ کہا ۱۸ واری کہاں میں اور کہاں دشتِ کربلا
بے کس، اسیرِ دامِ بلا، غم کی مبتلا قیدی کو کون جانے کی دے گا بھلا رضا
بھائی کی لاش پاس اگر رہنے پاتی میں
زنداں میں قید ہونے کو کاہے کو آتی میں

ہے دشتِ کربلا کئی دن کی یاں سے راہ ۱۹ ایسے کہاں نصیب کہ حاصل ہو وصلِ شاہ
گھر میں یزید کے ہے، سرِ شاہِ دیں پناہ ہم قید اس مکاں میں ہیں، بے جرم و بے گناہ
ہم سا کوئی جہاں میں نہ آفت نصیب ہو
ممکن نہیں کہ سر کی زیارت نصیب ہو

یہ تفرقہ بھی ہوتا ہے کم زیرِ آسماں ۲۰ ہے ایک شہر پائے ہیں لیکن الگ مکاں
ہم ہیں کہیں، کہیں ہے سرِ شاہِ انس و جاں میں کس کے آگے اپنی مصیبت کروں بیاں
بے بس ہیں رشتہ دارِ شہِ ذوالفقار کے
حاکم کے ڈر سے رو نہیں سکتے پکار کے

کہنے لگی یہ سن کے سکینہؑ بچشمِ تر ۲۱ ہے ہے پھوپھی نہ آئیں گے کیا اب مرے پدر
حاکم کے گھر میں قید ہیں سلطانِ بحر و بر اب مجھ کو نیند کاہے کو آئے گی رات بھر
سچ کہتی ہو نہ شاہِ خوش انجام آئیں گے؟
اماں تو کہتی تھیں کہ سرِ شام آئیں گے

جب رو کے پوچھتی ہوں کہ بابا گئے کدھر ۲۲ بہلاتی ہیں مجھے کہ سدھارے ہیں نہر پر
کہتا ہے کوئی دور نہیں، شاہِ بحر و بر روؤ نہ تم اب آئیں گے، اب آئیں گے پدر
خاطر کی بات کیا کوئی پہچانتا نہیں
سُن لیتی ہوں میں سب کی، پہ دل مانتا نہیں

بہلاتی ہیں چچی کہ اب آنسو نہ تم بہاؤ ۲۳ آرام سے سلاؤں میں، گودی میں میری آؤ
[illegible] تقریب ہے کہ چچا اور پدر کو پاؤ کہتی ہوں اُن سے میں کہ بھلا تم قسم تو کھاؤ
سچ ہے اگر تو کس لیے بے تاب ہوتی ہو
[illegible] پھیر کر مری جانب سے روتی ہو

ماں سے جو پوچھتی ہوں کہ تم بھی تو کچھ کہو ۲۴ وہ کہتی ہیں کہ آؤ مری جان سو رہو
اس شب کو لو شہ کی جدائی کا غم سہو کہیو تبھی جو شہ سے ملاقات کل نہ ہو
دل صبح سے اچاٹ ہے بستی اُجاڑ ہے
مجھ کو تو کاٹنا اسی شب کا پہاڑ ہے

معلوم ہو گیا مجھے بہلاتے ہیں یہ سب ۲۵ تا مر نہ جائے قید میں گھٹ کر یہ تشنہ لب
کیا حاصل اس چھپانے سے شاید جیونگی اب میں کس بلا میں پھنس گئی یاں آ کے، ہے غضب
یہ لوگ تو کبھی نہ مفصل بتائیں گے
میں اپنی جان دوں گی جو بابا نہ آئیں گے

یہ ذکر تھا ابھی کہ ہوا بند قفلِ در ۲۶ زنداں میں اور ہو گئی ظلمت زیادہ تر
گھبرا کے دیکھنے لگیں رانڈیں اِدھر اُدھر جُز تیرگی کسی کو نہ آتا تھا کچھ، نظر
تڑپے یہ دل کہ سینوں میں سانسیں اکھڑ گئیں
ماؤں سے بچے، بچوں سے مائیں، بچھڑ گئیں

نظروں سے صورتیں جو ہوئیں یک بیک نہاں ۲۷ ہاتھوں سے ڈھونڈھنے لگیں بچوں کو بیبیاں
چلائی بے حواسی میں بانوئے خستہ جاں دیکھو تو بیبیو! کہ ہے اصغر مرا کہاں
دل پر سکینہ جان کے صدمے گذر نہ جائیں
بچے مرے دہل کے اندھیرے میں ڈر نہ جائیں

پھرتا تھا گھٹنیوں ابھی یاں میرا نونہال ۲۸ بچے کا میرے صاحبو رکھیو ذرا خیال
کہنے لگی یہ زینبؑ بے کس بصد ملال کس کی تلاش میں ہو کہاں ہے تمہارا لال
ملتا نہیں ہے پھر جسے ہاتھوں سے کھوتے ہیں
تم جن کو ڈھونڈھتی ہو، وہ مقتل میں سوتے ہیں

چھاتی کو پیٹ کر یہ پکاری وہ سوگوار ۲۹ لو جانتی تھی میں کہ یہیں ہے وہ گل عذار
ہے دور مجھ سے ہائے مرا طفلِ شیر خوار اصغر تمہارے ننھے سے لاشے کے میں نثار
اے لال دامنِ شہِ خوش خو میں سوتے ہو
ماں سے بچھڑ کے باپ کے پہلو میں سوتے ہو

راتوں کو اُٹھ کے دودھ یہ ماں اب کسے پلائے ۳۰ کس کی بلائیں پیار سے لے کس کے صدقے جائے
آجاؤ ماں کے پاس، اگر نیند واں نہ آئے ان چھوٹے چھوٹے پاؤں کو ہاتھوں سے مل جائے
الفت جو ہے پدر کی تو ماں کا بھی درد ہو
گود اُن کی گرم ہو، مری چھاتی بھی سرد ہو

بانو کے اس بیاں پہ بلکتے تھے سب حرم ۳۱ باقرؑ پکارتے تھے کہ کیونکر جئیں گے ہم
چلاتی تھی سکینہ کہ گھٹتا ہے میرا دم زنداں کا در بھی ہو گیا مسدود ہے ستم
کھولے گا قفل کون عباسؑ آئیں گے
لو اب پدر کدھر سے مرے پاس آئیں گے

ٹکرا کے سر اندھیرے میں چلائیں گے اسیر ۳۲ اب روشنی کہاں سے بھلا لائیں گے اسیر
گرمی کے مارے اور بھی گھبرائیں گے اسیر ہے ہے یہ کیا غضب ہے مر جائیں گے اسیر
دربانوں کو پکارو، پیمبر کے واسطے
کھلوا دو قفل فاتحِ خیبر کے واسطے

زنداں کا در کدھر ہے مجھے لے چلو شتاب ۳۳ دربانوں سے کہوں گی میں با دیدۂ پُر آب
دادا مرا ہے شہرِ علوم نبیؐ کا باب مجھ پر کرو گے رحم تو ہوگا تمہیں ثواب
پھر کل سے بے کسوں کو نظر بند کیجیو
آئیں بابا جان تو در بند کیجیو

بلا و جب کوئی تو ہوا غم زیادہ تر ۳۴ دیوار پکڑے پکڑے گئی وہ قریبِ در
چٹ کو ہلا ہلا کے پکاری وہ نوحہ گر دربانو جاگتے ہو، کہ سوتے ہو بے خبر
بے کس ہوں، تشنہ لب ہوں، فلک کی ستائی ہوں
کچھ تم سے اپنا حال میں کہنے کو آئی ہوں

بولا کوئی کہ کون ہے تُو اے نحیف و زار ۳۵ دل ہو گیا ہے، تیری صدا سن کے بے قرار
اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل فگار آفت زدہ اسیر و پریشان و سوگوار
چھوٹے سے سن میں قیدیِ زندانِ شام ہوں
میں دخترِ حسین علیہ السلام ہوں

پہلو تہی ہوں اُس کی جو کہ ہے کونین کا امیر ۳۶ شبیرؑ کہ بادشۂ آسماں سریر
ایسا کریم تھا، وہ دو عالم کا دستگیر جس نے ہزاروں قید سے چھڑوا دیئے اسیر
شہرت جہاں میں ہمتِ مشکل کشا کی ہے
ہم آج ہیں اسیر، یہ قدرت خدا کی ہے

کہتی نہیں میں یہ کہ کرو قید سے رہا ۳۷ چھٹ جائیں گے کبھی کہ اسیروں کا ہے خدا
کھانے کی کچھ طلب ہے نہ پانی کی التجا ہاں قفل کھول دو گے تو دوں گی تمہیں دعا
جائیں گے ہم کہاں کہ تمہارے حوالے ہیں
بابا حسینؑ آج کی شب آنے والے ہیں

اصغرؑ ہے ان کے ساتھ یقیں ہے کہ جلد آئیں ۳۸ ایسے نہیں ہیں وہ کہ مجھے رات بھر رلائیں
چوکی کے لوگ سوتے ہیں، در پر مجھے بٹھائیں دھڑکا مجھے یہ ہے کہ کہیں آ کے پھر نہ جائیں
نیند آئے گی نہ مجھ کو بہت بے قرار ہوں
بھاگے کوئی اسیر تو میں ذمہ دار ہوں

منظور ابھی نہ ہو تمہیں در کھولنا اگر ۳۹ آ کر پکاریں شاہ تو تم کھول دیجو در
دے جاتی ہوں پتہ تمہیں ان کا میں نوحہ گر [illegible] ہو گا صاف کہ طالع ہوا قمر
بو زلفِ مشک فام [illegible] دور سے
چھٹکے گی چاندنی [illegible] نور سے

باندھے ہیں مصطفیٰؐ کا عمامہ وہ تاجدار ۴۰ [illegible]، نشانِ سجدہ ستارہ سا آشکار
بالے سا گرد ماہ کے ہے خطِ مشک بار [illegible] کمر پہ ہے، شیرِ الٰہی کی ذوالفقار
گہ ذکرِ حق ہے گاہ زباں پر درود ہے
سوکھے لبوں سے پیاس کی شدت نمود ہے

ساتھ ان کے ہوئے گا، علی اکبر سا گل عذار ۴۱ گیسو لٹکتے ہیں رخِ روشن پہ اُس کے چار
تصویر ہے نبیؐ کی سراپا وہ ذی وقار یوسف ہیں مصرِ حسن کے بھائی کے میں نثار
نجم فلک پسینے کے قطروں سے ماند ہیں
دنیا کی روشنی ہیں اندھیرے کے چاند ہیں

ہوں گے جلو میں حضرتِ عباسؑ نوجواں ۴۲ ہوتا ہے جس سے دبدبۂ شیرِ حق عیاں
اس شیر کا نشاں یہ ہے، اور یہ شکوہ و شاں اک دوش پر تو مشک ہے، اک دوش پر نشاں
قمری تو قد، پہ چال پہ صدقے تدرو ہیں
نام خدا علیؑ کے گلستاں کے سرو ہیں

مجھ بن نہ سوئے ہوں گے شہنشاہِ خوش خصال ۴۳ بے خواب میں ہوں، ان کو بھی ہوگا مرا خیال
تم دیکھ لیجو مجھ سے ہے الفت انہیں کمال آتے ہی تم سے پوچھیں گے، پہلے ہی میرا حال
میں خود کہوں گی مجھ پہ جو آفت گذر گئی
مر جائیں گے پدر، یہ نہ کہنا کہ مر گئی

ہوتے نہیں عزیز کے دختر و پسر ۴۴ پر مجھ کو چاہتے ہیں وہ سب سے زیادہ تر
سوتی تھی اُن کی چھاتی پہ منہ رکھ کے رات بھر زنداں میں اب زمیں پہ تڑپتی ہوں تا سحر
موقوف اُن پہ میری حیات و ممات ہے
آنے کا ہے یہ دن یہی وعدے کی رات ہے

بولے نگاہباں کہ ترا دھیان ہے کدھر ۴۵ جا ماں کے پاس بیٹھ کہاں تو، کہاں پدر
بے صبح کے ہوئے نہیں کھلنے کا قفلِ در کیا شمر کے طمانچوں کا تجھ کو نہیں ہے ڈر
دن کو بھی روتی رہتی ہے شب کو بھی روتی ہے
نہ ہم کو سونے دیتی ہے نے آپ سوتی ہے

ناحق ابھی سے کاہے کو کرتی ہے شور و شین ۴۶ جا قفل کھول دیں گے بھلا آئیں تو حسینؑ
رونے سے تیرے شب کو بھی ملتا نہیں ہے چین ہر وقت کے سنے نہیں جاتے ہیں تیرے بین
بلوائیں شمر کو تری تعزیر کے لیے
رونا نہ کم کرے گی تو شپیرؑ کے لیے

ماں بہنیں قید ہوگئیں آتش سے گھر جلا ۴۷ آیا بچانے کوئی بُرے وقت میں بھلا
کھائے طمانچے جب تو ترا نعرہ کب چلا کس دیوے آکے شمر، نہ رسی سے پھر گلا
انؑ سے چھٹے تو اور بھی صدمہ دوچند ہو
ایسا نہ ہو جدا کسی حجرے میں بند ہو

یہ بات سُن کے سہم گئی وہ جگر فگار ۴۸ دروازے سے سرک کے لگی رونے زار زار
دالان سے پکاری یہ بانوئے نامدار بی بی کدھر گئیں، اِدھر آؤ یہ ماں نثار
کھولے گا کون ڈر کے چلاتی پھرتی ہو
واری کہاں اندھیرے میں ٹکراتی پھرتی ہو

زنجیرِ در نہ رات کو کھولیں گے یہ لعیں ۴۹ ماں صدقے جائے ٹھوکریاں کھانے کو یوں نہیں
پست و بلند خانۂ زنداں کی ہے زمیں گھبرا کے گر پڑو نہ اندھیرے میں تم کہیں
دشمن ہر اک ہے لشکرِ اہلِ عناد میں
سونا بھی آج بھول گئیں کس کی یاد میں

بولی سکینہؑ جان رہے تن میں یا کہ جائے ۵۰ بیٹھی ہوں جب تلک نہ سواری پدر کی آئے
بے جرم کان زخمی ہوئے اور طمانچے کھائے جو چاہے مجھ ذلک کی ستائی کو پھر ستائے
واں کیا ہے یاں نہ بیٹھ کے آنسو بہاؤں میں
اچھا مجھے پدر سے ملا دو تو آؤں میں

کبرا کے صدقے جاؤ سُدھو ہمارا پیار ۵۱ سمجھو کہ ایک بیٹی ہوئی باپ پر نثار
مشکل ہے صبر، دل پہ مرا کیا ہے اختیار اب کوئی دم میں تن سے نکلتی ہے جان زار
راحت بہت نصیب میں کم لے کے آئے ہیں
اتنی ہی عمر خلق میں ہم لے کے آئے ہیں

اصغرؑ کو اپنی گود میں لو، مجھ سے کیا ہے کام ۵۲ پیاری تھی سارے گھر کی، میں تھے جب تلک امام
تم اپنے دل میں سمجھو کہ میں ہوگئی تمام اماں بس اب پکارو نہ لے لے کے میرا نام
سبطِ رسولؐ سے مجھے پیارا نہیں کوئی
بابا ہی جب نہیں تو ہمارا نہیں کوئی

بیٹی سے رو کے بولی یہ بانوئے تشنہ لب ۵۳ ہاں بی بی سچ ہے میری ہی تقصیر ہے یہ سب
میں نے ہی شہ سے تم کو چھڑایا ہے بے سبب لو آؤ بس معاف کرو جرم ماں کا اب
جو چاہو کہو لو ایسی ہی تقصیر وار ہوں
سمجھو نہ ماں یہ جانو کہ خدمت گزار ہوں

صدقے ہے جاں تک مری گھر بار کیا ہے چیز ۵۴ میں اک تمہارے باپ کی ادنیٰ سی ہوں کنیز
سب سے سوا ہے یوسفِ زہرا تمہیں عزیز " میں جانتی ہوں کیا مجھے اتنی نہیں تمیز
واری گلا جو ماں کا کیا سب بجا کیا
میں نے تمہارے باپ سے تم کو جدا کیا

بابا کے آگے سچ ہے بھلا ماں کی قدر کیا ۵۵ کسرائی میں وہ احمدِ مرسل کا دلربا
بیزار تم ہو مجھ سے میں اصغرؑ سے ہوں خفا پوچھی خبر نہ ماں کی، دیا ساتھ باپ کا
بیٹوں کا کیا گلا ہے بھلا وہ تو دُور ہیں
تقصیر وار ہیں ہمیں، سب بے قصور ہیں

مشہور ہے کہ چاہتے ہیں باپ کو پسر ۵۶ بیٹی کو ماں سے ہوتی ہے الفت زیادہ تر
اک بدنصیب ہم ہیں کہ مر جائیں بھی اگر بیٹوں کو کچھ خیال، نہ بیٹی کو کچھ خبر
گو ہم نہ ہوں عزیز، وہ ہم کو تو پیارے ہیں
ماں سمجھیں یا نہ سمجھیں، سب آنکھوں کے تارے ہیں

روتی ہوئی یہ کہہ کے اٹھی بانوئے حزیں ۵۷ بیٹی کو ڈھونڈھتی ہوئی دروازے کے قریں
روتی تھی منہ کو کرتے سے ڈھانپے وہ مہ جبیں پاس آ کے ماں نے سر سے قدم تک بلائیں لیں
سر کو جھکا کے پہلے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں
پھر ننھے ہاتھ اٹھا کے گلے سے لپٹ گئیں

لے آئی ماں گلے سے لگا کر بہ چشمِ تر ۵۸ چپ ہو کے اُن کی گود میں لیٹی وہ نوحہ گر
بیٹھی اسیر بی بیاں سب گرد آن کر ہاتھوں سے کوئی پاؤں دباتی تھی، کوئی سر
ماں لیتی تھی بلائیں پھوپھی صدقے جاتی تھی
بابا بغیر نیند اُسے لیکن نہ آتی تھی

ماں کہتی تھی تھپک کے مری جان سو رہو ۵۹ زخمی ہیں پھر نہ دُکھنے لگیں کان سو رہو
فرماتی تھیں پھوپھی کہ میں قربان سو رہو کبریٰ یہ کہتی تھی بہن اک آن سو رہو
جی چاہتا ہے چین ملے کوئی دم تمہیں
بابا جب آئیں گے تو جگا دیں گے ہم تمہیں

کہتی تھی ایک ایک سے رو کر وہ ماہ رُو ٦٠ تھی شہ کے ساتھ شام سے سونے کی مجھ کو خو
کیا نیند آئے غم سے جگر ہو گیا لہو سینہ کہاں وہ چاند سا اور اب کہاں وہ بو
تھوڑا ستم سہا ہے، بچھڑ کر حسینؑ سے
سوؤں گی اب تو قبر میں جا کر میں چین سے

لوگو بس اب رکھو نہ مری زندگی کی آس ٦١ بابا تو آچکے، ہمیں جائیں گے اُن کے پاس
ماں نے کہا کرو نہ مری جاں کلامِ یاس باتیں یہ سُن کے اور میں ہوتی ہوں بے حواس
اصغر تو جا کے بھول گئے ماں کی یاد کو
کیا تم بھی بھول جاؤ گی، اس نامراد کو

بی بی تمہیں بتاؤ بھلا ماں کا کیا قصور ٦٢ بابا اگر ہیں دُور، تو میں تو نہیں ہوں دُور
صادق ہے اپنے قول کا وہ، کبریا کا نور اتنا کہوں گی میں کہ حسینؑ آئیں گے ضرور
کیا دو گی ہم کو آج جو بابا کو پاؤ گی
پر یاد رکھیو یہ کہ ہمیں بھول جاؤ گی

تم کو سکھائے رکھتی ہوں جس دم پدر ملے ٦٣ صدقے گئی نہ آنے کے کیجو بہت گلے
ماں واری سچ ہے غنچۂ دل کس طرح کھلے یوں اس کو بھول جاتے ہیں جو پاس سے ہے
دفتر مصیبتوں کا بھی اپنے نہ کھولوں گی
تم جب تلک نہ بولو گی میں بھی نہ بولوں گی

پکی ہے نہ صاحب ان کی یہ بھائی نہ مجھ کو بات ٦٤ بچی کو میری غم ہے مجھے تلخ ہے حیات
لمبے جو منہ کے لینے لگیں شاہِ خوش صفات رکھ لیجو اپنے چہرے پہ تم چھوٹے چھوٹے ہات
آزردگی کی ہے یہ جگہ کیوں چلے گئے
اصغر کو ساتھ لے گئے تم کو نہ لے گئے

اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر ٦٥ اماں میں چپ رہوں گی بھلا آئیں تو پدر
صدقے لگیں گے ڈھونڈھنے جب وہ ادھر اُدھر اس وقت گر پڑوں گی میں قدموں پہ دوڑ کر
اتنا تو کہہ دو مجھ سے اگر مر نہ جاؤں گی
صدقے تمہارے منہ کے میں بابا کو پاؤں گی

۶۶ میرے طمانچے کھانے کا اُن سے نہ کہیو حال — اماں بہت کڑھیں گے شہنشاہِ خوش خصال
ہووے گا غیظ سے علی اکبرؑ کا رنگ لال — عباسؑ نامدار کو آ جائے گا جلال
منظور ہے کہ قیدِ ستم سے رہائی ہو
ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں، اُن سے لڑائی ہو

۶۷ کیوں اماں جان! قبلۂ عالم ابھی جو آئیں — رو رو کر اشتیاق سے مجھ کو گلے لگائیں
جیتا خدا کرے علی اصغرؑ کو، ساتھ لائیں — صدمے جو گزرے ہیں، ابھی سب مجھ کو بھول جائیں
سَو جاں سے میں نثار، شہِ خوش خصال کے
کیا سوؤں ہاتھ چاندسی گردن میں ڈال کے

۶۸ لے کر بلائیں بانوے بے کس نے یہ کہا — اے عاشقِ پدر تری باتوں کے میں فدا
سمجھو تم اب یہیں اُنھیں، عرصہ نہیں ذرا — آئے کوئی گھڑی میں شہنشاہِ کربلا
بابا سے ہم بغل تمہیں ہونا نصیب ہو
چھاتی پہ اُن کی رات کو سونا نصیب ہو

۶۹ صدقے گئی جب آئیں شہنشاہِ انس و جاں — میرا گلا نہ کیجو تم اُن سے، سکینہؑ جاں
تقصیر جو ہوئی وہ تمہیں بخشوا دی ماں — آزردہ مجھ سے ہوں گے بہت، سرورِ زماں
لشکر یزید کا دمِ غارت نہ ٹل سکا
سیلی لگائی جب تو مرا بس نہ چل سکا

۷۰ بیٹی سے ماں نے کیں جو یہ باتیں بہ چشمِ تر — جاگی بہت تھی، سو رہی وہ عاشقِ پدر
سب ہو گئے خموش، اسیرانِ نوحہ گر — بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے اِدھر شکرِ رب کیا
اور اس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

مطلع سوم ۷۱ زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر — وہ ہولناک شب وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ ناندیں برہنہ سر — بدلی نگاہ بانوں نے چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے اِدھر شکرِ رب کیا
اور اُس طرف یزید نے خاصہ طلب کیا

جلدی محلسرا میں، رواں ہوا طعام ٤٢ خاصہ چُنا خواصوں نے بازینت تمام
ہاں ہند کو بلاؤ، یہ بولا امیرِ شام تب اک کنیز فاضل نے اُس سے کیا کلام
خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سوئی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار روئی ہیں

لیٹی رہی ہیں منہ کو لپیٹے بصد ملال ٤٣ چہرہ ہے زرد رونے سے آنکھیں ہیں دونوں لال
کنگھی نہ سر میں کی ہے، نہ سرمے کا ہے خیال کیوں دل گرفتہ ہیں نہیں کھلتا کسی پہ حال
حمام سے نہ کیا ہے نہ کپڑے بدلتی ہیں
مہندی کے بدلے وہ کفِ افسوس ملتی ہیں

گہنا اُتار ڈالا ہے یوں جی میں آئی ہے ٤٤ بے وجہ سوگواروں کی صورت بنائی ہے
تکیہ ہے تر یہ اشکوں کی ندی بہائی ہے مسند پہ بیٹھنے کی قسم کل سے کھائی ہے
یہ شکل رنج و غم کی ہے اس باتمیز کی
جیسے سنائی آئے کسی کے عزیز کی

بولا خبر یہ سُنتے ہی، وہ بانیِ ستم ٤٥ جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
دوڑیں یہ حکم سُن کے، خواصیں کئی بہم ناچار ہند، آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم
ہرگز یزید کی، تو نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعامِ گرم، تو اک سرد آہ کی

پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بدمزہ مزاج ٤٦ بولی یہ ہند ہوتا ہے ہاں درد، دل میں آج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج اپنے جگر کے زخم کا، میں کیا کروں علاج
تجھ کو تو عید ہے مجھے صدمے گزرتے ہیں
یہ کون ہیں جو رات کو فریاد کرتے ہیں؟

بتلا یہ سب اسیر، مسلماں ہیں یا نہیں؟ ٤٧ قوم ان کی کیا ہے صاحبِ ایمان ہیں یا نہیں؟
مداحِ کبریا کے ثنا خواں ہیں یا نہیں؟ آیا یہ لوگ قابلِ زنداں ہیں یا نہیں؟
سنتی ہوں، بےکس ان سے نہ ہوں گے زمانے میں
یہ کس خطا پہ قید ہوئے، قید خانے میں

ہیں کیا یہ لوگ منکرِ پیغمبرِ الٰہ؟ ۷۸ شاید نہیں علیؑ کے گھرانے سے اُن کو راہ؟
کیوں ہاتھ سب کے باندھے ہیں، کھلتا نہیں یہ آہ کاٹا ہے کس کا سر کسے لوٹا ہے بے گناہ
کافر ہے وہ، عناد جسے پنجتنؑ سے ہے
کیا دشمنی کچھ ان کو حسینؑ و حسنؑ سے ہے؟

کوئی اگر کہے بھی تو میں مانتی ہوں کب ۷۹ ابرار و حق پرست ہیں، قیدی یہ سب کے سب
میں سن چکی ہوں آپ، صدائے نمازِ شب فاقوں میں بھی وہ کرتے ہیں تا صبح شکرِ رب
گرمی ہے گو کہ سینوں میں دم ان کے رکتے ہیں
ماؤں کے ساتھ سجدے میں بچے بھی جھکتے ہیں

قیدی ہیں، پر قضا کبھی ہوتی نہیں نماز ۸۰ رکھتے ہیں پانچ وقت زمیں پر سرِ نیاز
آواز میں سنا نہیں، یہ سوز یہ گداز سجدے میں حق سے کہتے ہیں کچھ اپنے دل کا راز
چھوٹے بڑوں کی عادتِ طاعت گزاری ہے
آٹھوں پہر درود زبانوں پہ جاری ہے

قیدی ہے ظاہرا کوئی، بیمار و ناتواں ۸۱ معلوم کچھ نہیں کہ وہ لڑکا ہے یا جواں
آواز اک ضعیف سی آتی ہے ہر زماں کیسا کراہتا ہے سحر تک وہ نیم جاں
یہ درد ہے صدا میں کہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں
رونے پہ اس کے لوگ محلے کے روتے ہیں

کرتا ہے جب تلاوتِ قرآں وہ حق کا نور ۸۲ ہوتا ہے، لحن حضرتِ داؤدؑ کا ظہور
رشتہ کچھ اس کو مصحفِ ناطق سے ہے ضرور قرآں کے حرف حرف کے معنی پہ ہے عبور
تقریر کیا فصیح ہے کیا خوش بیان ہے
گویا زبان اس کی خدا کی زبان ہے

دن بھر تو اس کو رہتا ہے غش اور دردِ سر ۸۳ کرتا ہے نصف شب سے مناجات تا سحر
واللہ کیا دعاؤں کے فقروں میں ہے اثر بہہ جائے آب ہو کے، جو پتھر کا ہو جگر
شاید کوئی عزیزِ شہِ مشرقین ہے
صورت حسنؑ میں، لہجہ صدائے حسینؑ ہے

کہتے ہیں صبر و شکر اسے اللہ رے حوصلہ ۸۴ شکوہ نہ طوق کا ہے نہ زنجیر کا گلہ
جاری ہے صبح و شام عبادت کا سلسلہ ہر دم رواں ہے چشم سے اشکوں کا قافلہ
گردن جھکی ہوئی ہے، خدا پر نگاہ ہے
لب پر کبھی تو آہ کبھی لا الٰہ ہے

سنتی ہوں ننھے بچے بھی، دو چار ہیں اسیر ۸۵ لڑکی بھی کوئی قید ہے، رشک مہ منیر
رونے سے اس کے لگتے ہیں میرے جگر پہ تیر کیا قہر ہے یہ ظلم، غریبوں پہ اے امیر
دکھ دے کسی کو یہ نہیں عادت کریم کی
قرآں میں کی ہے حق نے سفارش یتیم کی

اے سست رائے قلب کو اتنا بھی کر نہ سخت ۸۶ عقبیٰ میں، رو سفید ہو، تا او سیاہ بخت
رہتے ہیں سر جھکائے ہوئے بادرخت ڈر ہے مجھے کہیں نہ الٹ جائے تیرا تخت
حاکم کو خوف چاہیے، قہر الٰہ سے
اکثر گری ہے برق، یتیموں کی آہ سے

کرتے ہیں لطف و رحم فقیروں پہ اغنیا ۸۷ عقبیٰ میں کام آتا ہے، یاں کا دیا لیا
خالق نے اپنے ملک کا حاکم، تجھے کیا جز نام نیک، کون جہاں میں سدا جیا
زنداں میں قیدیوں کا بہت حال غیر ہے
کچھ خیر کر کہ خیر سے عقبیٰ بخیر ہے

قاروں کا گنج اور ستم ایجاد کیا ہوا ۸۸ نمرود کس طرف گیا شداد کیا ہوا
تھا پہلے وہ جو بانیِ بیداد کیا ہوا فرعون بد نہاد سا جلاد کیا ہوا
وہ قبر میں ہیں آج، جو کل تھے عراق میں
ڈھونڈو تو خاک بھی نہیں کسریٰ کے طاق میں

گرمی کی فصل اور یہ مکاں تنگ ہائے ہائے ۸۹ اب رحم کر، ارے کوئی معصوم مر نہ جائے
فاقے سے ہوں وہ قید میں، تو نعمتیں یہ کھائے پانی تو پیاس میں کوئی جا کر انہیں پلائے
دل سے بھلا نہ وعدۂ روزِ نخست کو
بیمار کو دوا، نہ غذا تندرست کو

کھانے کو میں نہ ہاتھ لگاؤں گی، کیسی بھوک ۹۰ اُٹھتی ہے بار بار کلیجے میں میرے ہُوک
اُن کے بغیر مجھ کو یہ کھانا ہے مثلِ خُوکؔ یہ بے کسوں پہ ظلم، غریبوں سے یہ سلوک
خوش ہو گا حق دلوں کو یتیموں کے شاد کر
کیا رحم تھا کرم کو محمدؐ کے یاد کر

کافر کے گھر کو بھی کبھی لوٹا نہ، بعدِ جنگ ۹۱ چادر گلے میں ڈال کے کھینچا ہوئے نہ تنگ
جو ہاتھ آیا دے دیا، سائل کو بے درنگ عسرت یہ تھی کہ فاقوں میں، باندھا شکم پہ سنگ
اس بادشاہِ دیں کو نہ کچھ فکر اور تھی
رانڈوں کی پرورش تھی، یتیموں کی غور تھی

یکساں تھا خُلق آپ کا، شاہ و فقیر سے ۹۲ بٹھلاتے تھے فقیر کو برتر امیر سے
باتیں تھیں بخشش کی یتیمؑ و اسیر سے کرتے تھے سیر اُنہیں رطب و شہد و شیر سے
ہر شب کو قیدیوں کی خبر لینے جاتے تھے
دو دن کے بعد نانِ جویں آپ کھاتے تھے

ہے آج تک جہاں میں علیؑ کے کرم کا شور ۹۳ ہر ایک کی زباں پہ ہے نقلِ فقیرِ کورؔ
تھا باندھتے رسن میں دستِ خدا کا زور پرواہ سے کرم نہ گوارا تھا، رنجِ مور
کی اُس نے کچھ زباں سے شکایت تو ڈر گئے
کاندھے پہ رکھ کے مشک ضعیفہ کے گھر گئے

رانڈوں کے وارث اور یتیموں کے تھے پدر ۹۴ قاتلؔ پہ مرتے مرتے رکھی رحم کی نظر
ہر دم حسینؑ پر یہ تاکید تھی اے پسر قیدی کے بھی طعام کی رکھیو ذرا نظر
راضی نہ اس کے قتل پہ مشکل کشا ہوئے
مشکیں جو باندھ دیں تو حسنؑ سے خفا ہوئے

خلقِ خدا ہے معترفِ خلقِ مجتبیٰؑ ۹۵ دریائے فیض ابرِ کرم منبعِ سخا
یادش بخیر ذکر کروں کیا حسینؑ کا آقا کو دیر گاہ، سلامت رکھے خدا
دونوں جہاں میں کیا برکت ایک دم سے ہے
قائم جو ہے زمیں، تو اُنہیں کے قدم سے ہے

دنیا ہو اور حسینؑ میں اس نام کے نثار ۹۶ فیضِ نبیؐ تو عصمتِ خاتونِ روزگار
ہے بات بات میں کرمِ شاہِ ذوالفقار اور خلق میں نظیرِ حسنؑ ہے، وہ ذی وقار
خُو ہے پیمبروں کی شہِ مشرقین میں
ہیں جمع کس قدر حسنات ایک حسین میں

تھی میں بھی فیضِ صحبتِ مولا سے بہرہ ور ۹۷ پیدا کیا ہے حق نے عجب طرح کا بشر
نکلے نشاں ہیں، چاندے کاندھوں پہ جلوہ گر لے کر اناج جاتے ہیں، خود بےکسوں کے گھر
اس پر بھی ہر گھڑی یہ دعا ہے اللہ سے
یارب بچائیو مجھے بارِ گناہ سے

اُس سالکِ طریقِ ہدایت کے، میں فدا ۹۸ یثرب سے حج کو آتے ہیں اکثر، پیادہ پا
ناقے تو پیچھے ہوتے ہیں، آگے وہ مقتدا خالق نے اُن پہ ختم کیا، زہد و اتقا
اس سال بھی سُنا ہے کہ تشریف لائے ہیں
کعبے میں اہلِ بیت بھی ہمراہ آئے ہیں

کیا جانے حج کے بعد سدھارے ہیں وہ کدھر؟ ۹۹ لونڈی نے پھر سنی نہیں، آقا کی کچھ خبر
رہتی ہوں اس خیال میں پہروں میں نوحہ گر کعبے میں گھر گئے ہوں نہ سلطانِ بحر و بر
ہے دُھوم کچھ دنوں سے جدال و قتال کی
یارب تو خیر کیجیو، زہراؑ کے لال کی ۔

اس خانداں میں کون رہا ہے سوائے شاہ ۱۰۰ قائم رکھے جہان میں شہ کو، مرا الٰہ
آگاہ ہوں کہ شاہ سے کینہ تجھے تھا، آہ ہے ہے کیا نہ ہو، کہیں زہراؑ کا گھر تباہ
بیتاب ہوں خیالِ شہِ نیک نام میں
شہزادیاں اسیر نہ ہوں فوجِ شام میں

وسواس کا مقام تردد کی ہے یہ جا ۱۰۱ روتے ہیں نام لے کے یہ قیدی حسینؑ کا
پھر تھا نہ شک مجھے، کوئی ہوتا جو دوسرا گر ہے تو اک حسینؑ ہے، زہراؑ کا دل ربا
اس نام پاک سے برکت ہے جہان میں
عقدے وہ کھول دیتے ہیں، سب ایک آن میں

کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار ۱۰۲ ہر قلب پر ستم کی چلی، تیغ آب دار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سلطانِ نامدار رویا جھکا کے سر کو، یزیدِ زبوں شعار
خنجر غمِ حسینؑ کا دشمن پہ چل گیا
کیا ماتم میں اثر ہے، کہ پتھر پگھل گیا

رو کر پھر اس سے کہنے لگی، ہندِ خوش سیر ۱۰۳ ہوں بے قرار صورتِ بسمل میں نوحہ گر
گر کہہ تو دیکھ آؤں اُنہیں جا کے ایک نظر شاید اُنہیں سے، شہ کی مفصل سنوں خبر
ہیں غیر یا عزیزِ شہِ انس و جاں کے ہیں
دریافت تو کروں کہ، یہ قیدی کہاں کے ہیں؟

ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا ۱۰۴ جا دیکھ آ اُنہیں، مرا نقصاں ہے اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے گا تجھ کو قلق سوا سنتے ہی یہ کلام اٹھی، ہندِ باوفا
پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اُٹھتے ہی جلد حکم دیا بندوبست کا

سب عورتوں کو لے کے چلی جب وہ حق شناس ۱۰۵ کہنے لگیں یہ تب، جو کنیزیں تھیں اس پاس
کپڑے یہ اُجلے ہیں، بدل ڈالیے لباس اُس نے کہا کہ ہے مرے دل پہ ہجومِ یاس
اک دم میں سوگواروں کو میں دیکھ آتی ہوں
کیسا لباس، کیا کسی شادی میں جاتی ہوں

میلے ہی کپڑے چاہئیں جب دل پہ ہو ملال ۱۰۶ کچھ سوچ ہے مجھے، تمہیں کچھ اور ہے خیال
کنگھی وہ کیا کرے کہ پریشاں ہو جس کا حال ہے سر کا گوندھنا بھی مجھے اس گھڑی وبال
جی چاہتا ہے یہ کہ گریباں چاک ہو
کپڑے تو سب سیاہ ہوں اور سر پہ خاک ہو

لازم ہے بزمِ غم میں عزادار بن کے جائے ۱۰۷ خود روئے پیٹے بین کرے اور اُنہیں رُلائے
واں وارثوں کا سوگ ہے کپڑے کیے دکھائے ہوتا ہے دل، مقام ہے جرأت کا ہائے ہائے
کپڑے بدل کے رانڈوں میں جانا روا نہیں
وہ میلی پھٹی ہوں، جن کے سروں پہ ردا نہیں

نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش سیر ۱۰۸ تھیں ساتھ ساتھ چند خواصیں بھی نوحہ گر
پہونچی جناب حضرت زینبؑ کو یہ خبر رنگ اڑ گیا یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے
ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

ہے شرم کی جگہ کہ میں ہوں خواہرِ امام ۱۰۹ غمگین و سوگوار و پریشان و تشنہ کام
ہم ہیں فقیر ہم میں امیروں کا کیا ہے کام لوگو بتا نہ دیجو کہیں اس کو میرا نام
پوچھے جو وہ کسی سے کہ زینبؑ کدھر گئی
کہہ دیجو کہ بھائی کے ہمراہ مر گئی

سن کر ہر اک سے بانوے ناشاد نے کہا ۱۱۰ کیا حاصل اضطراب سے قسمت کا جو لکھا
لوگو خدا کے واسطے، چپکے رہو ذرا رو رو کے سو گئی ہے ابھی میری دل ربا
پھر حشر قید خانے میں ہوگا جو روئے گی
چونکی اگر تو صبح تلک پھر نہ سوئے گی

چپ ہو گئے یہ سن کے اسیرانِ نوحہ گر ۱۱۱ جا بیٹھی ایک گوشے میں زینبؑ جھکا کے سر
آئی سواریٔ زنِ حاکم قریبِ دَر درباں بھی دور ہٹ گئے، دروازہ کھول کر
وحشت پہ قید خانے کے جس دم نگاہ کی
ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کے خواصوں نے آہ کی

دل ہند کا تو رندھ گیا تھرا گیا جگر ۱۱۲ بولی ٹھہر کے ڈیوڑھی پہ، یہ قبر ہے کہ گھر!
دیکھا کوئی مکاں نہیں تاریک اس قدر پوچھو کوئی کسی سے، کہ ہیں بی بیاں کدھر
ایسا بھی ظلم کرتا ہے کوئی جہان میں
بندے خدا کے بند ہیں ایسے مکان میں

بڑھ کر کسی کنیز نے [illegible] کیا بیاں ۱۱۳ بی بی کوئی اسیروں میں ننھی نہیں ہے یاں
چلئے محل میں آپ بھلا [illegible] کہاں قابل نہیں حضور کے جانے کا یہ مکاں
گر غش ہوئے تو آپ میں آیا نہ جائے گا
ہم سے تو اس خرابے میں جایا نہ جائے گا

آزردہ ہو کے کہنے لگی ہند نوحہ گر ۱۱۴ جرأت کا یہ مقام ہے لونڈی خدا سے ڈر
آخر جو اس میں قید ہیں، وہ بھی تو ہیں بشر تاراج یوں جہاں میں نہ ہووے کسی کا گھر
جلانے وہی کلیجے پہ جس کے چھری لگے
ایسی نہ بات کہہ کہ خدا کو بری لگے

یہ بات کہہ کے آگے بڑھی وہ بصد الم ۱۱۵ اک آفتابِ دیں، نظر آیا اسیرِ غم
حلقہ گلے میں طوق کا، زنجیر میں قدم بولی ٹھہر کے وہ کہ زہے شوکت و حشم
انساں ہے یہ اندھیرے میں یا شمعِ طور ہے
آئی ندائے غیب، کہ خالق کا نور ہے

پڑھتی ہوئی درود گئی جب قریب تر ۱۱۶ اللہ رے حسن کرنے لگی خیرگی نظر
غل عورتوں میں تھا یہ فرشتہ ہے یا بشر اترا ہے آسماں سے خرابے میں یا قمر
رتبے میں ہے بزرگ، نسب میں جلیل ہے
ثابت ہے ضعف سے کہ نہایت علیل ہے

کوئی بلائیں لے کے یہ کہتی تھی، بار بار ۱۱۷ اے بے کس و اسیرِ بلاکش ترے نثار
ہے ہے گلا یہ چاند سا اور طوقِ خاردار یہ گوری گوری پنڈلیاں زنجیر سے فگار
لوگو بزرگ اس کے مقرر امیر ہیں
گویا جنابِ یوسفِ کنعاں اسیر ہیں

بولی کوئی کہ عابد و زاہد ہے یہ جواں ۱۱۸ گھٹا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں
ایماں کا نور چہرۂ انور سے ہے عیاں دیکھا نہیں حیا سے کہ ہیں کون بی بیاں
برحق شریفِ قوم، یہ گردوں اساس ہے
اشراف کو ہر ایک کی حرمت کا پاس ہے

جو غیر کی طرف نہ حیا سے کرے نظر ۱۱۹ ماں بہنیں ایسے شخص کی، بلوے میں ننگے سر
یہ خیر ہوئے جس کی طبیعت میں، اس سے شر ٹوٹے غضب خدا کا، لعینوں کی جان پر
تقویٰ پہ اس کی عفت و عصمت گواہ ہے
قسمیں ہم اٹھالیں کہ یہ بے گناہ ہے

افسوس ایسے بندۂ صالح پہ، یہ تعب ۱۲۰ زنداں میں کاٹتا ہے تڑپ کر تمام شب
بستر زمیں کا اور یہ تن زار ہے غضب آنکھیں جو بند ہیں، یہ نقاہت کا ہے سبب
ہے خامشی دلیل عبادت کے شوق کی
گردن جھکی ہوئی ہے گرانی سے طوق کی

باتیں یہ کر کے بی بیاں روتی تھیں زار ۱۲۱ سینے میں تھا مگر، نہ دلِ ہند کو قرار
تھی تکتی دیکھ کر رُخِ اقدس کو بار بار کس ملک کا رئیس ہے یارب، یہ ذی وقار
آنکھوں میں صاف پھرتی ہے صورت امام کی
تصویر ہے حسین علیہ السلام کی

آ کر دبا کے پاؤں یہ بولی وہ نیک نام ۱۲۲ اُٹھیے کہ دیر سے میں کھڑی ہوں پئے سلام
بولے یہ آنکھیں کھول کے، مولائے خاص و عام اس بیکس و یتیم و بلاکش سے کیا ہے کام؟
ہجرِ پدر میں، تلخ ہے لذت حیات کی
طاقت نہ آنکھیں کھولنے کی ہے، نہ بات کی

بولی یہ ہند کب سے علالت ہے میں نثار ۱۲۳ فرمایا ساتویں سے محرم کی ہے بخار
اس نے کہا طبیب کو دکھلاؤ حالِ زار فرمایا خیر، شافیِ مطلق ہے کردگار
راضی ہیں اس پہ ہم جو رضائے حبیب ہے
دی ہے یہ تپ اُسی نے جو سب کا طبیب ہے

رنج و بلا کو لطفِ خدا جانتے ہیں ہم ۱۲۴ دکھ میں کراہنے کو گِلا جانتے ہیں ہم
ہر دردِ جاں ستاں کو دوا جانتے ہیں ہم عارض ہو عارضہ، تو شفا جانتے ہیں ہم
کچھ غم نہیں مرض سے اگر حال غیر ہے
صحت ہماری یہ ہے کہ عقبیٰ بہ خیر ہے

ایذا کو چین، رنج کو راحت سمجھتے ہیں ۱۲۵ شیریں کو تلخ، شور کو لذت سمجھتے ہیں
صابر ہیں، نانِ جو کو بھی نعمت سمجھتے ہیں مرنے کو راہِ حق میں، سعادت سمجھتے ہیں
عسرت ہو، دکھ ہو، قید ہو، فاقہ کشی رہے
دولت یہی بڑی ہے کہ خالق خوشی رہے

یہ ذکر سن کے رونے لگی ہندِ باوفا ۱۲۶ کی عرض کیا ہے اسمِ مبارک حضور کا؟
گردن جھکا کے قبلۂ عابدؑ[27] نے یہ کہا بیکس، عزیز مردہ گرفتار و بے نوا
کیا پوچھتی ہے نام و نشاں خاکسار کا
ایک بندۂ حقیر ہوں پروردگار کا

زیبا ہے نام پاک، پے خالقِ ودود ۱۲۷ روزی[28] رسانِ عالمیاں واجب الوجود
جو معرضِ فنا میں ہیں، کیا اُن کی ہست و بود قطروں کی کیا بساط، حبابوں کی کیا نمود
درپیش منزلِ لحدِ خوف ناک ہے
آغاز اپنا خاک ہے، انجام خاک ہے

تھے مرتضیٰ علیؑ کے جہاں میں بہت خطاب ۱۲۸ شیرِ خدا امیرِ عرب مالک الرقاب[29]
کاندھا تھا پر ترقیِ ظاہر سے وہ جناب ہوتے تھے شاد کہتا تھا جو یا ابوتراب
جس کو فروتنی ہے وہی سر بلند ہے
خالق کو، خاکساریِ انساں پسند ہے

اس نے کہا بتائیے والد کا اپنے نام ۱۲۹ فرمایا فاقہ کش وطن آوارہ تشنہ کام
مقتولِ نیزہ و تبر و خنجر و حسام جس کو ملا نہ پیاس میں، پانی کا ایک جام
بے گور و بے کفن جسدِ پاش پاش ہے
عریاں ہے کربلائے معلیٰ میں لاش ہے

پوچھا وطن کو اُس نے تو بولے شہِ زمن ۱۳۰ دارِ فنا، مقامِ فنا منزلِ محن
بیٹھے فقیر تھک کے جہاں، ہے وہی وطن بے خانماں، اسیر و پریشان و خستہ تن
پردیس میں تباہ ہوئے شہر چھٹ گیا
جنگل میں ہم بھی لٹ گئے اور گھر بھی لٹ گیا

اُس نے کہا کہ طوق سے ہوئے گا دم خفا ۱۳۱ فرمایا جس میں خالقِ کونین کی رضا
گھٹتا ہے گر گلا، تو نہیں اس کا کچھ گلا بندے ہیں، امرِ حق میں ہمیں اختیار کیا
صابر ہیں، غیر شکرِ خدا کیا سخن کریں
ہم وہ نہیں کہ شکوۂ طوق و رسن کریں

وہ بولی اور بھائی بھی کیا تھے مہ منیر ۱۳۲ فرمایا ہاں جوان تھا اک اور اک صغیر
جرأت میں سب بے عدیل تھے صورت میں بے نظیر دونوں کو تین روز نہ پانی ملا نہ شیر
اعداد کو دشمنی تھی، صغیر و کبیر سے
برچھی سے ایک قتل ہوا، ایک تیر سے

غش ہو گئے یہ کہہ کے امام فلک اساس ۱۳۳ تھرا کے واں سے آگے بڑھی ہند بے حواس
پہونچی ٹھہر ٹھہر کے جو سیدانیوں کے پاس رانڈوں کی شان دیکھ کے بولی وہ حق شناس
چہرے سبھوں کے غیرت خورشید و ماہ ہیں
گویا کہ اہل بیت رسالت پناہ ہیں

پیدا ہے ان کی شان سے، سیدانیوں کی شان ۱۳۴ ظاہر ہے صبر و شکر سے سادات کا نشاں
یا ہاشمی ہیں، یا علوی ہیں، یہ خستہ جاں کس میں یہ معرفت کے سخن، اور یہ بیاں
یہ لاکھ گر چھپائیں تو کب مانتی ہوں میں
خوشبو کو اہل بیت کی پہچانتی ہوں میں

مٹی میں گو بھرے ہوئے ہیں، انکے روئے پاک ۱۳۵ چھپتا ہے کوئی چاند پہ ڈالے ہزار خاک
ہر چند ہیں صعوبت زنداں سے سب ہلاک روشن ہے قید خانہ، تاریک و ہولناک
میں کس طرح کہوں کہ یہ آل عبا نہیں
ہاں فرق اتنا ہے کہ سروں پر ردا نہیں

چہروں کی آب و تاب پہ لوگو! کرو تو غور ۱۳۶ دیکھا ہے قیدیوں کا کسی نے کبھی یہ طور
بازو ہیں ایک رسی میں، ہے ہے یہ ظلم و جور بچے بھی ہیں بندھے ہوئے دیکھو ستم یہ اور
مٹی میں مل گیا یہ چمن وامصیبتا
ان گوری گردنوں میں رسن وامصیبتا

آکر قریب کہنے لگی ہند خوش خصال ۱۳۷ اے بیبیو! ہٹا دو ذرا رخ سے اپنے بال
مجھ سے تو کچھ بیان کرو اپنے دل کا حال کھیتی تمہاری ہو گئی، کس بن میں پائمال
کیوں لے گئے عدو تمہیں بلوائے عام میں؟
کس جرم میں اسیر ہوئے ملک شام میں؟

سنتی ہوں میں مدینے میں ہے آپ کا وطن ۱۳۸ للہ کچھ کہو خبرِ سرورِ زمن
ہیں خیریت سے حضرتِ شبیرؑ کی بہن زندہ رکھے، جہاں میں اُنہیں ربِّ ذوالمنن
وہ بی بی روحِ بنتِ رسالت پناہ ہے
عصمت پہ جس کی خالقِ اکبر گواہ ہے

کیوں بی بی بتاؤ خدا کے لیے ذرا ۱۳۹ ہے خیر سے مدینے میں فرزندِ مرتضیٰؑ
سنتی ہوں اب جواں ہیں، ہم شکلِ مصطفیٰؐ سرسبز رکھے باغِ جہاں میں، انہیں خدا
شہرت ہے ابنِ فاطمہ زہراؑ کے ماہ کی
حسرت تو شہ کو ہوئے گی، اکبرؑ کے بیاہ کی

حق سے یہی ہے شام و سحر اب مری دعا ۱۴۰ آقا مرے جہاں میں سلامت رہیں سدا
اکبرؑ کا سہرا بانوؑ کو دکھلائے اب خدا گھر میں بہو کو لائے جگر بندِ مصطفیٰؐ
ارمان نکلے بادشہِ مشرقین کا
آباد گھر ہو فاطمہؑ کے نورِ عین کا

جب ہند ختم کر چکی رو رو کے یہ کلام ۱۴۱ بانوؑ کے پاس آ کے یہ بولی وہ نیک نام
صدقے گئی بتایئے کیا آپ کا ہے نام للہ کچھ کہو میں ہوئی جاتی ہوں تمام
زنداں میں سب اسیروں کی سردار آپ ہیں
ان قیدیوں کی قافلہ سالار آپ ہیں

بانو نے اُس سے پھر یہ کہا تھام کر جگر ۱۴۲ ہم قیدیوں کے نام ہیں، مظلوم و نوحہ گر
زینبؑ کو پھر بتا کے یہ بولی بہ چشمِ تر یہ بی بی جو کہ روتی ہیں نہوڑائے اپنا سر
تو دل میں جانتی ہے کہ میں اِن کی عزیز ہوں
مختار یہ مری ہیں، مَیں ان کی کنیز ہوں

وہ بولی کہئے ہیں آپ کے فرزند خوش سیر ۱۴۳ فرمایا رو کے لُٹ گیا بی بی ہمارا گھر
تیر و سناں سے قتل ہوئے رن میں دو پسر زنداں میں اک اسیر ہے، مظلوم و نوحہ گر
ٹکڑے جگر کے صدمۂ فرقت سے ہوتے ہیں
جو گود میں پلے تھے، وہ جنگل میں سوتے ہیں

یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ ۱۴۴ پھر مڑ کے روئے حضرتِ زینبؑ پہ کی نگاہ
رُخ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمھیں ہو خالقِ اکبر گواہ ہے

کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار ۱۴۵ کیوں فالِ بد نکالتی ہے، منہ سے بار بار
اے ہند اُن کا نام نہ لے، بہرِ کردگار نسبت نہ اُن سے دے کہ ہے وہ فاطمہؑ وقار
اعدا تو مجھ کو لے گئے بلوائے عام ہیں
دشمن نہ اُن کے قید ہوں، زندانِ شام ہیں

وہ شاد کام اور میں بیکس جگر فگار ۱۴۶ آباد وہ ہیں، اور میں زنداں میں سوگوار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار باہر کنیز نکلی نہیں اُن کی زینہار
وہ بی بی پردہ دار ہے، اور خوش خصال ہے
زینب میں ہی ہوں یہ ترا بے جا خیال ہے

یہ سُن کے بے قرار ہوئی، ہندِ خوش خصال ۱۴۷ دیکھا بغور رُخ، تو یہ بولی بہ صد ملال
اے میری شاہ زادی، چھپاؤ نہ مجھ سے حال زینبؑ تمھیں ہو، خواہرِ شبیرؑ باکمال
تم کو قسم ہے فرقِ شہِ مشرقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہند ذی وقار ۱۴۸ فرطِ قلق سے، دل ہوا زینبؑ کا بے قرار
چلّائیں سر کو پیٹ کے با چشمِ اشک بار اے ہند کٹ گیا سرِ شبیرِ نامدار
پانی دیا نہ، سبطِ رسالت پناہ کو
ظالم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

اے ہند کیا کہوں خبرِ شاہ تشنہ لب ۱۴۹ ہنگامِ عصر لٹ گیا زہرا (ز) کا باغ سب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبر سے بے ادب چوبِ یزید اور لبِ شبیرؑ ہے غضب
سب نے بپائے ماتمِ شاہِ شہید میں
مرنے لے گئے ہمیں، بزمِ یزید میں

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر ۱۵۰ فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی، خولی نے بے خطر لٹکا درِ یزید پہ، سبطِ نبیؐ کا سر
یاں تک تھی دشمنی، سپہِ بدخصال کو
پتھر لگائے راہ میں، زہراؑ کے لال کو

اے ہندؔ ان میں شاہ کے یاور ہوئے شہید ۱۵۱ عباسؑ قتل ہو گئے اصغرؑ ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں، علی اکبرؑ ہوئے شہید شبیرؑ کا لال، اور جری دلبر ہوئے شہید
مرجھا کے فاطمہؑ کی، نہ کھیتی ہری ہوئی
بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہِ پاک ۱۵۲ ہے ہے وہ اوس اور وہ میدانِ ہولناک
واحسرتا وہ گرم ہوا، اور وہ فرشِ خاک کس طرح دل نہ ہو مرا، سینے میں چاک چاک
چہلم تلک ہوا نہ، شہِ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشہ حسینؑ کا

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر ۱۵۳ مجرے کو اُٹھ کھڑے ہوئے قیدی بچشمِ تر
جب سر پہ شاہِ دیں کے، سکینہؑ کی تھی نظر چلائی رو کے، ہائے غضب مر گئے پدر
دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ
لو مجھ پہ اب یہ راز کھلا، مر گئے حسینؑ

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار ۱۵۴ دامن میں لے لیا سرِ شبیرؑ نامدار
منہ رکھ کے منہ پہ شہ کے جو روئی وہ دل فگار صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار
دنیا سے سب کی زیست کا نقشہ بدل گیا
جنبش ہوئی لبوں کو بس اور دم نکل گیا

بانو نے سر کو پیٹ کے، تب یہ کیا بیاں ۱۵۵ بس مل چکیں حسینؑ سے، قرباں جائے ماں
اے نورِ عین، بس نہ کرو، نالہ و فغاں ایسا نہ ہو کہ گھٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بچھڑے ہیں کب سے، بادشہِ مشرقین سے
ہم بھی تو مل لیں، فاطمہؑ کے نورِ عین سے

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بے بس برہنہ سر ۱۵۶ دیکھا پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر
زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر بچّی کو میری لے گئے، سلطانِ بحر و بر
زنداں کے سختے وہ ظلم کہ عاجز تھی جان سے
افسوس چل بسی مری پیاری جہان سے

بی بی تمہاری ننھی سی میت کے میں نثار ۱۵۷ مُنہ سے اُٹھاؤ کُرتے کا دامن پھر ایک بار
جی بھر کے بچّہ کو دیکھ لے، مادر جگر فگار امّاں کو اپنے پاس بلالو تو ہو قرار
فرصت ہمیں نہ ہوگی کبھی شور و شین سے
تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے

ہے ہے اٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم ۱۵۸ باندھا گلے کو شمر نے رسّی سے ہے ستم
بابا کو یاد کر کے جو روتی تھیں دم بہ دم دیتے تھے گھڑکیاں تمہیں، یہ بانیِ ستم
زخمی ہیں کان پھول سے عارض کبود ہیں
اب تک نشاں طمانچوں کے رُخ پر نمود ہیں

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن، ہمارا حال ۱۵۹ چادر تلک نہیں ہے، چھپاؤں جو سر کے بال
کس طرح دوں کفن تجھے، اے میری خُرد سال نادار ہوں میں، پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے، شیشۂ دل پاش پاش ہے
دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے

ہوتا جو واری پاس مرے کچھ بھی مال و زر ۱۶۰ تربت بناتی ننھی سی، میں سوختہ جگر
تابوت پر میں باندھتی سہرا، بہ چشمِ تر جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میت یہی ہے بنتِ شہِ مشرقین کی
دنیا سے آج اُٹھ گئی عاشق حسینؑ کی

بس اے انیسؔ بزم میں ہے گریۂ و بکا ۱۶۱ وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دعا
یارب بحقِ احمدؐ و زہراؑ و مجتبیٰؑ دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے، زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

۲۳

جب طوق و سلاسل میں مسلسل ہوئے عابدؔ ۱ خم مثلِ ہلالِ شبِ اوّل ہوئے عابدؔ
اس شکل سے راہی سوئے مقتل ہوئے عابدؔ اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے عابدؔ
راہوں میں تو مجبوریِ سجادؔ کا غل تھا
ہر گام پہ زنجیر کی فریاد کا غل تھا

بے دینوں میں تھی تہنیتِ فتح کی اک دھوم ۲ راہوں میں یہ تھا شور کہ ہے ہے شہِ مظلوم
اور شرم سے جھکائے تھے سر عابدِ مغموم بیمار کو آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم
اک ہاتھ میں زنجیر بہ صد رنج و محن تھی
اک ہاتھ میں ماں بہنوں کے اونٹوں کی رسن تھی

تلواریں لیے چار طرف ظلم کے بانی ۳ حلقے میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا الم، بے پدری، تشنہ دہانی وہ طوق کا لنگر، وہ سلاسل کی گرانی
مڑ کر کبھی زینبؑ کے رخِ پاک کو دیکھا
بیڑی کبھی دیکھی، کبھی افلاک کو دیکھا

لغزش میں نہ تھا ہاتھ کوئی تھامنے والا ۴ صدمے سے گرا پڑتا تھا وہ نازوں کا پالا
تھا چاند سے سینے میں کلیجہ تہ و بالا زنجیر جو ہاتھوں سے چھٹی طوق سنبھالا
مرقد نہ بنا باپ کا، یہ فکر بڑی تھی
اک جانِ حزیں لاکھ مصیبت میں پڑی تھی

رستے میں دل آزاروں کے تھے صاحبِ آزار ۵ دل سوز نہ کوئی تھا نہ کوئی مونس و غم خوار
شیشے کی طرح ہوتا تھا تنگ دلِ بیمار اس پہ مصیبت کا گرا کوہِ گراں بار
خم پشت تھا اُس کو جھکنا تو بجا تھا
یاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گلا تھا

دستور ہے بیمار کے ہیں پاؤں دباتے ٦ یا بیڑیاں بھاری ہیں اسے لا کے پنہاتے
ماتم کی خبر کو ہیں عزیزوں سے چھپاتے یا باپ کا سر کاٹ کے اس کو ہیں دکھاتے
یہ دُکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے
ہاں بعدِ پدر عابدِ بیمار نے دیکھے

ہفتم سے جو اعدا کی ہوئی شہ پہ چڑھائی ٧ بیمار کو پانی نہ ملا کیسی ٹھنڈائی
عاشور کو غش سے تھے کہ یکایک خبر آئی شہ ذبح ہوئے لُٹ گئی زہرا کی کمائی
ہوش آیا تو گھر آگ سے جلتے ہوئے دیکھا
ماں بہنوں کو بلوے میں نکلتے ہوئے دیکھا

کیا کیا نہ ستم اہلِ شقاوت نے دکھائے ٨ بیمار نے جز شکرِ خدا لب نہ ہلائے
جب طوق و سلاسل کو عدو سامنے لائے کس صبر سے نہوڑا دیا سر پاؤں بڑھائے
تھی فکر گنہ گاروں کی اس رنج و محن میں
بندھوا دیئے اُمت کے لیے ہاتھ رسن میں

تھا صاحبِ اعجاز کو ہر شے کا مقدور ٩ ہونٹوں کے ہلانے میں فنا ہوتے وہ مقہور
تھی نازؔ سے آزادیِ اُمت انھیں منظور وابستہ ہوئے قید نہ بے کس تھے نہ مجبور
زنجیر سے ہر گام پہ لغزش ہوئی پا کو
چھوڑا نہ مگر سلسلۂ صبر و رضا کو

پھوپیاں سرِ ناقہ نظر آتی تھیں کھلے سر ١٠ ہاتھوں سے چھپائے ہوئے منہ روتی تھیں مادر
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی خواہر بچیاں تھیں اسی دھن میں بے مقنعہ و چادر
ناموسِ محمدؐ پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ علم تھا

فریاد تھی ماندوں میں کہ اے قافلہ سالار ١١ منہ کاہے سے ڈھانپیں حرمِ حیدرِ کرار
کس صدمے سے فرماتے تھے سجادِ دل افگار صابر رہو، شاکر رہو، جو مرضیِ غفار
چھننے کا رداؤں کے عبث رنج و الم ہے
کیا چادرِ تطہیر کا پردہ تمھیں کم ہے

مو گئے سر پر نور سے چہروں کو چھپا لو ۱۲ شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لازم ہے تمھیں صبر، کلیجوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سر پر تو ضرر کیا ہے تمھارا
پردہ رب ہے اُمّت کا یہ پردہ ہے تمھارا

گو آج نہیں ہودج و محمل کی سواری ۱۳ کل دے گا تمھیں ناقۂ نور ایزدِ باری
موقوف رداؤں پہ نہیں شان تمھاری تم نورِ خدا ہو تمھیں کیا دیکھیں گے ناری
عریانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہ ہو، کعبہ کی حرمت نہیں جاتی

یہ کہتے تھے جو قتل کا میداں نظر آیا ۱۴ کاٹا ہوا زہراؑ کا گلستاں نظر آیا
دیکھا جسے، وہ خاک پہ بے جاں نظر آیا سوتے ہوئے شیروں کا نیستاں نظر آیا
رو دیں تو نثارِ پسرِ شاہِ نجف ہیں
پیاسوں کی کٹی گردنیں قبلے کی طرف ہیں

اس شکل سے صحرا میں پڑے تھے وہ دلاور ۱۵ جس طرح مرقع کہیں ہو جاتا ہے ابتر
سوتے تھے کہیں خاک پہ دو بھائی برابر دولہا کوئی پامال تھا گھوڑوں سے سراسر
سہرے کوئی پہنے ہوئے پیارا سا پڑا تھا
ریتی پہ کوئی طفل، ستارا سا پڑا تھا

سوتا تھا لبِ نہر کوئی ہاتھ کٹائے ۱۶ تھا خوابِ اجل میں کوئی پھل برچھی کا کھائے
تھے جسم لہو میں، کوئی غسل نہائے اتنا بھی نہ تھا کوئی کہ قبریں تو بنائے
دم نکلے تھے مشکل سے کہ وہ تازہ جواں تھے
بالائے زمیں پاؤں رگڑنے کے نشاں تھے

تھا بیچ میں اُن لاشوں کے اک لاشۂ بے سر ۱۷ گردن پہ نمایاں کئی جا گھاؤ، خطِ خنجر
تھا تیروں کی کثرت سے یہ حالِ تنِ اطہر جس طرح عیاں خار ہوں ساہی کے برابر
بخشا تھا سرِ عرش نشیمن جو خدا نے
پر کھولے تھے لاش اوجِ سعادت کے بہانے

افسر لہو جراحت سے سراپا تھا بدن چُور ۱۸ اک قبر کو محتاج تھا وہ صاحبِ مقدور
تھی ریگِ بیاباں، عوض مرہم کافور آئینۂ صد پارہ تھا، وہ سینۂ پُر نور
زخموں میں لہو، سینے کے دھبے سے بھرا تھا
زانو تھا جہاں شمر کا واں ہاتھ دھرا تھا

پہلو میں تھا اک طفلِ حسینؑ، تیر کا مارا ۱۹ جس طرح سے ہو ماہ کے نزدیک ستارا
چھوٹا سا شلوکا تھا بھرا خون سے سارا معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے باپ کا پیارا
کچھ داغ جو دل پر تھے تو کچھ داغ جگر پر
اک ہاتھ تو تھا سینے پہ، اک ہاتھ پسر پر

تھا لاش پہ بے کس کے عجب یاس کا عالم ۲۰ کہتی تھی یہ حسرت، تری غربت کے فدا ہم
رونے کو سرہانے کوئی مونس تھا نہ ہمدم تھے ہاتھ بندھے اُن کے، جو تھے صاحبِ ماتم
تھا گرد کا دامن تنِ صد چاک کے اوپر
شہ رگ سے ٹپکتا تھا لہو خاک کے اوپر

اُس دھوپ میں سایہ جو نہ تھا لاشۂ شہ پر ۲۱ مرغانِ ہوا جھلتے تھے، کھولے ہوئے شہپر
آملتا تھا جب غول سے طائر کوئی اڑ کر کہتا تھا کہ کیوں پیٹتے ہو بازوؤں سے سر
غم دیکھے ہیں دنیا میں، پہ یہ غم نہیں دیکھا
ایسا تو سلیمانؑ کا بھی ماتم نہیں دیکھا

اس سے یہ بیاں کرتے تھے وہ طائرِ صحرا ۲۲ اِس سانحہ کی آہ خبر تجھ کو نہیں کیا
گھر لُٹ گیا زہراؑ کا، قیامت ہوئی برپا بے سر ہے سرِ خاک، محمدؐ کا نواسا
یہ وہ ہے رسولِ عربی روتے ہیں جس کو
روتے ہیں اسے سارے نبی روتے ہیں جس کو

صحرا کے پرندوں میں یہ تھی درد کی تقریر ۲۳ آپہنچے جو رانڈوں کو لیے عابدِ دل گیر
بے سر نظر آیا جو انھیں لاشۂ شبیرؑ قدموں پہ گرے، چھوٹ گئی ہاتھ سے زنجیر
بیمار نے نعرہ جو کیا یا ابتا کا
تھرّا گیا لاشہ پسرِ شیرِ خدا کا

سر پیٹ کے چلّائے یہ سجّادِ دل افگار ۲۴ رخصت کے لیے آیا ہے، یہ صاحبِ آزار
صدقے تری مظلومی کے اے سیّدِ ابرار باندھے ہوئے گردن لیے جاتے ہیں جفاکار
تلواریں علم سر پہ ہیں، دم لے نہیں سکتا
مجبور ہوں، حضرت کو کفن دے نہیں سکتا

بعد آپ کے اُمّت نے یہ کی ہے مری توقیر ۲۵ اونٹوں کی رسن ہاتھ میں اور پاؤں میں زنجیر
پہنایا ہے گردن میں بھی اک طوقِ گلوگیر جو قافلے سے چھوٹے ہے اس کی یہی تعزیر
بیماری میں جو ہم پہ ستم ہو سو روا ہے
شمشیر سے گردن نہ کٹانے کی سزا ہے

سجّاد سے اس لاش نے ہاتھوں کو اٹھایا ۲۶ کس پیار سے فرزند کو چھاتی سے لگایا
پھر حلقِ بُریدہ سے یہ عابدؑ کو سنایا روؤ نہ، کفن ہم نے نہ پایا تو نہ پایا
اے لال یہی خوں بھری پوشاک کفن ہے
جب خاک ملی خاک میں پھر خاک کفن ہے

یہ ذکر تھا، جو اونٹ سے فضّہ یہ پکاری ۲۷ اے قافلہ سالارِ حرم، عاشقِ باری
لو اونٹ سے گرتی ہیں پھوپھی جان تمھاری ایسا نہ ہو مر جائے ید اللہ کی پیاری
ماں جائے کی مظلومی و تنہائی پہ رو دے
اونٹوں کو بٹھا دو تو بہن بھائی کو رو دے

چلّائی سکینہؑ مرا ناقہ بھی بٹھا دو ۲۸ اچھے مرے بھائیؑ مجھے بابا سے ملا دو
خوش ہوں شہِ مظلوم کی چھاتی پہ سُلا دو سوتے ہیں اگر نام مرا لے کے جگا دو
مارا ہے بہت شمر نے مجھ خستہ جگر کو
دکھلاؤں گی میں نیل طمانچے کا پدر کو

گھبرا کے پکارا عمرِ سعدِ جفاکار ۲۹ کہہ دو کہ اٹھے لاشے سے اب عابدِؑ بیمار
نیزے لیے ناقوں کے رہیں گرد ستم گار اونٹوں سے زمیں پر کوئی اُترے نہ خبردار
خولی سے کہو، آگے بڑھے لے کے سروں کو
ہاں جلد روانہ کرو، اِن نوحہ گروں کو

عابدؑ کو تنِ شاہ سے اعدا نے چھڑایا ۲۰ جی بھر کے پسر باپ کو رونے بھی نہ پایا
جب اونٹ چلے، ماتمیوں نے یہ شور مچایا   رونا نہ ملا لاشوں پہ فریاد خدایا
کشتے ہوئے سب دفن لعینوں کی طرف کے
لاشے کو نہ گاڑا، پسرِ شاہِ نجف کے

سب ہے ہمیں اونٹوں سے اترنے نہیں دیتے ۲۱ کوشش کفن و غسل کی کرنے نہیں دیتے
کھینچے لیے جاتے ہیں، ٹھہرنے نہیں دیتے   مظلوم کو تربت میں بھی دھرنے نہیں دیتے
مٹی نہ ملی لاشں کو، شاہِ شہدا کی۔
فریاد نبیؐ کی ہے دہائی ہے خدا کی

اس قافلے سے روتے ہوئے عابدِ مضطر ۲۲ پہونچے پسرِ سعد کے خیمے کے برابر
بیٹھا ہوا تھا کرسی پہ نخوت سے بد اختر   اور فتح کی نذریں، اسے دیتے تھے ستمگر
تھا جشن کا غل کشتیوں میں آتے تھے خلعت
خدام کھڑے شمر کو پہناتے تھے خلعت

نوفل پسرِ سعد سے کرتا تھا یہ گفتار ۲۳ دو خلعتِ زر کا میں ہوں آج طلبگار
عباسؑ کے شانوں پہ لگائی ہے وہ تلوار   جس ضرب سے ٹوٹی، کمرِ سیدِ ابرار
کاٹا علَمِ شاہ کو، شمشیر سے میں نے
مشکیزے میں سوراخ کیا، تیر سے میں نے

کس فخر سے کرتا تھا بیاں قاتلِ اکبرؑ ۲۴ اس نیزے سے بے جاں ہوا ہم شکلِ پیمبرؐ
کہتا تھا کوئی چھیدا ہے اک تیر لگا کر   بانوؑ کا جگر، شاہ کا دل، گردنِ اصغرؑ
ہر زخم کا انعام سوا چاہیے مجھ کو
اس تیرِ سہ پہلو کا صلہ چاہیے مجھ کو

کہتا تھا سنا کر اسے کوئی ستم آرا ۲۵ لختِ دلِ شبیرؑ کو ہے اس تیر سے مارا
رہوار کے پاؤں سے بدن سب کیا پارا   نوشاہ زمانے سے پُر ارماں سدھارا
کیا قبر میں ہوئے گا قلق ابنِ حسنؑ کو
رنڈسالہ میسر نہیں اک شب کی دلہن کو

کہتا تھا کوئی لوٹ کا اسباب دکھا کر ۳۶ شقہ یہ دلہن کا ہے یہ بانوؑ کی ہے چادر
باقرؑ کی یہ ہنسلی ہے سکینہؑ کا ہے گوہر ، شملہ یہ ہے اکبرؑ کا یہ گہوارۂ اصغرؑ
یہ خون میں تر جامۂ شاہِ شہدا ہے
پیوند ہیں جس میں وہی زینبؑ کی ردا ہے

عابدؑ نے سنی جب یہ ستم گاروں کی تقریر ۳۷ نزدیک مرے آئے سنبھالے ہوئے زنجیر
فرمایا کہ قبروں میں تو گاڑے گئے بے پیر کی ہے پسرِ فاطمہؑ نے کون سی تقصیر
کھلوا دے مرے ہاتھ کو صدمہ ہے جگر کو
میں دفن کروں شیرِ الٰہی کے پسر کو

بے دفن و کفن ہیں جو یہ اللہ کے پیارے ۳۸ واللہ گڑا جاتا ہوں میں شرم کے مارے
بکھرے ہوئے یاں پھول محمدؐ کے ہیں سارے صحرا میں کوئی ہے کوئی دریا کے کنارے
ان پھولوں کو مقتل سے اٹھا لینے دو مجھ کو
مٹی میں ستاروں کو چھپا (؟) دینے دو مجھ کو

سفاک نے تب چیں بہ جبیں ہو کے سنایا ۳۹ حاکم کا یہ شُقہ ؟ ہے مرے نام پہ آیا
تو کوفے میں اب تک سرِ شبیرؑ نہ لایا صحرا سے خبردار، جو لاشوں کو اٹھایا
مرنے پہ بھی راحت تنِ سرورؑ کو نہ دینا
زنہار کفن سبطِ پیمبرؐ کو نہ دینا

چپ ہو گئے سجادِؑ حزیں سر کو جھکا کر ۴۰ چلائے تنِ شہ کی طرف منہ کو پھرا کر
جیتا رہا گر قید کی تکلیف اٹھا کر گاڑے گا غلام آپ کو اب شام سے آ کر
حیدرؑ کی حمایت میں تنِ شاہ کو سونپا
آئی یہ صدا تم کو بھی اللہ کو سونپا

صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ ۴۱ لاشے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ چادر کوئی مل جائے تو زینبؑ کو اڑھاؤ
ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجیو بیٹا
ہر وقت سکینہؑ کی خبر لیجیو بیٹا

سہنا ہے تمہیں رنجِ اسیری میں سفر کا ۴۲ اک بوجھ تو ہے طوق کا ایک بوجھ ہے گھر کا
اے نورِ نظر غم نہ کرو لاشِ پدر کا بابا کے مقدر سے ہے کیا زور پسر کا
دن گذریں گے ایذا کے، تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

یہ سن کے چلے روتے ہوئے عابدِ بیمار ۴۳ راہی ہوئے خیموں کو اکھڑوا کے ستمگار
بے غسل و کفن رہ گئی نعشِ شہِ ابرار جز بے کسی و یاس نہ دل سوز نہ غم خوار
روتے تھے ملک عرش پہ، جب روتی تھی زہرا
لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہرا

وہ گرمی کے ایام وہ صحرائے خطرناک ۴۴ پتے کا نہ سایا تھا، بہ جز سایۂ افلاک
اُٹھتے تھے بگولے کہیں، اڑتی تھی کہیں خاک ریتی پہ پڑا تھا، پسرِ سیدِ لولاک
بھن جاتا تھا دانہ بھی جو گرتا تھا زمیں پر
اس دھوپ میں سایہ نہ تھا لاشِ شہِ دیں پر

جب گلشنِ ایماں کو قلم کر چکے اعدا نیزے پہ سرِ شہ کو، علم کر چکے اعدا
ناموسِ محمد پہ ستم کر چکے اعدا ۴۵ تاراج سب اسبابِ حرم کر چکے اعدا
کوفے کی طرف لے گئے ناموسِ نبی کو
گاڑا بھی نہ فرزندِ رسولِ عربی کو

جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم ۴۶ پریاں، پسرِ فاطمہ کا کرتی تھیں ماتم
دریا میں یہ تھا شور کہ ہے شہِ عالم اڑ اڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اُٹھتا تھا ہر بارِ زمیں سے
ریتی پہ برستا تھا لہو، چرخِ بریں سے

ٹکراتے تھے جب کوہ، تو اُڑتے تھے شرارے ۴۷ چلتے تھے درختوں پہ، غم و درد کے آرے
جو کھیت لہکتے تھے، وہ مرجھائے تھے سارے اور لوٹتی تھیں مچھلیاں دریا کے کنارے
دانے کا نہ تھا ہوش، پرندوں کو جہاں میں
چوپائے نہ منہ ڈالتے تھے آبِ رواں میں

کھیتوں پہ جو کستے تھے وہاں اہلِ زراعت ۴۸ لاشے نظر آتے تھے، انھیں آتی تھی رقت
دن بھر تو وہ سب روتے تھے باصد غم و حسرت اور شب کو گھروں میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سحر تک
شبیرؑ کی مظلومی پہ روتے تھے سحر تک

تب عورتیں کہتی تھیں یہ با دیدۂ پُرنم ۴۹ کیوں سب بے خورد بے خواب ہو کس بات کا ہے غم
اشک آنکھوں سے تم لوگوں کے تھمتے نہیں اک دم بتلاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم
کھانے جو پکائے ہیں اسی طرح دھرے ہیں
کون اٹھ گیا دنیا سے کہ دل غم سے بھرے ہیں

تم لوگوں کے غم کھانے کا کھلتا نہیں احوال ۵۰ خرمن پہ گری برق کہ کھیتی ہوئی پامال
کیا بیچ پڑا کون سا نقصان ہوا اس سال املاک ہوئی ضبط کہ دنیا میں پڑا کال
کچھ جرم کسی طرح کا ٹھہرایا ہے تم پر
کیا حاکم جابر کا غضب آیا ہے تم پر

وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ ۵۱ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صدمۂ جاں کاہ
تھی تیسری تاریخ محرم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنچہ دہاں تھے
کچھ پیر تھے کچھ طفل تھے کچھ تازہ جواں تھے

ہم نے کبھی دیکھے نہیں اس طرح کے خوش رُو ۵۲ میدان میں تھی جلوہ گری نور کی ہر سُو
چہروں پہ لٹکتے تھے عجب حسن سے گیسو جب چلتے تھے تب پھولوں کی آجاتی تھی خوشبو
رتبہ چمنِ خلد کا صحرا کو ملا تھا
دنیا کی ترائی میں عجب باغ کھلا تھا

باندھے ہوئے عمامے وہ کعبے کے مسافر ۵۳ آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر تسبیح زباں، ذکرِ خدا، صابر و شاکر
وہ چاند سے رخ پیش نظر آج تلک ہیں
اتنا ہی سراپا سے عیاں تھا کہ ملک ہیں

تھی کاندھوں پہ شملوں کی عماموں کی عجب شاں ۵۴ گیسوئے سرِ حور کو جن پر کریں قرباں
وہ چاند سے سینے، وہ مہِ نو سے گریباں وہ نورِ تنِ پاک عباؤں سے نمایاں
عالم تھا عجب حُسن کا اُن بے وطنوں پر
بس قطع تھا، زیبائی کا جامہ بدنوں پر

سنولائے ہوئے رنگ، صعوباتِ سفر سے ۵۵ پڑ دے نہیں سکتے کبھی تشبیہ قمر سے
دیکھا جو انھیں، گر گیا خورشید نظر سے ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکت گلِ تر سے
چہرے عرق آلود تھے، گرمی جو بڑی تھی
ہنگامِ سحر اوس سی پھولوں پہ پڑی تھی

مکّی کوئی، کوئی عربی، کوئی حجازی ۵۶ رہوارِ تہِ راں، عربی، ترکی و تازی
شیرانِ جہاں، صف شکن و صفدر و غازی سجدے تہِ شمشیر کریں، ایسے نمازی
جاں بازی و تسلیم و رضا، ختم تھی اُن پر
آقا پہ تصدّق تھے، وفا ختم تھی اُن پر

بے مثل تھا اس فوج میں ایک ایک خوش اطوار ۵۷ دو شخص تھے، پر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انھیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہر بار تھا ایک علم دار، تو ایک فوج کا سردار
رخسار تھے، یا نورِ خدا پیشِ نظر تھا
ذرّوں میں یہ خورشید، وہ تاروں میں قمر تھا

ان حلقوں میں تھا ایک جواں گیسوؤں والا ۵۸ گردِ قمر، اس شان سے دیکھا نہیں ہالا
قد سرو سا، اور حسن میں یوسفؑ سے دوبالا مہرِ فلکِ نور، اندھیرے کا اجالا
سب خلق پہ وہ حُسن میں ممتاز ہوا تھا
سبزہ بھی ابھی خوب نہ آغاز ہوا تھا

کیا حسن تھا، کیا شان تھی، کیا عزّت و توقیر ۵۹ آنکھوں میں بجلی لگی تھی کیا سُرمے کی تحریر
رخساروں پہ بل کھائے ہوئے زلفِ گرہ گیر تھا فرق سے تا ناخنِ پا نور کی تصویر
اخلاق میں، شوکت میں، شجاعت میں نبیؐ تھا
سایہ جو نہ ہوتا تو، رسولِ عربیؐ تھا

کس منہ سے کہیں شانِ علمدارِ شہنشاہ ۶۰ سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوبیٰ کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؑ تو شکوہِ اسداللہؑ حاضر تھے جلو میں حشم و دبدبہ و جاہ
خورشید سا تھا جلوہ نما، خانۂ زیں پر
گھوڑا وہ رکا بہ تھا، پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا خیمۂ زنگاری سردار ۶۱ محمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اک بار
اُترے وہ جواں گھوڑے سے صحرا ہوا گلزار واللہ عجب مصحفِ دیں تھے وہ خوش اطوار
کچھ فکر نہ تھی اور فقط یادِ خدا تھی
تکبیروں کے نعرے تھے نمازوں کی صدا تھی

یاں ایک غلامِ حبشی اتنے میں آیا ۶۲ اور بعدِ سلام آ کے یہ پیغام سُنایا
تم لوگوں کو، آقا نے ہمارے ہے بلایا حاضر ہوئے ہم اور سرِ تسلیم جھکایا
خُدام پکارے کہ رہے دھیان ادب کا
دربار ہے فرزندِ شہنشاہِ عرب کا

استادہ رہے سامنے ہم جوڑے ہوئے ہاتھ ۶۳ تھرّا گئے دل، خوف سے کی جاتی نہ تھی بات
اللہ رے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات کی ہم سے غریبوں پہ عجب لطف و عنایات
آداب سے سر قدموں پہ نہوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اس بحرِ کرم نے

فرمایا کہ تکلیف ہوئی تم کو نہایت ۶۴ لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقات غنیمت
دیں داروں کو لازم ہے، غریبوں سے محبت اطفال ہیں ساتھ، اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں مہلت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دُور وطن سے ہیں، وطن دُور ہے ہم سے

اس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں ۶۵ ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایذائے سفر سہ چکے، راحت بھی اٹھائیں قبضہ ہو اس بن میں تو سب کام بن آئیں
جاگیر کی خواہش ہے نہ املاک کی خواہش
لے آئی ہے یاں تک ہمیں اس خاک کی خواہش

قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو انکار ٦٦ قسمیں ہمیں دے دے کے دیئے درہم و دینار
گھر تک مرے ابھی ابھی پھر کے نہ پہونچے تھے کہ اک بار فوجیں ہوئیں کچھ شام کے حاکم کی نمودار
تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھرا تھا
دو لاکھ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

بند اس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی ٦٧ سمجھایا، پہ اعدا نے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دن اور وہ غضب تشنہ دہانی مرنے لگے اُس سیدِ مظلوم کے جانی
پانی کے نہ پینے سے جو گھبراتے تھے بچے
کوزے لیے پانی سے نکل آتے تھے بچے

عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیار ٦٨ تلواریں میانوں سے نکلنے لگیں اِک بار
ڈھالوں کا لبِ نہر اٹھا ابرِ دھواں دھار ہر سو تھی چمک نیزوں کی اور تیروں کی بوچھار
سر تا بہ قدم خون میں تر ہوتے تھے غازی
تلواروں میں آقا کی سپر ہوتے تھے غازی

حملے جو کیے ظلم شعاروں کو بھگایا ٦٩ دریا سے لعینوں کی قطاروں کو بھگایا
میدان سے پیادوں کو سواروں کو بھگایا ایک ایک بہادر نے ہزاروں کو بھگایا
کس منہ سے کہیں حال جوانانِ عرب کا
پیاسے تھے، ہوا ظہر تلک خاتمہ سب کا

بے سر جو ہوئی فوج تو تنہا ہوا سردار ٧٠ ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار اک بی بی نکل آئی تھی خیمے سے کئی بار
بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
عورات نے رو کر کہا یہ ہے وہ بہن تھی

اک بولی کہ آگے کہو کیا گذری پھر اس پر ٧١ وہ بولے کہ زخمی کے چلا حلق پہ خنجر
تن گھوڑوں سے کچلا گیا تاراج ہوا گھر اور چھین لی اعدا نے اُسی بی بی کی چادر
کونین میں اِس ظلم کا اک شور پڑا ہے
اس روز سے وہ بے کفن دگور پڑا ہے

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم ۲ اس بن میں نظر آیا عجب طرح کا عالم
کچھ مردے تھے، کچھ بی بیاں، کچھ حوریں تھیں باہم — غل ہائے حسینا کا تھا اور کرتی تھیں ماتم

بے جرم و گنہ تیغ ستم جس پہ چلی ہے
معلوم ہوا وہ کہ حسینؑ ابن علیؑ ہے

آواز یہ آتی تھی کہ اے حورو آؤ ۳ غش آیا ہے، خاتونِ قیامت کو اٹھاؤ
کہتے تھے محمدؐ مجھے لاشہ تو دکھاؤ — شبیرؑ کہاں ہیں، مری چھاتی سے لگاؤ

ٹکڑے دلِ فرزند کے دکھلاتے تھے حیدر
لاشے کو لیے گود میں چلّاتے تھے حیدر

یہ سنتے ہی عورات نے اک شور مچایا ۴ گھبرا کے کہا، ہائے یہ کیا تم نے سنایا
شبیرؑ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا — اس شمعِ امامت کو لعینوں نے بجھایا

مظلوم کا سر تن سے اتارا گیا ہے ہے
لوگو پسرِ فاطمہؑ مارا گیا ہے ہے

دسویں کو ہوئی شہ کے تن و سر میں جدائی ۵ اور آج تلک لاش نہ سید کی اٹھائی
ان کا تو نہ باقی کوئی بیٹا ہے نہ بھائی — تم نے بھی نبیؐ زادے کی تربت نہ بنائی

فرزندِ علیؑ دشت میں بے دفن ہے کب سے
معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

تم اوڑھو ردائیں، ہمیں دو جنگ کے ہتھیار ۶ بس آج سے تلوار نہ تم باندھیو زنہار
ناخوش ہیں نبیؐ تم سے، علیؑ تم سے ہیں بیزار — بے پردہ ہے زینبؑ، ہمیں پردہ نہیں درکار

فوجیں بھی جو بھیجے تو نہ حاکم سے ڈریں گے
اب فاطمہؑ کے لال کو ہم دفن کریں گے

یہ کہتے ہی عورات نے عریاں کیے سر ۷ جلدی سے اتارا انہیں جو پہنے تھیں زیور
آغوش سے بچوں کو بھی بٹھلا دیا رو کر — اور پھینک دیا سب نے رداؤں کو زمیں پر

گہ سینہ زنی تھی کبھی فریاد و بکا تھی
اس غول میں زہرا کے بھی رونے کی صدا تھی

مردوں نے جو دیکھا کہ چلی عورتیں باہر ۷۸ گھبرا گئے اور بولے یہ گر گر کے قدم پر
تم روؤ گھروں میں صفِ ماتم کو بچھا کر ہم گاڑتے ہیں لاشۂ فرزندِ پیمبر
دیویں گے کفن، شاہِ غریب الغربا کو
منہ ہم کو بھی دکھلانا ہے محبوبِ خدا کو

یہ کہہ کے چلے بیلچے لے لے کے وہ اک بار ۷۹ اور کیں لحدیں فاطمہ کے پیاروں کی تیار
سر لے گئے تھے کاٹ کے سب کے جو ستمگار معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کون سا سردار
جس خاک پہ ٹکڑے، تنِ سرور کے پڑے تھے
یہ لوگ وہاں ششدر و حیران کھڑے تھے

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے ۸۰ ہم پوچھیں جو لاشوں کا شناسا کوئی آئے
سب خوابِ عدم میں ہے کوئی کس کو جگائے احمد کا نواسا کفن و گور تو پائے
معلوم نہیں کون سی جا کشتۂ دیں ہیں
لاشے سے صدا آئی وہ مظلوم ہمیں ہیں

صد شکر کہ آخر ہوئے چہلم کے بھی ایام ۸۱ کر دے گا خدا دفن و کفن کا بھی سرانجام
مشرق میں جو ہو موت امام ذوی الاکرام مغرب سے امام آتا ہے واں دفن کے ہنگام
رہنے دو زمیں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہم کو
ٹھہرو کہ امامِ زمن آیا کوئی دم کو

ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار ۸۲ مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلعِ انوار
آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اک بار آپہونچے سرِ شاہ لیے عابدِ بیمار
ہر گام پہ گر پڑتے ہیں یہ زور گھٹا ہے
عمامہ نہیں سر پہ، گریبان پھٹا ہے

مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت ۸۳ بس گر پڑے لاشے پہ نہ تھامی گئی رقت
چلا کے کہا اے دلبرِ خاتونِ قیامت بے چین تھا میں آپ سے جب سے ہوئی فرقت
یاں آپ کے سب خاک پہ سویا کیے بابا
ہم اتنے دنوں قید میں رویا کیے بابا

کیا ظلم ہے آپ نے، اے شاہِ خوش اوقات ۸۴ افتادہ رہے دھوپ میں اور اوس میں دن رات
آگے مرے پہونچوں سے ہوئے تھے نہ قلم ہات یہ ظلم ہوئے بعدِ فنا، آپ پہ ہیہات
کس ظالم و بے رحم و بد افعال نے کاٹے
لاشے سے صدا آئی کہ جمّال نے کاٹے

سن کر یہ سخن روئے بہت عابدِ بے پر ۸۵ پھر دفن شہیدوں کو کیا بادلِ مضطر
جس وقت اٹھانے لگے، شہ کا تنِ اطہر اعجازِ امامت سے اٹھے، سبطِ پیمبر
عابدؔ جو گرے پڑتے تھے، افراطِ الم سے
شبیرؔ گئے تا بہ لحد اپنے قدم سے

رکھنے جو لگا لاشے کو مرقد میں وہ بیمار ۸۶ اک چادرِ نور آ کے کھنچی قبر پہ اک بار
ناگہ ہوئے تربت سے کئی ہاتھ نمودار سر کھولے یہ چلّاتی تھی زہراؔ جگر افگار
بے کس کو نبیؐ زادے کو مغموم کو لاؤ
میں صدقے ہوں، لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

حیدرؔ کی صدا آتی تھی، یہ ہے مرا پیارا ۸۷ آہستہ اٹھاؤ، کہ بدن چور ہے سارا
کہتے تھے نبیؐ، امتِ بے دین نے مارا ان باغیوں نے لوٹ لیا باغ ہمارا
بلوا کے مدینے سے، مسافر پہ جفا کی
اچھی ہوئی دعوت، پسرِ شیرِ خدا کی

مٹی جو لگے قبر میں سجّاد گرانے ۸۸ اس وقت لگی قومِ اسد خاک اڑانے
منہ پیٹ لیا ہاتھوں سے محبوبِ خدا نے زہراؔ تھیں کبھی پائینتی اور گاہ سرہانے
گھبرائے ہوئے گردِ لحد پھرتے تھے حیدرؔ
اٹھتے تھے کبھی اور کبھی گرتے تھے حیدرؔ

اب وقتِ خموشی ہے انیسؔ جگر افگار ۸۹ بیتاب ہیں، رقت سے شہِ دیں کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کہ یا سیدِ ابرار ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلبگار
برگشتہ زمانہ ہے، مدد کیجیو مولا
ناقدروں کے احساں سے بچا لیجیو مولا

۲۴

[الف] دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی ۱ بے تاب ہیں بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی
منھ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی بچوں کے لیے گودیوں میں روتے ہیں قیدی
فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تن میں
دہشت سے ستمگاروں کی لرزہ ہے بدن میں

دم ہول کے مارے نہیں سینوں میں سماتے ۲ ہیں خاک بھرے بالوں سے چہروں کو چھپاتے
زینبؑ کا یہ عالم ہے کہ غش پر ہیں غش آتے سہمے ہوئے بچے ہیں یہ ماؤں کو ستاتے
دم ہونٹوں پہ [ب] ہیں قید کی ایذا و محن سے
کیا گردنیں پھر باندھیں گے جلّاد رسن سے

جی ڈرتا ہے اماں ہمیں گودی میں چھپا لو ۳ کپڑا [ج] کچھ اُڑھا کر ہمیں چھاتی سے لگا لو
سُن لے نہ کوئی منھ سے سخن کچھ نہ نکالو سجّاد کہاں ہیں؟ اُنھیں پاس اپنے بُلا لو
مارے نہ طمانچے کوئی یہ خوف بڑا ہے
دروازے پہ، شمرِ ستم ایجاد کھڑا ہے

تھا شور کہ اے قیدیو! دربار میں جاؤ ۴ کیا بیٹھے ہو زنداں میں، قدم جلد اٹھاؤ
خالق نے کیا رحم، اب آنسو نہ بہاؤ حلقے رسنِ ظلم کے ڈھیلے کریں، آؤ
حاکم کو دُعا دو کہ تمھیں شاد کرے گا
اب قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سن کر [د] یہ سخن رونے لگی زینبِ ناچار ۵ اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار
کیا کام ہے اب کیوں ہے بلایا [ہ] سرِ دربار نے سر پہ ردائیں ہیں نہ ہے طاقتِ رفتار
لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ستم کو
گھُل گھُل کے اسی قید میں مرجانے دو ہم کو

میں سوگ میں ہوں کیسی خوشی کیسی رہائی ۶ کس سے ملوں گی چھوٹ کے کیا جیتے ہیں بھائی
ماں جائے نے گردن تہِ شمشیر کٹائی بھائی سے تو اب تا بہ قیامت ہے جدائی
کیا لطف چھٹے قید سے گر پیاروں کو کھوکر
دکھلاؤں گی صورت کسے بِن بھائی کی ہوکر

مشہور ہوں میں فاطمہؑ کے لال کی شیدا ۷ جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
اب قید کا غم ہے نہ رہائی کی تمنّا مرجاؤں میں زنداں میں تو رہ جلنے[و] یہ پڑا
چرچا ہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینبؑ
چہلم نہ ہوا بھائی کا اور مرگئی زینبؑ

مارے گئے عبّاسؑ دلاور مرے آگے ۸ دنیا سے گئے اکبرؑ و اصغرؑ مرے آگے
بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے خالی ہوا زہراؑ کا بھرا گھر مرے آگے
غم کھاتی ہے اور خونِ جگر پیتی ہے زینبؑ
وہ شیر تو مارے گئے اور جیتی ہے زینبؑ

بتلاؤ خوشی چھوٹنے کی قید سے اب کیا؟ ۹ بیٹے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا
قاسم ہیں کہ دکھلائیں گے آکر مجھے سہرا اکبرؑ ہیں جنھیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا
لاشے بھی ابھی تک نہیں پیاروں کے گڑے ہیں
آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پڑے ہیں

جو بھائی کے مرنے سے ستم میں نے اُٹھائے ۱۰ دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اللہ دکھائے
نیزے مرے شالوں[ز] میں لعینوں نے چُبھائے بازو مرے باندھے، مجھے دربار میں لائے
بھائی کی عزادار ہوں اور خستہ جگر ہوں
عاشورِ محرّم سے میں اب تک کھلے سر ہوں

کہہ[ح] دو مجھے دربار میں حاکم نہ بُلائے ۱۱ خلقت کو دوبارہ نہ مری شکل دکھائے
گر قتل ہو منظور ہو تو قاتل یہیں آئے موجود ہوں، خنجر مری گردن پہ پھرائے
فکر[ط] غم و اندوہ سے آزاد ہو زینبؑ
سر تن سے جدا ہو تو بہت شاد ہو زینبؑ

فرمانے لگے رو رو کے تب عابدِ بیمار ۱۲ اس وقت پھوپھی جان مناسب نہیں تکرار
کیا بس ہے اسی طرح چلو پھر سرِ دربار دیکھیں تو کہ کیا کہتا ہے اب حاکمِ غدار
کب سے نہیں کی، سبطِ پیمبر کی زیارت
شاید ہو میسر سرِ سرور کی زیارت

رو کر کہا زینب نے جو مرضی تری پیارے ۱۳ مختار ہو تم اب تو ہوں میں ساتھ تمہارے
سن کر یہ سخن خاک سے قیدی اُٹھے سارے پر سب کے قدم کانپتے تھے ضعف کے مارے
نورانی بدن گردِ غریبی سے اَٹے تھے
بکھرے ہوئے تھے بال گریبان پھٹے تھے

نکلا درِ زنداں سے جو وہ یوسفِ شبیر ۱۴ گردن میں تو تھا طوقِ گراں پاؤں میں زنجیر
شکلِ مہِ نو خم تھا قد اور رنگ تھا تغیر معلوم یہ ہوتا تھا کہ ہے ضعف کی تصویر
فاقوں کے سبب نرگسی آنکھوں میں گڑھے تھے
رُخ زرد تھا، لب خشک تھے اور بال کھڑے تھے

چشمانِ خدا بیں سے نقاہت تھی نمودار ۱۵ زیبا ہے اگر اُن کو کہوں نرگسِ بیمار
تھے ضعف سے مائل بہ سفیدی گلِ رخسار اور کانپتا تھا صورتِ خورشید، تنِ زار
افسوس ہے جو نور کے سانچے میں ڈھلا تھا
سو طوق کے حلقے میں وہ نورانی گلا تھا

یہ زار بدن تھا کہ رگیں ہوتی تھیں معلوم ۱۶ سینے پہ جھکا جاتا تھا ہر دم سرِ مظلوم
تھیں بازوؤں کو تھامے ہوئے زینبؑ و کلثومؑ ہر جا پہ نقاہت سے ٹھہرتا تھا وہ مغموم
زنجیرِ گراں پاؤں میں تھی اک یہ ستم تھا
ساقین تلک پائے مبارک پہ ورم تھا

اس حال سے پہونچے جو وہ بیکس سرِ دربار ۱۷ تعظیم کو مسند سے اٹھا حاکمِ غدار
کاٹی گئیں جب بیڑیاں اور طوقِ گرانبار گردن کو جھکا رونے لگے عابدِ بیمار
صدمے سے جو اشکِ شہِ خوش خو نکل آئے
اُس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

بعد[۱] اس کے یہ عابدؑ سے لگا کہنے وہ جلّاد ۱۸ محجوب نہایت ہوں میں اے سیدِ سجّاد
تھا دشمنِ شہؑ ابنِ زیادِ ستم ایجاد میں خانۂ زہرؑا تو نہ کرتا کبھی برباد
بے کس کے ستانے میں مجھے فائدہ کیا تھا؟
لیکن وہ ہُوا جو کہ مقدّر میں لکھا تھا

دی[۲] میں نے رہائی تمھیں اے عابدِ بیمار ۱۹ جی چاہے تو یہاں رہیے مع عترتِ اطہار
گر جانا ہو سوئے حرمِ احمدِ مختار تو راحلۂ زادِ سفر ہووے جو درکار
شرمندہ ہوں میں قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے
شکوہ نہ میرا کیجو رسولِ عربیؐ سے

عابد نے کہا گو کہ ہیں ہم بے سروساماں ۲۰ پر یہ نہیں منظور کہ لیں غیر کا احساں
سب مشکلیں بندوں کی خدا کرتا ہے آساں چُھٹنے کی خوشی ہے نہ وطن جانے کا ارماں
اک گھر دے وہاں ماتمِ شبیرؑ کریں ہم
سامانِ عزائے شہِ دلگیر کریں ہم

بابا جو ہوئے قتل تو ہم قید میں آئے ۲۱ اعدا کی تقیّد تھی کوئی غل نہ مچائے
آنکھیں ہمیں دکھلائیں اگر اشک بہائے جی بھر کے کبھی باپ کو رونے نہیں پائے
ناموسِ نبیؐ خوف سے اک دم نہیں روئے
زنداں میں بہن مر گئی اور ہم نہیں روئے

اور دوسرے ہیں آلِ نبیؐ باسرِ عُریاں ۲۲ لُوٹا ہُوا اسباب منگا دے ہمیں اس آں
میں اپنے بزرگوں کے تبرک کا ہوں خواہاں بس ہے وہی ہم بے سروسامانوں کا ساماں
حیدرؑ کا عمامہ ہے محمدؐ کی عبا ہے
اور کہنہ سی اک فاطمۂ زہرؑا کی ردا ہے

لوٹا ہُوا اسباب جو حاکم نے منگایا ۲۳ تب شمر لباسِ شہِؑ دیں کشتی میں لایا
سجّاد کا دل سینے میں اُس وقت بھر آیا سر پیٹ کے یہ زینبِؑ بے کس نے سُنایا
اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے لوگو!
بھائی کے مجھے خون کی بو آتی ہے لوگو!

ہے ہے مجھے پوشاک برادر کی دکھا دو ۲۴ پیراہنِ شبیرؑ کی بو مجھ کو سنگھا دو
عمامۂ گلگوں مری آنکھوں سے لگا دو عابدؑ نے کہا جلد یہ پوشاک چھپا دو
واللہ ابھی جی سے گذر جائے گی زینبؑ
ان کپڑوں کو دیکھے گی تو مر جائے گی زینبؑ

حاکم نے جو دیکھی شہِ مظلوم کی پوشاک ۲۵ ٹکڑے تھا ہر اک جا سے وہ ملبوسِ تنِ پاک
عابدؑ سے یہ کہنے لگا تب حاکمِ سفاک یہ رختِ کہن پہنے تھے سبطِ شہِ لولاک
حیرت ہے مجھے جامۂ شاہِ شہدا پر
دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنہ قبا پر

رو کر کہا عابدؑ نے کہ اے ظالمِ غدار ۲۶ معراج میں پہنے تھے اسے احمدِؐ مختار
ایسی نہ تھی واللہ قبائے شہِ ابرار یہ تیروں کے اور نیزوں کے روزن ہیں ستمگار
تلواروں سے ٹکڑے جسدِ پاک ہوا ہے
یوں ہی مرے بابا کا بدن چاک ہوا ہے

اور اتنے(ن) میں آیا علمِ حضرتِ عباسؑ ۲۷ مشکیزہ سے تھی صاف بہشتی کی عیاں پیاس
چلانے لگی زوجۂ عباسؑ بصد یاس لاؤ مرے صاحب کی نشانی کو مرے پاس
اس وقت مری چھاتی پھٹی جاتی ہے غم سے
منہ ڈھانپ کے روؤں گی میں دامانِ علم سے

اکبرؑ کی جو پوشاک تھی تر خون سے ساری ۲۸ دیکھا جو اسے بانوئے بے کس یہ پکاری
ہم شکلِ پیمبرؐ ترے شملے کے میں واری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر تمہاری
طے کر کے بہت جلد یہ منزل گئے بیٹا
کپڑے تو ہیں اور خاک میں تم مل گئے بیٹا

کپڑے سحرِ قتل یہ بدلے تھے جو دلبر ۲۹ کیسے ہی یہ قامت کو بھلے لگتے تھے اکبرؑ
وہ چاند سے رخسار وہ گیسوئے معنبر دولھا سے بنے خیمے سے تم نکلے تھے باہر
اب بھی کہ دولت مری کھونے کو چلے تھے
تم قبر کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

شملے کو اُٹھانے جو لگی بانوئے غم خوار ۳۰ اصغرؑ کا شلوکا نظر آیا اُسے اک بار
لپٹا کے کلیجے سے پُکاری بہ دلِ زار اصغرؑ ترے کُرتے پہ فدا ماںؑ(س) جگر افگار
مارے گئے دامن میں شہِ تشنہ گلو کے
ننھے سے گریبان پہ ہیں دھبے ہیں لہو کے

کچھ حال مجھے دردِ گلو کا نہ سُنایا ۳۱ چپکے رہے اور تیرِ ستم حلق پہ کھایا
مادر نے تو اُجلا تمھیں کُرتا تھا پنھایا دودھ اُس پہ سے کیا ہچکیاں لے لے کے گرایا
پیکاں کے نکلنے کا جو دُکھ تم نے سہا ہے
ہے ہے یہ مرا دُودھ لہو ہو کے بہا ہے

صدقہ گئی آباد کیا باپ کا پہلو ۳۲ ویراں مری گودی ہوئی اے اصغرِ مہ رُو
تھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تمھیں خُو اُٹھ اُٹھ کے یہ ماں ڈھونڈھتی ہے رات کو ہر سُو
مجھ کو تو جدائی تری تڑپاتی ہے اصغرؑ
مجھ بن تجھے کس طرح سے نیند آتی ہے اصغرؑ

اک کشتی میں تھا رانڈوں کا لوٹا ہوا زیور ۳۳ پازیب تھی کبریٰ کی سکینہؑ کا تھا گوہر
تب پیٹ کے چھاتی یہ لگی کہنے وہ مضطر ہے ہے مری بچی ترے قربان یہ مادر
زنداں سے سوئے خلد سفر کر گئی(ع) ہے ہے
گوہر یہ پنھاؤں کسے؟ تو مر گئی ہے ہے

زخمی ہوا ہے ہے اسی بُندے کے لیے کان ۳۴ کیا قید سے تھا چھوٹنے کا بی بی کو ارمان
دن رات تھا بابا کی نشانی کا تمھیں دھیان گوہر مرا دلوا دو یہی کہتی تھی ہر آن
ماں تم کو کہاں ڈھونڈھنے اب جائے سکینہؑ
گوہر تو ملا تم نہ ملیں ہائے سکینہؑ

جب دے چکا لوٹا ہوا اسباب ستمگر ۳۵ عابدؑ سے کہا اب تو عمامہ رکھو سر پر
اور حضرتِ زینبؑ سے کہا اوڑھ لو چادر عابدؑ نے کہا سر پہ(ش) عمامہ رکھوں کیونکر
ہے چاک گریبانِ علیؑ بیٹے کے غم میں
سر ننگے محمدؐ ہیں نواسے کے اَلَم میں

ملبوس نہ درکار ہے اب نے زر و زیور ٣٦ بہر حسنؑ و حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ انور تا دفن کروں قبر میں لاشے سے ملا کر
بابا سا بھی میرا کوئی مظلوم نہیں ہے
جس کا سرِ پُر نور کہیں لاش کہیں ہے

سن کر یہ سخن کہنے لگا حاکمِ بے پیر ٣٧ سب کچھ دیا پر ایک نہ دوں گا سرِ شبیرؑ
جو شیر کو پی پی کے پلا فاطمہؑ کا شیر طاقت ہے کہ کوئی اُسے کرتا تہِ شمشیر
کچھ اور نہیں بعدِ ظفر ہاتھ لگا ہے
زر میں نے لٹایا ہے تو سر ہاتھ لگا ہے

سجادؑ نے فرمایا کہ اے کاذبِ مکار ٣٨ وہ عذر ابھی تھا، ابھی یہ کرتا ہے گفتار
خود تُو نے کیا قتل کا شبیرؑ کے اقرار خونِ شہدا ہے تری گردن پہ ستمگار
اس دن تجھے محبوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہؑ اللہ سے فریاد کرے گی

بیتّ ہیں ، مجھ کو سرِ سبطِ پیمبرؐ ٣٩ ہم بارہ اسیروں کے بھی سر تن سے جدا کر
یوں پاؤں گا گر میں تو یہ فرمائیں گے حیدرؑ سر باپ کا بھی لے نہ سکا عابدِؑ بے پر
ہمراہ گیا رانڈوں کے اور رو کے پھر آیا
غربت میں مرے لال کا سر کھو کے پھر آیا

حسرت نہ ۔ الا مجھ کو علیؑ کا ہوں میں پوتا ٤٠ کہہ جاتے نہ بابا تو کبھی قید نہ ہوتا
اک دم میں تری فوج کو میں خوں میں ڈبوتا پہلے شہِ مظلومؑ سے جاں اپنی میں کھوتا
رگ رگ میں ہے میری، اسد اللہ کی طاقت
ہے کانپتے ہاتھوں میں یہ اللہ کی طاقت

خیبر سا کوئی اندہ جو در ہو تو اُکھاڑوں ٤١ عنتر کو کروں قتل تو مرحب کو پچھاڑوں
در آئے، اگر نیزے کو میں کوہ میں ماروں کچھ بن نہ پڑے تجھ کو گر اس وقت بگاڑوں
بابا کی طرح صاحبِ شمشیر ہوں میں بھی
دادا بھی مرا شیر تھا اور شیر ہوں میں بھی

تو دے نہ سرِ سبطِ نبیؑ کیا ترا مقدور ۴۲ گر تخت اُلٹ جائے تو ظالم نہیں کچھ دور
منگوا دے مجھے میرے پدر کا سرِ پُرنور دو دن کی نہ اس دولت و حشمت پہ ہو مغرور
دنیا کو ثبات اے ستم ایجاد کہاں ہے؟
نمرود کہاں آج ہے شدّاد کہاں ہے؟

ناگاہ صدا سبطِ پیمبرؐ کی یہ آئی ۴۳ سجّادؑ خدا کے لیے کرنا نہ لڑائی
گر ہو گئی تیرے بھی سر و تن میں جدائی پھر ہو وے گی دوزخ سے نہ اُمّت کی رہائی
مظلوم ہو، مغموم ہو اور خستہ جگر ہو
لازم ہے تمہیں صبر کہ صابر کے پسر ہو

گر سر نہیں دیتا تو نہ دے کچھ نہیں پروا ۴۴ بے سر ہی ہمیں قبر میں تم گاڑیو بیٹا
دنیا میں رہے گا مری مظلومی کا چرچا اب دے بھی اگر یہ تو نہ لو، صدقے ہو بابا
مقبول یہ ہدیہ ہُوا، دربارِ خدا میں
پھر لیتے نہیں دیتے ہیں جو راہِ خدا میں

حاکم نے بگڑ کر کہا جلّاد کو لاؤ ۴۵ سجّادِ حزیں کو تہِ شمشیر بٹھاؤ
زینبؑ نے کہا، یا اسداللہ اب آؤ بابا مرے بیمار بھتیجے کو بُلاؤ
کیا ہے کہ عیاں زورِ ولایت نہیں کرتے
صدقے گئی پوتے کی حمایت نہیں کرتے

تلوار کو کھینچے ہوئے آیا جو ستمگار ۴۶ سجّادؑ سے لپٹے حرمِ احمدِ مختار
آوازِ یداللہ، یہ پیدا ہوئی اک بار کیوں تخت اُلٹ دوں ترا، اے ظالم و غدّار
قائم رہے دنیا کی بنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹتا ہے تیغِ دو دم سے

سُن کر یہ صدا کانپ گیا حاکمِ اظلم ۴۷ عابدؑ کو دیا اُس نے سرِ سرورِ عالم
بیٹے نے لیا باپ کا سر ہاتھ پہ جس دم دربار سے قیدی چلے کرتے ہوئے ماتم
دل غم سے انیسؔ جگر افگار طپاں ہے
دفنِ شہدا لکھنے کی اب تاب کہاں ہے

٢٥

دن گذرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو ۱ چھوڑا نہ ستمگر نے اسیرانِ ستم کو
کیا رنج تھے ناموسِ شہنشاہِ امم کو سب کی یہ دعا تھی کہ خدا موت دے ہم کو
ناشاد ہیں ایسے کہ کبھی شاد نہ ہوں گے
زنداں سے یقیں ہے کہ ہم آزاد نہ ہوں گے

طول اتنا کھنچا قید میں پرساں نہیں کوئی ۲ بے دیں ہیں لعیں، صاحبِ ایماں نہیں کوئی
رانڈوں کے رہا ہونے کا ساماں نہیں کوئی اس ظلم و ستم پر بھی پشیماں نہیں کوئی
راتوں کو ہے فریاد کا غُل، نوحہ گروں میں
آرام سے کیا سوتے ہیں سب اپنے گھروں میں

بے وارث و بے کس ہیں، ہمیں کون چھڑاوے ۳ کیوں کوئی اسیروں کی خبر پوچھنے آوے
پروا ہے کسے، بچوں کو پانی جو پلاوے کس کو ہے پڑی، دُکھ ندوں پر رحم جو کھاوے
جو تشنہ دہن قتل کریں ابنِ علیؑ کو
زنداں سے وہ کب چھوڑیں گے ناموسِ نبیؐ کو

روتے ہیں تو رونا ہمیں ملتا نہیں، اِک دم ۴ جو چاہتے ہیں، آن کے کہہ جاتے ہیں، ظالم
وہ روئیں نہ کس طرح، جو ہوں صاحبِ ماتم زنداں میں پھنسے، لُٹ گئے، برباد ہوئے ہم
افسوس ہے یہ، دفن و کفن میں بھی نہ پہونچے
وارث بھی چھٹے ہم سے، وطن میں بھی نہ پہونچے

چھٹنے کی یہاں کوئی ہمارے نہیں تدبیر ۵ واں دھوپ میں جلتا ہے پڑا لاشۂ شبیرؑ
کرتے نہ مقید ہمیں گر ظالمِ بے پیر بے دفن و کفن رہتی نہ لاشِ شہِ دلگیر
جو دامنِ زہراؑ و پیمبرؐ میں پلا ہو
وہ جلتی ہوئی ریت پہ، صحرا میں پڑا ہو

۶ جبریلِ امیں نے، جسے جھولے میں جُھلایا — اُس شاہ نے گور و کفن، اب تک نہیں پایا
رن میں تنِ بے سر رہا، سر شام میں آیا — نیزے پہ اُسے، شہر کی گلیوں میں پھرایا
کس طرح زیارت کریں، زنداں سے نکل کے
لٹکایا ہے دروازے پہ، ظالم نے محل کے

۷ کیا قہر ہے، ہیں شہر میں، اور جا نہیں سکتے — حال اپنا سرِ شاہ کو دکھلا نہیں سکتے
اُس دَر کے قریب آپ کو، پہونچا نہیں سکتے — بے بس ہیں، سرِ ابنِ علیؑ لا نہیں سکتے
تا آخرِ شب سنتے ہیں نالوں کو نبیؐ کے
آتی ہے صدا رونے کی زہرؑا و علیؑ کے

۸ یہ کہتے تھے اور روتے تھے ناموسِ پیمبرؐ — تھا فرش فقط خاک کا بالیں تھا نہ بستر
بچوں کو نہ کھانا تھا، نہ پانی تھا میسّر — سایہ بھی نہ تھا دھوپ میں سب جلتے تھے دن بھر
ہر شام مصیبت تھی، غریب الوطنی میں
ہو جاتی تھی رانڈوں کو، سحر سینہ زنی میں

۹ کاہیدہ بدن ہو گئے تھے قیدِ ستم سے — طاقت کسی بی بی میں نہ تھی، رنج و الم سے
غش آتا تھا، سجّادِ حزیں کو تپِ غم سے — رخساروں پہ آنسو تھے رواں دیدۂ نم سے
اُٹھ بیٹھے تو افسوس سے، رو رو کے مَلے ہاتھ
لیٹے تو رکھا تکیہ کی جا، سر کے تلے ہاتھ

۱۰ اٹھنے نہ دیا طوق نے گر سر کو جھکایا — پہروں سرِ زانو سے نہ گردن کو اٹھایا
ہوش آیا تو بیووں کو، قریب اپنے بُلایا — منھ چوم کے چھاتی سے، سکینہؑ کو لگایا
نزدیک ہلاکت تھی، جو دوریِ پدر سے
کبرؑا کی طرف دیکھ کے، کی آہ جگر سے

۱۱ تھی بھوک سے اور پیاس سے، ازبسکہ نقاہت — پہچانی نہ جاتی تھی، کسی بی بی کی صورت
چپکے در و دیوار کو تکتے تھے بہ حسرت — زائل ہوئی تھی رانڈوں سے رونے کی بھی طاقت
کچھ فرش نہ تھا، خاک میں سب قیدی اَٹے تھے
سینے تھے کبود، اور گریباں بھی پھٹے تھے

جب حاکمِ ظالم انہیں بھجواتا تھا کھانا ۱۲ پانی کوئی لاتا تھا کوئی لاتا تھا کھانا
جب سر بر دو اُن قیدیوں کے آتا تھا کھانا کھانا وہ نہ کھاتے تھے انھیں کھاتا تھا کھانا
اُس کھانے پہ منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے قیدی
سر پیٹتے تھے ہاتھوں سے اور روتے تھے قیدی

کہتی تھی کوئی صدقے ترے، ہائے برادر ۱۳ کس بھوک میں اور پیاس میں، تن پہ کٹا سر
چلّا کے کوئی کہتی تھی، ہے ہے علی اکبر دو دن نہ تمہیں آب و طعام آیا میسّر
کس رنج میں دنیا سے سفر کر گئے بیٹا
کھانا میں کھلاؤں کسے تم مر گئے بیٹا

کہتی تھی کوئی پیٹ کے، ابنِ حسن آؤ ۱۴ بے آپ کے کھانا نہیں کھاتی، دلہن آؤ
زنداں میں تڑپتی ہے، یہ تشنہ دہن آؤ ماں صدقے ہو، اے قاسمِ گل پیرہن آؤ
تم بھوکے تھے اس غم سے یہ مر جاوے گی واری
کب ابھی جو تم کھاؤ گے تو کھاوے گی واری

یہ سن کے وہ کہنے لگا کھانا تھا جو لایا ۱۵ کس طرح کے قیدی ہیں یہ مظلوم، خدایا
بھوکے تھے کئی دن کے، پہ کھانے کو نہ کھانا تب بنتِ علیؑ نے، اُسے رو رو کے سُنایا
کھا دیں گے نہ گو بھوکے ہیں اور تشنہ دہن ہیں
وارث تو ہمارے ابھی، بے غسل و کفن ہیں

اس رسم کو تو جانتا ہے، سارا زمانا ۱۶ میّت کو اٹھا لیتے ہیں، تب کھاتے ہیں کھانا
مدفن کو نہ ہو سکتے ہیں ہم، یاں سے روانا نہ فاتحہ کو کچھ ہے، شہیدوں کے ٹھکانا
ظاہر ہے خدا پر ہمیں جس طرح کے غم ہیں
چہلم کے دن آ پہونچے ہیں، اور قید میں ہم ہیں

گو پیاسے ہیں، پر ہم ابھی پانی پئیں کیوں کر ۱۷ سب تشنہ وہاں تیغِ ستم سے ہوئے بے سر
منہ ڈھانپتے تربت پہ، تو ہم فاتحہ دے کر افسوس کہ اتنا نہ ہُوا ہم کو میسّر
کیا کھانے کو کھا دیں کسے فرصت ہے بکا سے
آنکھوں کے تلے پھرتے ہیں وہ بھوکے پیاسے

سُن کر یہ بیاں پھیر کے پس لے گئے وہ خوان ۱۸ روتی رہیں سب بی بیاں، با نالہ و افغان
جن جن کے تھے گھر، متصلِ خانۂ زندان بے چین تھے سُن سُن کے وہ فریادِ اسیران
تھا اُنس قدیمانہ جو سُلطانِ اُمم سے
نیند آتی نہ تھی ہند کو زاریِ حرم سے

روتے تھے یہ سب نام جو شبیرؑ کا لے کر ۱۹ واں تیغِ الم چلتی تھی، ہندہ کے جگر پر
دن بھر جو رہی غم سے، پریشان و مکدّر کیا دیکھتی ہے خواب میں، اک رات وہ مضطر
دروازے کشادہ ہوئے ہیں، ساتوں فلک کے
روتے چلے آتے ہیں پرے، حُور و ملک کے

جس حجرے میں ہے، طشت کے اندر سرِ شبیرؑ ۲۰ واں بعد سلام، آن کے کرتے ہیں یہ تقریر
اے بادشہ تشنہ دہن، کشتۂ شمشیر ملعونوں نے کچھ کی نہ تری عزّت و توقیر
ٹوٹی کمرِ حیدرِ صفدر، ترے غم میں
سر پیٹتے آتے ہیں پیمبرؐ ترے غم میں

یہ کہتے ہیں اور کرتے ہیں زاری وہ فرشتے ۲۱ جو ابرِ سیہ اتنے میں اک اُترا فلک سے
اس ابر میں کچھ مرد ہیں، اور بیچ میں اُن کے اک شخص ہے بیتاب، جگر ہاتھوں سے پکڑے
عمامہ نہ سر پر ہے، نہ کاندھے پہ عبا ہے
منھ آنسوؤں سے تر ہے، گریبان پھٹا ہے

چہرہؐ ہے کہ شرمندہ ہو خورشیدِ درخشاں ۲۲ سنبل کی طرح دوش پہ، گیسو ہیں پریشان
پہونچا جو قریبِ سرِ شبیرؑ وہ نالاں یوں کہنے لگا، چوم کے اس کے لب و دنداں
کس طرح نہ ٹکڑے ہو، دلِ محبوبِ خدا ہو
نانا تری مظلومی پہ، شبیرؑ فدا ہو

اُمّت نے تجھے حیف نہ جانا، مرا پیارا ۲۳ تھا مجھ کو تو ہرگز، نہ ترا رنج گوارا
اے پیارے نواسے مرے، آخر تجھے مارا کس ظلم سے بیٹا، ترا سر تن سے اتارا
بے جرم و ستم، قتل کیا، قومِ شقی نے
پانی نہ دمِ ذبح دیا، مجھ کو کسی نے

جس دن سے پھرایا ہے' ترے حلق پہ خنجر ۲۴ مرقد سے اسی روز سے نکلا ہوں میں باہر
مادر بھی تڑپتی ہے' تری کھولے ہوئے سر بے تاب ہے بابا بھی ترا' حیدرِ صفدر
روتا ہے حسنؑ' نالہ و فریاد و فغاں سے
سر پیٹتا آیا ہوں' ترے غم میں جناں سے

یہ حال نظر آیا پیمبر کا جو اک بار ۲۵ تھرایا دلِ ہند' ہوئی خواب سے بیدار
سر پیٹتے آئے تھے' جہاں احمدِ مختار اس حجرے میں روتی گئی' با دیدہ خوں بار
دیکھا کہ لگن میں سرِ شبیرؑ دھرا ہے
اور تا بہ فلک روشنیِ نورِ خدا ہے

پہچانی جو وہ خوں بھری شبیرؑ کی صورت ۲۶ بے ساختہ اک دم میں ہُوا' جوشِ محبت
اس سر پہ گری' رو رو کے باصد غم و حسرت کہتی تھی کہ اے دلبرِ خاتونِ قیامت
جیتا تمہیں قسمت نے' نہ اک بار دکھایا
جب مر گئے' تب آخری دیدار دکھایا

تقدیر نے حضرت کو جو تھا گھر (ب) سے نکالا ۲۷ مشتاق میں اس دن سے تھی' اے سرورِ والا
کس نے تن و سر میں یہ ترے' تفرقہ ڈالا اس ظلم کا کیا کوئی نہ تھا پوچھنے والا
کیوں آئے نبیؐ چاک گریباں' مرے گھر میں
اب مجھ پہ کھُلا آپ ہیں مہماں' مرے گھر میں

اعجاز سے فرمانے لگا' یوں سرِ شبیرؑ ۲۸ میں کیا کہوں اے ہند' نہ تھی کچھ مری تقصیر
ناحق مری گردن پہ چلی ظلم کی شمشیر مہماں نہیں' یاں قید ہوں میں' بے کس و دلگیر
کیا خُلد میں آرام ہو زہرؑا و علیؑ کو
شوہر نے ترے قتل کیا' آلِ نبیؐ کو

ہے قید میں زینبؑ بھی بہنسی دخترِ زہرؑا ۲۹ غم ہے مجھے اُس کا' نہیں غم بانُو کا اتنا
جو رُتبۂ زہرؑا ہے' وہی رُتبہ ہے اُس کا ہیں ظلم و ستم قید میں' اس بی بی پہ کیا کیا
لب خشک ہیں' اشک آنکھوں سے چہرے پہ رواں ہیں
سر ننگے ہے اور بازو پہ رسّی کے نشاں ہیں

فرما چکا جب یہ سرِ سبطِ شہِ لولاک ۳۰ تب ہند نے رو رو کے گریباں کو کیا چاک
حاکم کا تفحص لگی پھر کرنے وہ غمناک اک حجرۂ تاریک میں بیٹھا تھا وہ سفاک
کہتا تھا کہاں منہ کو چھپاؤں میں نبیؐ سے
محجوب ہوں میں، قتلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے

سن کر یہ سخن، ہندؔ گئی حجرے کے اندر ۳۱ رو کر کہا کیا قہر کیا، تو نے ستمگر
یہ خواب ابھی دیکھ کے اٹھی ہوں میں مضطر گھر میں مرے سر پیٹتے آئے ہیں پیمبر
مخدومۂ عالم کا سرِ پاک کھلا ہے
اور احمدِ مرسل کا گریبان پھٹا ہے

قیدی ہیں کہاں اہلِ حرم، اے ستم ایجاد ۳۲ شہزادیاں کرتی ہیں کہاں نالہ و فریاد
ہیں طوق و سلاسل میں کہاں حضرتِ سجادؑ؟ کر بہرِ خدا قید سے جلدی انھیں آزاد
گھر جاتی ہوں رونے کا ہے شور، اہلِ حرم میں
میں ان کے عوض بیٹھتی زندانِ ستم میں

آگاہ نہ تھا فاطمہؑ کے رتبوں سے تو کیا ۳۳ کچھ زینبؑ و کلثومؑ کے رتبے کو نہ سمجھا
تو نے جو انھیں قید کیا، بھوکا پیاسا واللہ ہوئی فاطمہؑ کی روح کو ایذا
ماتم ہے اسی کا تو، رسولِ عربی کو
زینبؑ کی اسیری سے نہیں چین کسی کو

اس نے کہا نادم ہوں، ہوئی اب تو یہ تقصیر ۳۴ سچ ہے کہ نہ تھا کاٹنا تن سے سرِ شبیرؑ
سر شرم سے زانو پہ جھکا، کی جو یہ تقریر تا صبح رہا سوچ میں، وہ ظالمِ بے پیر
اک بار دیا حکم یہ، دربار میں آ کے
زنداں سے گرفتاروں کو لاوے کوئی جا کے

کچھ لوگ گئے سن کے یہ، حاکم کا جو ارشاد ۳۵ مشغولِ وظائف تھے حرم، با دلِ ناشاد
تھے خاک پہ سجدے میں جھکے حضرتِ سجادؑ بچے بھی تھے طاعت میں، نہ زاری تھی نہ فریاد
ہر چند کہ فاقوں سے نہ طاقت تھی کسی میں
پر محو تھے سب یادِ جنابِ احدی میں

حیران ہو آخر، وہ اسیروں کو پکارے ۳۶ حاکم نے ہمیں بھیجا ہے لینے کو تمہارے
ہے حکم کہ دربار میں قیدی چلیں سارے گھبرا کے لگے کہنے وہ دُکھ درد کے مارے
رسّی سے بندھے، سر کھلے رو آئے ہیں قیدی
اک بار تو دربار میں، ہو آئے ہیں قیدی

وہ کہنے لگا، عذر کا اب یہ نہیں ہنگام ۳۷ بے بس ہوں جو قیدی، انھیں تکرار سے کیا کام
ہر طرح سے لے جائیں گے، حاکم کا ہے احکام • تب اُس سے یہ فرمانے لگے، عابدِ ناکام
مجبور ہیں اور بے کس و ناچار ہیں قیدی
بہتر ہے چلو، چلنے کو تیار ہیں قیدی

یہ کہتے ہی، زنداں سے چلے سب وہ گرفتار ۳۸ رانڈوں نے لیا گودیوں میں بچوں کو اک بار
پیچھے حرم، اور آگے بڑھے عابدِ بیمار انبوہ تماشائیوں کا تھا سرِ بازار
جاں تن میں نہ تھی، شرم سے تھرّاتے تھے قیدی
نہوڑائے ہوئے سر کو، چلے جاتے تھے قیدی

جس دم سرِ دربار حرم، پہونچے کھلے سر ۳۹ اور سامنے حاکم کے گئے عابدِ مضطر
بولا وہ لعیں، مکر سے تعظیم کو اُٹھ کر مسند پہ قدم رکھیے مری، نائبِ حیدر
عابدؑ نے کہا تخت سے کیا کام ہے مجھ کو
اب خاک نشینی ہی میں آرام ہے مجھ کو

گھر میں ترے، سرِ شاہِ دو عالم کا دھرا ہے ۴۰ یاں فاطمہؑ کے پیٹنے رونے کی صدا ہے
پاسِ ادبِ حیدرؑ و محبوبِ خدا ہے اس تخت پر اب بیٹھنا کب مجھ کو روا ہے
کیا ذکر اب اے ظالم بدبخت ہمارا
شبیرؑ کے ہمراہ گیا تخت ہمارا

یہ سن کے جھکا سر کو، لگا کہنے وہ بدخو ۴۱ تم فیض کے دریا ہو، سخی ابنِ سخی ہو
سرزد ہوا ہے جرم جو مجھ سے، اسے بخشو فرمایا یہ تب سیدِ سجّادؑ نے مہ رو
مجھ سے نہ یہ کہہ زینبؑ دلگیر کے ہوتے
مالک میں نہیں شاہ کی ہمشیر کے ہوتے

۴۲ زینبؑ سے مخاطب ہوا لگا کہنے وہ اظلم — اے بنتِ علیؑ دخترِ مخدومۂ عالم
فی الواقعی، بھائی کا نہایت ہے تمہیں غم — پر کرتا ہوں جو عذر، پذیرا ہو وہ اس دم
بے جُرم کٹا حلق حسینؑ ابنِ علی کا
جو مانگو وہ دوں، خوں بہا میں سبطِ نبیؐ کا

۴۳ یہ سنتے ہی تھرانے لگی زینبِؑ مضطر — سینے میں کلیجے پہ لگا ظلم کا خنجر
رو رو کے لگی کہنے کہ خاموش ستمگر — میں کون ہوں، جو لوں دیتِ خونِ برادر
قیدی ہوں، گنہگار ہوں، نالاں و حزیں ہوں
واللہ، میں اس خون کی مختار نہیں ہوں

۴۴ اس خون کے خواہاں ہوں تو ہوں احمدِؐ مختار — اس خون کا دعویٰ کریں، یا حیدرِ کرار
یا حشر کے دن ہووے گی ماں اس کی طلبگار — یا خالقِ اکبر کو ہے اِس خوں سے سروکار
کیوں ذبح کیا سبط رسولِ عربی کو
اس خون کی دیت دیجیو زہراؑ و علیؑ کو

۴۵ واللہ ہے اس ذکر سے چھاتی مری پھٹتی — میں ایسی ہوں، جو ہوں گی دیت لینے پہ راضی
اس خون کے بدلے، دو جہاں بخشے جو کوئی — قیمت نہ ہو اک مُوے حسینؑ ابنِ علی کی
مقدور ترا کیا ہے تو کیا دیوے گا ظالم؟
کس کس کا مجھے خون بہا دیوے گا ظالم؟

۴۶ شبیرؑ کا خوں، احمدِ مختار کا خوں ہے — شبیرؑ کا خوں، حیدرِ کرار کا خوں ہے
یہ خون تو زہراؑ جگر افگار کا خوں ہے — یہ خوں حسنؑ سیدِ ابرار کا خوں ہے
تنہا نہیں سبطِ شہِ لولاک کو مارا
تُونے تو لعیں، پنجتنِ پاک کو مارا

۴۷ مارے گئے سرورؑ تو ہوئے قتل پیمبرؐ — بے سر ہوئے شبیرؑ تو بے سر ہوئے حیدرؑ
تلوار چلی فاطمۂ زہرا کے جگر پر — پھر ہو گیا ٹکڑے جگرِ حضرتِ شبرؑ
بے جرم مرے بھائی کا سر تن سے اُتر جائے
ممکن ہے کہ یہ خوں تری گردن سے اُتر جائے

تقریر سے زینبؑ کی جو محجوب ہوا وہ ۴۸ بولا کہ رہا میں نے کیا، قید سے تم کو
اسباب ضروری جو تمہیں چاہیے سو لو اس وقت کہا زینبؑ دلگیر نے رو رو
نے مال، نہ اسباب، نہ زر چاہیے مجھ کو
بچھڑی ہوئی ہوں بھائی کا سر چاہیے مجھ کو

زینب کا بیان سُن کے وہ کہنے لگا بدخو ۴۹ میں منع نہیں کرتا، سرِ شاہ کو دیکھو
جی بھر کے زیارت کرو، اور خوب سا رو لو لے جانے کا مذکور، مگر لب پہ نہ لاؤ
اس سر کو تجھے دے سکے، نہ میں شاد کروں گا
اک عمر کی محنت کو، نہ برباد کروں گا

یہ کہہ کے سرِ شاہ کو، ظالم[؟] نے منگایا ۵۰ اور زلفیں پکڑ کر، اسے ہاتھوں پہ اٹھایا
زینبؑ کی طرف ہو کے مخاطب یہ سنایا لے دیکھ کہ یہ سر ترے بھائی کا ہے آیا
جرأت سے، مشقت سے، مصیبت سے ملا ہے
تو جانتی ہے بیس کہ محنت سے ملا ہے

دیکھا جو ہیں زینبؑ نے سرِ شاہِ دو عالم ۵۱ یہ چپکی کہ باقی نہ رہا، اس میں ذرا دم
غش کھا کے گری خاک پہ وہ ثانیِ مریم تھا قیدیوں میں شور و بکا شیون و ماتم
روتی تھی کوئی اور کوئی بے ہوش پڑی تھی
سکتہ تھا کسی کو کوئی خاموش کھڑی تھی

بیٹھا ہوا تھا تخت پہ وہ ظالم اظلم ۵۲ زلفیں سرِ شبیرؑ کی تھامے، خوش و خرم
اور غش میں پڑی خاک پہ تھی زینبؑ پُرغم پر الفتِ شبیرؑ کا میں کیا کہوں عالم
زینبؑ کے تو بہتے تھے اِدھر خاک پہ آنسو
جاری تھے اُدھر شہ کے رُخِ پاک پہ آنسو

غش سے جو سکینہ کو افاقہ ہوا اک بار ۵۳ لپٹی سرِ شبیرؑ سے جا کر بہ دلِ زار
میں کیا کہوں جو [illegible] ستمِ حاکمِ غدار بچی سے لب [illegible] سرِ سید [illegible]
کہتی تھی کہ بابا [illegible] زیست سے مجھ کو
بابا کا [illegible] سر بھی میں دیت ہے مجھ کو

کب سنتا تھا زاریِ سکینہ کو وہ بے پیر ۵۴ بس اُٹھ گیا مجلس سے وہ لے کر سرِ شبیرؑ
تب رونے وہاں روتے ہوئے عابدؑ دلگیر زینبؑ کو اٹھا خاک سے، مُدّد کی یہ تقریر

موقوف بس اب نالہ و افغاں کرو حضرت
چلنے کا وطن کے کوئی ساماں کرو حضرت

یوں روئی اخبارِ مصیبت سے ہے تحریر ۵۵ ہر چند طلب کرتی رہی زینبؑ دلگیر
حاکم نے نہ ہرگز دیا لیکن سرِ شبیرؑ لاچار روانہ ہوئے با حالتِ تغییر

میں کیا کہوں جس طرح وطن جاتی تھی زینبؑ
سر پیٹتی تھی، روتی تھی، چلّاتی تھی زینبؑ

خاموش انیسؔ اب نہیں یارا ہے سخن کا ۵۶ صد شکر کہ مدّاح ہے تو شاہِ زمن کا
کہہ حق سے کہ صدقہ سرِ ہفتاد و دو تن کا پابند نہ کر مجھ کو کسی رنج و محن کا

دُنیا میں کسی طرح کا مجھ کو نہ الم ہو
پر دل میں مرے پنجتنِ پاک کا غم ہو

٢٦

نمکِ خوانِ تکلم ہے، فصاحت میری ۱ ناطقے بند ہیں سن سن کے بلاغت میری
رنگ اڑتے ہیں وہ رنگیں ہے عبارت میری شور جس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری
عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

ایک قطرے کو جو دوں بسط تو قلزم کر دوں ۲ بحرِ مواجِ فصاحت کا تلاطم کر دوں
ماہ کو مہر کروں ذروں کو انجم کر دوں گنگ کو، ماہرِ اندازِ تکلم کر دوں
درد سر ہوتا ہے بے رنگ نہ فریاد کریں
بلبلیں مجھ سے گلستاں کا سبق یاد کریں

اس ثنا خواں کے بزرگوں میں ہیں کیا کیا مداح ۳ جدِّ اعلیٰ سے نہ ہوگا کوئی اعلیٰ مداح
باپ مداح کا مداح ہے دادا مداح عمِ ذی قدر ثنا خوانوں میں یکتا مداح
جو عنایاتِ الٰہی سے ہوا نیک ہوا
نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

طبع ہر ایک کی موزوں قدِ زیبا موزوں ۴ صورتِ سرو ازل سے ہیں سراپا موزوں
نثر بے سجع نہیں، نظم معلیٰ موزوں کہیں سکتہ نہیں آسکتا، کجا ناموزوں
تول لے عقل کی میزاں میں جو فہمیدہ ہے
بات جو منہ سے نکلتی ہے وہ سنجیدہ ہے

خلق میں مثل خلیق اور تھا خوش گو کوئی کب ۵ نام لے دھو لے زباں کوثر و تسنیم سے جب
بلبلِ گلشنِ زہراؑ و علیؑ، عاشقِ رب متتبع مرثیہ گوئی میں ہوئے جسؔ کے سبب
ہو اگر ذہن میں جودت ہے کہ موزونی ہے
اس احاطے سے جو باہر ہے وہ بیرونی ہے

بھلائیِ خوشیِ فکرت و خوش لہجہ و پاکیزہ خصال ۶ جن کا سینہ گہرِ علم سے ہے مالا مال
یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ سلاست یہ کمال معجزہ گر نہ اسے کہیے تو ہے سحرِ حلال
اپنے موقع پہ جسے دیکھیے لاثانی ہے
لطفِ حضرت کا یہ ہے رحمتِ یزدانی ہے

کیوں نہ ہو بندۂ موروثیِ مولا ہوں میں ۷ قلزمِ رحمتِ معبود کا قطرہ ہوں میں
جس میں لاکھوں دُرِ مرجاں ہیں وہ دریا ہوں میں مدح خوانِ پسرِ حضرتِ زہرا ہوں میں
وصف جوہر کا کروں، یا صفتِ ذات کروں
اپنے رتبے پہ نہ کیوں آپ مباہات کروں

مبتدی ہوں مجھے توقیر عطا کر یارب ۸ شوقِ مداحیِ شبیر عطا کر یارب
سنگ ہو موم وہ تقریر عطا کر یارب نظم میں رونے کی تاثیر عطا کر یارب
جد و آبا کے سوا اور کی تقلید نہ ہو
لفظ مغلق نہ ہوں گنجلک نہ ہوں تعقید نہ ہو

وہ مرقع ہو کہ دیکھیں اسے گر اہلِ شعور ۹ ہر ورق میں کہیں سایہ نظر آتے ہیں، نور
نُل ہو یہ ہے کششِ موقلمِ طرۂ حور صانع ہر رنگ سے ہو صفتِ صانع کا ظہور
کوئی ناظر جو یہ نایاب نظیریں سمجھے
نقش ارژنگ کو کاواک لکیریں سمجھے

قلمِ فکر سے کھینچوں جو کسی بزم کا رنگ ۱۰ شمعِ تصویر پہ گرنے لگیں آ آ کے پتنگ
صاف حیرت زدہ مانی ہو تو بہزاد ہو دنگ خوں برستا نظر آئے جو دکھاؤں صفِ جنگ
رزم ایسی ہو کہ دل سب کے پھڑک جائیں ابھی
بجلیاں تیغوں کی آنکھوں میں چمک جائیں ابھی

روز مرہ شرفا کا ہو سلاست ہو وہی ۱۱ لب و لہجہ وہی سارا ہو متانت ہو وہی
سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صنعت ہو وہی یعنی موقع ہو جہاں جس کا وہ عبارت ہو وہی
لفظ بھی چست ہوں مضموں بھی عالی ہووے
مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہووے

(۲) ہے بھی عیب مگر حُسن ہے ابرو کے لیے ۱۲ تیرگی بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لیے
سُرمہ زیبا ہے فقط نرگسِ جادو کے لیے — زیب ہے خالِ سیہ، چہرہ گلرو کے لیے
داند[۲] آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

بزم کا رنگ جدا، رزم کا میداں ہے جُدا ۱۳ یہ چمن اور ہے زخموں کا گلستاں ہے جُدا
فہم کامل ہو، تو ہر نامے کا عنواں ہے جُدا — مختصر پڑھ کے رُلا دینے کا ساماں ہے جُدا
دبدبہ بھی ہو، مصائب بھی ہوں، توصیف بھی ہو
دل بھی محظوظ ہوں، رقّت بھی ہو، تعریف بھی ہو

ماجرا صبحِ شہادت کا بیاں کرتا ہوں ۱۴ مطلع رنج و اندوہ و مصیبت کا بیاں کرتا ہوں
تشنہ کاموں کی، عبادت کا بیاں کرتا ہوں — جاں نثاروں کی اطاعت کا بیاں کرتا ہوں
جن کا ہمتا نہیں، ایک ایک مصاحب ایسا
ایسے بندے نہ کبھی ہوں گے، نہ صاحب ایسا

صبحِ صادق کا ہُوا چرخ پہ جس وقت ظہور ۱۵ زمزمے کرنے لگے یادِ الٰہی میں طیور
مثلِ خورشید برآمد ہوئے خیمے سے حضور — یک بیک پھیل گیا چار طرف دشت میں نور
شش جہت میں رُخِ مولا سے ظہورِ حق تھا
صبح کا ذکر ہے کیا، چاند کا چہرہ فق تھا

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں وہ بیاباں وہ سحر ۱۶ دم بدم جھومتے تھے وجد کے عالم میں شجر
اوس نے، فرشِ زمرّد پہ بچھائے تھے گہر — لوٹی جاتی تھی لپکتے ہوئے سبزے پہ نظر
دشت سے جھوم کے جب بادِ صبا آتی تھی
صاف غنچوں کے چٹکنے کی صدا آتی تھی

بلبلوں کی وہ صدائیں، وہ گُلوں کی خوشبو ۱۷ دل کو اُلجھاتے تھے، سنبل کے وہ پُرخم گیسو
قمریاں کہتی تھیں شمشاد پہ، یا ہُو یا ہُو — فاختہ کی یہ صدا سرو پہ تھی، کُو کُو کُو
وقت تسبیح کا تھا، عشق کا دم بھرتے تھے
اپنے معبود کی سب، حمد و ثنا کرتے تھے

آئے سجادۂ طاعت پہ امامِ دوجہاں ۱۸ مطلع اُس طرف طبل بجا‘ یاں ہوئی لشکر میں اذاں
وہ مصلّی کہ زباں جن کی حدیث و قرآں وہ نمازی کہ‘ جو ایماں کے تنِ پاک کی جاں
زاہد ایسے تھے کہ ممتاز تھے‘ ابراروں میں
عابد ایسے تھے کہ سجدے کیے تلواروں میں

عرشِ اعظم کو ہلاتی تھیں دعائیں ان کی ۱۹ وجد کرتے تھے ملک‘ سن کے صدائیں ان کی
وہ عمامے‘ وہ قبائیں‘ وہ عبائیں ان کی حوریں لیتی تھیں بصد شوق بلائیں ان کی
ذکرِ خالق میں لب ان کے جو ہلے جاتے تھے
غنچے فردوس کے شادی[۲۲] سے کھلے جاتے تھے

کیا جوانانِ خوش اطوار تھے‘ سبحان اللہ ۲۰ کیا رفیقانِ وفادار تھے‘ سبحان اللہ
صفدر و غازی و جرّار تھے‘ سبحان اللہ زاہد و عابد و ابرار تھے‘ سبحان اللہ
زن و فرزند سے فرقت ہوئی‘ مسکن چھوڑا
مگر احمد کے نواسے کا‘ نہ دامن چھوڑا

اللہ اللہ عجب فوج‘ عجب غازی تھے ۲۱ عجب اسوار تھے بے مثل‘ عجب تازی تھے
لایقِ مدح و سزاوارِ سرافرازی تھے گو بہت کم تھے‘ پہ آمادۂ جاں بازی تھے
پیاس ایسی تھی کہ آ آ گئی جاں ہونٹوں پر
صابر ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہونٹوں پر

زہد میں حضرتِ[۲۳] سلماں کے برابر کوئی ۲۲ دولتِ فقر و قناعت میں ابوذر[۲۴] کوئی
صدقِ گفتار میں عمّار[۲۵] کا ہمسر کوئی حمزۂ عصر کوئی‘ مالکِ[۲۶] اشتر کوئی
ہوں گے ایسے ہی محمدؐ کے جو شیدا ہوں گے
پھر جہاد ایسا نہ ہوگا‘ نہ وہ پیدا ہوں گے

گو مصیبت میں‘ تلاطم میں‘ تباہی میں رہے ۲۳ سر کٹے پاؤں مگر راہِ الٰہی میں رہے
یوں سرافراز‘ وہ سب لشکرِ شاہی میں رہے جس طرح تیغِ دو دم‘ دستِ سپاہی میں رہے
اس مصیبت میں نہ پایا کہیں شاکی ان کو
آبرو ساقیِ کوثر نے عطا کی ان کو

وہ تخشع[27]، وہ تضرع، وہ قیام[28] اور وہ قعود ۲۴ وہ تذلل[29]، وہ دعائیں وہ رکوع[30] اور وہ سجود[31]
یادِ حق دل میں، تو سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ دُرود یہ دعا خالقِ اکبر سے کہ اے ربِّ ودود

یوں نہیں ہم کہ، نہ آل اور نہ اولاد رہے
مگر **احمد** کے نواسے کا گھر آباد رہے

موم فولاد ہو آوازوں میں وہ سوز و گداز ۲۵ اپنے معبود سے سجدوں میں عجب راز و نیاز
سر تو سجادوں پہ تھے، عرش معلّے پہ نماز شیر دل، منتخبِ دہر، وحید و ممتاز

چاند شرمندہ ہو، چہرے متجلّی ایسے
نہ امام ایسا ہُوا پھر، نہ مصلّی ایسے

جب فریضے کو ادا کر چکے وہ خوش کردار ۲۶ کس کے کمروں کو بصد شوق لگائے ہتھیار
جلوہ فرما ہوئے گھوڑے پہ شہِ عرش وقار علمِ فوج کو عباسؑ نے کھولا اک بار

دشت میں نکہتِ فردوسِ بریں آنے لگی
عرش تک اس کے پھریرے کی ہوا جانے لگی

لہر وہ سبز پھریرے کی، وہ پنجے کی چمک ۲۷ شرم سے ابر میں چھپ جاتا تھا خورشیدِ فلک
کہتے تھے صلِّ علیٰ، چرخ پہ اٹھ اٹھ کے مَلک دنگ تھے سب وہ سماں سے تھا سماں تا بہ فلک

کہیے پستی اُسے جو اوج ہما نے دیکھا
وہ سماں پھر نہ کبھی ارض و سما نے دیکھا

اس طرح جب علمِ دلبر زہراؑ جائے ۲۸ کس سے پھر معرکۂ رزم میں ٹھہرا جائے
سانپ دشمن کی نہ کیوں چھاتی پہ لہرا جائے لہریں تا بہ فلک جس کا پھریرا جائے

رفعِ شر کو، علمِ خیبر بشر آیا تھا
سورۂ نصر پئے فتح و ظفر آیا تھا

وہ علم دار کہ جو شیرِ الٰہی کا خلف ۲۹ گوہرِ بحرِ وفا، نیّرِ دیں، دُرِّ نجف
فخرِ حمزہ سے نمودار کا جعفر کا شرف کس طرح چاند کہوں، چاند میں ہے عیبِ کلف[32]

کس نے پایا وہ، جو تھا جاہ و حشم ان کے لیے
یہ علم کے لیے تھے، اور علم ان کے لیے

سرو شرمائے، قد اس طرح کا، قامت ایسی ۲۰ اسد اللہ کی تصویر تھے، صورت ایسی
شیر نعروں سے دہل جاتے تھے صولت ایسی جا کے پانی نہ پیا نہر پہ ہمت ایسی
جان جب تک تھی اطاعت میں رہے بھائی کی
تھے علم دار، مگر بچوں کی سقائی کی

وہ بہشتی نے کیا، جس کو وفا کہتے ہیں ۲۱ ہم انھیں عاشقِ شاہِ شہدا کہتے ہیں
ان کو قبلہ تو انھیں قبلہ نما کہتے ہیں جو بہادر ہیں، وہ شمشیرِ خدا کہتے ہیں
عشقِ سردار و علمدار کا افسانہ ہے
وہ چراغ رہِ دیں ہے تو یہ پروانہ ہے

اک طرف اکبرِ مہرو سا جوانِ نایاب ۲۲ کچھ جو بچپن تھا تو کچھ آمدِ ایامِ شباب
روشنی چہرے پہ ایسی کہ مجل ہو مہتاب آنکھیں ایسی کہ رہا، نرگسِ شہلا کو حجاب
جس نے ان گیسوؤں میں رخ کی ضیا کو دیکھا
شبِ معراج میں، محبوبِ خدا کو دیکھا

اے خوشا حسنِ رخِ یوسفِ کنعانِ حسنؑ ۲۳ راحتِ روحِ حسینؑ ابنِ علیؑ، جانِ حسنؑ
جسم میں زورِ علیؑ، طبع میں احسانِ حسنؑ ہمہ تن خلقِ حسنؑ، حسنِ حسنؑ، شانِ حسنؑ
تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانی پوشاک
کیا بھلی لگتی تھی بچپن میں سہانی پوشاک

اللہ اللہ، اسدِ حق کے نواسوں کا جلال ۲۴ چاند سے چہروں پہ بل کھائے ہوئے زلفوں کے بال
نیمچے کاندھوں پہ رکھے ہوئے، مانندِ ہلال گرچہ بچپن تھا، پہ رستم کو سمجھتے تھے وہ زال
صف سے گھوڑوں کو بڑھا کر جو پلٹ جاتے تھے
مورچے لشکرِ کفار کے ہٹ جاتے تھے

آستینوں کو چڑھائے ہوئے آمادۂ جنگ ۲۵ وہی سلا اسد اللہ کا نقشہ، وہی ڈھنگ
سرخ چہرے تھے کہ شیروں کا یہی ہوتا ہے رنگ ولولہ صف کے الٹنے کا، لڑائی کی امنگ
جسم پر تیر چلیں، نیزۂ خونخوار چلے
شوق اس کا تھا کہ جلدی کہیں تلوار چلے

یک بیک طبل بجا فوج میں گرجے بادل ۳۶ کوہ تھرائے، زمیں ہل گئی گونجا جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے، تلواروں کے پھل مرنے والوں کو نظر آنے لگی شکلِ اجل
دل کے چاؤش بڑھانے لگے دل لشکر کا
فوج اسلام میں نعرہ ہوا یا حیدر کا

شور میدانیوں میں تھا کہ دلیرو نکلو! ۳۷ نیزہ بازی کرو، رہواروں کو پھیرو نکلو
نہر قابو میں ہے اب پیاسوں کو گھیرو نکلو! غازیو! صف سے بڑھو غول سے شیرو نکلو!
رستمو! دادِ وغا دو، کہ یہ دن داد کا ہے
سامنا حیدرِ کرار کی اولاد کا ہے

شور سادات میں تھا، یا شہ مرداں مدد ے ۳۸ کعبۂ دیں مدد ے، قبلۂ ایماں مدد ے
قوتِ بازوئے پیغمبرِ ذی شاں مدد ے دم تائید ہے، اے فخرِ سلیماں مدد ے
تیسرا فاقہ ہے، طاقت میں کمی ہے مولا!
طلب قوتِ ثابت قدمی ہے مولا!

پیاس میں حرف نہ شکوے کا زباں پر لائیں ۳۹ دم بدم سینوں پہ فاقوں میں سنانیں کھائیں
دل نہ تڑپے، جو دمِ نزع نہ پانی پائیں تیرے فرزند کی تائید کریں، مرجائیں
لاشے مقتل میں ہوں لاشِ شہ دلگیر کے پاس
سر ہوں نیزے پہ سرِ حضرتِ شبیر کے پاس

سامنے بڑھ کے یکایک صفِ کفار آئی ۴۰ مطلع جھوم کر تیرہ گھٹا تاروں پہ اک بار آئی
روزِ روشن کے چھپانے کو شبِ تار آئی تشنہ کاموں کی طرف تیروں کی بوچھار آئی
ہنس کے منہ بھائی کا شاہِ شہدا نے دیکھا
اپنے آقا کو بہ حسرت رفقا نے دیکھا

عرض عباس نے کی جوش سے جراروں کو ۴۱ تیر سب کھاتے ہیں، تولے ہوئے تلواروں کو
میہمانوں کا نہیں پاس، ستم گاروں کو مصلحت ہو تو رضا دیجیے غم خواروں کو
روسیاہوں کو مٹا دیں کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں وہ منہ پہ چڑھے آتے ہیں

یہی ہنگامہ رہا صبح سے، تا وقتِ زوال ۴۸ لاش پر لاش گری، بھر گیا میدانِ قتال
مورچے سب تہ و بالا تھے، پرے سب پامال سرخرو خلق سے اٹھے، اسد اللہ کے لال
کھیت ایسے بھی کسی جنگ میں کم پڑتے ہیں
جو لڑا، سب یہی سمجھے کہ علیؑ لڑتے ہیں

قاسمؑ و اکبرؑ و عباسؑ کا اللہ رے جہاد ۴۹ قتل ہر ایک ضرب پہ تھا اب ہوئی دنیا برباد
الاماں کا تھا کہیں شور، کہیں تھی فریاد دے گئے خلق میں مردانگیِ حرب کی داد
گو وہ دنیا میں نہیں، عرش مقام ان کا ہے
آج تک عالمِ ایجاد میں نام ان کا ہے

دوپہر میں وہ چمن بادِ خزاں نے لوٹا ۵۰ پتا پتا ہوا تاراج تو بوٹا بوٹا
باپ بیٹے سے چھٹا، بھائی سے بھائی چھوٹا ابنِ زہراؑ کی کمر جھک گئی بازو ٹوٹا
پھر نہ یاور، نہ وہ جاں باز نہ وہ شیدا تھے
ظہر کے وقت حسینؑ ابنِ علیؑ تنہا تھے

ساتھ جو جو کہ بہادر تھے، وطن سے آئے ۵۱ سامنے سوتے تھے ریتی پہ سنانیں کھائے
دھوپ میں پیاس سے مثلِ گلِ تر مرجھائے مر گئے پر نہ غریبوں نے کفن تک پائے
دھوپ پڑتی تھی یہ دن چرخ نے دکھلایا تھا
نہ تو چادر تھی کسی لاش پہ نے سایا تھا

صاحبِ فوج پہ طاری تھا عجب رنج و ملال ۵۲ زرد تھا رنگ، تو آنکھیں تھیں لہو رونے سے لال
کبھی بھائی کا الم تھا، کبھی بیٹے کا خیال کبھی دھڑکا تھا کہ لاشیں نہ کہیں ہوں پامال
کبھی بڑھتے تھے وغا کو، کبھی رک جاتے تھے
سیدھے ہوتے تھے کبھی، اور کبھی جھک جاتے تھے

بڑھ کے چلاتے تھے بے دین کہ اب آپ آئیں ۵۳ جوہرِ تیغِ شہنشاہِ نجف دکھلائیں
مرنے والے نہیں بچے جو سنانیں کھائیں کاٹ لیں آپ کا سر تن سے تو فرصت پائیں
پسرِ سعد سے وعدہ ہے بھلا بیٹے کا
حکم ہے خیمۂ اقدس کے جلا دینے کا

شہ نے فرمایا' مجھے خود ہے شہادت منظور ۴۲ نہ لڑائی کی ہوس ہے' نہ شجاعت کا غرور
جنگ منظور نہ تھی ان سے پہ اب ہوں مجبور خیر لڑلو کہ ستاتے ہیں' یہ بے جرم و قصور
ذبح کرنے کے لیے لشکرِ ناری آئے
کہیں جلدی مرے سر دینے کی باری آئے

حکم پاتا تھا کہ شیروں نے اڑائے تازی ۴۳ مثلِ شہباز گیا ایک کے بعد اک غازی
واہ ری حرب' خوشا ضرب' زہے جانبازی اڑ گیا ہاتھ بڑھا جو پئے دست اندازی
لوٹتے رن میں سر و جسم نظر آتے تھے
ایک حملے میں قدم فوج کے جم جاتے تھے

جس پہ غصے میں گئے' صید پہ شہباز گرا ۴۴ یہ کماں کٹ کے گری' وہ قدر انداز گرا
جب گرا خاک پہ گھوڑے سے' تو ممتاز گرا نہ اٹھا پھر کبھی' جو تفرقہ پرداز گرا
ہاتھ منہ کٹ گئے' سر اڑ گئے' جی چھوٹ گئے
مورچے ہو گئے پامال' پرے ٹوٹ گئے

بعد فیروں کے عزیزوں نے کیا عزمِ نبرد ۴۵ سر کو نیوڑا کے بھرا سبطِ نبیؐ نے دمِ سرد
ہوک اٹھی کبھی سینے میں' تو دل میں کبھی درد سُرخ ہوتا تھا کبھی چاند سا چہرہ کبھی زرد
کوئی گل رو تو کوئی سروِ سہی بالا تھا
وہ بچھڑنے لگے' گودی میں جنھیں پالا تھا

زلفوں والا تھا کوئی' کوئی مرادوں والا ۴۶ کوئی بھائی کا پسر' کوئی بہن کا پالا
چاند سا منہ جو کسی کا تھا تو گیسو ہالا کوئی قامت میں بہت کم کوئی قد میں بالا
نوجواں کون سا خوش رو خوش انداز نہ تھا
کتنے ایسے تھے کہ سبزہ ابھی آغاز نہ تھا

ہاتھ وہ بچوں کا' اور چھوٹی سی وہ تلواریں ۴۷ موم کر دیتی تھیں فولاد کو جن کی دھاریں
آب جو شیر کا زہرہ' جسے وہ للکاریں بجلیاں کوند رہی ہیں کسے نیزہ ماریں
کس بشاشت سے ہزاروں پہ دلیر آتے ہیں
بچے آتے ہیں کہ بپھرے ہوئے شیر آتے ہیں

شہ نے فرمایا کہ سر کاٹ لو، حاضر ہوں میں ۵۴ نہ تو لڑنے میں، نہ مرجانے میں قاصر ہوں میں
فوج بھی اب نہیں، بے یار و ناصر ہوں میں شہر و صحرا بھی تمہارا ہے، مسافر ہوں میں
لوٹ لو، پھونک دو، تاراج کرو بہتر ہے
کلمہ گویو! یہ تمہارے ہی نبیؐ کا گھر ہے

کئی سیدانیاں خیمے میں ہیں پردے والی ۵۵ جن کا رتبہ ہے زمانے میں ہر اک پر عالی(ش)
اب نہ وارث کوئی سر پر ہے، نہ کوئی والی ان کو دیکھو! کوئی رہ جائے جو خیمہ خالی
یہ نبیؐ زادیاں بے پردہ نہ ہوئیں جس میں
ایک گوشہ ہو کہ سب بیٹھ کے روئیں جس میں

سن کے ان باتوں کا اعدا نے دیا جو کہ جواب ۵۶ گر لکھوں اس کو تو ہو جائے جگر سنگ کا آب
قلب تھرا گیا ہرگز نہ رہی ضبط کی تاب دیکھ کر رہ گئے گردوں کو شہِ عرش جناب
اشک خالی اسے کرتے ہیں جو دل بھر آئے
آپ رونے کے لیے خیمے کے در پر آئے

تھم کے چلائے کہ اے زینبؑ و ام کلثومؑ ۵۷ تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینؑ مظلوم
اب مرے قتل کے درپے ہے یہ سب لشکرِ شوم ہاں جگا دو اسے غش ہو جو سکینہؑ معصوم
نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے
کہہ دو عابدؑ سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے

یہ صدا سن کے حرم خیمے سے، مضطر دوڑے ۵۸ شہ کی آواز پہ سب بے کس و بے پر دوڑے
گر پڑیں سر سے ردائیں تو کھلے سر دوڑے بچے روتے ہوئے ماؤں کے برابر دوڑے
رو کے چلائی سکینہؑ شہ والا آؤ!
میں تمہیں ڈھونڈتی تھی، دیر سے بابا آؤ!

آؤ اچھے مرے بابا، میں تمہارے واری ۵۹ دیکھو! تم بن ہیں گلے تک مرے آنسو جاری
آج یہ کیا ہے کہ بھولے مری خاطر داری ہاتھ پھیلا کے کہو! آ مری بیٹی پیاری
منہ چھپانے کی ہے کیا وجہ نہ شرماؤ تم
اب میں پانی بھی نہ مانگوں گی، چلے آؤ تم

دیکھ کر پردے سے یہ کہنے لگی زینبِ زار ٦٠ ابنِ زہرا تری مظلومی و غربت کے نثار
آؤ چادر سے کروں پاک میں چہرے کا غبار شہ نے فرمایا، بہن مر گئے سب مونس و یار
تم نے پالا تھا جسے، ہم اسے رو آئے ہیں
علی اکبر سے جگر بند کو کھو آئے ہیں

منہ دکھائیں کسے سب سے ہے ندامت زینب ٦١ گھر میں آنے کی نہیں بھائی کو مہلت زینب
کھینچ لائی ہے سکینہ کی محبت زینب بھائی جاتا ہے، دکھا دو ہمیں صورت زینب
نہ تو سر کھولو، نہ منہ پیٹو، نہ فریاد کرو
بھول جاؤ ہمیں، اللہ کو اب یاد کرو

صبر سے خوش ہے خدا، اے مری غم خوار بہن ٦٢ سہل ہو جاتا ہے، جو امر ہو دشوار بہن
اپنی ماں کا سا طریقہ تمہیں درکار بہن پھر میں کہتا ہوں سکینہؑ سے خبردار بہن
ناز پرور ہے مرے بعد الم اس پہ نہ ہو
بندے کانوں سے اتارو کہ ستم اس پہ نہ ہو

کہیو عابدؑ سے یہ پیغام مرا بعد سلام ٦٣ غش تھے تم پھر گئے دروازے تلک آ کے امام
قید میں بھی کسی سے نہ گھبرائیو اے گل اندام کاٹیو صبر و رضا سے سفرِ کوفہ و شام
ناؤ منجدھار میں ہے، شورِ تلاطم جانو!
ناخدا جاتا ہے، گھر جانے اور اب تم جانو!

کہہ کے یہ بات پھر آئے طرفِ لشکرِ شام ٦٤ پڑ گیا خیمۂ ناموسِ نبیؐ میں کہرام
رن میں گھوڑے کو اڑاتے ہوئے آئے جو امام رعب سے فوج کے دل ہل گئے کانپے اندام
سر جھکے ان کے جو کامل تھے زباں دانی میں
اڑ گئے ہوش فصیحوں کے رجز خوانی میں

تھا یہ نعرہ کہ محمدؐ کا نواسا ہوں میں ٦٥ مجھ کو پہچانو! کہ خالق کا شناسا ہوں میں
زخمی ہونے سے نہ مرنے سے ہراساں ہوں میں تیسرا دن ہے یہ گرمی میں کہ پیاسا ہوں میں
چین کیا چیز ہے، آرام کسے کہتے ہیں!
اس پہ شکوہ نہیں کچھ، صبر اسے کہتے ہیں

اُس[38] کا پیارا ہوں جو ہے ساقیِ حوضِ کوثر ٦٦ اس کا بیٹا ہوں، جو ہے فاتحِ بابِ خیبر
اُس کا فرزند ہوں کی جس نے مہم بدر کی سر اس کا دلبر ہوں میں، دی جس کو نبیؐ نے دختر
صاحبِ تخت ہوئے، تیغ ملی، تاج مِلا
دوشِ[39] احمدؐ پہ انھیں رتبۂ معراج مِلا

بے[40] وطن ہوں نہ مسافر کو ستاؤ للہ ٦٧ قتل کیوں کرتے ہو تم، کون سا میرا ہے گناہ
اب[41] نہ یاور ہے کوئی ساتھ نہ لشکر نہ سپاہ تم کو لازم ہے غریبوں پہ ترحم کی نگاہ
ہاتھ آئے گا نہ انعام، نہ زر پاؤ گے
یاد رکھو! مرا سر کاٹ کے پچھتاؤ گے

نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ مسلسل تقریر ٦٨ حجتُ اللہ کے فرزند پہ چلنے لگے تیر
چوم کر تیغ کے قبضے کو پکارے شبیرؑ لو خبردار! چمکتی ہے علیؑ کی شمشیر
پسرِ فاتحِ صفین و حُنین آتا ہے
لو صفیں باندھ کے روکو تو حسینؑ آتا ہے

لو کھنچی تیغِ دو سر، فوج پہ آفت آئی ٦٩ لو ہلا، قائمۂ[42] عرش، قیامت آئی
فتح تسلیم کو، آداب کو نصرت آئی فخر سے غاشیہ برداری کو شوکت آئی
چوم لوں پاؤں، جلال اس تگ و دو میں آیا
ہاتھ جوڑے ہوئے اقبال جلو میں آیا

آپ سیدھے جو ہوئے رخش نے بدلے تیور ٧٠ دونوں آنکھیں اُبل آئیں کہ ڈرے بانیِ شر
تھوتھنی مل گئی سینے سے کیا، دُم کو چنور مثلِ طاؤس اڑا، گاہ اِدھر، گاہ اُدھر
دم بدم گردِ نسیمِ سحری پھرتی تھی
جھوم کر پھرتا تھا، گویا کہ پری پھرتی تھی

ابر ڈھالوں کا اٹھا تیغِ دو پیکر چمکی ٧١ برق چھپتی ہے، یہ چمکی تو برابر چمکی
سوئے پستی کبھی کوندی، کبھی سر پر چمکی کبھی انبوہ کے اندر، کبھی باہر چمکی
جس طرف آئی وہ ناگن اُسے ڈستے دیکھا
مینہ سروں کا صفِ دشمن میں برستے دیکھا

دھار ایسی کہ رواں ہوتا ہے دھارا جیسے ۲، گھاٹ وہ گھاٹ کہ دریا کا کنارا جیسے
چمک ایسی کہ حسینوں کا اشارا جیسے روشنی وہ کہ گرے ٹوٹ کے تارا جیسے
کوندنا برق کا شمشیر کی ضَو میں دیکھا
کبھی ایسا نہیں دَم خَم مہ نو میں دیکھا

اک اشارے میں، بہا کوئی دو ستا کوئی چار ۳، نہ پیادہ کوئی بچتا تھا سلامت نہ سوار
برق گرتی تھی کہ چلتی تھی صفوں پر تلوار غضب[۲۳] اللہ علیہم کے عیاں تھے آثار
موت ہر غول کو برباد کیے جاتی تھی
آگ گھیرے ہوئے دوزخ میں لیے جاتی تھی

تیغیں آری ہوئیں[ذ] ڈھالوں کے اڑے پرکالے ۴، بند سب بھول گئے، خوف سے نیزوں والے
جو بڑھے ہاتھ سپر دست قلم کر ڈالے تیغ کہتی تھی، یہ سب ہیں مرے دیکھے بھالے
صف پہ صف باندھ کے نیزوں کو عبث تولے ہیں
ایسے عقدے مرے ناخن نے بہت کھولے ہیں

جب کبھی جائزہ[۲۴] فوجِ ستم لیتی ہوں ۵، موت سے رحم نہ کرنے کی قسم لیتی ہوں
دو زبانوں سے سدا کارِ قلم لیتی ہوں چہرے کٹ[ض] چکتے ہیں، شکر کے تو دم لیتی ہوں
ہر طرف ہو کے، عدم کے سفری ہوتے ہیں
حلقیں[۲۵] کٹتی ہیں، چہرے نفری[۲۶] ہوتے ہیں

وہ برش، وہ چمک اس کی، وہ صفائی اس کی ۶، کسی تلوار نے تیزی نہیں پائی اس کی
اس کا بازو جو اڑایا، تو کلائی اس کی مل گئی جس کے گلے سے اجل آئی اس کی
صورتِ مرگ کسی نے بھی نہ آتے دیکھا
سر پہ چمکی تو کمر سے اُسے جاتے دیکھا

کبھی ڈھالوں پہ گری اور کبھی تلواروں پر ۷، پیدلوں پر کبھی آئی کبھی اسواروں پر
کبھی ترکش پہ رکھا منہ، کبھی سوفاروں پر کبھی سر کاٹ کے آ پہنچی کمانداروں پر
گر کے اس غول سے اُٹھی تو اس انبوہ میں تھی
کبھی دریا میں، کبھی بر میں، کبھی کوہ میں تھی

کبھی چہرہ کبھی شانہ کبھی پیکر کاٹا ۷۸ کبھی در آئی جگر میں تو کبھی سر کاٹا
کبھی مغفر کبھی جوشن کبھی بکتر کاٹا طول میں راکب و مرکب کو برابر کاٹا
بُرّشِ تیغ کا غُل قاف سے تا قاف رہا
پی گئی خون ہزاروں کا پہ منہ صاف رہا

نہ رُکی خود پہ وہ اور نہ سر پر ٹھہری ۷۹ نہ کسی تیغ پہ دم بھر نہ سپر پر ٹھہری
نہ جبیں پر نہ گلے پر نہ جگر پر ٹھہری کاٹ کر زین کو گھوڑے کی کمر پر ٹھہری
جان گھبرا کے تنِ دشمنِ دیں سے نکلی
ہاتھ بھر ڈوب کے تلوار زمیں سے نکلی

کٹ گئی تیغ تلے جب صفِ دشمن آئی ۸۰ یک بیک فصلِ فراقِ سر و گردن آئی
بگڑی اس طرح لڑائی کہ نہ کچھ بن آئی تیغ کیا آئی کہ اڑتی ہوئی ناگن آئی
غُل تھا بھاگو کہ یہ ہنگام ٹھہرنے کا نہیں
زہر اس کا جو چڑھے گا تو اُترنے کا نہیں

وہ چمک اس کی سروں کا وہ برسنا ہر سُو ۸۱ گھاٹ سے تیغ کے اک حشر بپا تھا ہر سُو
آب میں صورتِ آتش تھی جلا دینے کی خُو اور دم بڑھتا تھا پیتی تھی جو اعدا کا لہو
کبھی جوشن تو کبھی سینۂ صدرِ کشادہ کاٹا
جب چلی ضربتِ سابق سے زیادہ کاٹا

تن تنہا شہِ دیں لاکھ سواروں سے لڑے ۸۲ بے سپر برچھیوں والوں کی قطاروں سے لڑے
صورتِ شیرِ خدا ظلم شعاروں سے لڑے دو سے اک لڑ نہیں سکتا یہ ہزاروں سے لڑے
گر ہو غالب تو ہزاروں پہ وہی غالب ہو
جو دل و جانِ علیؑ ابنِ ابی طالب ہو

تیسرے فاقے میں یوں جنگ میں یہ جدال ۸۳ پیاس وہ پیاس کہ نیلم تھے سراسر لب لعل
[illegible] تھے تازہ نہال لو وہ لو جس کی حرارت سے جھلستے تھے جبال
[illegible] تب و تاب تھی انگاروں کی
[illegible] تلواروں کی

شیر سے تھے کبھی جنگل میں ترائی میں کبھی ۸۴ نعل کو پیچ سے پہ روکا نہ ترائی میں کبھی
تیغ حیدر نے کمی کی نہ صفائی میں کبھی فرق آیا نہ سر و تن کی جدائی میں کبھی
کبھی ابرو کا بھی ایسا نہ اشارا دیکھا
جس پہ اک وار کیا اس کو دوپارا دیکھا

آنکھ وہ آنکھ کہ شیروں کی جلالت جس میں ۸۵ رخش وہ رخش کہ سب برق کی سرعت جس میں
تیغ وہ تیغ، عیاں موت کی صورت جس میں ہاتھ وہ ہاتھ، ید اللہ کی طاقت جس میں
روک لے وار، جگر کیا کسی بے پیر کا ہے
زور وہ، جس میں اثر فاطمہؑ کے شیر کا ہے

جنگ میں پیاس کا صدمہ شہِ دیں سے پوچھو ۸۶ تنِ تنہا کی وغا، لشکرِ کیں سے پوچھو
زلزلہ دشت پہ آفت کا، زمیں سے پوچھو ضربِ شمشیرِ دوسر روحِ امیں سے پوچھو
باپ اُس فوج میں تنہا، پسر اِس لشکر میں
کربلا میں یہ تلاطم ہوا، یا خیبر میں

اشہد اللہ کے صدقے، شہِ والا کے نثار وہی حملے تھے، وہی زور، وہی تھی تلوار
فتح حیدر نے کیا جنگ میں خیبر کا حصار مورچے فوج کے حضرت نے بھی توڑے کئی بار
کیوں نہ ہو احمدِ مرسل کے نواسے تھے حسینؑ
فرق اتنا تھا کہ دو روز کے پیاسے تھے حسینؑ

ہر طرف فوج میں غُل تھا کہ دہائی مولا! ۸۸ ہم نے دیکھی ترے ہاتھوں کی صفائی مولا!
الاماں، خوب سزا جنگ کی پائی مولا! آپ کرتے ہیں عدو سے بھی بھلائی مولا!
ہاتھ ہم باندھتے ہیں پھینک کے شمشیروں کو
بخشیے اُمتِ نا اہل کی تقصیروں کو

آئی ہاتف کی یہ آواز کہ اے عرش مقام ۸۹ یہ وغا تیسرے فاقے میں! بشر کا نہیں کام
اے محمدؐ کے جگر بند، امام ابنِ امام لوحِ محفوظ پہ مرقوم ہے، صابر ترا نام
اب نہیں حکم لعینوں سے وغا کرنے کا
ہاں! یہی وقت ہے وعدے کے وفا کرنے کا

آج ہے آٹھوں بہشتوں کی نئی تیاری ۹۰ نخلِ سرسبز ہیں فردوس میں نہریں جاری
شب سے حوریں ہیں مکلّل بجواہر ساری خانۂ دوست میں ہے دوست کی مہمانداری
پیشوائی کو رسول الثقلینؐ آتے ہیں
عرش تک شور یہی ہے کہ حسینؑ آتے ہیں

تھم گئے سن کے یہ آوازِ شۂ جنّ و بشر ۹۱ روک کر تیغ کو فرمایا کہ حاضر ہے یہ سر
عید ہو جلد اگر ذبح کریں بانیِ شر شمرِ ظالم ہے کدھر؟ کھینچ کے آئے خنجر
ہے وہ عاشق جو فدا ہونے کو موجود رہے
بس مری فتح یہی ہے کہ وہ خوشنود رہے

کہہ کے یہ میان میں مولا نے رکھی تیغِ دو دم ۹۲ ہاتھ اٹھا کر یہ اشارہ کیا گھوڑے(ع) کو کہ تھم
رہ گیا سر کو جھکا کر فرسِ تیز قدم چار جانب سے مسافر پہ چلے تیرِ ستم
نیزے یوں گرد تھے جیسے گُلِ تر خاروں میں
گھر گئے سبطِ نبیؐ ، ظلم کی تلواروں میں

پہلے تیروں سے کمانداروں نے چھاتی چھانی ۹۳ نیزے پہلو پہ لگاتے تھے ستم کے بانی
سر پہ تلواریں چلیں، زخمی ہوئی پیشانی خون سے تر ہو گیا حضرت کا رُخِ نورانی
جسم سب چور تھا، پرزے تھے زرہ جامے کے
پیچ کٹ کٹ کے کھلے جاتے تھے عمامے کے

برچھیاں مارتے تھے، گھات پہ جو تھے پہرے ۹۴ کس طرف جائے، کہاں تیغوں میں بیکس ٹھہرے
ایک ہزار اور کئی سو زخم تھے، تن پر گہرے دیکھنے والوں کے ہو جاتے تھے پانی زہرے
خوں میں ڈوبا ہُوا وہ مصحفِ رُخ سارا تھا
جز و ہر اک تنِ شبیر کا سی پارا تھا

ہاتھ سے باگ جدا تھی، تو رکابوں سے قدم ۹۵ غش میں سیدھے کبھی ہوتے تھے فرس پر کبھی خم
بہتے تھے پہلوؤں سے خوں کے دڑیڑے پیہم کوئی بیکس کا مددگار نہ تھا ہائے ستم
مارے تلواروں کے مہلت تھی نہ دم لینے کی
کوششیں ہوتی تھیں کعبے کے گرا دینے کی

دشت سے آتی تھی زہرؑا کی صدا ہائے حسینؑ ۹۶ میرے بیکس مرے بے بس مرے دکھ پائے حسینؑ
در سے چلاتی تھی زینبؑ مرے ماں جائے حسینؑ کون تیغوں سے بچا کر تجھے لے آئے حسینؑ

فاطمہ رو رہی ہیں ہاتھوں سے پہلو تھامے
حکم گر ہو تو بہن دوڑ کے بازو تھامے

ہائے سیدا ترا تن اور ستم کے بھالے ۹۷ کس کو چلاؤں کہ جیتے نہیں مرنے والے
اس پہ یہ ظلم دکھوں سے جسے زہرؑا پالے کون سر سے ترے تلواروں کی آفت ٹالے

کون فریاد سنے بے سر و سامانوں کی
یاں تو بستی بھی نہیں کوئی مسلمانوں کی

نہ رہا جب کہ سنبھلنے کا فرس پر یارا ۹۸ گر پڑا خاک پہ وہ عرشِ خدا کا تارا
غش سے کچھ دیر میں چونکا جو علیؑ کا پیارا نیزہ سینے پہ سناں ابنِ انس نے مارا

واں تو نیزے کی انی پشت سے باہر نکلی
یاں بہن خیمے کی ڈیوڑھی سے کھلے سر نکلی

کھینچ کر سینے سے نیزہ جو ہٹا دشمنِ دیں ۹۹ جھک کے حضرت نے رکھی خاک پہ سجدے میں جبیں
تیز کرتا ہوا خنجر کو بڑھا شمرِ لعیں آسماں ہل گئے تھرا گئی مقتل کی زمیں

کیا کہوں تیغ کو کس طرح گلے پر رکھا
پاؤں قرآں پہ رکھا، حلق پہ خنجر رکھا

ڈھانپ کر ہاتھوں سے منہ بنتِ علیؑ چلائی ۱۰۰ ذبح ہوتے ہو مرے سامنے ہے ہے بھائی
ضربِ اول تھی کہ تکبیر کی آواز آئی گر پڑی خاک پہ غش کھا کے علیؑ کی جائی

آنکھ کھولی[ب-۱] تھی کہ ہنگامۂ محشر دیکھا
سر[۱۰۲] اٹھایا تو سرِ شہ کو سناں پر دیکھا

رو کے چلائی کہ ہے ہے مرے مظلوم حسینؑ ۱۰۱ فوجِ اعدا میں ترے قتل کی ہے دھوم حسینؑ
کچھ مجھے آنکھوں سے ہوتا نہیں معلوم حسینؑ ہائے میں رہ گئی دیدار سے محروم حسینؑ

مڑ کے دیکھو کہ مصیبت میں پڑی ہوں بھائی
ننگے سر بلوۂ اعدا میں کھڑی ہوں بھائی

۱۰۲ قتل ہو جانے پہ بھی دھوپ میں تھی لاشِ حسینؑ — بس انیسؔ آگے نہ لکھ زینبِؑ ناشاد کے بین
قبر میں بھی نہ ملا احمدِؐ مختار کو چین — گھر جلا، قید ہوئی، آلِ رسول الثقلینؐ
کتنے گھر شاہ کے مر جانے سے برباد ہوئے
لٹ گئے یوں کہ نہ سادات پھر آباد ہوئے

۲۷

جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا ۱ کوٹا یہ قافلہ گیا پیاسی سپاہ کا
گھر لٹ گیا جنابِ رسالت پناہ کا خاک اُڑ رہی تھی، حال یہ تھا بارگاہ کا
بھائی نہ وہ رفیق، نہ وہ نورِ عین تھے
دو بہنیں رونے والیاں تھیں، اک حسین تھے

ڈیوڑھی، وہ صبح تک تھے، دو دستہ جہاں سوار ۲ خادم ہے واں کوئی نہ کوئی ہے رفیق و یار
وہ لُو، وہ دوپہر کی تپش اور وہ غبار پردہ نہ تھا سر کو پٹکتا تھا بار بار
آفت تھی بے کسی تھی، مصیبت تھی یاس تھی
بے فوج بادشاہ تھا، ڈیوڑھی اداس تھی

وہ گھر کہ جس میں لاتے تھے جبریل وحیِ رب ۳ واں تہِ فوج ختم ہوئے تھے ہے غضب
منھ ڈالے سر جھکائے تھے، شہنشاہِ تشنہ لب تر تھا جواں پسر کے لہو سے لباس سب
لب پیاس سے کبود تھے رخسار زرد تھے
مولا کی ایک جان تھی، اور لاکھ درد تھے

فرماتے تھے کہ واہ، یہ تاخیر اے اجل ۴ اکبر کے بعد کون سا تھا زیست کا محل
اب مجھ کو اک برس کے برابر ہے ایک پل موت آئے اب یہ ہے شجرِ زندگی کا پھل
اک جا چھری گلوں پہ جو چلتی تو خوب تھا
یہ جان اُن کے ساتھ نکلتی تو خوب تھا

اُٹھتا نہیں حسین سے، اب بارِ زندگی ۵ اے موت اب گرا کہیں دیوارِ زندگی
جیتے رہیں وہ جو ہیں، طلب گارِ زندگی اب دق ہے، اپنی جان سے بیمارِ زندگی
جنت کی جا ہے، خاک میں رنگِ چمن ملے
زندہ ہو باپ اور نہ پسر کو کفن ملے

کی خوب سیرِ باغِ جہاں، خوب پَھل ملے ۶ ہو عید اب(ہ) گلے سے جو تیغِ اجل ملے
ممکن نہیں کہ خلق میں، چین ایک پل ملے دنیا میں آج اُن کو نہ پایا، جو کل ملے

جنت میں پیاس تشنہ دہانوں کو لے گئی
افسوس خوب(ت) چُن کے، جوانوں کو لے گئی

ہے ہے کہاں وہ گوہرِ بحرِ شرف گئے ۷ جو میرے پاس رہتے تھے، وہ کس طرف گئے
قاسم سدھارے شیرِ خدا کے خلف گئے سارے مرے چُنے ہوئے، دُرِ نجف گئے

کیا تفرقہ یہ لشکرِ شاہی میں پڑ گیا
میں قافلے سے چھٹ کے، تباہی میں پڑ گیا

ہم سب کے بعد خلق سے جانے کو رہ گئے ۸ سر پیٹنے کو، خاک اُڑانے کو، رہ گئے
پیری میں آہ ٹھوکریں کھانے کو رہ گئے اس نوجواں کا داغ اُٹھانے کو رہ گئے

بیٹا کہاں، خبر جو دمِ انتقال لے
اتنا نہیں(ع)، جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے

فرما کے یہ جو گھر میں گئے شاہِ خوش خصال ۹ محبوبِ حق کی آل کا، دیکھا عجب حال
بیٹھے(ط) ہوئے ہیں سب صفِ ماتم پہ کھولے بال برپا ہے شورِ ماتمِ فرزندِ خوش جمال

بانو قریبِ مرگ ہے زینبؑ ہلاک ہے
سینے تو سب کبود ہیں، بالوں پہ خاک ہے

بہنیں پکارتی تھیں کہ بھیرن ترے نثار ۱۰ اب تک تو گھر میں آئے تھے مقتل سے چند بار
بھیّا سنگھار دو نکہتِ گیسوئے مشک بار اس بھینی بھینی بُو کے لیے دل ہے بے قرار

آئے نہ عمو جان کا پُرسا بھی دینے کو
کیا بے کہے(ی) چلے گئے صغرا کے لینے کو

شہ نے کہا، بہشت میں ہیں اکبرِ حسینؑ ۱۱ صغرا کہاں، ہماری(ک) ہی اُن کو خبر نہیں
رخصت کرو حسینؑ کو اے زینبِ حزیں خیمے تک آنہ جائے کہیں فوجِ اہلِ کیں

لا دو رسولِ پاک کا رختِ کہن ہمیں
پہنا دو اپنے ہاتھ سے زینبؑ کفن ہمیں

بے خود تھی غم میں، نورِ نظر کے، وہ دلفگار ۱۲ سمجھی نہ کچھ کہ کون یہ روتا ہے زار زار
جب یہ سنا کھڑا ہے محمدؐ کا یادگار ماتم کی صف پہ گر پڑی، اُٹھ کر وہ سوگوار
رو کر کہا، نہ پاؤں نہ قابو میں ہاتھ ہیں
کیوں صاحبو! کہو علیؑ اکبر بھی ساتھ ہیں

پُرخوں جبیں، پھٹے ہوئے کپڑے، بدن پہ خاک ۱۳ چادر سیاہ، ایک گریباں، ہزار چاک
سر بھی، جگر بھی، سینہ پُرخوں بھی، دردناک بیکس بہن کے حال پہ، روئے امامِ پاک
فرمایا آئیں کیا کہ، سناں دل پہ کھائے ہیں
ہم اُن کی لاش چھوڑ کے، رخصت کو آئے ہیں

[ل]میں کیا ہوں ایک عبدِ نحیف و ضعیف و زار ۱۴ قدرت نہ زندگی کی، نہ مرنے پہ اختیار
حاضر ہوں جب بلائے کہ حاکم ہے کردگار [م]ہے اُس کی ذات، راحم و غفار و پردہ دار
منظور پرورش ہے، جو سب[ن] کی کریم کو
[ع]رانڈوں کو بھولتا ہے، نہ طفلِ[س] یتیم کو

جو معرضِ فنا میں ہوں کیا اُن کا آسرا ۱۵ میں ہوں تو کیا ہوں، مالک و مختار ہے خدا
اُٹھ جائیں بھائی[ص] بھانجے یا ہوں پسر جدا صابر اُسی سے صبر کی، کرتے ہیں التجا
وہ قید میں نہ گھر کی تباہی میں روتے ہیں
روتے ہیں گر، تو خوفِ الٰہی میں روتے ہیں

وہ کہتی تھی کہ جان نکل لے، تو جائیے ۱۶ خنجر اجل کا حلق پہ، چل لے تو جائیے
مضطر ہے دل بہن کا سنبھل لے تو جائیے اچھا ذرا سکینہؑ، بہل لے تو جائیے
بالوں پہ خاک اُڑا لوں منہ اشکوں سے دھو تو لوں
ماں جائے بھائیؑ، میں تجھے جی بھر کے رو تو لوں

[ق]بولی قدم پہ گر کے یہ بانوئے خوش خصال ۱۷ [ر]اے جانِ فاطمہؑ، خلفِ شیرِ ذوالجلال
[ش]فرمائیے تو ساتھ چلے، یہ شکستہ حال رُخ پر نقاب ڈال کے، بکھرا کے سر کے بال
عزت اب اس کنیز کی ہے، ہاتھ آپ کے
پردہ مرا ہے، جو مروں ساتھ آ ـــ کر

منجدھار میں ہے ناؤ، تلاطم ہے آشکار ۱۸ موجیں ستم کی آتی ہیں، طوفاں میں بار بار
اے ناخدا! نے کشتیِ امت ترے نثار بیکس کا ڈوبتا ہوا بیڑا لگا دے پار
رحم اب کہ بے قراریِ بسمل کا وقت ہے
حلالِ مشکلات، یہ مشکل کا وقت ہے

بولے مضطرب پہ رو کے شہِ امم ۹ فرمایا ناگوار ہے، صاحب تمہارا غم
بانو اسیر و بیکس و بے آشنا ہیں ہم یاور نہ بھائی بند، نہ لشکر، نہ وہ علم
موت اپنی خود طلب نہ کرے وہ تو کیا کرے
جس کا کوئی نہ ہو، نہ مرے وہ تو کیا کرے

لازم ہے تم کو صبر، یہ ہے صبر کا مقام ۲۰ مالک کی ہے اسی میں خوشی اور اسی میں نام
یہ گھر لٹے کہ قید میں جانا ہو سوئے شام ہر دم رہے زباں کو شکرِ خدا سے کام
دیں یہ تمہارا ساتھ، تم ان سب کے ساتھ ہو
میرا یہی ہے ساتھ کہ زینبؑ کے ساتھ ہو

یہ کہہ کے نکلے خیمے سے شبیرِ دلفگار ۲۱ دیکھا کھڑا ہے ڈیوڑھی پہ اسپِ وفا شعار
گردن پہ ہاتھ پھیر کے بولا وہ نامدار طاقت نہ ہو تو جائے پیادہ ترا سوار
یہ گردشِ فلک، یہ جفائے زمانہ ہے
تو بھی تو تین روز سے، بے آب و دانہ ہے

منہ رکھ کے شہ کے بازوؑ پہ بولا وہ باوفا ۲۲ اے شہسوارِ دوشِ محمدؐ ترے فدا
کچھ حق، نہ دانہ خوری کا، مجھ سے ہوا ادا فاقہ ہو جب کہ آپ کو، مولا تو میں ہوں کیا
حیواں ہوں، پر نہ ترکِ رفاقت، کروں گا میں
جیتا ہوں گر تو آپ کے آگے مروں گا میں

پھیلا کے دونوں ہاتھ جھکا، وہ سوئے زمیں ۲۳ گھوڑے پہ جلوہ گر ہوا، حیدرؑ کا نازنیں
پُرنور ہو گیا، رخِ انور سے، صدرِ زیں مرکب پہ یوں تھے حسینؑ کہ خاتم پہ تھا نگیں
شورِ درود غرب سے تا شرق، ہو گیا
بیٹھے جو تن کے آپ فرس برق ہو گیا

بوئے بہشت سائے نسیم سحر چلی ۲۴ آگے فرس کے فتح تو پیچھے ظفر چلی
خود سر پہ چتر بن کے ضیائے قمر چلی گھوڑا چلا کہ فتح کی گویا خبر چلی
غرفوں سے حوریں دیکھتی تھیں شہسوار کو
پریاں طبق لیے تھیں سروں پر نثار کو

ہاتھوں پہ زرہ میں، سب گُلِ خوش بُو لیے ہوئے ۲۵ دوڑی صبا، بہشت کی خوشبو لیے ہوئے
تیغ و سپر جو ہیں، شہ خوش خو لیے ہوئے غل ہے کہ ہاں نجات کا پہلو لیے ہوئے
شبیرؑ تو امام ہے، ابنِ امام ہے
گر غیظ آ گیا تو یہ دنیا تمام ہے

بجلی کی ضَو دکھاتی ہے رُخ کی چمک اُدھر ۲۶ خود عرش اس طرف نگراں تھا فلک اُدھر
ڈرتے سما، ادھر تھا ہراساں، سمک اُدھر جنّت اِس طرف تھی صف آرا ملک اُدھر
کچھ کہکشاں سے بڑھ گئی تھی، شان راہ کی
غل تھا سواری جاتی ہے، شاہوں کے شاہ کی

جھکتی تھیں جب صفوفِ ملائک پئے سلام ۲۷ ہنس کر جواب دیتے تھے، مولائے خاص و عام
جن ہوتے تھے جو خم پئے تسلیم و احترام رکھتے تھے سر پہ ہاتھ امامِ فلک مقام
مطلب یہ صاف تھا کہ مدد ناگوار ہے
میرا یہ سر، امانتِ پروردگار ہے

شرمندہ ہے، جبینِ مبیں سے، قمر کا نور ۲۸ پیدا ہوا ہے زلف[B] سے شب کی سحر کا نور
صلی علیٰ یہ نور ہے خیر البشرؐ کا نور پروانہ روشنی پہ ہے، جس کی نظر کا نور
دیکھو نشانِ سجدہ، جبینِ جناب پر
غنچہ ہے نیلوفر کا گلِ آفتاب پر

کیا خوشنما ہیں چہرے پہ گیسو کو دیکھیے ۲۹ شب اور آفتاب کے، پہلو کو دیکھیے
دو راتیں اک سحر، رُخِ نیکو کو دیکھیے جنگل تمام بس گیا، خوشبو کو دیکھیے
چہرے کی ضو سے دشتِ پُرآشوب عرش ہے
ساری زمیں پہ، عنبرِ سارا کا فرش ہے

ابرو ہے یا کھنچی ہوئی حیدر کی ذوالفقار ۳۰ یہ مو بھرے ہوئے نہیں، جوہر ہیں آشکار
قرباں کماں، ہلالِ فلک مرتبت نثار آنکھوں پہ جن کی جا ہے، یہ ایسی ہیں ذی وقار
پیوستہ منکسر ہیں، وہ جو ارجمند ہیں
اُتنی فروتنی بھی ہے، جتنی بلند ہیں

آنکھوں کو کہیے عین تو عینِ خطا ہے یہ ۳۱ پردے نہ کیوں ہوں سات کہ نورِ خدا ہے یہ
سب کو ہے چشمداشت کہ عینِ عطا ہے یہ بیمار خود، پہ سب کے مرض کی دوا ہے یہ
سرخوش ہے جام ان کی جو سنت کا پی گیا
دیکھا نگاہِ لطف سے جس کو، وہ جی گیا

احسان بھی، حیا بھی، مروت بھی، قہر بھی ۳۲ خود موت بھی، حیات بھی، امرت بھی، زہر بھی
بینا بھی، نکتہ سنج بھی، دانائے دہر بھی تسنیم بھی، بہشت بھی، کوثر کی نہر بھی
سر شرم سے جھکاتے ہے، نرگس ریاض میں
جنت سواد میں، یدِ بیضا بیاض میں

مہ شکار تیر و کماں دار، و شیر گیر ۳۳ ہشیار، و خوش نگاہ، و سخن سنج، و دلپذیر
خونریز و جاں فریب و دلاویز و بے نظیر قبضے میں ابروؤں کی کمانیں، مژہ کے تیر
جس سادہ دل کو ان کی سیاہی کی یاد ہو
ناخواندہ بھی اگر ہو تو روشن سواد ہو

ذرہ نواز، و زہد نما، صاحبِ امتیاز ۳۴ طناز و سرمگین و گران خواب، و سرفراز
حق بیں و پاک باز و خدا بیں و بے نیاز بیدار و، داغ دادہ و خونبار و غمز طراز
گرد اس کے پھر، یہ کعبۂ ایماں کا طوف ہے
بس اے انیس بس نظرِ بد کا خوف ہے

اللہ رے رعبِ شیر، سپران زد گئے ہیں سب ۳۵ خود دل شکستہ، قلعہ شکن ہو گئے ہیں سب
آماجِ خدنگ، تیر فگن ہو گئے ہیں سب خم صورتِ کماں، ہمہ تن ہو گئے ہیں سب
آنکھیں ملائیں کب یہ شریروں کی تاب ہے
کس دل کو اس نگاہ کے تیروں کی تاب ہے

۳۶ شیرِ خدا کے شیر سے کیوں کر ہو چار آنکھ — وہ گربہ چشم، اور یہ آہو شکار، آنکھ
خورشیدِ فاطمہؓ سے ملائیں ہزار، آنکھ — عاجز ہے، جھپکی جاتی ہے، بے اختیار آنکھ
گھورے کوئی تو حاصلِ عین الکمال لے
خود اُس کی آنکھ، پنجۂ مژگاں نکال لے

۳۷ گر کوئی شوخ چشم و جفا جو نظر ملائے — یوں پہونچے چشم زخم کہ ظالم نہ تاب لائے
عین الکمال کی، سرِ میداں، سزا وہ پائے — انگشت بن کے، مُوئے مژہ، چشم میں در آئے
بینا کہیں کہ کھوئی بصیرت، بصیر نے
مردم کہیں کہ، عین خطا کی شریر نے

۳۸ کیا نور ہے رُخِ خلفِ بوتراب پر — ہے[ہ-۱] یہ عرق کہ، عطر کے قطرے گلاب پر
کچھ تیرگی سی آگئی ہے آب و تاب پر — سونا چڑھاؤ، سپرِ ورقِ آفتاب پر
آئے جلال میں نہ جلالت حضورؐ کی
تشبیہ ہے خدا و محمدؐ کے نور کی

۳۹ کیوں منہ کو پھیرتا ہے، خجل ہو کے آفتاب — شرمندہ ہوگا، اپنی چمک کھو کے، آفتاب
آنکھیں ملے اُٹھا ہے، اگر سو کے آفتاب — لازم ہے آئے سامنے، منہ دھو کے آفتاب
گر چاہتا ہے عرش سے سر اُس کا جا ملے
کہہ دو کہ ارضِ پاک کے، ذرّوں میں آ ملے

۴۰ دُرجِ دہن، پہ لعل و عقیق یمن نثار — غنچے نثار، پھول تصدق، چمن نثار
حسنِ بیان پہ، طوطیِ شکّر شکن نثار — شورِ نمک پہ، شاعرِ شیریں سخن نثار
فقروں میں لطف، باتوں میں لذّت بھری ہوئی
قرآں کی طرح ہے، فصاحت بھری ہوئی

۴۱ توبہ[ق-۱] تنافرِ[۱۲] کلمات، اور نہ یہ[ذ-۱] دہن — جملے صحیح، شستہ و رفتہ، ہر اک سخن
پھولا ہوا فصاحتِ الفاظ کا چمن — تقریر وہ سمجھ لیں جسے صاف، مُردہ تن
معنیٰ کا بھی یہ حال ہے، حسنِ قبول سے
خوشبو سحر کو جیسے نکلتی ہے پھول سے

لفظوں[ح-۱] میں یوں ہے معنیِ روشن کی آب وتاب ۴۲ جس طرح عکس آئینہ میں، جام میں گلاب
مضموں میں تناسبِ الفاظ، لاجواب تصریح بھی، فصیح، کنائے بھی انتخاب
یاں منتہی وہ سب ہیں، جو علم و کمال ہیں
صلِ علیٰ، یہ مصحفِ ناطق کے لال ہیں

دنداں، کواکبِ فلکِ عزّو شانِ حسن ۴۳ گر ہیں تو بس یہی ہیں زمانہ میں، جانِ حسن
خالق نے موتیوں سے بھرا ہے دہانِ حسن خود لال[۹] ہے، صفات میں جن کی زبانِ حسن
کوسوں ضیا ہے وادیِ مینو سرشت میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے بہشت میں

بتیس دُر وہ لعبتِ محبوبِ کردگار ۴۴ اختر چمک سے جن کی خجل، برق شرمسار
برّاق و دُر فشان و ضیا بار و آبدار بھولا میں، ان سبھوں سے ہے اُن کا فزوں وقار
ہیرے نہیں، نجومِ سعادت اثر نہیں
یہ شیرِ فاطمہ کے ہیں قطرے گہر نہیں

وہ ریشِ پاک اور وہ چہرے کی آب و تاب ۴۵ نکلا ہے چیر کر، شبِ[۲۱ (ک-۱)] یلدا کو آفتاب
کچھ جا بجا جو کھل گیا ہے، ریش کا خضاب رخصت ہے، مل رہے ہیں گلے، پیری و شباب
تا وقتِ عصر اور زمانِ حیات ہے
اب زندگی میں کوئی نہ دن ہے نہ رات ہے

سینے کا آئینہ ہے کہ نورِ خدا کا گھر ۴۶ یا وہ مدینہ علم کا، حیدر ہے جس کا دَر
اس صدر میں بھرے ہوئے ہیں راز کے گہر آئندہ و گزشتہ کی سب ہے انھیں خبر
پنہاں جو دل میں ہے اُسے پہچانتے ہیں یہ
جو بے زباں ہیں[ل-۱] اُن کی زباں جانتے ہیں یہ

ذکرِ گلو جو ہے تو گلے میں رُکا ہے دَم ۴۷ حوروں کی گردنیں ہیں اسی جا ادب سے خم
لیتے ہوں بوسے جن کے رسولِ فلک حشم افسوس اُس گلے پہ چلا، خنجرِ ستم
سوکھی رگیں گلوئے مبارک کی کٹ گئیں
افلاک گر پڑے[م-۲] نہ زمینیں اُلٹ گئیں

۴۸ پیہم زباں دکھا کے کہا، آب آب آب — اے وا محمدا، نہ کسی نے دیا جواب
قطرے سے بھی زباں نہ ہوئی، آہ کامیاب — آخر تڑپ کے رہ گیا، وہ آسمان جناب
جلتی زمیں پہ لاش شہِ نیک خو رہی
گردن گلے سے کٹنے پہ بھی قبلہ رُو رہی

۴۹ وہ سر رکھا خدا نے شفاعت کا جس پہ تاج — گردن وہ بزمِ لم یزلی کا جو ہے سراج
وہ صدر جس کے علم کی عالم کو احتیاج — وہ ہاتھ جس سے خیر و عطا کا ہوا رواج
دشمن تو لاکھ اور اکیلے حضور تھے
سارے یہ عضو ظلم کی تیغوں سے چور تھے

۵۰ وہ پاؤں معرکے سے کبھی جو نہیں ہٹے — وہ کیا ہٹیں، ہٹے تو صفِ فوج کیں ہٹے
دشوار ہے یہ امر کہ رکنِ رکیں ہٹے — سرکیں نہ آسمان ہٹے یا زمیں ہٹے
مسکن سے منہ پہاڑ کبھی موڑتے نہیں
ثابت قدم جو ہیں، وہ جگہ چھوڑتے نہیں

۵۱ گھر کا خدا کے رکنِ رکیں ہے کہاں ہٹے — نقش اس قدم کا نقشِ نگیں ہے کہاں ہٹے
یہ لنگرِ سفینۂ دیں ہے، کہاں ہٹے — یہ قطبِ آسمان و زمین ہے کہاں ہٹے
زور اس سے آسماں کا بھی چلتا نہیں کبھی
نقطہ ہے دائرے سے نکلتا نہیں کبھی

۵۲ اس دبدبے سے لشکرِ پیماں شکن میں آئے — جیسے شکار کھیلنے کو شیر بن میں آئے
یا بلبلِ اشتیاق میں گل کے چمن میں آئے — غل پڑ گیا، ہو اسد اللہ رن میں آئے
اگلی صفیں الٹ گئیں یوں پچھلی فوج پر
طوفاں میں موج گرتی ہے جس طرح موج پر

۵۳ بھڑکے فرس، پرے سے ہوئے ابتر علم ہٹے — بڑھتے ہوئے جو بانیٔ ظلم و ستم ہٹے
ذی، نشان چھوڑ کے ثابت قدم ہٹے — دریا ہٹا کہ فوج کے بادل بہم ہٹے
پہاڑ میں آگ [illegible]
[illegible]

چلتے ہیں چشکوں سے، سراسر چھٹے ہوئے ۵۴ افسر سے فوج، فوج سے افسر، چھٹے ہوئے
خالی ہیں مورچال، تو سنگر چھٹے ہوئے غربت میں یاد کرتے ہیں سب گھر چھٹے ہوئے
تلوار گر کھنچے تو خدا کی پناہ ہے
دیکھو یہ سب کرشمۂ تیغ نگاہ ہے

ہل چل کو دیکھ کر یہ پکارا وہ حق شناس ۵۵ اے اہلِ شام، اِک متنفس ہے یہ ہراس
سب مر گئے اُمید کسی کی ہے اب نہ آس اک میں ہوں اور حسرت و اندوہ و درد و یاس
ماتم میں اپنی فکر نہ لڑنے کا ہوش ہے
خنجر سے کاٹ لو کہ یہ سر، بارِ دوش ہے

کیوں بھاگتے ہو، بیکس و تنہا کی جنگ کیا ۵۶ جب مر گیا ہو دل، تو وغا کی اُمنگ کیا
بے دست و پا، دکھائے لڑائی کا ڈھنگ کیا طاقت ہو گر، تو شیر ہے پھر کیا پلنگ کیا
پر خیر کیا میں تم سے عوض لوں، عناد کا
لڑلوں گا کچھ، کہ حکم ہے مجھ کو جہاد کا

یہ سُن کے پھر جمائے پرے فوجِ شام نے ۵۷ کالے نشان کھل گئے، لشکر کے سامنے
چھوڑا اِدھر نیام، علیؑ کی حسام نے جلوہ دیا، عروسِ ظفر کو امام نے
گھونگھٹ ہٹا تو، برق سی چمکی، لڑائی میں
نقدِ حیات لینے لگی، رُونمائی میں

گھوڑا جو پھاند کر، صفِ اوّل سے مل گیا ۵۸ تھا صاعقہ، کہ شام کے بادل سے مل گیا
وہ پیچ جو فوج کے اُس دل سے مل گیا بے برگ و بر ہوئے یہ ثمر پھل سے مل گیا
پھرتے ہوئے تنوں پہ، نہ سر تھے نہ ہاتھ تھے
گویا چھری لیے ملک الموت ساتھ تھے

وہ تیغ تیز، جب صفِ ثانی سے مل گئی ۵۹ خفت ہر اک کو اس کی گرانی سے مل گئی
لذت چھری کی، تیز زبانی سے مل گئی دریا کی باڑھ، گھاٹ کے پانی سے مل گئی
چمکی جو سر پہ حق، تو بے فرق ہو گئے
دریا میں غرق کے، تابہ کمر غرق ہو گئے

کھا کھا گئی صفوں کو جدھر آئی ذوالفقار ۶۰ گر چھپ گئی، تو گاہ نظر آئی، ذوالفقار
سر پر چمک کے، تابہ کمر آئی ذوالفقار زیں کاٹ کر زمیں پہ اُتر آئی، ذوالفقار
یوں صبرِ پنجتن میں گرفتار ہو گئے
اک ضرب میں سوار و فرس چار ہو گئے

وہ منہ کہ الحذر، وہ روانی کہ الاماں ۶۱ وہ گھاٹ الحفیظ، وہ پانی کہ الاماں
وہ دم، وہ خم، وہ تیز زبانی کہ الاماں وہ دل شکن، وہ دشمنِ جانی کہ الاماں
ناز اُس کے سب کو بھائے کرشمے بھلے لگے
چھوڑے نہ بے لہو پیئے جس کے گلے لگے

تھی دست گاہ خاص، اُسے قتلِ عام میں ۶۲ بے دم ہوا، جو آگیا جوہر کے دام میں
کس کس ادا سے چلتی تھی وہ، فوجِ شام میں دونوں زبانیں ایک سی تھیں اپنے کام میں
کیا بس چلے کسی کا، ہوا جب بُری چلے
چلتی تھی یوں گلوں پہ، کہ جیسے چھری چلے

جوہر میں فرد تھی پہ زبانیں ملی تھیں زوج ۶۳ وہ شدّ اُس کے آب کا وہ جوہروں کی موج
پستی میں تھی کبھی، کبھی جاتی تھی سوئے اوج بجلی غضب کی کوندرہی تھی میانِ فوج
کرتی تھی کارِ تیغ چمک ذوالفقار کی
پرتو، میں تیزیاں تھیں، سروہی کے وار کی

وہ فوج کا ہجوم، وہ گرمی، وہ لُو، وہ بن ۶۴ دریا پہ شیر ہانپتے تھے، دشت میں ہرن
بھڑکی تھی آگ، جل رہے تھے ناریوں کے تن مثلِ صدف تھے زخم بھی کھولے ہوئے دہن
ڈوبا تھا وہ پسینے میں، جو سینہ زور تھا
فوجوں میں، ذوالفقار کے پانی کا شور تھا

ابتر صفیں تھیں، کینہ وروں کی اِدھر اُدھر ۶۵ جانیں ہوا تھیں، فتنہ گروں کی اِدھر اُدھر
چھائی تھی اک گھٹا، سپروں کی اِدھر اُدھر بوچھار تھی زمیں پہ سروں کی، اِدھر اُدھر
غُل تھا اٹھے ہے گھاٹ میں دریا کی باڑھ کا
برسا ہے، نعمت تپ کے، مہینا اساڑھ کا

کاٹا سر اُس کا،(ق-۱) اُس کا جگر چاک کر دیا ٦٦ بجلی کو اور آگ نے چالاک کر دیا
جس پر گری، جلا کے اُسے خاک کر دیا قصہ جو دین و کفر میں تھا، پاک کر دیا
شرما کے شرک و کفر نے سر کو فرو کیا
اسلام شاد تھا کہ مجھے سرخرو کیا

اللہ رے جنگ میں شہ ذیقدر کی شکوہ ٦٧ جس جا قدم جمے، وہ ہٹے، سپر شال کوہ
قہر خدا تھی، برہمی طبع حق پژوہ بے خوف جاں نہ تھا، کوئی جمع کوئی گروہ
حملوں میں ساری شان خدا کے ولی کی ہے
فوجوں میں شور تھا یہ لڑائی علیؑ کی ہے

ساعد(ص) سے کچھ بلند، جو کرلی تھی آستیں ٦٨ فانوس سے بڑھا ہوا تھا، نور شمع دیں
نعرے نہ کیجیے، گونجتا تھا شیر خشمگیں جنبش میں آسماں، تزلزل میں تھی زمیں
دست علیؑ تھے ہاتھ حسینؑ دلیر کے
قبضے میں انگلیاں تھیں کہ ناخن تھے شیر کے

وہ آستیں چڑھی ہوئی، ساعد وہ صاف صاف ٦٩ اُگلی ہوئی تھی، میان سے شمشیر خوش غلاف
ضربت کا شور، قاف سے پہنچا تھا تا بہ قاف وہ تہلکہ، وہ زلزلۂ وادیٔ مصاف
ڈر تھا کہ پاؤں گاؤ کا، ماہی سے ہٹ نہ جائے
دہشت زمیں کو تھی کہ زمانہ اُلٹ نہ جائے

نور آورانِ روئے زمیں کس طرح بر آئیں ٧٠ وہ انگلیاں کہ، باب میں خیبر کے جو در آئیں
تلوار کیسی آنکھ اُٹھا کر اگر ڈرائیں زہرے ہوں آب، سامنے تو شیر بھی گر آئیں
اے توبہ جانور ہے اسد، گو دلیر ہے
آنکھیں یہ اُس کی ہیں کہ جو حیدرؑ کا شیر ہے

[illegible] سب گھٹ رہے ہیں ریش کے جو بال ٧١ زیر و زبر ہیں صاف، سپے مصحف جمال
[illegible] شمس پر کہ خال سرخی کے مد کہ آنکھوں کے ڈورے ہیں لال لال
[illegible] چہرۂ تاباں کھلا ہوا
[illegible]

کیا مدح ہو حسینؑ کی، جنگ و جدال کی ۲؎ تصویر بن گئی تھی، علیؑ کے جلال کی
وہ آو جاؤ اشہبِ ضیغم خصال کی روندا جو یہ پرا تو وہ، صف پائمال کی
اُن اُبلی انکھڑیوں کے اشارے غضب کے تھے
چل پھر تھی قہر کی تو طرارے غضب کے تھے

حیرت میں یکّہ تار تھے سب شام و روم کے ۳؎ پھرتی تھی برق گردِ قدم، چوم چوم کے
شیر اُس کی دیکھتے تھے شناسا، نجوم کے پھرتا تھا اُس ہجوم میں کیا جھوم جھوم کے
حیران سیاہ گوش، تو چیتے خموش تھے
شیروں میں جان تھی نہ چکاروں میں ہوش تھے

جَم کر ادھر اُڑا، اُدھر اُترا، وہ جا پڑا ۴؎ نکلا اُدھر صفوں سے وہ پلٹا، یہ آ پڑا
جب اُس پہ رُو، میں سایۂ زلفِ دوتا پڑا سمجھا کہ تازیانۂ موجِ ہوا پڑا
تسمہ ہر اک جو باگ کا تھا، ناگ ہو گیا
آنکھیں اُبل پڑیں، یہ مزاج آگ ہو گیا

گرما کے سب رگوں میں لہو دوڑنے لگا ۵؎ فرفر کی دونوں نتھنوں سے، آنے لگی صدا
اُٹھنے لگے زمین پہ جم جم کے دست و پا غصّہ کہ مجھ تک آ کے کدھر رہ گئی ہوا
نزدیک تھا کہ پھاند کے ندی کے پار ہو
روکے، وہی، حسین سا، جو شہسوار ہو

آہو کی آنکھ، شیر کی چتون، غضب کی چال ۶؎ وہ یال تھے کہ حُور نے بکھرا دیے تھے بال
گردن کے خم کو دیکھ کے ہو، سرنگوں ہلال پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال
اُڑ کر زمیں تلک کبھی گردِ قدم گئی
جب بس کہا، چمکتی ہوئی برق تھم گئی

خوش خو، و خوش خرام، و خوش اندام و خوش لگام ۷؎ خوش رو، و خوش جمال، و ادا فہم، و تیز گام
جاندار، و شوخ چشم، و سعید و خجستہ کام گل پوش، و تیز ہوش، و سمن گوش و سبز فام
غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
گویا ہوا کی دوش پہ اک زندہ باغ تھا

۷۸ بالادونی براق کی، دُلدل کا ڈھنگ بھی   چالاکیاں بھی، غیظ بھی، عزت بھی، جنگ بھی
گھوڑا بھی، شیرِ نر بھی، ہرن بھی، پلنگ بھی   بر میں اسد بھی، بحرِ وغا میں نہنگ[۲۳] بھی
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں، قدرت خدا کی ہے

۷۹ اُس میں ہوا میں، ارض و سما کا تھا فرق و بین   وہ ساز اور وہ زین مرصع کی، زیب و زین
سینے میں دل قوی تھا کہ ہیں پشت پر حسینؑ   کلغی سے سر کی، صاف عیاں فرِّ قدین
دعویٰ کہ میں براق کی توقیر پائے ہوں
ناز اس پہ ہے کہ بارِ امامت اُٹھائے ہوں

۸۰ سُرعت وہ تھی کہ عقل تھی، یونانیوں کی گُم   وہ چھوٹی چھوٹی گامچیاں، گول گول سُم
آتی تھی آسماں سے صدا، مدّ ظلّہم   طاؤس کی طرح، جو وغا میں، چنور تھی دُم
پھرنا تجھے نصیب ہو راہِ ثواب میں
قایم یہ دونوں پاؤں رہیں اس رکاب میں

۸۱ پانی میں گر حباب، تو آبِ رواں میں ناؤ   وہ گشت، اور اُس کے طرارے، وہ آؤ جاؤ
دولہا کے دل میں، پھر نہ رہے کچھ دلہن کی چاؤ   گھونگھٹ میں دیکھ پائے اگر چال کا بناؤ
دعویٰ غلط خرام میں، کبکِ دری کا ہے
اس بادپا کے سائے میں، جلوہ پری کا ہے

۸۲ طاؤس کیا، ہمائے سعادت خصال کیا   کوہی ہے وہ تدرو ہے کیا، اُس کی چال کیا
اُس کے قدم کی گرد کو پہونچے[(۱)]، مجال کیا   کیا پیکِ عقل، شاطرِ وہم و خیال کیا
دیکھی نہیں کسی نے یہ چھل بل سمند میں
پارا بھرا ہوا ہے، ہر اک جوڑ بند میں

۸۳ حلقے سے یوں نکلتا ہے، جیسے کماں سے تیر   پیکاں ہیں، دو کنوتیاں، ہنگام دار و گیر
چھپتی پرندِ جسم[(۱)] کے مقابل نہ ہے حریر   رویئں وہ نرم، جلد وہ باریک و بے نظیر
ایسی سبک روی نہیں، دیکھی شباب میں
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کی خواب میں

ہر چند تیز رو ہے بہت ادہمِ قلم ۸۴ پر اُس کی شوخیوں کو، یہ کیوں کر کرے رقم
کچھ کچھ مداد کی بھی، روانی ہوئی ہے کم دوڑا بہت تو ذہن کا بھی بھر گیا ہے دم
تازی کوئی ہو بات تو لطفِ کلام ہے
بس اے قلم ٹھہر تری ترکی تمام ہے

گھوڑے سے بھی بڑھی ہوئی تھی تیغِ آبگوں ۸۵ جب ہاتھ اُٹھا تو قبضے سے ٹپکا اُس پہ خوں
اُلٹی ہوئی صفوں میں[الف] نشاں سب تھے سرنگوں دہشت سے زرد تھا ابنِ سعدِ سیہ دروں
اک شور تھا جو لہر ہے اس کی وہ ناگ ہے
گھوڑے بھگاؤ، تیغ کے پانی میں آگ ہے

سر کاٹ کر جو تیغِ علیؑ دل پہ پھری ۸۶ دل پر کھنچی پھری، تو جگر پر چلی چھری
تھی شاخِ نخلِ فتح، کہ پھولی پھلی چھری کس کس ہنر سے رن میں، گلوں پر چلی چھری
بگڑا نہ پھر بناؤ وہ جب سے سجی گئی
قامت سے راستی و ادا سے کجی گئی

دہشت سے اُس کی سخت جگر، کانپتے تھے سب ۸۷ پتا ہوئے تھے برگِ شجر، کانپتے تھے سب
قدسی وہاں[الف۔۲] سے دور تھے، پر کانپتے تھے سب دریا میں تھے نہنگ، مگر کانپتے تھے سب
ساتوں طبق جو ہلتے تھے خوفِ[ب۔۲] درشت سے
گاوِ زمین پلٹتی تھی ماہی کی پشت سے

بے سر تھے وہ سوار جو بڑھتے تھے خیل خیل ۸۸ پر تیغِ مرتضےٰ کو نہ اصلا تھا خیف[ج۔۲] و سیل
جوہر چمک دکھاتے تھے، سب صورتِ سہیل آتی تھی شور سے، سوئے دریا لہو کی سیل
آفت بپا تھی خانۂ تن سب خراب تھے
موجیں تھیں دشت دریا کی سروں کے حباب تھے

اک شور تھا کہ آئی ہے آفت جہان پر ۸۹ انساں زمین پہ روتے تھے، ملک آسمان پر
ہونٹوں پہ دم اجل کی، حرارت زبان پر دہشت سے آ بنی تھی، جنون کی بھی جان پر
پریوں میں شور تھا کہ اجل سر پہ آئی ہے
جلد آئیے جنابِ سلیماں دہائی ہے

۹۰ تلوار رن میں گر کسی سر ہنگ سے چلی — ظالم کا دم نکل گیا، اس ڈھنگ سے چلی
جس پر چلی وہ تیغ نئے رنگ سے چلی — سر پر سوار کے جو پڑی تنگ سے چلی
مدت کا تال میل تھا، برسوں کا ساتھ تھا
جیسی وہ ذوالفقار تھی ویسا ہی ہاتھ تھا

۹۱ قاصر تھے اُن کے عزم جو تھے بانیِ فساد — رشتے تھے قطع اُٹھ گیا تھا اُنس و اتحاد
ہر دم اشارہ کرتی تھی تیغِ ظفر نہاد — سب مجھ کو سرگزشتِ جہادِ علیؑ ہے یاد
ٹکڑے کیا ہے عمرو سے نامی نہنگ کو
جھیلے ہوئے ہوں خیبر و خندق کی جنگ کو

۹۲ جس غول کی طرف وہ سلیماں حشم پھرا — تلوار کا نہ مُنہ، نہ فرس کا قدم پھرا
چمکی اُدھر، اِدھر رُخِ اہلِ ستم پھرا — جس صف پہ آئی، سطرِ غلط پر، قلم پھرا
صفحے پہ حرف آ گیا مجبور ہو گئے
سر تن سے مثلِ نقطۂ شک دور ہو گئے

۹۳ وہ ہاتھ کی صفائیاں، وہ تیغ کی چمک — ملتے تھے دل سما سے تزلزل تھا تا سمک
وہ آب و تاب گھاٹ کی، وہ باڑھ کی دمک [ج-۲] — تھا آبِ شہدِ تیغ، ہر اک زخم پر نمک
منہ اپنے زخم کھولے تھے لطفِ غزا [۳۸] [۲-۵] یہ تھا
بسمل بھی ہونٹ چاٹ رہے تھے، مزا یہ تھا

۹۴ رکتی نہ تھی وغا میں کسی درعہ پوش سے — گرتی تھی تیغ ہاتھ سے اور ڈھال دوش سے
کچھ ہو سکا نہ رن میں، کسی سرفروش سے — خود حمزہ بن گئی تھی، وہ جوہر کے جوش سے
غل تھا چلی یہ جس پہ، وہ دامِ اجل میں ہے
بھاگو دغا، تے سیف اسی کی عمل میں ہے

۹۵ اللہ رے رعب نعرۂ مولائے خوش خصال — لرزاں تھیں برچھیاں قدمِ ہیبت کے مثال
پلٹی ہوئی تھیں پشت سے ڈھالوں کا تھا یہ حال — تیغوں کے جوہروں سے کھڑے ہو گئے تھے بال
گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں کمانیں مصاف میں
خنجر بھی منہ چھپائے ہوئے تھے غلاف میں

اُفتادہ تھے زمیں پہ نشاں ہائے سر بلند ۹۶ لاشوں سے راہِ امن و اماں ہوگئی تھی بند
تھرّاتے تھے جو ڈر سے لعینوں کے بند بند پرچم علم کے کرتے تھے اعدا پہ ریش خند
جب سہم سہم کر تیرِ صد انداز روتے تھے
سوفار کے ہنسی سے نہ لب بند ہوتے تھے

ہر دم چمک دمک تھی زیادہ، برش مزید ۹۷ لوہے کو اس کے مان گیا لشکرِ یزید
اس فوج میں بجا تھی، جو تھی دہشت شدید نازل اُسی کی شان میں[۲۰۵] ہے، سورۂ حدید
سفاک تھی، اوپی ہوئی تھی، بے دریغ تھی
جو عرش ذوالجلال سے اُتری وہ تیغ تھی

گہ سر پہ، گاہ سینے پہ، گاہے گلو پہ تھی ۹۸ جوہر کا تھا خیال، نگہ آبرو پہ تھی
دریا پہ تھی، نہ اُس کی نظر آبجو پہ تھی ہاں تھی اگر تو جنگ میں رغبت لہو پہ تھی
کاٹوں سروں کو، در پئے قتلِ عدو ہوں
مطلب یہ تھا کہ معرکے میں سرخ رو رہوں

کاری جواں سپاہ کے، ناکارہ ہوگئے ۹۹ پانچوں حواس سبعۂ سیارہ ہوگئے
ٹکڑے کئی کمانوں کے، آوارہ ہوگئے پیکانِ تیر، غنچۂ صد پارہ ہوگئے
سرکی وہ جب کہ برچھیوں سے پھل گرا لیے
خنجر تو کیا[ن۲] تھے، تیغوں نے بھی منہ پھرا لیے

گر ملی میں کسی کی روانی ہوئی تو کیا ۱۰۰ کیا کہہ سکے گا، تیز زبانی ہوئی تو کیا
بالفرض قوتِ ہمہ دانی ہوئی تو کیا مثلِ انیس سحر بیانی ہوئی تو کیا
فقروں کا ذوالفقار[ح۲۰] کے مطلب ادا نہ ہو
کٹ جائے ساری عمر تو اُس کی ثنا نہ ہو

پھرتا ہے پتلیوں کے اشاروں پہ راہوار ۱۰۱ اس صف کے بیچ میں ہے کبھی اُس پرے کے پار
قربان اس جلال کے، اس عزم کے نثار اک ہاتھ میں ہے تیغ تو، سپر اک میں استوار
انگشتِ مصطفےٰ ہے اُدھر، بدر اس طرف
شمس الضحےٰ اُدھر ہے، شبِ قدر اس طرف

دارالامانِ کعبۂ[ل۔۲] نصرت تھی وہ سپر ۱۰۲ پشت و پناہِ شاہِ ولایت تھی وہ سپر
لاریب فیہ، سایۂ رحمت تھی وہ سپر حقّا سوادِ اعظمِ شوکت تھی وہ سپر
پرتو فگن تھی یوں کبھی روئے جناب پر
آجائے جیسے ابرِ سیہ آفتاب پر

آفت تھی ہر پرے میں، لڑائی تھی ہر طرف ۱۰۳ تلوار سے صفوں کی صفائی تھی ہر طرف
روحوں کی قالبوں سے، جدائی تھی ہر طرف پیغمبرِ خدا کی دُہائی تھی ہر طرف
دانتوں میں خس پکڑ کے، عدو گڑگڑاتے تھے
شقّے علم کے اَمن[م۔۲] کی چادر ہلاتے تھے

غل تھا کہ اے نبی کے نواسے، اماں اماں ۱۰۴ گرمی میں تین روز کے پیاسے، اماں اماں
اب روک لے یہ ہاتھ دغا سے، اماں اماں سیّد بچا لے قہرِ خدا سے، اماں اماں
یاں سے خطا، اُدھر سے ہمیشہ عطا ہوئی
بچے کو ہم نے تیر سے مارا خطا ہوئی

نکلا سپاہِ شام سے بل کھا کے اک گیو ۱۰۵ قامت میں عمرو[ن۔۲] زور میں مرحب، قوی میں دیو
عفریت[۴۱] جس کے ڈر سے کرے، دشت میں غریو[۴۲] اقلیم مکر و مملکتِ[۴۳] خدعہ کا خدیو
بل ابرووں پہ، زخم بدن پر پڑے ہوئے
اکثر لڑائیوں میں عرب کی لڑے ہوئے

سر میں غرور، دل میں بدی، طبع میں فساد ۱۰۶ بدکار و بدمزاج و سلح شور و بدنہاد
شیرِ خدا سے بغضِ دلی، آل سے عناد کچھ دردِ دیں، نہ رحم، نہ ایماں نہ اعتقاد
پیرو تھا شمر کا، تو ثنا خواں یزید کا
مرتد، مریدِ خاص تھا دیوِ مرید کا

غصّے میں ابنِ سعد سے بولا وہ رُوسیاہ ۱۰۷ نامرد تجھ سا، اور یہ سالاریِ سپاہ
خود بھاگ، کر بتاتا[س۔۲] ہے تو بھاگنے کی راہ فوجوں کا کیا قصور ہے، لشکر کا کیا گناہ؟
پُشتی پہ ہو رئیس، تو بے شک وغا کریں
سردار تند ہی نہ کرے، گر تو کیا کریں

اُس سے یہ ڈر، جو غم سے ہو خود مرگ کے قریب ۱۰۸ تنہا، نہ کوئی بھائی ہے جس کا، نہ اب حبیب
محتاج و فاقہ کش، وطن آوارہ و غریب بیکس، عزیز مردہ، جفاکش، بلا نصیب
دانہ، سوائے اشک فشانی ملا نہیں
غربت میں، تین روز سے پانی ملا نہیں

بازو شکستہ، چھید جگر میں، کمر میں خم ۱۰۹ بیٹی کے رانڈ ہونے کا ماتم، پسر کا غم
اک جان لاکھ تیر، یہ تلواریں، ایک دم اب تک گرا نہیں، یہ سمجھے کس طرح قدم
طاقت نہ قلب میں ہے، نہ ہاتھوں میں زور ہے
پھر اُس پہ، الاماں کا، ہزاروں میں شور ہے

اس اضطراب میں، پسرِ سعد نے کہا ۱۱۰ لشکر کے پاؤں اُٹھ گئے، یہ کیا قصور کیا؟
دعوے مقابلہ کا اگر ہے تجھے تو جا فرزندِ مرتضٰیؑ سے، کچھ آساں نہیں وغا
قبضے میں اُس کے زور، خدا کے ولی کا ہے
تو بھی پناہ مانگ کہ بیٹا علیؑ کا ہے

مغرور نے کہا کہ میں جاتا ہوں دیکھ تو ۱۱۱ میداں میں رستمی جو دکھاتا ہوں دیکھ تو
حیدرؑ کے دل کا خون بہاتا ہوں دیکھ تو سر کاٹ کر حسینؑ کا لاتا ہوں دیکھ تو
کیا بات ہے شکست ابھی دے کے آؤں گا
حمزہؓ کی ڈھال تیغ علیؑ لے کے آؤں گا

ڈھاٹا شقی نے باندھ کے، کھولا سمند کو ۱۱۲ نیچا کیا وہیں سے، سنانِ بلند کو
قبضے پہ رکھ کے دستِ تعدی پسند کو کوڑا کیا، مثالِ تہمتن سمند کو
بڑھتے ہی اِک غریو اُٹھا اُس سپاہ سے
مرحب چلا نبرد کو شیرِ الٰہ سے

کڑکا کے اپنے گھوڑوں کو گرد آ گئے سوار ۱۱۳ تھا بیچ میں وہ اور حسینؑ فلک وقار
فخریہ شعر پڑھ کے، پکارا وہ نابکار بسم اللہ اے نبیرۂ محبوبِ کردگار
افراسیاب و رستمِ میدانِ جنگ ہوں
شیرِ خدا ہیں آپ تو میں بھی پلنگ ہوں

چھپتے ہیں اژدہے، مری دہشت سے غار میں ۱۱۴ تمساح[۴۵] و شیرِ شرزہ، جبال و بحار میں
رستم کو باندھ لیتا ہوں میں کارزار میں سہراب میں یہ زور، نہ اسفندیار میں
پھینکا ہے میں نے سامنے برناؤ پیر کے
ڈھالوں کو روئیوں کی طرح، چیر چیر کے

گیتی کے چار دانگ میں برپا ہے میرا شور ۱۱۵ پنجے سے میں نے توڑ دیئے سرکشوں کے زور
بہرام، ڈر سے کانپ رہا ہے میانِ گور سیمرغ و فیل، وہ پرِ پشہ، یہ پائے مور
یاں زال کی نہ کچھ ہے حقیقت نہ گیو کی
تسمے سے باندھ لاتا ہوں گردن کو دیو کی

فرمایا آپ نے یہ تعلّی ہے کیا ضرور ۱۱۶ چپ رہ[ش۔۱۱]، کہ مجھ کو پست نہ کر دے ترا غرور
آپ اپنی مدح، واہ رے کم ظرف و بے شعور تیرا نہیں، یہ فہمِ غلط بیں کا ہے قصور
دعویٰ کوئی درست نہیں، بے دلیل کے
جوہر کھنچے پہ کھلتے ہیں تیغِ اصیل کے

خوشبو کا اپنی گل نے کیا ہے کبھی بیاں ۱۱۷ شیریں ہوں میں، شکر کبھی کرتی ہے یہ عیاں
کھلتی ہے آپ مشک کی بو، وقتِ امتحاں کیسا عجب کلاں ہے، اتنی بلندی پہ آسماں
سایہ بڑا ہے تجھ سے، بگولہ دراز ہے
البتہ خاکسار، جو ہے سرفراز ہے

پیدا کیا ہے ایک سے بہتر خدا نے ایک ۱۱۸ دارِ فنا[ت۔۲۰] میں، کوئی جو بد ہے، تو کوئی نیک
مانا کہ تو شجاع ہے سب سے فزوں و لیک یہ سر عزیز ہے تو سرک جا، قدم نہ ٹیک
گر پیل ہے تو آگے سلیماں کے مور ہے
اس دستِ رعشہ دار میں حیدر کا زور ہے

جعلی[غ۔۱] ہے سب یہ لاف و گزاف، اے دروغ گو ۱۱۹ افسانہ جانتے ہیں اسے، ہیں شجاع جو
او ہرزہ کار، جھوٹ نہ بک، آبرو نہ کھو مشہور ہے کہ ایک پہ بھاری ہیں رن میں دو
روکے ہیں جس نے فوج کے ریلے، ہمیں ہیں وہ
لڑتے ہیں لاکھ سے جو اکیلے، ہمیں ہیں وہ

۱۲۰ ہم اپنی جرأتوں کے گواہوں کو گر بلائیں — قرآن لے کے عرش سے، قدسی زمیں پہ آئیں
خود اپنے پر کٹے ہوئے روح الامیں دکھائیں — بزدل جو ہیں وہ شیروں کی نظروں میں کیا سمائیں
پتھر پہ جوفِ نیزۂ حیدر کو دیکھ لے
کھل جائے گا ابھی درِ خیبر کو دیکھ لے

۱۲۱ حملہ کیا یہ سنتے ہی غارت نے نود پہ — پھینکی کمند آنکھ بچا کر حضور پر
آئی چمک کے تیغ جو اُس پُر غرور پر — گویا کہ برق کوند گئی کوہِ طور پر
قربان دستِ تیغ ستم ارجمند کے
کٹ کر اسی پہ جا پڑے حلقے کمند کے

۱۲۲ خاطی بڑھا، کمانِ کیانی میں رکھ کے تیر — چلّے کو کھینچ لایا، بنا گوش تک، شریر
دہنی طرف اُڑا، جو سمند فلک سریر — حلقے کے بیچ میں تھی، زہے تیغِ بے نظیر
جوہر عجیب قطع کے اُس کی زبان میں تھے
چلّہ نہ تیر میں تھا، نہ گوشے کماں میں تھے

۱۲۳ کعبہ اِدھر تھا جلوہ نما، اور اُدھر کنشت — دوزخ تھا اُس لعیں کی طرف، اِس طرف بہشت
نیزے کی ڈانڈ پر جو رکھا اُس نے دست زشت — چمکی نئے طریق سے، تیغ قضا سرشت
ششدر ہوئی وہ فوج جو محوِ نظارہ تھی
راہیں بھی سب تھیں قطع، سناں بھی دوپارہ تھی

۱۲۴ پھر گرزِ گاو سر کو اُٹھایا، شریر نے — لی ہاتھ میں سپر، شہ گردوں سریر نے
روکی وہ ضرب ڈھال پہ اُس قلعہ گیر نے — گویا دکھایا نعرہ، جنابِ امیر نے
ظالم کے ہوش سر سے اُڑے کچھ نہ بن پڑی
یاں ہاتھ کچھ ہُوا نہ جبیں پر شکن پڑی

۱۲۵ دہنے میں لیکے تیغ کے ساتھ آپؑ نے سپر — جھٹکا دیا جو گرز کو، بائیں سے تھام کر
گویا در آئے ناخن گیرائے شیرِ نر — دستِ لعیں سے چھوٹ گیا گرزِ گاو سر
عاجز تھا ہر طرح، وہ حسینؑ دلیر سے
یہ گاو زعیا! کہیں چلتے ہیں شیر سے

فرمایا خودسری نے تجھے کردیا ہے کور ۱۲۶ دیکھا ہمارے بازوئے زخمی کا، تو نے زور
قوت وہ دے، تو پیل کو پامال کردے مور بے جا تھا یہ غرور یہ نخوت یہ زور و شور
انکارِ تیغ برقِ تجلّی نہ کیجیو
توبہ کر اب کلامِ تعلّی نہ کیجیو

مغرور نے حسام کو کھینچا مثالِ سام ۱۲۷ منہ کھولے اژدہے کی طرح رہ گیا نیام
میدانیوں میں غُل تھا کہ بے ننگ و نام ہاں اب لڑادے جان کو، اے پہلوانِ شام
گو منہ کے چند بار لڑائی بگڑ گئی
سکتہ ہے سپر ترا، جو کوئی ضرب پڑ گئی

(الف ۳۰)
اے شہسوارِ ملکِ سخن صفدری دکھا ۱۲۸ گیتی کو زلزلہ ہو، وہ زور آوری دکھا
مطلع
جمعیتِ سپاہ کی، سپہ ابتری دکھا ہاں نعرہ و شورِ معرکۂ حیدری دکھا
کٹ جائیں رنگ سینۂ اعدا فگار ہوں
پڑھنے میں دونوں لب جو کھلیں ذوالفقار ہوں

گھوڑا ہو واں، جہاں نہ رسائی ہوا کی ہو ۱۲۹ جو نکلے منہ سے لفظ، وہ قدرت خدا کی ہو
مصرع ہر ایک، تیغ سے شہ لافتا کی ہو جو چوٹ ہو، بندھی ہوئی، مشکلکشا کی ہو
نقشہ ہو صاف تیغِ علیؑ کی صفائی کا
دکھلا دوں ہر ورق میں مرقع لڑائی کا

(ب ۳۰)
یوں کوند کوند کر صفِ اعدا پہ آئے جائے ۱۳۰ ہر استخواں کو مثلِ ہما، تیغ کھائے جائے
جب تک کہ دم ہے خون کا دریا بہائے جائے سب جوہروں کو جو ہر ذاتی دکھائے جائے
غُل ہو نزاع اٹھ گئی فتنہ فرو ہوا
ٹکڑے گریں زمیں پہ تو جانے کہ دو ہوا

اے تیغ آبدارِ زباں، اور تیز ہو ۱۳۱ سرگرمِ کُشت و خون و قتال و ستیز ہو
مطلع
دریا لہو کا، وادیِ ہنگامہ خیز ہو لگ جائے آگ دشت میں، یوں شعلہ ریز ہو
کوثر علیؑ سے پاؤں گا صلہ بتول سے
ہاں جنگ فتح کر کے مدد سے رسولؐ سے

جب حکم ہو کہ مانگ لے کیا مانگتا ہے تو ۱۳۲ جھک کر کہیں قدم پہ، جو منشا میں آبرو
ارشاد اگر ہو اور بھی کوئی ہے آرزو — اُس دم کریں یہ عرض کہ یا شاہ نیک خو
سب کچھ ہے اختیارِ شہِ مشرقین میں
مسکن جناں میں، قبر[۳۰ ب] جوارِ حسینؑ میں

مرحب اُدھر ہے، شیر کا فرزند اِس طرف ۱۳۳ عمرو اس طرف، نبیؐ کا جگر بند اِس طرف
اُس سمت ہے غلام، خداوند اِس طرف — کلمے غرور کے ہیں اُدھر، پند اِس طرف
ناصر[۳۰ ت] کہاں، عزیزوں کی لاشیں بھی دور ہیں
تلوار ہے، سپر ہے، فرس ہے، حضور ہیں

گھوڑے کو اُس نے گشت پہ ڈالا، پہ دور دور ۱۳۴ کس غیظ سے ہلانے لگا سیف بے شعور
سن سن ہوا پہ ہاتھ لگا کر وہ پُر غرور — انیاں بتا رہا تھا وہیں سے سوئے حضور
جب اُس کے ساتھ کے صفِ ہا غل مچاتے تھے
رہ رہ کے قبلۂ دو جہاں مسکراتے تھے

تعریفِ بے محل نے بڑھایا، جو اُس کا دل ۱۳۵ گھوڑا اُڑا[۳۰ ث] کے، آگیا، حضرت کے متصل
دونوں طرف سے چلنے لگے، وارِ جاں گسل — تیغوں کی برق وشی سے بجلی ہوئی خجل
عبرت ہوئی کہ خون شجاعوں کے گھٹ گئے
ڈھالوں کے پُرزے[۳۰ ج] اُڑ گئے، دستانے کٹ گئے

ٹوٹی[۳۰ ح] وہ تیغ اُدھر، یہ چمک کر اُدھر گئی ۱۳۶ پستی سے یہ پھری تو وہ بالائے سر گئی
بجلی سی کوند کر یہ بڑھی[۳۰ خ]، وہ ٹھہر گئی — ندی تھی، ایک دم میں چڑھی، اور اُتر گئی
آنچ اُس کے تیوروں کو شقی کے جلاتی تھی
اُس تیغ کی ہوا بھی یہاں پر نہ آتی تھی

سیماب تھا، ہوا تھا، چھلاوا تھا، راہوار ۱۳۷ اُس کو نہ چین تھا، نہ اسے ایک جا قرار
قربانِ ذوالجناحِ شہنشاہِ نامدار — جاتا تھا یوں حریف کے گھوڑے پہ بار بار
جس طرح جائے شیرِ گرسنہ غزال پر
ہر بار تھیں کلائیاں گھوڑے کے یال پر

ملتی ہوئی کنوتیاں، لال آنکھیں، منہ میں کف ١٣٨ بجلی سا اس طرف تھا، کبھی گاہ اُس طرف
حیراں تھی اس کی تیزی پہ ادھر کی صف حضرت سے تھی، نفس کی صدا یا شہِ نجف
ظالم ہے معرکہ جو پڑا ہے لڑائی کا
مطلب یہ تھا کہ وقت ہے مشکل کشائی کا

گھوڑا کبھی نہ پھول کی جس پر چھڑی پڑی ١٣٩ کھولی گرہ وہ تیغ نے، جب کاجھڑی پڑی
ضرب اُس کی جو پڑی، وہ زرہ پر کڑی پڑی فوجوں میں شور تھا کہ لڑائی بڑی پڑی
قوتّ علیؑ کی ہاتھ میں ہے، اس دلیر کے
کیوں کر بچائیں صید کو پنجے سے شیر کے

تلوار اِدھر چمک کے چلی، آنکھ اِدھر لڑی ١٤٠ پتلی سے پتلی اور نظر سے نظر لڑی
آڑی تھی وہ جو تیغ سے تیغِ دو سر لڑی آپ اس قدر بڑھی کہ سپر سے سپر لڑی
ظالم کے سر پہ تیغ کا قبضہ جو پھر پڑا
جھجکا تو خود، فرقِ ستمگر سے گر پڑا

بولے یہ مسکرا کے حسینؑ فلک حشم ١٤١ تھا وار سرسری، سر و گردن کو کر نہ خم
جھک کر اُٹھائے خود، جو ہے سرزنش کا غم سرِ جنگ ہو چلی، نہ اُٹھانا بس اب قدم
آ جم کے لڑ کہ ہم بھی تو دیکھیں ہنر ترا
بھاگا تو پاؤں گھوڑے کے ہوں گے نہ سر ترا

کھینچی جو اُس نے باگ، سمٹنے لگا سمند ١٤٢ سمجھے امامِ پاک کہ بھاگا، یہ خود پسند
دریوں نکل گیا تو کہیں گے یہ ہوشمند کس فکر میں تھے شاہِ عدوگیر و صید بند
بے زخم کھائے صاف، جفا جو نکل گیا
پنجے میں آکے شیر کے، آہو نکل گیا

مغفر اُٹھا کے تیغ سے، بولے امامِ دیں ١٤٣ لے جنگ سر ہے، فرق پہ رکھ خود آہنیں
شرکی نہ عزت اُٹھائے، بصد غیظ تیغِ کیں مغفر کو، بائیں ہاتھ سے لینے لگا لعیں
دیتے ہی خود دست مبارک جو مڑ گیا
مغفر تو ہاتھ میں رہا، سر تن سے اُڑ گیا

پستی میں آئی بڑھ کے جو وہ تیغ پُر شرر ۱۴۴ گھوڑے[ک-۲] کے پاؤں کٹ گئے مثلِ خیارِ تر
اسوار جو کھڑے تھے، وہ بھاگے اِدھر اُدھر پھر پھر کے اضطراب میں کہتے تھے اہلِ شر
بھاگو جلا نہ دے کہیں آنچ اس کی دھار کی
بیچھا کیے ہوئے ہے چمک ذوالفقار کی

فاقے میں دیر تک جو لڑے شاہِ تشنہ کام ۱۴۵ غرقِ عرق تھے کانپ رہا تھا بدن تمام
ہاتھوں سے چھوڑ دی تھی جو رہوار کی لگام آنکھیں تھیں بند ہانپتا تھا اسپِ تیز گام
غش میں سوارِ دوشِ نبیؐ کا یہ حال تھا
بے تھامے، خود فرس سے اُترنا محال تھا

دیکھا جو یہ کہ بھاگ گئے رن سے حیلہ ساز ۱۴۶ تلوار رکھ کے میان میں، بولے شہؑ حجاز
مہلت ہے اے حسینؑ، پڑھو عصر کی نماز یہ آخری ہے بندگیِ ربِ بے نیاز
فکرِ نجاتِ اُمتِ خیرالبشرؐ کرو
سوکھی زبان کو ذکرِ الٰہی میں تر کرو

ناگاہ سوئے لاشِ پسر، جا پڑی نظر ۱۴۷ چلّائے دل کو تھام کے سلطانِ بحر و بر
اکبرؑ اُٹھو کہ گھوڑے[ل-۲] سے گرتا ہے اب پدر سوتے ہو تم دھرے ہوئے رخسار خاک پر
بھولے پدر کو نیند میں، قربان آپ کے
آؤ نمازِ عصر پڑھو ساتھ باپ کے

بیٹے ہو تم امام کے، پوتے امام کے ۱۴۸ کام آؤ مرتے دم، پدرِ تشنہ کام کے
آتے ہیں پھر پلٹ کے پرے، فوجِ شام کے بٹھلا دو، قبلہ رُو مرے ہاتھوں[م-۲] کو تھام کے
جاتی رہے نماز بھی، اعدا جو پھر پڑیں
رعشہ ہے، خود فرس سے جو اُتریں، تو گر پڑیں

عباسؑ نامدار، ترائی سے اُٹھ کے آؤ ۱۴۹ پھنکتا ہے قلب، جل رہے ہیں سب جگر کے گھاؤ
چھڑکو مری ندہ پہ، جو پانی کہیں سے پاؤ چلتے ہوئے عدم کے مسافر سے مل تو جاؤ
ہم سب کے کام آئے ہیں، پیٹے ہیں روئے ہیں
بارہ پہر ہوئے کہ نہ لیٹے نہ سوئے ہیں

۱۵۰ کیا با فضا یہ سرد ترائی ہے، اب اُٹھو ہم جاں بلب ہیں ختم لڑائی ہے اب اُٹھو
نرغے میں فوجِ ظلم کے بھائی ہے اب اُٹھو عباسؑ دھوپ چہرے پہ آئی ہے اب اُٹھو
غفلت کی تم کو نیند ہے شبیرؑ کیا کرے
میری طرح کسی کو نہ بے کس خدا کرے

۱۵۱ تم جب سے چھوٹے، ساعد و بازو میں درد ہے گردن میں، سر میں، آنکھ میں، ابرو میں درد ہے
دل میں، کمر میں، سینے میں، پہلو میں درد ہے رگ رگ میں کیا، ہر ایک بُنِ مو میں درد ہے
ہر مرتبہ لڑے ہیں، لہو میں نہائے ہیں
پیری میں نوجوانوں کے لاشے اُٹھائے ہیں

۱۵۲ چلّایا فوج کو پسرِ سعدِ نابکار لو رکھ لی میان میں، شہِ والا نے ذوالفقار
پلٹے پرے سواروں کے لے کر رسالہ دار دو غول باندھے آئے، کماندار دس ہزار
تیر افگنوں میں، تیغوں میں، بھالوں میں، گھر گئے
تنہا حسینؑ، برچھیوں والوں میں گھر گئے

۱۵۳ فریاد ہے وہ فوج کا دَل، اور اک حسینؑ وہ بے شمار تیغوں کے پھل اور اک حسینؑ
وہ تیرہائے جاں ستاں وہ جدل اور اک حسینؑ وہ سیکڑوں پیامِ اجل اور اک حسینؑ
فوجوں میں شام کی، مہِ تاباں گھرا ہوا
بیکس بھی وہ، کہ جس سے زمانہ پھرا ہوا

۱۵۴ ڈوبے ہوئے تھے خون میں گیسو حسینؑ کے آنکھوں پہ کٹ کے آ پڑے ابرو حسینؑ کے
زخمی ہیں دونوں ساعد و بازو حسینؑ کے تیروں نے چھان ڈالے تھے پہلو حسینؑ کے
تیغیں اُوپی ہوئی جو برابر سے چل گئیں
غش آ گیا، قدم سے رکابیں نکل گئیں

۱۵۵ بے سیّد کے مرتبے کو نہ جانا، ہزار حیف تیروں سے صدرِ پاک کو چھپانا، ہزار حیف
شانے تھے ناوکوں کا نشانا، ہزار حیف مظلوم کا وہ برچھیاں کھانا، ہزار حیف
ٹوٹے تھے سب رسولؐ کے پیارے حسینؑ پر
کیا وقت پڑ گیا تھا تمہارے حسینؑ پر

گرتے ہیں آپ کون سنبھالے، کوئی نہیں ۱۵۶ سینے سے کون تیر نکالے، کوئی نہیں
بے جاں پڑے ہیں گود کے پالے، کوئی نہیں سب مر چکے ہیں چاہنے والے، کوئی نہیں
بے کس ہیں، اور سامنا فوجِ عدو کا ہے
منہ جس کا دیکھتے ہیں وہ پیاسا لہو کا ہے

کیوں کر کہوں کہ عرشِ خدا خاک پر گرا ۱۵۷ خیر النسا کا ماہِ لقا خاک پر گرا
سرتاجِ بادشاہ و گدا خاک پر گرا زیں سے اُلٹ کے راہنما خاک پر گرا
وہ دو ہزار زخم، تن چاک چاک پر
کیا گزری ہوگی، جبکہ گرے ہونگے خاک پر

ٹکڑے جدا ہیں، حال یہ ہے تن کا، ہے غضب ۱۵۸ اب مرحلہ ہے خنجر و گردن کا، ہے غضب
پانی کا واں سے کام کہ آہن کا، ہے غضب لو سامنا ہے شمر سے دشمن کا، ہے غضب
اس کے شریک ذبح میں بارہ شریر ہیں
یاں اک گلا ہے جس پہ کئی زخم تیر ہیں

فضہ نے جا کے، خیمے میں رانڈوں کو دی خبر ۱۵۹ ہے ہے مرے خوزادے[49] کا کٹتا ہے تن سے سر
بستر سے اُٹھ کے گر پڑے سجادِ نوحہ گر خیمے سے نکلیں بی بیاں، بچوں کو چھوڑ کر
گر گر کے دوڑتی تھیں کہ مل لوں حسینؑ سے
ہلتا تھا عرش حضرت زینب کے بین سے

مانندِ آفتاب لرزتا تھا جسمِ پاک ۱۶۰ جائیں کدھر وہ فوج، وہ صحرائے ہولناک
سر پر عصابہ، پاؤں میں موزے، ردا پہ خاک لٹکے ہوئے تھے دونوں طرف، پیرہن کے چاک
عابدؑ کا نورِ عین ردا تھامے ساتھ تھا
ایک ہاتھ میں یتیمِ سکینہ کا ہاتھ تھا

چلاتی تھی ارے مرا بھائی ہے کس طرف؟ ۱۶۱ ٹوٹی ہوئی علیؑ کی کمائی ہے کس طرف؟
دریا کدھر ہے خوں کا ترائی ہے کس طرف؟ سونے کی جا حسینؑ نے پائی ہے کس طرف؟
رستا دے اے زمیں کہ فلک کی ستائی ہوں
میں اپنے پیارے بھائی سے ملنے کو آئی ہوں

اے آسماں زمیں پہ اب تک نہ تو گرا ۱۶۲ ریتی پہ مصطفیٰ کے جگر کا لہو گرا
وہ کعبۂ زمین و زماں، قبلہ رُو گرا سیّد گرا، امام گرا، نیک خو گرا
تاب اُٹھنے بیٹھنے کی کہاں، ہاتھ پاؤں میں
شاید نماز پڑھتے ہیں تیغوں کی چھاؤں میں

اے اہلِ قریہ، بنتِ علیؑ کی مدد کو آؤ ۱۶۳ میں سیّدہ ہوں رحم مری[ش ۲] بے کسی پہ کھاؤ
سیّد کدھر ہے خون میں غلطاں مجھے بتاؤ دنیا میں تم خوشی رہو عقبیٰ میں چین پاؤ
یاں لٹ گئے فلک نے یہ دُکھ ہم پہ ڈالے ہیں
اے بھائیو مدینے کے ہم رہنے والے ہیں

علمِ نبیؐ کے شہر کا در ہے، ہمارا گھر ۱۶۴ آتی تھی جس میں وحی، وہ گھر ہے ہمارا گھر
تیغِ عذابِ حق کی سپر ہے، ہمارا گھر تاروں میں برجِ شمس و قمر ہے ہمارا گھر
حاکم ہے برخلاف، وطن ہم سے چھُٹ گیا
ہے ہے وہی بھرا ہوا گھر آج لُٹ گیا

بیکس ہے، داغ دیدہ ہے، آفت[ت ۳] نصیب ہے ۱۶۵ بے خانماں ہے، تشنہ دہن ہے، غریب ہے
اپنے وطن سے دُور ہے، قسمت رقیب ہے اب دوست ہے کوئی نہ کوئی اب حبیب ہے
تم سب کو پاس چاہیئے اس ذی وقار کا
خادم یہ ہے تمہارے نبیؐ کے مزار کا

اے بیکس و غریب مسافر ترے نثار ۱۶۶ اے قبرِ مصطفیٰؐ کے مجاور ترے نثار
اے دینِ حق کے حامی و ناصر ترے نثار اے تشنہ کام و صابر و شاکر ترے نثار
آئے تھے کربلا میں شہادت کے واسطے
اک دن میں گھر لٹا دیا اُمّت کے واسطے

اے تشنہ لب حسینؑ، غریب الوطن حسینؑ ۱۶۷ صدقے میں تیری لاش کے، اے گلبدن حسینؑ
اے فاقہ کش حسینؑ، امیرِ محن حسینؑ اے جانِ بابِ حسنؑ، امامِ زمن حسینؑ
پیاسے گلے سے خنجرِ شمرِ لعیں ملا
پانی بھی مرتے وقت ملا یا نہیں ملا

سن کے کراہنے کی جو آنے لگی صدا ۱۴۸ نکلی اُدھر سے نبیؐ کی نواسی برہنہ پا
دیکھا بہن نے بھائیؑ کا کٹتے ہوئے گلا غم سے کلیجہ پھٹ گیا زہراؑ کی جائی کا
آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کے گری بنتِ مرتضےٰ
اس نے جو دیکھا نیزے پہ سر اپنے بھائیؑ کا

بس اے انیسؔ قلب و جگر کو نہیں قرار ۱۴۹ آگے نہ لکھ مصیبتِ شبیرؑ نامدار
یہ بزم اور یہ آج کا پڑھنا ہے یادگار رعشہ ہے دست و پا میں، لرزتا ہے جسمِ زار
وہ یوں پڑھے جسے نہ ہو طاقت کلام کی
تائید ہے حسینؑ علیہ السلام کی

اختلافِ نسخ

اس جلد کے لیے میر انیس کے مرثیوں کے جو مطبوعہ مجموعے میں فراہم کر سکی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مجموعہ میر انیس ۔ اوّل۔ دوم۔ سوم۔ چہارم جلدیں۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ

۲۔ دو جلدیں مجموعہ میر انیس کی۔ مطبوعہ منشی نول کشور پریس کانپور

۳۔ مراثی انیس۔ مرتبہ جناب نظم طباطبائی نظم۔ اول۔ دوم۔ سوم جلدیں

۴۔ روحِ انیس۔ مرتبہ جناب سید مسعود حسین رضوی ادیب۔

۵۔ وقارِ انیس۔ مرتبہ جناب مہذب لکھنوی۔

۶۔ مرثیہ میر انیس۔ مطبع تیج کمار وارث نول کشور۔ لکھنؤ۔ چار جلدیں۔

میر انیس کے مرثیہ 'جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا' کی ابتدائی کاپی دستیاب نہیں ہو رہی تھی جلد پنجم میں وہ مرثیہ شایع ہوا تھا مگر وہ مجھے نہ مل سکی۔ اس لیے ایک مخطوطہ سے اس کا تقابل کیا گیا۔

۷۔ مخطوطہ۔ ملکیت ابن حیدر۔ اب یہ مخطوطہ جناب نائب حسین نقوی کی ملکیت ہے۔

دوسری جلد کے ستائیس مراثی کا اختلافِ نسخ کے سلسلے میں ان میں سے کسی ایک سے تقابل کر کے اختلاف درج کیے گئے ہیں۔ اور آسانی کے لیے ہر مرثیہ سے پہلے یہ درج کر دیا گیا ہے کہ اس کا بنیادی نسخہ کون سا ہے اور دوسرا کون سا نسخہ ہے۔

مجھے احساس ہے کہ مرثیہ میر انیس مطبوعہ تیج کمار وارث نول کشور کے شائع کردہ کاپیوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور تقابل کے لیے وہ کچھ مناسب نہ تھے۔ اور صرف دو مرثیوں:

آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے

اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیر

کا ان سے تقابل کرنے پر مجبور ہوئی ہوں۔

ان مراثی میں اکثر میں اختلافِ نسخ بہت زیادہ ہے۔ کہیں کہیں اس کے لگ بھگ نوبت پہنچ

گئی ہے۔ میں نے امکان بھر صحت کا بہت خیال رکھا ہے۔ بار بار تقابل کیا ہے لیکن اختلافات درج کرتے وقت ہو سکتا ہے کہ بھول چوک کہیں ہو گئی ہو۔ کسی بند کے نمبر میں یا کسی نشان کی ترتیب میں۔ ایسا ہو تو معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل مراثی کی کئی کاپیوں کا مقابلہ اکیلے آدمی کے لیے بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ خاص کر جب کہ وہ ایڈٹ کرنے کی تکنیکی گروں سے واقف بھی نہ ہو۔

اختلافِ نسخ میں اس بار ہم نے صرف مرثیہ کے نمبر دیے ہیں۔ مصرعہ کا نمبر نہیں دیا۔

مرثیہ ۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اوّل سنہ ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد اوّل سنہ ۱۸۸۲ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) منظور یاں تھی مدح گلوئے شہ امم — منظور تھا کہ اور روایت کروں رقم

(ب) بے وجہ ہم سے روٹھے ہو تم لے نکو صفات — بے وجہ ہم سے روٹھتے ہو اے نکو صفات

(ج) ۷۰ بند کے بعد بائیس بند مراثی انیس اور مرثیہ میر انیس میں بالکل مختلف ہیں۔ ہم نے مراثی انیس والے ۱۶ بند درج کیے ہیں۔

مرثیہ ۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد دوم سنہ ۱۹۳۳ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد دوم سنہ ۱۸۹۹ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف) — سامان کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر — سامان نہ کفن کا ہے نہ ہے قبر میسر ۲۱

(ب) — واری میں پریشان ہوں گیسو تو سنوارو — واری میں پریشاں ہوں یہ گیسو تو سنوارو ۲۲

(ج) — نادان ہے چلی تو سنبھلنے کی نہیں یہ — ہے نادان چلی تو سنبھلنے کی نہیں ہے ۳۷

(د) — جاری ہے سدا حکم تغیری و بحالی — جاری ہے سدا حکم تعزی و بحالی

(ہ) — یعنی مونس اس قتل کا بیداد گروں سے — یعنی مونس اس قتل کا بیداد گروں سے ۹۰

(ز) — معلوم یہ ہوتا ہے کہ بچھڑے ہیں دُلہن سے — معلوم یہ ہوتا ہے کہ چھوٹے ہیں دلہن سے ۷۸
(ح) — دو ماہ ہیں سب میں اسدِ حق کا اسد ہوں — دو ماہ ہیں سب میں اسدِ حق کا ولد ہوں ۷۹
(ط) — کھلتا نہیں اس غیظ کا کیا آج سبب ہے — کھلتا نہیں کہ غیظ کا کیا آج سبب ہے ۱۰۲

مرثیہ ۳

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۱۹۶۳ء مرتبہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس. جلد دوم ۱۸۹۹ء مطبع نامی منشی نول کشور. کانپور

(الف)	کبھی جو علم	:	علم جو کبھی	۱
(ب)	پرچم	:	پنجے	۲
(ج)	پنجے میں جلوہ گر	:	پرچم میں جلوہ گر	۳
(د)	شیر کی نظر	:	شیری نظر	۴
(ہ)	صبح جبیں بھی	:	صبح جبیں سے	۱۰
(و)	رانوں میں	:	زانو میں	۲۷
(ز)	آچکے	:	آتے ہیں	۳۰
(ح)	رکھ گئے	:	کر گئے	۳۸
(ط)	جینے کا لطف کیا	:	جینے کا کیا مزا	۴۵
(ی)	بات بات میں	:	ان کی بات میں	۴۸
(ک)	رو میں ایک	:	ایک رو میں	۴۹
(ل)	پتلیاں پھرا چلیں	:	پتلیاں نہ ہوئیں	۴۹
(م)	مقدم	:	مناسب	۵۰
(ن)	دست قوی ہیں نیزہ و صمصام کے لیے		دیتے ہیں جان اہل وفا جان کے لیے	۵۳
(س)	جنگ	:	حرب	۵۶
(ع)	رنج کہ جئیں	:	جئیں کہ مریں	۵۶
(ف)	روتے تھے زار زار	:	روتے ہیں بار بار	۵۸
(ص)	اضطراب سے	:	اضطراب میں	۶۶

(ق)	کرتے ہیں وہ امر ہوشیار	امر وہ کرتے ہیں ہوشیار	۷۵
(ر) سے	کیا کیا نہ تفرقے ہوئے ایک ایک آن میں	سو ایسے تفرقے ہوئے ہیں ایک آن میں	۷۸
(ش)	دل شاہ لافتا	دل شادِ کل قضا	۸۷
(ت)	جو فلک پہ	خود فلک پہ	۹۳
(ث)	رن میں سپاہ شر	الحق سپاہ شر	۹۳
(خ)	تیور میں سارے طور	صورت میں سارے حور	۹۷
(ذ)	باپ اولو العزم	باپ جواں مرد	۱۰۱
(ض)	پیتے ہیں گھاٹ	رہ کاٹتے ہیں	۱۰۲
(ظ)	بچے ہیں جاں بلب	بچے ہیں تشنہ لب	۱۰۳
(غ)	یاں آئے واں گئے	یاں سے وہاں گئے	۱۰۹
(الف-۱)	اس کی نہ ایک ضرب	ان کی نہ ایک چوٹ	۱۱۱
(ب-۱)	وہیں پکاریں	چلا ئی روت	۱۱۴
(ت-۱)	بوڑی سناں پہ تھی نہ	نیزے نہ تھے سناں پہ نہ	۱۲۶
(د-۱)	خالقِ عادل	خالق اکبر	۱۲۷
(ہ-۱)	سر کے جبال	تھے جبال	۱۲۹
(و-۱)	شیر نیستان کربلا	شیر سلیمان کربلا	۱۳۰
(ز-۱)	اک آن میں	اک دم میں	۱۳۰
(ح-۱)	لڑتے آتے ہیں	لڑکے آتے ہیں	۱۳۱
(ط-۱)	غلامانِ حق شناس	جوانِ حق شناس	۱۳۳
(ی-۱)	لشکرِ کثیر	لشکر شریر	۱۳۳
(ک-۱)	ڈیوڑھی پہ	ڈیوڑھی میں	۱۳۸
(ل-۱)	سید کا نورِ عین	حیدر کا نورِ عین	۱۳۸
(م-۱)	تھامے ہوئے نہر پہ	نہر پہ تھامے ہوئے	۱۸۹

مرثیہ ۴

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع سنہ ۱۹۱۳ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) ؛ ~ تکتے تھے روئے فوج کو ہر دم مثالِ شیر ~ اور روئے فوج کو کبھی دیکھا مثالِ شیر ۳

(ب) ، ہے : ہو ۹

(ج) ، لکھی ہے : لکھی ہو ۲۲

(د) اٹھارہ سال کی یہ ریاضت ہے : اٹھارہ سال کی ہے ریاضت یہ ۳۰

(ہ) دل کو : سب کو ۴۷

(و) آبدار : ایک بار ۴۸

(ز) مثلِ صبا : مثلِ ہوا ۴۹

(ح) پچاس بند میں مراثی انیس میں ردیف "گئی ہے" اور مرثیہ میر انیس میں ردیف "گئے ہے" ہے۔ ۵۰

(ط) تلوار سے : تلواروں سے ۶۱

(ی) مراثی انیس میں "سر کو بنا کے" ہے۔ ہم نے مرثیۂ انیس میں "سر کو بچا کے" ہے کو ترجیح دی ہے ۸۸

(ک) ، یک نوجواں : اک ناتواں ۱۰۴

(ل) اندھیری میں : اکیلی میں ۱۱۴

مرثیہ ۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۹۴۳ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۸۹۱ء مطبع نامی منشی نول کشور کان پور

(الف) خمیدہ کمر گیسوؤں پہ گرد : مگر گیسوؤں پہ گرد ۳

(ب) لے کے : لے کر ۱۴

(ج) کہ بابا سے چھٹ گیا : جو بابا سے چھٹ گیا ۲۸

مرثیہ ۶

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۲۰ء ، مرتبہ نظم طبا طبائی نظم
نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میرانیس۔ جلد اوّل ۱۸۸۲ء مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) وہ چلتے ہیں : چلتے ہیں وہ ۱۰
(ب) کاٹ لیا تھا : قطع کیا تھا ۲۸
(ج) مرثیہ میرانیس میں دوسرے اور تیسرے مصرعہ کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۶۳
(د) نیزوں سے : تیروں سے ۶۹

مرثیہ ۷

پہلا نسخہ : مراثی انیس۔ جلد دوم ۱۹۲۳ء ، مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میرانیس۔ جلد اوّل ۱۸۸۲ء ،
مطبع نامی منشی نول کشور۔ لکھنؤ

(الف) جھپٹ کر : تھک کر ۲
(ب) در ماندوں : داماندوں ۴
(ج) اوروں کو تو اشک : اوروں کو بھی اشک ۶
(د) جو نہ نکلے کبھی : جو کبھی نکلے نہ ۷
(ہ) یا اشک بہانا : اور اشک بہانا ۱۰
(و) ؎ تکیہ کرتہ سرہانے کو، سو رہتے تھے دونوں ۴۰
؎ سر خاک پہ پھوڑائے ہوئے رہتے تھے دونوں
(ز) جانے کس آفت میں ہیں : کیا جانیے کس ظلم میں ہیں ۴۵
(ح) کچھ حال جو سُنیے تو : کچھ حال سنے تو تو ۶۶

مرثیہ ۸

بنیادی نسخہ ، مراثی انیس - جلد دوم ۱۹۲۳ء

مرتبہ نظم طباطبائی نظم ــــ نظامی پریس - بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میرانیس - جلد رابع [illegible]

مطبع نامی منشی نول کشور لکھنو

(الف) اُسی کے : اُسی کی ۱۳

(ب) خم تھا : غم تھا ۱۴

(ج) ــہ آباد جو ہو اُجڑا ہوا گھر تو میں روؤں ــہ آباد ہو اُجڑا ہوا پھر گھر تو میں روؤں ۱۹

(د) مرحلے : مرحلہ ۲۰

(ہ) کچھ کام : اب کام ۲۴

(و) اسے تم نے ہے پالا : ہے تم نے اسے پالا ۳۶

(ط) ــہ تم آپ اسے آن کے چلو میں پلا دو ــہ تم آن کے چلو میں اِسے آپ پلا دو ۵۸

(ی) بہرے کو : بہری کو ۶۸

(ک) کانپتا تھا رن : گونجتا تھا رن ۸۱

(ل) سیلِ فنا : سیلِ رواں ۸۹

(م) ہوا : بلا ۹۱

(ن) ٹوٹ رہے تھے : لوٹ رہے تھے

(س) بسمل بھی تڑپ جاتے تھے اس تیغ کے دم پہ ۹۴

بسمل سی پھڑک جاتی تھی اس فوج کے دم پہ

(ع) تھے : تھی ۹۹

(ف) اس تیغ : اک تیغ ۱۰۰

(ص) جا سکتے تھے : جا سکتی تھی ۱۰۸

مرثیہ ۹

بنیادی نسخہ : مراثی انیس - جلد دوم ۱۹۲۳ء

مرتبہ نظم طباطبائی منتظم ۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں
دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد رابع سنہ ۱۸۷۷ء
مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) — جاروب فرشِ عرش، شرف زلفِ حورِ عین ۲۱
— جاروب عرش ہے شرفِ زلفِ حورِ عین

(ب) مشکل کشائے خلد : مشکل کارزار ۷۶

(ج) نفیِ کفر : نفیِ نفی ۸۹

(د) آب تھا : ہاتھ تھا ۹۵

(ہ) پھر آتے تھے : پھر آتا تھا ۹۹

(و) سر پہ پڑی : سر پہ چڑھی ۱۰۳

مرثیہ ۱۰

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۔ سنہ ۱۹۶۴ء
مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب
دوسرا نسخہ : مراثی انیس جلد دوم سنہ ۱۹۲۳ء
مرتبہ نظم طباطبائی نظم ۔ نظامی پریس ۔ بدایوں

(الف) حزیں : تحسین ۱

(ب) پدر کو : کسی کو ۸

(ج) شہیدوں : شہید کا ۱۱

(د) ۱۷، ۱۸، ۱۹ بند مراثی انیس میں موجود نہیں ہیں جو حذف کر دیے گئے

(ہ) پچ ہے کہ : یہ سچ کہ ۱۸

(و) یہ سفر ناگزیر ہے : سفر ناگزیر ہے ۲۱

(ز) دوستانِ یمن : شیعیانِ یمن ۳۶

(ح) یہ فصل : اب فصل ۳۸

(ط) بیٹی سے : بیٹی کو ۳۱

(ی) دے رو : کہہ رو ۳۱

(ک) یہ بند مراثی انیس میں موجود نہیں ہے۔

(ل) ڈگیں نہ : ڈگے نہ ۳۲

(م) اُمّی : عمّی ۳۶

(ن) کہتے تھے : کہتے ہیں ۵۶

(س) ع جب ذکرِ خیر پیاس میں مرنے کا ہوئے گا ۵۸

ع خیر ان کے پیاسے مرنے کے جب ذکر ہوئیں گے

(ع) میرے یہ : میرے وہ ۵۹

(ف) کے ہوویں گے اہتمام : کا ہوئے گا اہتمام ۵۹

(ص) ع پیاسو سبیل ہے یہ شہیدوں کے نام کی ع پیاسو پیو سبیل ہے نذرِ امام کی ۵۹

(ق) آپ کے : آپ پر ۶۱

(ر) اُجڑتا ہے : لٹتا ہے ۶۲

(ش) بتول : رسول ۶۳

(ت) پردہ تھا : پردہ ہٹا ۶۴

(ث) قدسی : پریاں ۶۹

(خ) پنجوں کو : ہاتھوں کو ۷۰

(ذ) آئے : آیا ۷۱

(ض) نہیب : نقیب ۷۲

(ظ) موم ہوگیا : نیم ہوگیا ۸۴

(غ) حیوان بھی : گھوڑے بھی ۸۵

(الف۔۱) ع سینی چلی کہ سیفِ شہِ لافتیٰ چلی ع ناگاہ رن میں تیغِ شہِ لافتیٰ چلی ۹۲

(ب۔۱) حسام سے : ترائی میں ۹۳

(ج۔۱) شعلہ خو : شعلہ رُو ۹۶

(د۔۱) تو : جو ۹۷

(و-۱)	چل کر	:	بڑھ کر	۹۹
(ز-۱)	پھل چوٹ	:	پوچھٹ	۱۰۳
(ح-۱)	یہ سر گرا	:	سر اڑ گیا	۱۰۳
(ط-۱)	اگر	:	کر کر	۱۰۴
(ی-۱)	ابلق	:	گردش	۱۰۷
(ک-۱)	بھلا دو	:	بھلا وہ	۱۰۸
(ل-۱)	یہ آگ اور ناریوں کے	:	یہ آگ اور ڈرے اُدھر	۱۱۰
(م-۱)	جرار	:	ہم لوگ	۱۲۱
(ن-۱)	تحیر	:	تھی	۱۲۶
(س-۱)	غم گسار	:	سوگوار	۱۳۶
(ع-۱)	یہ تشنہ کام	:	یہ مستہام	۱۳۸
(ف-۱)	کس قدر	:	اس قدر	۱۵۸
(ص-۱)	ہاں ہاں	:	ہاہا	۱۶۴
(ق-۱)	ہے یہ	:	یہ ہے	۱۷۱
(ر-۱)	غلام	:	امام	۱۷۳
(ش-۱)	سب	:	جب	۱۷۶
(ت-۱)	میں	:	کو	۱۷۶
(ث-۱)	آپ نے	:	شاہ نے	۱۸۱
(خ-۱)	اب	:	بس	۱۸۴

مرثیہ ۱۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء ، مرتبہ نظم طباطبائی نظامی پریس۔ بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد سوم۔ مطبع نامی منشی نول کشور۔ کان پور

(الف-۱) سر پہ : اس پہ ۵

ے جلد بہت خستہ حالت میں ہے۔ آخر کے صفحات پھٹے ہوئے ہیں۔ سنہ پڑھا نہیں جا سکا مگر اس کے ساتھ کی دوسری (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(ب) — بے مرضی خالق تو یہی کیا کریں زینب — بے مرضیِ خالق یہی ہم کیا کریں زینب ۱۰

مرثیہ ۱۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۶ء مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف)	کھینچی تھی	:	کھنچتی تھی	۱۴
(ب)	عقدے یہ ان سے کھلتے ہیں	—	عقدے یہ ان کے کہتے ہیں	۲۳
(ج)	کے نثار	:	پر نثار	۵۱
(د)	صدقے میں	:	صدقے سے	۵۲
(ہ)	ہاتھ اٹھا ہے	:	ہاتھ اٹھائے	۶۳
(و)	خوں کی آبشار	:	خون کی بہار	۶۸
(ز)	نرمی	:	تیزی	۸۴

مرثیہ ۱۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۶ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) — دیتے تھے جو داتوں کے تلے لعل گہربار — دیتے تھے جو دانتوں کے تلے لعل گہربار ۱۳

(ب)	سراسر	:	برابر	۵۱
(ج)	توسن سے	:	توسن پہ	۵۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ …) اول، دوم جلدیں ۱۸۷۶ء کی چھپی ہوئی ہیں۔ غالباً اس کا سنہ بھی وہی ہے۔

(د)	پار ہوئے	: چار ہوئے	۵۳
(ہ)	تلپ ایسی کہ	: پُشتہ تا کہ	۵۶

مرثیہ ۱۴

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد دوم سنہ ۱۸۸۲ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد دوم سنہ ۱۸۹۹ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	حجرے کو	: سجدے کو	۴۸
(ب)	سب یہیں	: لیے یہیں	۵۲
(ج)	کاوے پہ جو پھرتے	: کاوے پہ ابھرتے	۵۸
(د)	شیران کا ہوا قطع	: شیران کا قطع ہونا	۷۳
(ہ)	ترخون میں تھا	: ترخون سے تھا	۷۷
(و)	ان کے	: اس کے	۸۴
(ز)	بہتے تھے	: کٹتے تھے	۸۷

(ح) بنیادی نسخہ میں ٹیپ کا اوپر کا بند دوسری بار لکھ دیا گیا ہے ۔ ہم نے دوسری کاپی کے ٹیپ کے بند کو ترجیح دی ہے۔

مرثیہ ۱۵

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد اول سنہ ۱۹۳۵ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع سنہ ۱۸۷۶ء مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف)	نور خدا	: عین خدا	۱۰
(ب)	مُکنّد کی	: مُکنّد کو	۱۱

(ج) مراثی انیس میں جو پندرھواں بند ہے۔ مرثیہ میر انیس میں نہیں ہے۔
(د) ـــ اللہ سے ہوتا ہوں میں بخشش کا طلب گار : ـــ اللہ سے میں عفو کا ہوتا ہوں طلب گار ۱۸
(ہ) ہوئے تھا : ہوئے تھے ۳۰
(و) آنے نہ پائے : جانے نہ پائے ۵۵
(ز) جنگ میں : صفِ جنگ سے ۵۶
(ح) جس کا : کس کا ۵۹
(ط) لگا تیر : لگے تیر ۹۷
(ی) مرے تو چین : مرے اب چین ۱۵۷

مرثیہ ۱۶

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۱۹۶۳ء۔ مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب
دوسرا نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اوّل ۱۹۳۵ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس

بدایوں

(الف) سب کے نام : ان کا نام ۳
(ب) کنایہ : کنایتہ ۷
(ج) لعل : لال ۸
(د) سے : کے ۱۴
(ہ) زہرِ گلشنِ زہرا : نخلِ گلشنِ زہرا ۱۶
(و) حمد : مدح (شیپ کے بند کی ردیف ہے) ۱۹
(ز) محو : مست ۱۷
(ح) کٹ گیا : لُٹ گیا ۱۸
(ط) سپہر بریں : سپہر بنے ۲۰
(ی) وہ لوذعی : وہ خوش بیاں ۲۶
(ک) ۲۸ بند کے بعد مراثی انیس میں ایک بند زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ل) ناقوں میں : ناقوں پہ ۳۳

(ن) ← : تو ۳۸

(س) ← : ہم ۴۴

(ع) سنبل پہ کیا کھلیں گے : سنبل کی اصل کیا ہے ۴۸

(ف) یہ کہہ کے بس : بس کہہ کے یہ ۶۸

(ص) اب تم جسے کہو : بس جس کو تم کہو ۷۱

(ق) ؎ قرآں کے بعد ہے تو ہے بس آپ کا کلام ۷۲

؎ قرآں کے بعد ہے تو علیؑ ہی کا کچھ کلام

(ر) یہ عرض خاکسار کی ہے : یہ عرضِ خاکسار ہے بس ۷۸

(ش) ۸۴ بند کے بعد کا ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے جو حذف کر دیا گیا

(ت) تو : جو ۹۳

(ث) اب جہاں : سب جہاں ۹۵

(خ) رو رہا ہوں : رو رہا ہوں ۹۶

(ذ) فوت ہو گئے : ڈوب گئے ۱۰۲

(ض) ماتم سے ہے فراغ : ماتم سے انفراغ ۱۰۷

(ظ) دوڑے : دوڑی ۱۰۹

(غ) یہاں ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے۔ حذف کر دیا گیا

(الف - ۱) یہاں ایک بند مراثی انیس میں زائد ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ب - ۱) جانتا ہے : جانتے ہیں ۱۲۵

(ج - ۱) آبِ بقا ہو اب : آبِ بقا ہو یہ ۱۲۵

(د - ۱) ؎ وہ پڑھ کے چند شعر رجز شاہِ دیں بڑھے ۱۳۰

؎ جب رن میں تیغ تول کے سلطانِ دیں بڑھے

(ہ - ۱) ؎ آہو پہ شیر شرزہ نو غاب آئے جس طرح ؎ کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح ۱۳۲

(ز - ۱) دم میں : دو میں ۱۳۸

(ح - ۱) ہاتھ دستیاب نہیں : اب ہاتھ دست یاب نہ تھے ۱۴۲

(ط - ا) ہیں : تھے ۱۴۲

(ی - ا) مُرغ وہم کے : مکروہ وہم کے ۱۴۶

(ک - ا) سر جھکا کے : سر جھکانے ۱۵۰

(ل - ا) یہ بند مراثی انیس میں نہیں ہے

(م - ا) ۔ سیر پہ جس نے ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا ۱۵۵

۔ جس نے کہ سر پہ ہاتھ رکھا تن پہ سر نہ تھا

(ن - ا) وہ لب : تھے لب ۱۵۸

(س - ا) ۱۶۶ بند میں تیسرے اور چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ع - ا) ۱۷۸ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے

(ف - ا) ۱۸۴ بند درج انیس میں نہیں ہے۔ حذف کر دیا گیا

(ص - ا) تھامے ہوئے جگر : بھائی کی لاش پر ۱۸۸

مرثیہ ۱۷

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس، بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد سوم ۱۸۹۲ء مطبع نامی منشی نول کشور کانپور

(الف) پھیروں گا : موڑوں گا

مرثیہ ۱۸

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۶ء۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

(الف) تشنہ و بےکس : تشنہ لب بےکس ۳

(ب) نیزے کے ، نیزے پہ ۳

(ج) ــ کوئی آتا نہیں لاشے ہی اٹھانے کے لیے ــ کوئی آتا بھی نہیں لاش اٹھانے کے لیے ۳

(د) جنت میں ، جنت کو ۴

(ہ) چلاتی تھیں ، چلاتی ہیں ۶
آتی تھیں ، آتی ہیں

(و) سید لولاک ، احمد مختار ۷

(ز) مہم ہوگئی سر ، لڑائی ہوئی سر ۸

(ح) قتل کیا ، ذبح کیا ۹

(ط) پہ جبیں ، میں جبیں ۱۰

(ی) بے کینہ ، پُر نور ۱۱

(ک) آنکھوں تلے ، آنکھ تلے ۱۲

(ل) ــ مجھ سے منہ پھیر کے دو مرتبہ مانگا پانی ــ مجھ سے دو مرتبہ منہ پھیر کے مانگا پانی ۱۴

(م) چھاتی پہ ، سینے پہ ۱۴

(ن) شکر ہے شکر ، شکر صد شکر ۱۶

(س) کریں (ردیف) ، کرو (ردیف) ۱۶

(ع) حکم یہ سن کے ، یہ سخن سن کے ۱۸

(ف) ــ کاٹ کر لاشوں کے سر نیزے کی نوکوں پہ دھرے ۱۸
ــ کاٹ کر لاشوں کے سر نوک پہ نیزوں کی دھرے

(ص) مضطرب : پیٹتی ۱۹

(ق) مرے بچپن پہ ترس کھائے کوئی ــ شہ والا کو بلا دے کوئی ۱۹

(ر) بابا کو بلا لائے کوئی ، بابا کو بلا دے کوئی ۱۹

(ش) پوچھوں ، بلواؤں ۲۰

(ت) بے پر : مضطر ۲۰

(ث) گلزار رکھی ، مخفی رکھی ۲۱

(خ) ــ ننھے سر پیٹتی گئی بالی سکینہ اس جا : بے حواسی میں سکینہ گئی دوڑی اس جا ۲۳

(ذ) — شمر نے بانوئے آفت زدہ وطن کو لوٹا — ستم ایجادوں نے اک شب کی دلہن کو لوٹا ۲۳
— جی مرا ڈرتا ہے چھاتی سے لگا لو مجھ کو — مرے اوہرنہ کوئی چھپے چھپا لو مجھ کو

(ض) چونک کر غش سے : کھول کر آنکھ ۲۳

(ظ) ہے غضب : لٹ گئے ہم ۲۳

(غ) پچیسواں بند مراثی انیس میں ہے۔ مرثیہ انیس میں نہیں ہے

(الف۔۱) جلادوں میں : ملعونوں میں ۲۶

(ب۔۱) — باندھو مضبوط کمر کانٹوں پہ جانے کے لیے
بیڑیاں آتی ہیں پاؤں میں پہنانے کے لیے — ٹیپ کا بند ۲۶
— اونٹ موجود ہیں ناموس کے بٹھلانے کو
بیڑیاں آتی ہیں بھاری ترے پہنانے کو — ٹیپ کا بند

(ج۔۱) میدانِ قتال : صحرائے قتال ۲۸

(د۔۱) شۂ بےکس کی وصیت کو : صدقہ ماں باپ کی باتوں کو ۲۹

(ہ۔۱) حمد و ثنا : حمدِ خدا ۳۰

(و۔۱) مظلومی : تنہائی ۳۱

(ز۔۱) اے لال : خنجر سے ۳۱

(ح۔۱) اے مرے عابد : عابد و زاہد ۳۱

(ط۔۱) بجز شکرِ خدا : بجز شکر کوئی اور ۳۲

(ی۔۱) لگاؤ : لگا دو ۳۷

(ک۔۱) پیمبر : محمد ۳۸

مرثیہ ۱۹

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد سوم ۱۹۳۰ء۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۷۶ء مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف) — گویا نبی نے آج جہاں سے وفات کی — گویا جہان سے آج نبی نے وفات کی

(ب)	گر پڑتے	:	گرتے تھے	۳۶
(ج)	تھے وہ در	:	تھا وہ در	۴۳
(د)	ہیں	:	تھیں	۵۵

مرثیہ ۲۰

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد رابع ۱۸۸۱ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد چہارم ۱۹۵۸ء ، مطبع تیج کمار وارث نول کشور پریس، لکھنؤ

(الف)	سرمہ دیا	:	سرمہ کیا	۸
(ب)	اس کا ہے	:	اسی سے ہے	۱۹
(ج)	خوشی ہوگئی شیریں	:	جو خوش ہوگئی شیریں	۴۴
(د)	برتر	:	بڑھ کر	۴۵
(ہ)	پھولی نہ	:	پھولے نہ	۴۸
(و)	تجھ کو نہیں شاید خبر	:	شاید نہیں تجھ کو خبر	۵۵
(ز)	وہ قید ہے	:	وہ قیدی ہے	۶۰

مرثیہ ۲۱

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس۔ جلد چہارم ۱۹۵۸ء ۔ مطبع تیج کمار وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف) — سربرہنہ حرم احمدِ مختار آئے
— پیچھے سر کھولے ہوئے عترتِ اطہار آئے } ۱۹

(ب) بے پردہ ہے : بے پردہ ہو ۴۲

مرثیہ ۲۲

بنیادی نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اول ۱۹۳۵ء مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس جلد رابع ۱۸۷۷ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف)	اختر	:	گوہر	۵
(ب)	شکستگی و خرابی	:	شکستگی کا خرابے کی	۷
(ج)	ڈر نہ جائیں	:	مر نہ جائیں	۱۴
(د)	ان سے چھٹے	:	ماں سے چھٹے	۴۷
(ہ)	نہ سواری	:	کہ سواری	۵۰
(و)	رو رو کر	:	رو کر کس	۶۷
(ز)	لٹ گیا	:	کٹ گیا	۴۹
(ح)	سب کی	:	اس کی	۱۵۴

مرثیہ ۲۳

بنیادی نسخہ : مراثی انیس جلد سوم ۱۹۳۰ء ۔ مرتبہ نظم طباطبائی نظم
نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد اول ۱۸۸۲ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور
لکھنؤ

(الف)	غربت کا الم بے پدری	:	غربت الم بے پدری	۳
(ب)	بیڑی کبھی دیکھی کبھی	:	بیڑی کو کبھی اور کبھی	۳
(ج)	طرح ہوتا ہے	:	سوا ہوتا ہے	۵

(د) ۔ یا بیڑیاں بھاری ہیں اُسے لاکے پہناتے
۔ یا بیڑیاں بھاری اُسے لاکر ہیں پہناتے } ۶

(ہ)	عزیزوں سے	مریضوں سے	٦
(و)	ہرطرح	سب طرح	٩
(ز)	ہودج ومحمل	محمل وہودج	١٣
(ح)	بھائی	بھیا	٢٨
(ط)	میں نیل	یہ نیل	٢٨
(ی)	میں ہوں	ہوں میں	٣٣
(ک)	سوا چاہیے	جدا چاہیے	٣٤
(ل)	چادر	زیور	٣٦
(م)	چھپا دینے	چھپا لینے	٣٩
(ن)	تم قید میں جاؤ	تم شام کو جاؤ	٤٠
(س)	اک بوجھ ہے گھر کا	اک درد کمر کا	٤٢
(ع)	لاشے سے پسر کے	یاں لاشِ پسر سے	٤٣
(ف)	گھر تک بھی ابھی	گھر تک ہم ابھی	٦٦
(ص)	تن و سر	سر و تن	٧٥
(ق)	کوئی بیٹا ہے نہ بھائی	ہے کوئی بیٹا نہ بھائی	٧٤
(ر)	یہ کہتے ہی	یہ کہہ کے بس	٧٧

مرثیہ ٢٤

بنیادی نسخہ : مرثیہ میرانیس۔ جلد رابع ١٨٧٧ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ

دوسرا نسخہ : وقار انیس ۔ جلد اول ١٩٥١ء ۔ مرتبہ مہذب لکھنوی یونائیٹڈ پریس۔ لکھنؤ

(الف) پہلے بند کے ابتدائی چار مصرعے مرثیہ میرانیس اور وقار انیس میں مختلف ہیں۔

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی
بے تاب ہیں، بے صبر ہیں جی کھوتے ہیں قیدی

ــہ منھ گرد بھرے آنسوؤں سے دھوتے ہیں قیدی
بچوں کو لیے گودیوں میں لاتے ہیں قیدی (مرثیہ میر انیس)
دربار میں زنداں سے اسیروں کی طلب ہے
ناموسِ محمدؐ پہ عجب رنج و عتب ہے
کس صدمے میں ذرّیتِ سلطانِ عرب ہے
چادر بھی سروں پر نہیں یہ اور غضب ہے (وقارِ انیس)

(ب) یہ ہیں : یہ تھے ۲
(ج) کپڑا کچھ اوڑھاکر : ہم موندتے ہیں آنکھوں کو ۳
(د) رونے لگی : کہنے لگی ۵
(ﮦ) بلایا : بلاتا ۵
(و) رہ جائے یہ پردا : رہ جائے گا پردا ۷
(ز) شانوں میں : شانوں پہ ۱۰
(ح) کہہ دو مجھے دربار میں : دربار میں کہہ دو مجھے ۱۱
(ط) فکر و غم و اندوہ سے : قیدِ الم و رنج سے ۱۱
(ی) جو مرضی تری : جو مرضی مرے ۱۳
(ک) وقارِ انیس میں تین بند ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ مرثیہ انیس میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں بڑھا دیے ہیں۔
(ل) بعد اس کے یہ : اس وقت یہ ۱۸
(م) ۱۹ واں بند وقارِ انیس میں ہے جو ہم نے متن میں بڑھا دیا ہے ۱۹
(ن) ستائیسواں بند وقارِ انیس میں ہے۔ متن میں دیدیا گیا ہے ۲۷
(س) ماں جگر افگار : یہ جگر افگار ۳۰
(ع) دونوں جلدوں میں ردیف مختلف ہے۔ مرثیہ میر انیس میں ہے "ہے ہے" اور وقارِ انیس میں ہے "بی بی"
(ف) سر پہ عمامہ رکھوں : باندھوں عمامہ ابھی ۳۵
(ص) چھ بند وقارِ انیس میں زیادہ ہیں وہ ہم نے متن میں دے دیے ہیں۔ قیاس

یہ ہے کہ یہ سب کلام انیس کا ہی ہے۔

مرثیہ ۲۵

بنیادی نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد رابع [illegible]ء ۔ مطبع نامی منشی نول کشور، لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مرثیہ میر انیس ۔ جلد چہارم ۔ مطبع تیج کمار ۔ وارث نول کشور پریس لکھنؤ

(الف)	چہرہ ہے کہ	:	چہرہ وہ کہ	۲۲
(ب)	گھر سے نکلا	:	گھبرا کے نکلا	۲۷
(ج)	ترا کیا	:	تجھے کیا	۴۵
(د)	مجھے	:	ابھی	۴۸
(ہ)	ظالم	:	اظلم	۵۰
(و)	رو رو کی	:	کی رو کے	۵۳

مرثیہ ۲۶

بنیادی نسخہ : روحِ انیس ۔ مرتبہ سید مسعود حسین رضوی ادیب کتاب نگر لکھنؤ

دوسرا نسخہ : مراثی انیس ۔ جلد اول ۱۹۳۵ء ۔ مرتب نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

(الف)	یہ مرثیہ میر انیس نے اپنے بیٹے کو کہہ کر دیا تھا			
(ب)	ذرّوں کو	:	ذرّے کو	۲
(ج)	جس کے	:	جن کے	۵
(د)	معجزہ گر نے کہے	:	معجزہ گر اسے کہیے	۶
(ہ)	سنگ سیہ تو دم	:	سنگ گہر ہو	۸
(و)	صاف ہر رنگ سے ہو	:	ایک ایک حرف میں ہو	۹

(ز)	قلمِ فکر سے	: قلزمِ فکر سے	۱۰
(ح)	اس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب دونوں جلدوں میں بدلی ہوئی ہے۔		۱۲
(ط)	طبل بجا	: طبل بجے	۱۸
(ی)	کے برابر کوئی (ردیف)	: برابر تھا کوئی (ردیف)	۲۲
(ک)	چرخ	: عرش	۲۵
(ل)	اس بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے		۳۱
(م)	اسدِ حق	: اسد اللہ	۳۳
(ن)	ہیں گرچہ	. کے گرچہ	۳۶
(س)	سینوں پہ	: سینۂ صاف پہ	۳۹
(ع)	جنگ منظور نہ تھی ان سے	: ان سے منظور نہ تھی جنگ	۴۲
(ف)	لوٹتے رن میں سرد جسم	: تن و سر لوٹتے ریتی پہ	۴۳
(ص)	ہوک اٹھتی تھی کبھی	: ہوک اٹھی کبھی	۴۵
(ق)	انچاس بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے		۴۹
(ر)	ان کا	: ان کے	۴۹
(ش)	حالی	: عالی	۵۵
(ت)	یہ کہنے لگی	، کہنے لگی یہ	۶۰
(ث)	نہ گھبراؤ اے گل اندام	: نہ گھبرائیو، تم اے گل نام	۶۳
(خ)	اب نہ یاد رہے کوئی ساتھ	: اب کوئی ساتھ نہ یاد رہے	۶۴
(ذ)	تیغیں آری ہوئیں	: تیغیں عاری ہوئیں	۷۴
(ض)	کٹ چکتے ہیں	. کٹ جاتے ہیں	۷۵
(ظ)	مل گئی جس کے گلے سے	: جس کی گردن سے وہ گزری	۷۶
(غ)	گھوڑے کو	. گھوڑے سے	۹۲
(الف۔۱)	گھر گئے سبطِ نبیؐ	: چھپ گئے سبطِ نبیؐ	۹۲
(ب۔۱)	آنکھ کھولی تھی	. اٹھ کے دوڑی تھی	۹۹
(ج۔۱)	سر اٹھایا تو سرشہ کو	: منہ جو کھولا تو سرشہ کو	۹۵

مرثیہ ۲۷

بنیادی نسخہ : مراثی انیس۔ جلد اول ۱۹۳۵ء۔ مرتب نظم طباطبائی نظم نظامی پریس بدایوں

دوسرا نسخہ : مخطوطہ۔ ملکیت ابنِ حیدر، امروہی۔ نقل کیا گیا ۱۹۱۰ء

(الف) اس مرثیہ کا پہلا مطلع عام طور پر مطبوعہ مرثیے میں نہیں ملتا ہے۔ مراثی انیس میں بھی نہیں ہے لیکن یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کا پہلا مطلع مندرجہ ذیل ہے، جو مخطوطہ میں موجود ہے ۔

واحسرتا کہ عہد جوانی گزر گیا　　　ہنگام قوتِ ہمہ دانی گزر گیا
وہ زور و شور سحر بیانی گزر گیا　　　اب کیا علاج فرق سے پانی گزر گیا
پھر لاے باغ بزم میں شیعہ بہم نہیں
افسوس مجلسیں تو وہی ہیں پہ ہم نہیں

(ب) بھائی نہ وہ رفیق نہ وہ نورِعین تھے　　　دو بہنیں رونے والیاں تھیں اک حسینؑ تھے
بھائی تھے نہ رفیق نہ وہ نورِعین تھے　　　رانڈیں کئی تھیں اور اکیلے حسینؑ تھے

(ج) خادم ہے واں کوئی : خادم وہاں کوئی تھا　۲
(د) جان سے : زیست سے　۵
(ہ) سے : یہ　۶
(و) خوب : موت　۶
(ز) آٹھویں بند میں دوسرے اور تیسرے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے　۸
(ح) اتنا نہیں جو گرتے ہوئے کو سنبھال لے : اتنا کوئی نہیں کہ جو گردن سنبھال لے　۸

لہ یہ مخطوطہ نقل ہے اس مرثیہ کی جو لکھنؤ میں ۲ رماہ شعبان ۱۲۹۲ھ میں سید عابد علی رضوی کے اہتمام میں مطبع حسینی اثنا عشری میں طبع ہوا تھا۔ میر انیس کی وفات کے ۲ ماہ سات دن بعد ان کے بیٹے میر نفیس نے اس مرثیہ کے ابتدائی بند بارہ بنکی میں پڑھے تھے۔ یہ اطلاعات اور مخطوطہ جناب نائب حسین نقوی سے حاصل ہوا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(ط) بیٹھے ہوئے ہیں سب صف ماتم پہ کھولے بال : ماتم کی صف پہ بیٹھی ہیں کھولے سر کے بال ۹

(ی) گئے : ملے ۱۰

(ک) ہماری بھی : تمہاری بھی ۱۱

(ل) ایک بند مخطوطہ میں زائد ہے

(م) ہے اس کی ذات راحم و غفار و پردہ دار : رزاق و مہربان و خطا پوش و پردہ دار ۱۳

(ن) سب کی : سبھوں کی ۱۴

(س) طفلِ یتیم : نے یتیم ۱۴

(ع) ان : آپ ۱۵

(ف) بھائی بھانجے : بھائی سامنے ۱۵

(ص) وہ قید میں : نے قید میں ۱۵

(ق) بولی : بولیں ۱۷

(ر) اے جانِ فاطمہ خلفِ شیرِ ذوالجلال : اے فاطمہ کے لختِ جگر اے علی کے لال ۱۷

(ش) فرمایئے تو : دیجے رضا تو ۱۷

(ت) حلالِ مشکلات : مشکل کشا کے لال ۱۸

(ث) ناگوار ہے صاحب : کاٹتا ہے جگر کو ۱۹

(خ) بازو پہ : پاؤں پہ ۲۲

(ذ) حیدر کا : زہرا کا ۲۳

(ض) مولا نے : آقا نے ۲۷

(ظ) زلف سے شب کی : زلف کی شب سے ۲۸

(غ) ابرو ہے یا کھنچی ہوئی : ابرو ہیں یا کھنچے ہوئے ۳۰

(الف - ۱) خود : تو ۳۲

(ب - ۱) کوثر کی : کوثر بھی ۳۲

(ج - ۱) تیز : مست ۳۲

(د - ۱) ہے زلہ نواز نہ ہما صاحبِ امتیاز : آہو فریب و عشوہ و فرشِ کرشمہ ساز ۳۴

(ہ - ۱) ہے یہ عرق : یہ ہے عرق ۳۸

(د-۱)	یہاں ایک بند مخطوط میں زائد ہے			
(ز-۱)	یہ ذہن	.	وہ ذہن	۲
(ح-۱)	یہ بند مراثی انیس میں ہے مخطوط میں نہیں ہے			۴۲
(ک-۱)	چیر کر شب بلدا	:	چھوڑ کر شب تیرہ	۴۵
(ل-۱)	ہیں	:	ہے	۴۶
(م-۱)	افلاک گر پڑے نہ	:	نہ آسماں گرا نہ	۴۷
(ن-۱)	سے	:	کی	۴۸
(س-۱)	بلبل اشتیاق میں گل	:	یا بلبل ریاض شجاعت	۵۲
(ع-۱)	پلنگ	:	نہنگ	۵۶
(ف-۱)	دریا	.	بہیا	۵۹
(ص-۱)	۶۸ بند مخطوط میں ساٹھواں بند ہے			
(ق-۱)	۶۶ ، ۶۸ ، ۶۹ بند مخطوط میں پہلے ہیں۔ مراثی انیس میں بعد میں			
(ر-۱)	کیا مدح ہو حسین کی جنگ و جلال کی	:	اللہ رے جنگ مصحفِ ناطق کے لال کی	۷۱
(ش-۱)	سیر اس کی	:	سب اس کو	۷۲
(ت-۱)	تھے (ردیف)	:	ہیں (ردیف)	۷۳
(ث-۱)	فلک	:	تک	۷۶
(خ-۱)	لگام	:	لجام	۷۷
(ذ-۱)	سرخ فام	:	لالہ فام	۷۷
(ض-۱)	پہنچے	:	پائے	۸۲
(ظ-۱)	جس کے مقابل نہ ہے	:	جس کے مقابل ہو نہ	۸۳
(غ-۱)	ہیں نشان	:	تھیں علم	۸۵
(الف-۲)	۸۷ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے			۸۷
(ب-۲)	خوف	:	ضرب	۸۷
(ج-۲)	خفیف	:	خوف	۸۸
(د-۲)	زمک	:	حمک	۹۲

(ہ - ۲) عزا : غذا ۹۳
(و - ۲) تھا : ہے ۹۷
(ز - ۲) تھے : ہیں ۹۹
(ح - ۲) لوا : عیاں ۱۰۰
(ل - ۲) سختی (قافیہ) : ہے (قافیہ) ۱۰۲
(م - ۲) امن کی چادر : چادریں اپنی ۱۰۳
(ن - ۲) زور میں مرحب قوی ہیں دیو : زور میں عنتر جفا میں دیو ۱۰۵
(س - ۲) بتاتا ہے تو : بتادی انھیں ۱۰۷
(ع - ۲) ؎ تنہا نہ کوئی بھائی ہے جس کا نہ اب حبیب
تنہا نہ دوست کوئی نہ ہمدرد نے حبیب ۱۰۸
(ف - ۲) اگر ہے تجھے : تجھے ہو اگر ۱۱۰
(ص - ۲) تخریہ شعر پڑھ کے : پڑھ کے رجز کے شعر ۱۱۳
(ق - ۲) ۱۱۴ بند کا دوسرا مصرعہ مخطوطہ میں درج نہیں ہے ۱۱۴
(ر - ۲) پائے مور : مثلِ مور ۱۱۵
(ش - ۲) چپ رہ : خاموش ۱۱۶
(ت - ۲) دارِ فنا : دارِ غرور ۱۱۸
(ث - ۲) ۱۱۸ کا تیسرا مصرعہ مخطوطہ میں آدھا درج ہے ۱۱۸
(خ - ۲) مخطوطہ میں ۱۱۹ بند کا پہلا مصرعہ نہیں ہے ۱۱۹
(ذ - ۲) آئی : پلٹی ۱۲۱
(ض - ۲) قطع : طرح ۱۲۲
(ظ - ۲) سناں بھی دو پارہ تھی : سناں پارہ پارہ تھی ۱۲۳
(غ - ۲) آپ سے : آہو ۱۲۵
(الف - ۳) صفدر : گھڑی ۱۲۸
(ب - ۳) یوں کوندکوند کر : یوں تیغ کوند کر ۱۳۰
(ج - ۳) تواں : رواق ۱۳۲

(د - ۳) ناصر کہاں : یاور کہاں ۱۳۳

(ہ - ۳) اڑا کے : بڑھ کے ۱۳۵

(و - ۳) اڑ گئے : ہو گئے ۱۳۵

(ز - ۳) آئی : ٹوٹی ۱۳۶

(ح - ۳) بڑھی : پھری ۱۳۶

(ط - ۳) لال : سُرخ ۱۳۷

(ی - ۳) آری تھی : عاری تھی ۱۴۰

(ک - ۳) گھوڑے کے پاؤں کٹ گئے مثلِ خیارِ تر : گھوڑے کے چاروں پاؤں قلم تھے عدو کا سر ۱۴۴

(ل - ۳) گھوڑے سے گرتا ہے : گرتا ہے گھوڑے سے ۱۴۷

(م - ۳) ہاتھوں کو : بازو کو ۱۴۸

(ن - ۳) کیا بافضا : گو بافضا ۱۵۰

(س - ۳) ۱۵۱ بند میں تیسرے چوتھے مصرعے کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۱۵۱

(ع - ۳) پسرِ سعد : عمر سعد ۱۵۲

(ف - ۳) تنہا : بےکس ۱۵۲

(ص - ۳) ۱۵۶ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۱۵۶

(ق - ۳) ۱۵۹ بند میں تیسرے چوتھے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہے ۱۵۹

(ر - ۳) ۱۶۰ میں پانچوں چھٹے مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۱۶۰

(ش - ۳) رحم مری بےکسی پہ کھاؤ : رحم کرو لاشہ کو بتاؤ ۱۶۳

(ت - ۳) آفت نصیب : بےنصیب ۱۶۵

(ث - ۳) گھر لٹا دیا : لٹ گئے ۱۶۶

(خ - ۳) پانچویں اور چوتھے مصرعہ کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ۱۶۸

فرہنگ

مرثیہ نمبر ا

دشتِ وغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے

ا۔ کہربا — ایک زرد رنگ کا پتھر جو گھاس کو اپنی طرف اس طرح کھینچتا ہے جیسے مقناطیس لوہے کو۔

۲۔ رشکِ فضائے ارم۔ جس پر جنّت کی وادی کو رشک آئے۔

۳۔ تتقِ نور — روشنی کا کھمبا

۴۔ پرتو فگن ہوا جو رُخِ قبلہ انام

اس بند میں امام حسین کے چہرۂ مبارک کے نور کے پرتو کا ذکر کر کے کربلا کی زمین کی بزرگی اور شان کو طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ خاکِ شفا — کربلا کی مٹی کو خاکِ شفا کہتے ہیں۔ اس پر شیعہ حضرات سجدہ کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ اس کی چٹکی چٹانے سے مریض کو صحت ہو جاتی ہے۔

۶۔ سارے نہال فیضِ قدم سے ہوئے نہال۔

اس مصرعے میں ایک جگہ نہال کے معنی درخت کے ہیں اور دوسری جگہ خوشی سے باغ باغ ہو جانے کے ہیں۔

۷۔ شجرِ طور — طور پہاڑ کا درخت۔ طور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسٰے کو خدا کے نور کی تجلّی نظر آئی تھی اور طور کے سب درخت اور خود پہاڑ جل کر خاک سیاہ ہو گئے تھے۔

۸۔ چودہ طبق — یعنی ساری کائنات (۶)

مبتذل — گھٹیا۔ غیر مہذب (۹)

۱۰۔ ریشِ مخضب ۔ خضاب لگی ہوئی داڑھی (۹)

۱۱۔ پیدا ہیں صاف معنیِ واللیل و والقمر (۹)

یعنی امام حسینؑ کی خضاب لگی داڑھی اور رخِ روشن واللیل و والقمر کا

یعنی روشنی اور تاریکی کا منظر پیش کر رہے تھے۔

۱۲۔ دُرج ۔ ڈبیا (۱۰)

۱۳۔ شمعِ حریم لم یزلی تھا گلوئے شاہ

امام حسینؑ کی گردن (گلو) کو خانۂ کعبہ کی شمع سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۴۔ محمدؐ کی بوسہ گاہ۔ جناب رسول اللہ فرطِ محبت میں امام حسینؑ کے گلے کے بوسے لیتے تھے۔ (۱۱)

۱۵۔ حصیر ۔ بوریا۔ چٹائی (۱۳)

۱۶۔ نُہ فلک سے ۔ نویں آسمان سے (۱۳)

۱۷۔ جبریل تہ کیے ہوئے تھے زانوئے ادب (۱۴)

یعنی حضرتِ جبریل جیسا جلیل القدر فرشتہ جناب رسالتمآب کے

سامنے شاگرد کی طرح بیٹھا تھا۔

۱۸۔ بلال و قنبر ۔ رسول اللہ کے دو غلاموں کے نام۔ حضرت بلال موذنِ اوّل ہیں (۱۴)

۱۹۔ گیسو تھے وہ مفسرِ واللیل اِذا سجا (۱۵)

ایسے گیسو جو سورۂ واللیل کی تفسیر تھے

۲۰۔ والشمس و والضحا۔ کلامِ پاک کی ایک سورت۔ صبح کے اجالے اور سورج کی قسم (۱۵)

۲۱۔ ہیکل یہاں مطلب بازو بند سے ہے (۱۸)

۲۲۔ بیت الشرف ۔ بزرگی والا مکان۔ مطلب جناب فاطمہؑ کے گھر سے ہے (۲۹)

۲۳-۲۴۔ ابوذر ۔ سلمان ۔ رسول اللہ کے معزز صحابی (۳۷)

۲۵۔ الماس ۔ ہیرا (۵۱)

۲۶۔ زمردی ۔ زمرد جیسا۔ سبز (۵۱)

۲۷۔ الغیاث ۔ فریاد ہے (۵۴)

۲۸۔ مجتبیٰ ۔ امام حسنؑ کا لقب ہے (۵۷)

۲۹۔ مالک الرقاب ۔ حفاظت کرنے والا آقا یعنی خدائے تعالیٰ (۶۴)

۲۰۔ مستجاب ۔ قابلِ قبول (۶۴)

۲۱۔ روح الامین۔ حضرت جبریل کا لقب (۶۵)

۲۱۔ خورد سال کم سن (۶۷)

۲۲۔ مخبرِ صادق سچی خبر دینے والا ۔ حضرت رسول اللہؐ کا لقب (۶۷)

مرثیہ نمبر ۲

کیا بحر ہے وہ بحر کنارہ نہیں جس کا

۱۔ جینے کے ہیں لالے ۔ جان کی پڑی ہے ۔ زندگی سے ناامیدی ہے۔ (۲۶)

۲۔ سبزے کا نکلنا۔ داڑھی مونچھ نکلنے کی ابتدا (۲۹)

۳۔ خط بھرنا۔ داڑھی کا اچھی طرح نکل آنا (۲۹)

۴۔ میں غیر ہوں اس گھر میں مرا کوئی نہیں ہے (۳۵)

حضرت شہر بانو ایران کی شاہزادی تھیں جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں
بندی میں آئی تھیں اور حضرت علیؓ نے ان کو آزاد کرا کے امام حسینؑ
سے شادی کردی تھی۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ ستار۔ خدا کے اسمائے حسنہ میں سے ایک (۳۸)

۶۔ سیدِ سجاد۔ چوتھے امام ۔ امام حسینؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے (۴۲)

۷۔ کبریٰ، صغریٰ، سکینہؑ۔ امام حسینؑ کی صاحبزادیوں کے نام (۴۲)

۸۔ اس باغ میں ہے زرد کوئی اور کوئی زردار (۴۵)

اس بند میں دنیا کو باغ کہہ کر اس کی مناسبت سے بہت سے الفاظ
مثلاً نرگس بیمار، سرو آزار، قمری، گل، خار، شبنم وغیرہ کو بڑی خوبی
سے نظم کیا گیا اور دنیا کی حالت، بے ثباتی عروج و زوال کو بڑے کمال
اور پُر اثر انداز میں دکھایا ہے۔

۹۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ بند میں دنیا کی بے ثباتی اور زمانے کے (۴۶-۴۹)
تغیر کو طرح طرح کی تشبیہوں، استعاروں اور مثالوں سے ثابت کیا
گیا ہے۔

۱۰۔ نکیرین۔ منکر نکیر۔ دو فرشتے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ مرنے والے (۴۹)

سے قبر میں سوال جواب کریں گے

۱۱۔ ازدواج و اطفال۔ میاں، بیوی، بچے (۵۰)

۱۲۔ دل بند کلیجے کا ٹکڑا، اولاد (۵۱)

۱۳۔ مخدومہ کونین کی جائی۔ حضرت زینبؑ، مخدومہ کونین جناب فاطمہؑ کا لقب ہے۔

۱۴۔ عمو۔ چچا۔ یہاں مراد امام حسنؑ سے ہے۔ (۵۳)

۱۵۔ وادیِ ایمن بہشت کی وادی۔ وادیِ طور کو بھی کہتے ہیں۔ (۵۶)

۱۶۔ شیریں سخن و گل بدن و غنچہ دہن ہیں (۵۶)

امام حسینؑ کی زبان سے اپنے لاڈلے بیٹے کی خوبیاں بڑے درد کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ وہ میٹھی زبان والا، پھول جیسے جسم اور کلی جیسے دہن والا نوجوان ہے۔

۱۷۔ صاحبِ لولاک۔ جناب رسول اللہؐ کا لقب (۵۷)

۱۸۔ اعجاز، مسیحؑ کے نظر آئیں گے مجھ سے۔ (۵۷)

۱۹۔ امام حسینؑ کربلا کی خاک سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں کہ جب ہم صورتِ رسول (علی اکبرؑ) کو تو اپنے دامن میں لے گی تو تجھ سے کیا کیا معجزے ظہور پذیر نہ ہوں گے۔

۱۹۔ دُرِ ثمیں۔ نہایت قیمتی موتی (۵۸)

۲۰۔ خاتم کے سلیماںؑ کا نگیں تجھ کو ملا ہے (۵۸)

یعنی یہ حضرت سلیمانؑ کی بے بہا مہر کا نگینہ ہے جو تیری خاک میں پنہاں ہوگا۔

۲۱۔ زہے طالعِ بیدار۔ میری قسمت چمک اُٹھی، کیا خوب تقدیر ہے۔ (۵۹)

۲۲۔ قعرِ جہنم۔ دوزخ کی تہ۔ سب سے نچلا طبقہ، بدترین حصّہ (۶۳)

۲۳۔ قارون۔ قدیم زمانے میں ایک بہت مالدار شخص تھا۔ کلامِ پاک میں ہے اس کے خزانے کی چابیاں ایک پوری جماعت اُٹھاتی تھی۔ لیکن وہ نہایت خسیس تھا، گھمنڈی تھا، خدا نے اُسے

سزادی اور وہ اپنی ساری دولت سمیت زمین میں دھنس گیا۔

۲۴۔ ۶۹ بند سے ۷۵ بند تک میرانیس نے امام حسینؓ کے حُسن وشان کی مدح سرائی سر سے لے کر قدم تک بڑی صناعی اور خوبی کے ساتھ کی ہے۔ الفاظ کی شوکت، بندش اور مبالغہ لکھنوی شاعری کے انداز کا ہے لیکن اس میں بھی یہ کمال ہے کہ حسینؓ کا وقار اور اعلےٰ مقام مجروح ہونے نہیں پاتا۔ (۶۹-۷۵)

۲۵۔	غاشیہ برداری۔	خدمت کرنا	(۶۷)
۲۶۔	تگ ودَو۔	دوڑ دھوپ، کوشش	(۶۸)
۲۷۔	اَب وجد۔	باپ دادا۔ بزرگ	(۶۹)
۲۸۔	گُلِ سَرسَبد۔	بہترین پھول (پھولوں کی ٹوکری کا بہترین پھول)	(۸۲)
۲۹۔	مرگِ مفاجات۔	اچانک موت کسی حادثہ سے ختم ہوجانا۔	(۸۵)
۳۰۔	کُرّہ۔	پہاڑ۔ کوہ	(۸۸)
۳۱۔	سَروَر۔	سردار۔ مطلب امام حسینؓ	(۹۰)
۳۲۔	شمشیرِ سرانداز۔	سر کاٹنے والی تلوار	(۹۱)
۳۳۔	قدر انداز۔	ماہر تیرانداز (جس کا نشانہ خطا نہ کرے)	(۹۱)
۳۴۔	خانہ برانداز۔	گھر برباد کرنے والا، تباہ کرنے والا	(۹۱)
۳۵۔	فتنہ انداز۔	چغل خور، لڑائی کرانے والا	(۹۱)
۳۶۔	سوفار۔	تیر کی نوک	(۹۳)
۳۷۔	بچورنگ۔	کاٹ دینا۔ چار ٹکڑے کر دینا۔	(۹۴)
۳۸۔	خفّاش۔	چمگادڑ۔ شپرہ	(۹۵)
۳۹۔	ددودام۔	درندوں کا جال۔ وحشی جانوروں کو پھانسنے کے لیے پھندا۔	(۹۶)
۴۰۔	صمصام۔	تلوار	(۹۹)
۴۱۔	مشوش۔	فکرمند، تشویش میں ہونا۔	(۹۷)
۴۲۔	آہنگ۔	لے۔ یہاں مطلب کوشش سے ہے۔	(۱۰۲)
۴۳۔	تیرسہ شبہ۔	تین پھل والا تیر	(۱۱۸)

مرثیہ نمبر۳

جب رن میں سربلند علیؑ کا علم ہوا

۱۔ چرخِ زبرجدی۔ سبزی مائل آسمان، نیلا آسمان۔ (۱)

۲۔ فوق۔ بلندی، لفظی معنی برتر ہونا۔ (۳)

۳۔ تحت۔ پستی (نیچے) (۳)

۴۔ ہفتہ دوست۔ وقتی دوست (۶)

۵۔ ماہِ کنعاں۔ کنعاں کا چاند۔ مراد حضرت یوسف سے ہوتی ہے (۹)

۶۔ زشت۔ بدنما، بھونڈا (۹)

۷۔ فریدوجم۔ ایران کا بادشاہ (۱۴)

۸۔ خسروِ عرب۔ عرب کا بادشاہ (۱۴)

۹۔ کیواں خدم۔ جس کے خادم ساتوں آسمان ہوں (۱۶)

۱۰۔ بھٹ۔ نشانہ (۲۴)

۱۱۔ خروش۔ شور۔ یہاں مطلب دہائی سے ہے (۳۳)

۱۲۔ حبیب ابنِ مظاہر۔ امام حسینؑ کے جاں نثار دوست جو کربلا میں آپ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (۳۴)

۱۳۔ زہیر قین۔ امام حسینؑ کے جان نثار ساتھی۔ آپ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۶)

۱۴۔ عقیل۔ حضرت علیؑ کے بھائی، جن کے بیٹے مسلم امام حسینؑ کے سفیر تھے۔ کوفہ میں شہید کیے گئے اور دو بیٹے کوفے میں شہید ہوئے دوسرے امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی۔ (۳۸)

۱۵۔ برادرانِ علم بردار۔ حضرت عباسؑ کے بھائی، حضرت علیؑ کے بیٹے (۳۹)

۱۶۔ پچاسوا بند روحِ انیس میں نہیں ہے

۱۷۔ پیک۔ قاصد (۵۷)

۱۸۔ ناموسِ شاہ۔ امام حسینؑ کے خاندان کی عورتیں (۵۷)

۱۹۔ رویئں تن۔ بہت بہادر شخص (۶۰)

۲۰۔ بازو کے ہاتھ سے۔ مطلب بھائی سے ہے۔ بھائی کو قوت بازو کہا جاتا ہے۔ (۶۹)

۲۱۔ حضرت۔ مراد امام حسینؑ (۷۱)

۲۲۔ خیر النسار۔ عورتوں میں سب سے نیک۔ جناب فاطمہؑ کا لقب۔ (۷۵)

۲۳۔ سید البشر۔ انسانوں میں سب سے بڑا، جناب رسالت مآب کا لقب ہے۔ (۸۱)

۲۴۔ پا تراب ہے۔ (سفر کی تیاری) مطلب ہے کہ میرا وقت بھی اب قریب ہے۔ (۹۰)

۲۵۔ سمندِ براق سیر۔ آسمانی گھوڑے کا نام، جس پر سوار ہو کر شبِ معراج رسول اللہؐ (۹۲)
عرش پر تشریف لے گئے تھے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ گھوڑا بھی ایسا
ہی تیز رفتار ہے۔

۲۶۔ رَن میں سپاہِ شر اُسے روکے تو یہ بخیر
مطلب یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں دشمن کی فوج کا اُسے روکنا ممکن نہیں۔ (۹۳)

۲۷۔ پاکھر۔ گھوڑے کی زرہ، آہنی پوشاک، جو لڑائی کے وقت گھوڑے یا (۹۴)
ہاتھی کو پہنائی جاتی تھی۔

۲۸۔ چپ و راس و پیش و پس۔ بائیں، دائیں، سامنے، پیچھے (۹۸)

۲۹۔ سواں اور ایک سو ایک واں بند نول کشور کے مطبوعہ مرثیے میں نہیں ہے۔

۳۰۔ مثلِ شہ قلعہ گیر۔ حضرت علیؑ کی طرح، وہ ہمیشہ قلعے فتح کرتے تھے۔ (۱۰۵)

۳۱۔ مثلِ جنابِ امیر آئے۔ یہاں حضرتِ عباسؑ بن علیؑ کو حضرت علیؑ کا نمونہ کہا گیا ہے۔
جناب امیر حضرت علیؑ کو کہا جاتا ہے۔ (۱۰۵)

۳۲۔ رَفرَف۔ اس سواری کا نام جس پر جناب رسولِ خدا شبِ معراج خدا کی بارگاہ (۱۰۷)
تک تشریف لے گئے تھے۔

۳۳۔ امیرِ عرب۔ حضرت علیؑ (۱۱۰)

۳۴۔ تیغ دو دستی۔ ایسی تلوار جو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چلائی جائے۔ (۱۱۱)

۳۵ ۱۱۸ سے ۱۲۵ تک کے بند جو روحِ انیس میں ہیں۔ مرثیۂ انیس منشی نول کشور میں
نہیں ہیں۔

۳۶۔ جان۔ مطلب جن سے ہے (۱۲۱)

۳۷۔ دِیَت۔ خون بہا، وہ معاوضہ جو کسی کی جان کے بدلے میں اس کے ورثا کو (۱۲۳)

دیا جا سکتا ہے۔

۳۸۔ بیرقیں۔ جھنڈے (۱۲۳)

۳۹۔ بوڑی۔ برچھی یا نیزے کا پھل (۱۲۹)

۴۰۔ شہ آسماں اساس۔ ایسا بادشاہ جس کا درجہ آسمان کی طرح بلند ہوں۔ مراد امام حسینؑ
سے ہے۔ (۱۳۲)

۴۱۔ عبد۔ خادم، ملازم، غلام (۱۵۳)

۴۲۔ ۱۶۳ کے بعد کا بند روحِ انیس میں نہیں ہے اس کی جگہ دوسرا بند ہے۔

۴۳۔ ۱۶۶ اور ۱۶۷ بند نول کشور کے مطبوعہ مرثیوں میں نہیں ہے۔

مرثیہ نمبر ۴

حضرت سے جب برادرِ خوش خو جدا ہوا

۱۔ دریا نوال۔ دریا کی طرح فیاض، بخشش و کرم والا (۹)

۲۔ چلّے چڑھانا۔ تیر کو کمان پر چڑھانا (۱۲)

۳۔ جیسے ثمر پہ تاب جہاں تاب آفتاب
جس طرح کسی پھل پر آفتاب کی چمک دار روشنی پڑتی ہے (۲۷)

۴۔ امرِ صعب۔ دشوار کام (۳۱)

۵۔ بتول۔ جناب فاطمہ کا نام (۳۶)

۶۔ گیسوئے عنبر شمیم۔ ایسے بال جن سے عنبر کی سی خوشبو آئے۔ (۳۸)

۷۔ ہزبر۔ شیرِ ببر (۴۲)

۸۔ زہرا آب ہونا۔ پتّہ پانی ہو جانا، انتہائی خوف زدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ (۴۲)

۹۔ نہ برق میں یہ شرق۔ بجلی میں بھی یہ چمک نہ تھی۔ (۴۵)

۱۰۔ فلک نورد۔ آسمان کی دوڑ لگانے والا (۴۶)

۱۱۔ سحاب۔ بادل (۴۶)

۱۲۔ کاوا۔ گھوڑے کا گول چکر (۴۹)

۱۳۔ پیلپا۔ (اسے فیل پا بھی کہتے ہیں) ایک بیماری جس سے پیر ہاتھی کے [illegible]

پیروں کی طرح موٹے ہوجاتے ہیں۔

۱۴۔ کاسہ سر۔ کھوپڑی (۵۵)

۱۵۔ شپرک۔ چمگادڑ (۶۳)

۱۶۔ بہیا۔ باڑھ۔ سیلاب (۶۶)

۱۷۔ ڈونگرا۔ بہت زور کی بارش (۶۷)

۱۸۔ مرز و بوم۔ وطن مطلب زمین (۷۱)

۱۹۔ گویا تھا اک قرابہ معکوس پُرشراب (۷۳)

۲۰۔ دستِ تعدی پسند۔ ظلم یا سختی پسند کرنے والا ہاتھ (۷۴)

۲۱۔ کذّاب۔ جھوٹا، دروغ گو (۷۷)

۲۲۔ عمر ابنِ عبدوَد۔ ایک مشہور بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؑ نے شکست دے کر قتل کیا تھا۔ (۷۸)

۲۳۔ خیارِ تر۔ گیلا، تر، کھیرا یا ککڑی (۷۹)

۲۴۔ کیّاد۔ فریبی، دھوکے باز (۸۴)

۲۵۔ سیمرغ۔ کوہ قاف پر رہنے والا ایک بہت بڑا پرندہ۔ (۸۵)

۲۶۔ مدوجزر۔ سمندر میں آنے والا جوار بھاٹا (۸۵)

۲۷۔ کبد۔ جگر (۱۰۳)

۲۸۔ مخدومہ جہاں۔ جناب فاطمہؑ کا لقب (۱۱۳)

مرثیہ نمبر ۶

جب رَن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے

۱۔ دُرِّ نجف۔ سفید چمکدار نگینہ (بلور) جو نجف اشرف کے ایک علاقے میں پایا جاتا ہے۔ (۴)

۲۔ العظمۃ للّٰہ۔ خدا پناہ میں رکھے۔ (۱۲)

۳۔ گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے (۱۳)

زباں اس وقت مارے شرم کے بات کرنے کے قابل نہیں ہے
یعنی کسی سے کچھ مانگنا امام حسینؑ کی شان کے خلاف تھا۔

۴۔ منتِ کشِ ادنےٰ ابرو یہ جاگہ ہے غضب کی (۱۴)
یہ کیسی قیامت کہ اعلیٰ مرتبہ رکھنے والا ایک کم ظرف کمینے کا احسان
اٹھائے۔

۵۔ نہرِ لبن۔ جنت کی ایک نہر کا نام (۱۴)

۶۔ سبک سار۔ ہلکا ہونا۔ (۲۳)

۷۔ آیہ لا اسئلکم۔ قرآن پاک کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۵)

۸۔ بن کاہل۔ حرملہ بن کاہل علی اصغر کا قاتل تھا (۳۰)

۹۔ ہے تفسیر تھا وہ حاشیہ روئے کتابی
امام حسینؑ کے چہرے کو قرآن پاک کی تفسیر کہا ہے۔ (۴۳)

۱۰۔ ہم رتبہ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
یعنی اس چہرہ کا مرتبہ کلام پاک کے برابر تھا۔ (۴۴)

۱۱۔ ابرو ہے کلید در گنجینہ اسرار
امام حسینؑ کی بھنوؤں کو اسرارِ غیبی کے خزانہ کی کنجی کہا گیا ہے۔ (۴۵)

۱۲۔ اولو الابصار۔ آنکھوں والے، یہاں مطلب ہے اہلِ نظر (۴۵)

۱۳۔ یا شمسِ فلک، قوس کے پہلو میں عیاں ہے (۵۰)
امام حسینؑ کے کاندھے پر رکھی کمان کو قوس سے اور خود امام حسینؑ
کو سورج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۱۴۔ تگ و دو۔ کوشش، بھاگ دوڑ۔ (۵۱)

۱۵۔ روحی بفداک۔ میری جان آپ پر فدا ہو۔ (۵۳)

۱۶۔ محبوں۔ چاہنے والوں، دوست رکھنے والوں (۵۴)

۱۷۔ کھیت پڑنا۔ جنگ ہونا۔

۱۸۔ صفین و جمل۔ وہ مشہور لڑائیاں جو حضرت علیؑ نے اپنے مخالفوں سے لڑیں اور فتح پائی۔ (۵۹)

۱۹۔ ٹاپوں سے تھی تھی زمین۔ گھوڑے کے ٹاپوں سے زمین لرز رہی تھی۔ (۶۲)

۲۰۔ طارمِ افلاک۔ آسمان کے گنبد یعنی آسمان (۶۶)

مرثیہ نمبر ۷

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں

۱۔ کاہشِ جاں۔ جان کا ضرر، زندگی کا خطرہ۔ (۱)

۲۔ ہانی۔ حضرت مسلم کا دوست اور جاں نثار۔ ان کی حمایت کے جرم میں کوفیوں نے اُسے بھی شہید کر دیا تھا۔ (۱۵)

۳۔ حال دِگرگوں ہونا۔ حالت خراب ہونا۔ (۳۶)

۴۔ تعذیر۔ سزا دینا۔ (۴۲)

۵۔ محبوس۔ قید (۵۰)

۶۔ کرمِ لامتناہی۔ بے انتہا عنایت، مہربانی (۵۱)

۷۔ مسطر سی نمایاں تھیں رگیں صاف بدن کی (۵۴)
جسم کی ساری رگیں کاغذ پر کھنچی لکیروں کی طرح ظاہر ہو رہی تھیں۔

۸۔ انامل۔ انگلیوں کے سرے (۵۶)

۹۔ کاہیدہ بدن۔ دبلے، کمزور جسم (۵۷)

۱۰۔ نصیری کا خدا۔ ایک شدت پسند طبقہ، حضرت علیؑ کو معاذ اللہ، خدا مانتا تھا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۷۴)

۱۱۔ توشہ ہے توکل کا۔ یعنی زادِ سفر میں صرف خدا پر بھروسہ ہمارے پاس ہے۔ (۸۰)

۱۲۔ عسس۔ شہر کا محافظ، چوکیدار یا کوتوال (۹۱)

۱۳۔ نہالی۔ توشک، گدا (۹۸)

۱۴۔ گرگ۔ بھیڑیا (۱۰۵)

مرثیہ نمبر ۸

جب دولتِ سرور پہ زوال آگیا رن میں

۱۔ محملِ شہدا۔ شہیدوں کا قبیلہ (۱۸)

۲۔ واماندہ۔ مرنے والے کے پیچھے رہ جانے والے عزیز رشتے دار (۲۴)

۳۔ دودی نبض۔ دودی نبض، انتہائی کمزور نبض (۲۸)

۴۔ کبودی۔ نیلاہٹ (۲۹)

۵۔ تفتیدہ جگر۔ جس کا جگر جل رہا ہو (۳۳)

۶۔ بحل کرنا۔ معاف کرنا (۴۲)

۷۔ مصحف داور۔ قرآن پاک (۵۲)

۸۔ حجت نہ رہے کوئی کہ میں حجتِ حق ہوں (۶۵)

مطلب یہ کہ کوئی دلیل یا بحث باقی نہ رہے کہ میں خود سچائی کی دلیل ہوں۔

۹۔ ان پر کسی کو نہیں تقدیم۔ ان سے بڑے مرتبہ والا کوئی نہیں ہے (۷۰)

۱۰۔ شافعِ اُمت۔ امت کو بخشوانے والا۔ یہ لقب جناب رسالت مآبؐ کا ہے۔ یہاں انیس نے امام حسینؑ کے لیے استعمال کیا ہے کہ وہ رسول کے نواسے ہیں۔

۱۱۔ کرّار بہت بہادر، یہاں مراد حضرت علیؓ سے ہے۔ (۷۶)

۱۲۔ شبِ قدر دو راتوں کو شب قدر کہا جاتا ہے، ایک وہ شب جس میں پہلے پہل کلامِ پاک نازل ہوا۔ دوسری وہ شب جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو معراج ہوئی۔ (۷۷)

۱۳۔ ٹھہرا کے اُدھر ثور نے ماہی کو خبر کی (۷۸)

ثور کے معنی گائے کے ہیں۔ پُرانی روایت ہے کہ جس گائے کے سینگ پر زمین ٹکی ہوئی ہے وہ ایک مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ عنتر۔ عرب کا ایک بہادر پہلوان جس کو حضرت علیؓ نے شکست دی تھی۔ (۸۲)

۱۵۔ سلطانِ ہدا۔ روشنی و ہدایت دکھانے والا بادشاہ (۸۵)

۱۶۔ دیکھو مجھے میں نفی عدو کے لیے لا ہوں۔ (۸۹)

تلوار کے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح "لا" کا حرف نفی کا کام دیتا ہے۔ اس طرح میں ہوں جو دشمن کو مٹا دینے والی ہوں۔

۱۷۔ قرطاس۔ کاغذ (۹۳)

۱۸۔ کہ ومہ۔ چھوٹا بڑا (۹۵)

۱۹۔ اذا زلزلت الارض — قرآن شریف کی آیت۔ (۹۶)

۲۰۔ مفتاح طلسمات۔ طلسم کی کنجی۔ طلسم کھولنے والی (۹۷)

۲۱۔ ابریشم خورشید معترض ہوا ہر بار
سورج کو ابریشم سے تشبیہہ دے کر کہتے ہیں کہ یہ تلوار خورشید کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی ہے۔ (۹۹)

۲۲۔ کنجشک۔ — چھوٹی چڑیا (گھریلو چڑیا) (۱۰۳)

۲۳۔ زہ گیر۔ — تیر اندازی کا انگشتانہ (۱۰۹)

۲۴۔ مباہات۔ — تعریف۔ تحسین (۱۱۱)

مرثیہ نمبر ۹

شمشادِ بوستانِ رسالت حسینؑ ہے

۱۔ عنوانِ نہ صحیفہ اخضر حسینؑ ہے۔
یعنی حسینؑ نو افلاک کا عنوان ہیں (۱)

۲۔ "پدر نو امام کے" امام حسینؑ تیسرے امام ہیں اور نو امام آپ کی نسل سے ہوئے ہیں۔ (۳)

۳۔ پیدا۔ — ظاہر (۶)

۴۔ ثرا۔ — زمین (۷)

۵۔ ثریا۔ — ستارہ (۷)

۶۔ پرکاہ۔ — گھاس کا تنکا (۷)

۷۔ تہمتن۔ — ایک مشہور بہادر پہلوان (۸)

۸۔ حافظ۔ — حفاظت کرنے والا (۹)

۹۔ عبور۔ — پار کرنا (۹)

۱۰۔ شاہ باز۔ — بہت اونچائی پر رہنے والا شکاری پرندہ (۱۰)

۱۱۔ شستہ ورفتہ۔ — منجھا ہوا، پاکیزہ۔ (۱۱)

۱۲۔ مردمِ دیدہ۔ آنکھ کی پتلی ۱۱

۱۳۔ ولوائے شرحِ مصطفوی - رسولِ خدا کے دین کی شرح کرنے والا۔ ۱۲

۱۴۔ خضرِ صراطِ دینِ مبیں۔ دینِ اسلام کے خضر یا رہبر (راستہ دکھانے والے) ۱۴

۱۵۔ بابِ اسلام علم نبیؐ آسمان شرع نورِ سراجِ دیں شرفا خاندانِ شرع ۱۵
دریائے لطف و معدنِ بخشش جہان شرع منہاجِ علم، قطب اماں قہرمانِ شرع

ان شعروں میں حضرت علیؓ کے صفات اور بزرگی کا بیان ہے کہ
وہ علم نبیؐ کے شہر کا دروازہ ہیں، شریعتِ اسلام کے آسمان
ہیں، دینِ اسلام کے چراغ کی روشنی ہیں۔ وہ لطف کے دریا
بخشش کے منبع ہیں، علم کا راستہ، سارے جہاں کے
بزرگ (سردار) اور شرعِ اسلام کے وکیل ہیں۔

۱۶۔ مفضلِ احد۔ بزرگی و عظمت والا، خدائے واحد۔ ۱۶

۱۷۔ اک مور سے ثنائے سلیماں ہو کس طرح ۱۷

یہاں شاعر نے خود کو چیونٹی سے اور حضرت امام حسینؓ کو حضرت
سلیمان سے تشبیہ دی ہے کہ ایک حقیر چیونٹی سلیمان جیسے
عظیم المرتبت ہستی کی کیا ثنا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

۱۹۔ روحی فداک اے قمرِ برجِ ہل اتیٰ قلبی لدیک اے گہرِ تاجِ لافتا (۲۰)
ابرِ عطا محیطِ کرم، منبعِ سخا شمعِ حریمِ حق، گلِ گلزارِ قل کفا

سورہ ہل اتیٰ عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوا
ہے۔ کہتے ہیں میری جان آپ پر فدا ہو اے ہل اتیٰ کے
برج کے چاند، میرا دل آپ پر قربان ہو اے لافتا کے تاج
کے موتی (لافتا الا علی لاسیف الا ذوالفقار) اے بخشش کے ابر
کرم کے سمندر، سخاوت کے سرچشمے، کعبہ کی شمع اور قل کفا
کے باغ کے پھول۔

۲۰۔ قیصر و خاقان۔ قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہے اور خاقان چین کے
بادشاہ کا۔ ۲۱

۲۱۔ جاروب فرش عرش، شرف زلف حور عین (۲۱)
حور کے لیے اس بزرگی والے فرش پر زلفوں سے جھاڑو دینا
باعث شرف تھا۔

۲۲۔ شہ گردوں مقام۔ جناب رسالت مآب۔ آپ امام حسینؑ کو بچپن میں اپنی پیٹھ پر سوار کرلیا کرتے تھے۔ (۲۲)

۲۳۔ حلۂ بہشت جنتی لباس، روایت ہے کہ عید کے دن امام حسنؑ اور حسینؑ (۲۵)
کے لیے بہشت سے جبرئیل لباس لے کر آئے تھے۔ اُسے حلۂ
بہشت کہتے ہیں۔

۲۴۔ ذبح عظیم۔ امام حسینؑ کی شہادت کو حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی تکمیل سمجھا (۲۷)
جاتا ہے۔ کلام پاک میں جو آیہ ذبح عظیم آئی ہے اس کی
طرف اشارہ ہے۔

۲۵۔ مجمر ہے آفتاب تو اختر سپند ہیں۔ (۳۴)
جس برتن میں عود یا کوئی اور خوشبو جلائی جاتی ہے اُسے مجمر
کہتے ہیں۔ یہاں سورج کو مجمر اور ستاروں کو اسپند کے دانوں
سے تشبیہ دی ہے۔ جو نذر اتارنے کے لیے آگ میں ڈالے
جاتے ہیں۔

۲۶۔ الضحیٰ۔ کلام پاک کی ایک سورت جس میں چمکتے سورج کی قسم کھائی (۳۵)
گئی ہے۔

۲۷۔ وا ذا سجیٰ۔ کلام پاک کی سورت میں رات کی قسم کھائی گئی ہے۔ (۳۵)

۲۸۔ سنبلہ۔ آسمان کا ایک برج جسے کینارا س بھی کہتے ہیں۔ (۳۶)

۲۹۔ عود، عنبر، عبیر۔ خوشبودار چیزیں جو عود دان میں جلائی جاتی ہیں اور اُن کی (۳۷)
خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے۔

۳۰۔ کوکب آسمان۔ آسمان کے تارے (۴۲)

۳۱۔ ساعد۔ کلائی (۴۳)

۳۲۔ کف سیمیں۔ چاندی سی چمک (۴۳)

۳۳۔ درع پوش۔ زرہ پہنے ہوئے لوگ (۴۸)

۳۴۔ خروش۔ شور و غل، پکار، فریاد (۴۸)

۳۵۔ ۵۰ سے ۶۵ بند تک امام حسینؑ رجز میں اپنے والد علیؑ مرتضےٰ کے کارنامے، اوصافِ حمیدہ اور معجزوں کا بیان کرتے ہیں۔

۳۶۔ اے ہل اتیٰ سورۂ دہر کی پہلی آیت، یہ حضرت علیؑ اور اہلِ بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۵۴)

۳۷۔ نصِ مباہلہ۔ قرآن شریف میں مباہلہ کے وقت جو آیت نازل ہوئی۔ (۵۴)

۳۸۔ بیرُ الأمم۔ جنوں کا کنواں، مدینہ میں ایک کنواں اس نام سے مشہور ہے قصہ روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی اور انکو مسلمان کیا۔ (۵۷)

۳۹۔ بدر کیا۔ دیس نکالا دیا، باہر کیا۔ (۵۸)

۴۰۔ سورۂ والقادیات ۔ کلام پاک کی ایک سورت (۶۲)

۴۱۔ ذی المنصور ذی اعطا فتح پانے والا، عطا کرنے والا (۶۳)

۴۲۔ منصور وازقیاؤ بلیلاؤ ایلیا

حضرت علیؑ کے القاب (۶۳)

۴۳۔ باذل۔ جود و سخا والا، فیاض (۶۳)

۴۴۔ طیّب و طاب۔ پاک، پاکیزہ۔ (۶۴)

۴۵۔ شحنۂ نجف۔ نجف کا حاکم (۶۵)

۴۶۔ مفتاحِ فتح عارفِ اسرار مَن عرف

حضرت علیؑ کے ایک قول کی طرف اشارہ ہے جس کا مطلب ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ (۶۵)

۴۷۔ طلب گارِ عون۔ مدد کا طالب (۶۵)

۴۸۔ مشعر، رکن، مقام۔ خانۂ کعبہ کے اہم مقامات کے نام (۶۷)

۴۹۔ عرفات و منیٰ۔ وہ مقامات جن کی زیارت کرنے اور وہاں عبادت کرنے کے بعد حج مکمل ہوتا ہے۔ (۶۷)

۵۰۔ بضعۃ الرسول۔ رسول اللہ کے جگر کا ٹکڑا، مطلب جناب فاطمہؑ سے ہے۔ (۶۹)

۵۱۔ مرضیہ، رضیہ، صدیقہ، بتول۔ حضرت فاطمہؓ کے لقب۔ (۶۹)

۵۲۔ برہانِ قاطع۔ قطعی دلیل، وہ حجت جسے کوئی قطع نہ کر سکے (۷۳)

۵۳۔ غریوِ کوس۔ نقارہ کا شور (۷۵)

خدیوِ فلک بارگاہ۔ مراد امام حسینؓ سے ہے (۷۸)

کنشت۔ آتش کدہ۔ (۸۱)

۵۶۔ بادِ کبر۔ غرور میں چور (۸۶)

۵۷۔ کرتی تھی نفی نفی صدا وہ تہ فلک

یعنی وہ (تلوار) آسمان کے نیچے جس چیز پر بھی پڑتی تھی اُسے معدوم کر دیتی تھی۔ (۸۹)

۵۸۔ عالم سے کفر کافِ کو اس نے کیا تھا فلک

اس نے کفر میں جو کاف ہے اس کو مٹایا تھا، مطلب یہ کہ کفر کا خاتمہ کر دیا تھا۔ (۸۹)

۵۹۔ پے تھے قدم گریز کے۔ بھاگنے کی راہ نہ تھی (۹۳)

۶۰۔ خشوع و خضوع۔ خدا کی عبادت میں انتہائی انہماک (۹۴)

۶۱۔ شطِ خوں۔ لہو کی نہر (۹۸)

۶۲۔ خجستہ فر۔ مبارک، شان والا (۹۸)

۶۳۔ گیتی نوردو برق تگ و آسماں سفر (۱۰۶)

یعنی (وہ تلوار) دنیا میں گھومنے والی، بجلی کی سی تیزی رکھنے والی اور آسمان تک سفر کرنے والی تھی۔

۶۴۔ شمعِ دودمانِ علیؓ۔ یعنی امام حسینؓ (۱۱۱)

۶۵۔ خیارِ تر۔ گیلا کھیرا یا ککڑی (۱۱۲)

۶۶۔ اشکال ہو گیا۔ مشکل ہو گیا (۱۱۳)

۶۷۔ قرعہ رمال۔ نجومی کا قرعہ یا پانسہ (۱۱۴)

۶۸۔ جیب۔ گریباں (۱۳۱)

۶۹۔ سی پارہ۔ تیس ٹکڑے، اس میں یہ تلمیح ہے کہ کلام پاک کے تیس پارے (۱۳۲)

بھی سی پارے کہلاتے ہیں۔ اگلے مصرع میں اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ ؎

پُرزے ورق ورق تھا خدا کی کتاب کا — امام حُسین کو قرآن پاک سے تشبیہ دی گئی ہے

۷۰۔ ماورئ — علاوہ (۱۳۳)

۷۱۔ دمِ مصاف۔ — لڑائی کے وقت (۱۳۴)

۷۲۔ قساوتِ قلبی — انتہائی ظالم ہونا، شقی القلب ہونا (۱۴۳)

۷۳۔ پیدا یہ تھا۔ — ظاہر یہ تھا، معلوم یہ ہوتا تھا (۱۴۵)

۷۴۔ معدوم ہے بصورتِ عنقا و کیمیا

یعنی جس طرح عنقا اور کیمیا کا محض نام ہے وہ خود نایاب ہے اسی طرح وہ بھی نایاب تھا۔ (۱۵۰)

مرثیہ نمبر ۱

جب نوجوان پسرِ شہِ دیں سے جدا ہوا

۱۔ سرِ خفی — چھپے ہوئے راز (۱۳)

۲۔ جلی — ظاہر (۱۳)

۳۔ حقِ زہرا سند کرو۔ — روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ کا عقد حضرت علیؑ سے ہوا تو پروردگارِ عالم نے ساری دنیا کا پانی ان کے مہر میں دے دیا۔ (۱۴)

۴۔ عرصۂ قتال — جنگ کا میدان (۱۵)

۵۔ سرّ و علن — پوشیدہ و ظاہر (۱۶)

۶۔ بنی اسد — عراق کا زراعت پیشہ قبیلہ جن سے امام حسینؑ نے کربلا کی زمین خریدی تھی۔ (۲۶)

۷۔ أینَ أبی — کہاں ہے میرا باپ۔ (۳۰)

۸۔ مکھڑا — پیار میں عورتیں بچوں کے چہرہ کو کہتی ہیں (۳۶)

۹۔ بستی اجڑنے کے تحت اجڑنے کا طور ہے

اولاد کے مرنے کے بعد لب ہوکر بیوہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۴۱)

۱۰۔ اعمیٰ۔ اندھا (۴۶)

۱۱۔ ۴۶ سے ۴۹ بند تک امام حسینؑ کی عظمت، دبدبہ اور شان، قدوسیت کو مختلف عناصر ارضی و سماوی اور مافوق الفطرت طاقتوں کے ذریعے دکھایا ہے جو وہ زبانِ حال سے کر رہی ہیں۔

۱۲۔ قُدسی۔ آسمانی مخلوق (حور۔ فرشتے) (۴۸)

۱۳۔ آہوئے ختن۔ ختن ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے سیاہ ہرن بہت مشہور ہیں (۵۰)

۱۴۔ ۵۱ سے ۵۵ بند تک امام حسینؑ کے گھوڑے کی انیس نے حسبِ دستور اور حسبِ عادت مبالغہ آمیز مدح کی اور زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔

۱۵۔ شکار بند۔ گھوڑے کی زین کے دونوں طرف کے تسمے (۵۲)

۱۶۔ فراست۔ یہاں گھوڑے کے معاملے میں ہر طرح کی واقفیت سے مراد ہے (۵۲)

۱۷۔ تگادر۔ تیز رفتار (۵۳)

۱۸۔ گنبدِ نیلی رواق۔ نیلا آسمان (۵۴)

۱۹۔ ۵۵ بند نظامی پریس بدایوں کی جلد میں نہیں ہے۔

۲۰۔ اٹھارہ داغ ہیں۔ امام حسینؑ کے اٹھارہ عزیز، جن میں بیٹے، بھائی، بھانجے، بھتیجے شامل تھے۔ روزِ عاشور کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

۲۱۔ شانہ۔ کنگھی (۵۸)

۲۲۔ بیت الشرف۔ بزرگی و عظمت والا گھر (۶۴)

۲۳۔ شبدیز۔ سیاہ رنگ کا اعلیٰ نسل کا گھوڑا (۶۵)

۲۴۔ مشک بیز۔ مشک کی سی خوشبو بکھیرنے والا (۶۶)

۲۵۔ برق وشرق۔ چمکتا، دمکتا۔ (۶۸)

۲۶۔ خیر الورا۔ جنابِ رسولِ خدا کا لقب، سب سے نیک انسان (۷۱)

۲۷۔ معدلت پناہ۔ عدل و انصاف کرنے والا۔ (۷۲)

۲۸۔ بوتراب۔ مٹی کا مالک۔ یہ لقب جنابِ رسالت مآب نے حضرت علیؑ کو دیا تھا۔ (۷۳)

۲۹ قطبِ دائرہ دیں۔ وہ دائرہ جس کے گرد دین کا حلقہ گھومتا ہے۔ مراد امام حسینؑ سے ہے (۷۳)

۳۰۔ شاہِ امم قوموں کا بادشاہ۔ قبیلوں کا حاکم۔ مراد امام حسینؑ (۷۴)

۳۱ عزیٰ۔ لات۔ ہبل۔ عربوں کے بت جو قبل اسلام وہاں پوجے جاتے تھے۔ (۷۶)

۳۲۔ فسق و فجور۔ بہت خراب۔ گندے کام (۷۷)

۳۳ ۷۸، ۷۹ بند روحِ انیس میں نہیں ہیں۔ نظامی پریس کی جلد میں موجود ہیں۔

۳۴۔ تازیوں۔ عربوں (۸۲)

۳۵۔ ما حضر۔ گھر میں جو کھانا موجود ہو۔ (۸۳)

۳۶۔ نوفل۔ یزیدی فوج کا ایک سردار (۸۵)

۳۷۔ جلاجل، قرنا، طبل، دف۔ جنگی باجوں کے نام (۸۹)

۳۸۔ سیمرغ۔ کوہِ قاف کا ایک قدآور پرند۔ (۹۹)

۳۹۔ پرکالے۔ ٹکڑے (۱۰۰)

۴۰۔ زہ گیر۔ انگشتانہ جو تیرانداز، حفاظت کے لیے انگوٹھے میں پہنتے ہیں۔ (۱۰۵)

۴۱۔ رستم۔ گیو۔ عرب کے مشہور پہلوان سپاہی (۱۰۵)

۴۲۔ ابلق ایام۔ زمانہ کا تیز رو گھوڑا (۱۰۷)

۴۳۔ چار آئینہ ایک قسم کی زرہ (۱۰۸)

۴۴۔ شمشیرِ جاں ستان و کمند و سنان و تیر بے آب، سر بریدہ و زولیدہ و حقیر (۱۰۹)

اس شعر میں لف و نشر مرتب کی صفت ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ دشمن کی تلوار بے آب، کمندیں کٹی ہوئی، سنانیں ٹیڑھی اور تیر بے کار ہو چکے ہیں۔ مطلب یہ کہ امام حسینؑ کی تلوار کی زد میں آکر یزیدی فوج کے سب ہتھیار بے کار ہو گئے ہیں۔

۴۵۔ ابر سے تنک۔ ابر سے زیادہ نازک یا کمزور (۱۱۰)

۴۶۔ کلف۔ داغ (چاند کا) (۱۱۴)

۴۷۔ جناب امیر۔ حضرت علیؑ کا لقب (۱۱۴)

۴۸۔ اصالت۔ شریف النسب ہونا، شرافت (۱۱۵)

۴۹۔ عزّ و اعتلا۔ بلندی (۵۱)

۵۰۔ چمک۔ چمک دمک (۶۱)

۵۱۔ ۱۲۲ بند میں دنیا کی بہت سی اہم اور مقدس چیزوں کا حوالہ دے کر کہا گیا ہے کہ وہ سب امام حسینؑ کی بے گناہی کی گواہ ہیں۔ آسمان ستارے، سورج، چاند، شہر، صحرا، پتھر، موتی، قطرہ، جواہرات درخت، پھل، پھول اور پھر کعبہ شریف کے مقدس مقامات رکن، مقام، منیٰ، زمزم، حجرِ اسود کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی جن فرشتوں، انسان، حور، غلمان سب کو کہا گیا ہے کہ وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی بے گناہی کی شاہد ہیں۔

۵۲۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ (۱۲۶)

۵۳۔ نجف عراق کا ایک شہر جہاں حضرت علیؑ کا مزار ہے (۲۸)

۵۴۔ راحلہ۔ سواری کا اونٹ (۳۰)

۵۶۔ خجستہ پے۔ مبارک قدم، نیک قدم (۳۱)

۵۷۔ سیبِ ذقن۔ ذقن ٹھوڑی، اس کو سیب سے تشبیہہ دی ہے۔ (۳۵)

۵۸۔ برگزیدہ حق۔ انسان، خدا کا پہنچا ہوا بندہ۔ (۱۳۹)

۵۹۔ ہاتف۔ عالمِ غیب سے آواز دینے والا جو دکھائی نہیں دیتا۔ (۱۴۰)

۶۰۔ مصحفِ ناطق۔ بولتا قرآن، یعنی حضرت علیؑ کی اولاد جن کی سیرت اور افعال کلامِ الٰہی کے عین مطابق ہیں۔ (۱۴۰)

۶۱۔ ضیغم آلہ۔ خدا کا شیر، حضرت علیؑ کا لقب۔ (۱۴۲)

۶۲۔ بضاعت۔ پونجی، سرمایہ (۱۴۲)

۶۳۔ سرنوشت۔ تقدیر (۱۴۴)

۶۴۔ عزلت نشیں۔ عابد و زاہد (۱۴۷)

۶۵۔ شکل و شمائل۔ صورت و عادت۔ (۱۴۸)

۶۶۔ جاں گسل۔ جان لیوا (۱۴۹)

۶۷۔ مشربے۔ صراحیاں (۱۵۳)

۶۸۔ سائل کو جس نے روٹی کے، اونٹوں کی دی قطار

اسی مصرع میں استعارہ ہے۔ ایک بار حضرت علیؓ سفر میں تھے کہ ایک سائل نے روٹی کا سوال کیا۔ آپ نے غلام قنبر سے کہا۔ اس نے کہا روٹی دسترخوان میں ہے، کہا دے دو، بولا وہ اونٹ پر ہے، فرمایا وہ دے دو، کہا اونٹ قطار میں ہے اور وہ سب اونٹوں کا رہنما ہے۔ آپ نے پوری قطار سائل کو بخش دی۔ (۱۵۴۴)

۶۹۔ غیر کفو۔ غیر قبیلہ یا غیر قوم یا غیر خاندان (۱۵۶۱)

۷۰۔ زوّار۔ کسی مقدس مقام کی زیارت کرنے والا زوّار کہلاتا ہے۔ (۱۶۲)

۷۱۔ مستہام۔ حیران، سرگشتہ۔ (۱۶۸)

مرثیہ نمبر ۱۱

جب خیمے میں رخصت کو شہ بحر و بر آئے

۱۔ ابرو ہیں حریم حرم پاک کی محراب۔ (۳۲)

امام حسینؑ کی بھنوؤں کو خانۂ کعبہ کی محرابوں سے تشبیہ دی ہے۔

۲۔ صبح و مسا۔ صبح و شام (۳۵)

۳۔ مانند تگرگ۔ اولوں کی طرح (۳۷)

۴۔ پُر چھا ہے ابھی۔ ابھی ہجوم نہیں ہے۔ لوگ کم ہیں۔

مرثیہ نمبر ۱۲

نکلی جو رن میں تیغ حسینی غلاف سے

۱۔ خارا شگاف۔ سخت پتھر (۱)

۲۔ تحت و فوق۔ پستی و بلندی، زمین و آسمان (۲)

۳۔ قُلزم۔ سمندر (۳)

۴۔ الحفیظ۔ خدا کی پناہ۔ خدا کا ایک نام (۴)

۵۔ چکار۔ ایک قسم کا نہایت تلنگ اور چالاک ہرن۔ (۶)

۶۔ سیلو کرش۔ ایک [illegible] (۹)

۷۔ سعود۔ نیک، مبارک (۱۱)

۸۔ جدول سیاہ۔ کالا حاشیہ (۲۱)

۹۔ نیساں۔ وہ مینہہ جس کی بارش کے قطرے سے سیپی میں موتی بنتا ہے۔ (۱۹)

۱۰۔ خمسۂ نجبا۔ پانچ اشرف انسان، مطلب پنجتن سے ہے۔ (۲۲)

۱۱۔ زوج زوج۔ جوڑے جوڑے (۳۶)

۱۲۔ شورِ دار و گیر۔ پکڑو، جانے نہ دو کا شور وغل (۴۵)

۱۳۔ بھولے کلامِ حق کو بھی اے قومِ بدخصال۔
رسولؐ اللہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم سے صرف اپنے اہل بیت کی محبت چاہتا ہوں۔ (۵۷)

۱۴۔ شق القمر۔ اسی معجزے کا ذکر جب رسولؐ اللہ کی انگلی کے اشارے سے چاند آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ (۶۲)

۱۵۔ بوق ایک جنگی باجہ۔ (۶۶)

۱۶۔ ماہِ صیف۔ گرمی کا مہینہ، صیف گرمی کے موسم کو کہتے ہیں۔ (۶۸)

۱۷۔ رودبار۔ چھوٹی نہر، ندی۔ (۶۸)

۱۸۔ اشراقی۔ افلاطون سے نسبت رکھنے والے فلسفی (۸۳)

۱۹۔ سیسر۔ کمان (۹۵)

۲۰۔ دانتوں میں خس پکڑنا۔ عاجزی کا اظہار، پرانے زمانے میں فریادی بادشاہ کے سامنے دانتوں میں تنکا دبا کر آتے تھے۔ (۱۰۲)

۲۱۔ تن پہ ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم تھے۔ (۱۱۵)
امام حسینؑ کے جسم پر ساڑھے انیس سو زخم تھے

۲۲۔ اے خاکِ پاک حرمتِ مہمان نگاہ دار
اے پاکیزہ مٹی اپنے مہمان کے احترام کا لحاظ رکھنا (۱۲۹)

۲۳۔ خاتونِ روزگار جناب فاطمہؑ سے مراد ہے۔ (۱۳۰)

مرثیہ نمبر ۱۳

جب تیغِ یداللہ کھنچی وشتِ دغا میں

۱۔ تیغِ یداللہ۔ یداللہ حضرت علیؓ کا لقب ہے یعنی خدا کا ہاتھ۔ ان ہی کی تیغ سے امام حسینؓ نے کربلا میں جہاد کیا تھا۔ (۱)

۲۔ جلادِ فلک۔ مریخ (ستارہ) (۲)

۳۔ عطارد۔ ایک ستارہ۔ (۲)

۴۔ سرافیل فرشتہ، وہ قیامت میں صور پھونکے گا۔ (۳)

۵۔ سپہرِ مہر سورج کی ڈھال۔ یہاں سورج کو ڈھال قرار دے کر اُسے آسمان کی ڈھال قرار دیا ہے۔ (۴)

۶۔ سکانِ سموات۔ آسمان کے رہنے والے فرشتے حور وغیرہ۔ (۵)

۷۔ چمنِ کن فیکون ہوتا ہے برباد (۶)

یعنی دنیا تباہ ہوتی ہے۔ کلام پاک کی آیت ہے کہ جب خدا نے "کن فیکون" کہا، دنیا وجود میں آگئی۔ ص

۸۔ روحِ امین۔ حضرت جبریل کا لقب (۱۰)

۹۔ نادِ علیؓ۔ حضرت علیؓ کے وسیلے سے مانگی جانے والی دعا جس کو حفظ و سلامتی کے لیے پڑھا یا لکھ کر بازو پر باندھی جاتی ہے۔ (۱۰)

۱۰۔ صفتِ کاہ۔ گھاس کے تنکے کی طرح (۱۵)

۱۱۔ سفلہ پرستی۔ کمینہ پن، کمینگی (۱۷)

۱۲۔ ۱۸ بند میں مشہور نبیوں حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو جو واقعات پیش آئے ان کی طرف اشارہ ہے جسے تلمیح کہتے ہیں۔

۱۳۔ زال۔ بوڑھی عورت (۲۰)

۱۴۔ روباہ لومڑی (۲۱)

۱۵۔ فعتبروا یا اولی الابصار کلام پاک کی آیت۔ اے آنکھوں والوں عبرت حاصل کرو۔ (۲۳)

۱۶۔ مرحلہ صعب۔ کٹھن کام۔ بہت مشکل کام (۳۶)

۱۷۔	العظمۃ اللہ ۔	خدا کی پناہ	(۲۶)
۱۸۔	حجّت ۔	دلیل، قائل کرنا ۔	(۲۹)
۱۹۔	بُرّش ۔	کاٹ	(۳۱)
۲۰۔	لاسیف ۔	کوئی تلوار نہیں اس کی مثل۔ اشارہ ہے۔ لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار کی طرف۔	(۳۵)
۲۱۔	دارِ عنا ۔	مصیبت کی جگہ۔	(۳۵)
۲۲، ۲۳۔	بدر، خندق ۔	رسول اللہؐ کے زمانے کی مشہور لڑائیاں، ان میں حضرت علیؓ نے بہادری کے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔	(۳۶)
	صفین و جمل	جنگیں جو حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ہوئیں اور آپ نے ان میں فتح حاصل کی۔	(۳۷)
	عنتر و مرحب ۔	عرب کے مشہور بہادر جن کو حضرت علیؓ نے زیر کیا تھا۔	(۳۷)
۲۸۔	بیرالعلم ۔	جنوں کا کنواں	(۳۸)
۲۹۔	ہزبرِ احد ۔	خدا کا شیر۔	(۴۲)
۳۰۔	بیرق	عَلَم، جھنڈا، پرچم	(۴۲)
۳۱۔	فتوحی ۔	جاکٹ، لوہے کی جاکٹ جسے زرہ کہتے ہیں۔	(۴۷)
۳۲۔	بکتر ۔	زرہ کی طرح کا جنگی لباس	(۴۸)
۳۳۔	سرہنگ ۔	سپہ سالار	(۶۵)
۳۴۔	گُل گیر	ایک قسم کی قینچی، گل شمع کی بتی کے جلے دھاگے کو کہتے ہیں گل گیر سے شمع کے بیچ کے دھاگے کو صفائی سے کاٹ دیا جاتا ہے تو لو تیز ہو جاتی ہے۔	(۷۱)

مرثیہ نمبر ۱۴

جب آخری رخصت کو حسینؑ آئے حرم میں

۱۔		اس بند میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت شہر بانو ایران کے ایک بادشاہ کی بیٹی اور دوسرے کی بہن تھیں۔	(۳۱)
۲۔	خز و دیبا	بہت قیمتی ریشمی کپڑے	(۳۱)

- تازی — عربی گھوڑا (۴۴)

۴۔ کیا دیدۂ ... ہے کفاہت سے ہے ہویدا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفاہت کی جگہ کوئی اور لفظ ہوگا۔ یا انیس نے اس لفظ کے کوئی اور معنی نکالے ہوں گے۔ اس لیے کہ اس سے شعر کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ (۴۹)

۵۔ شئہ ... سورت ... سے مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۵۰)

۶۔ خو ... بنت خدا، فاتح خیبر کا پسر ہے

یعنی تو خود خدا کی تلوار ہے (۵۷)

۷۔ ارقام۔ — رقم کرنا، لکھنا۔ (۵۸)

۸۔ کاکل۔ — زلف۔ بالوں کی لٹ۔ (۵۹)

۹۔ صاحبِ دُلدُل۔ — صاحبِ دلدل، حضرت رسولؐ کا لقب ہے۔ (۵۹)

۱۰۔ تبخالہ۔ — چھالا۔ آبلہ۔ (۶۳)

۱۱۔ شیران کا ہوا قطع، کہ لی ہاتھ میں تلوار

یعنی یہ بچے دودھ چھٹنے کے ساتھ ہی ہاتھ میں تلوار اُٹھا لیتے ہیں۔ (۷۴)

۱۲۔ محسن۔ — جنابِ فاطمہؑ کی جب وفات ہوئی تو ان کے شکم میں ایک بچہ تھا جس کا نام محسن کہا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے دشمنوں نے حضرت فاطمہؑ پر دروازہ گرادیا تھا جس سے شکم میں بچہ شہید ہوگیا اور خود آپؑ کی بھی وفات ہوگئی۔ (۸۱)

۱۳۔ اجساد — جسد۔ (بدن) کی جمع (۸۶)

۱۴۔ لاف۔ — شیخی (۸۹)

مرثیہ نمبر ۱۵

اے شمعِ قلم روشنی طُور دکھادے

۱۔ لمعہ انوار۔ — نور کی چمک (۲)

۲۔ مانی — مشہور مصوّر (۳)

۳۔ رضواں — بہشت کا رکھوالا فرشتہ (۴)

۴۔ عود۔ ایک خوشبو جو جلائی جاتی ہے۔ (۹)

۵۔ سنیت مہمان (۵)

۶۔ ہیچ مداں۔ حقیر، کچھ نہ ہونا

۷۔ یہ راہ ہے باریک۔ مراد یہ ہے کہ یہ راستہ پل صراط کی طرح ہے جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ وہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ (۲۰)

۸۔ حبل متین۔ قرآن شریف (۲۱)

۹۔ باکی۔ بکا کرنے والا، رونے والا (۲۲)

۱۰۔ مروحہ کش۔ راحت دینے والی (ہوا) (۲۴)

۱۱۔ بن اشعب۔ یزیدی فوج کا ایک تیر انداز (۲۸)

۱۲۔ دندان بجگر۔ یہاں مراد ہے کہ سخت تکلیف میں تھے۔ (۲۹)

۱۳۔ گنجینۂ علم احدی۔ علم الٰہی کا خزانہ (۳۲)

۱۴۔ ۳۲ بند امام حسینؑ کے سینہ کو کلام پاک سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (۳۲)

۱۵۔ سیدہ کون و مکاں۔ دونوں جہاں کی سردار خاتون مراد جناب فاطمہؑ سے ہے۔ (۳۷)

۱۶۔ ۳۷ بند میں ان روایتوں کی طرف اشارہ ہے کہ بچپن میں امام حسینؑ کو حضرت رسول اللہؐ نے اپنی زبان چوسائی تھی اور جبریلؑ آپؑ کے جھولے کی ڈوری ہلایا کرتے تھے۔

۱۷۔ ۳۸ بند میں اس مشہور روایت کی طرف اشارہ ہے جب عید کے دن امام حسنؑ اور حسینؑ کے کپڑے بہشت سے خدا نے بھیجے تھے، اور جناب رسالت مآبؐ نواسوں کو خوش کرنے کے لیے اونٹ بنے اور ان کو اپنی پیٹھ پر سوار کیا تھا۔ (۳۸)

۱۸۔ ثدپاک۔ ثدمال۔ (۴۰)

۱۹۔ ۴۲ بند میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک بار حضرت رسولؐ حضرت علیؑ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے اور عصر کا وقت آ کر نکل گیا اور حضرت علیؑ کی نماز قضا ہو گئی تو سورج پلٹ آیا تھا اور پھر امام حسینؑ نے بہت کم سنی میں روزہ رکھا تو سورج جلد غروب ہو گیا۔ (۴۲)

۔ احفاد۔ خادم (۴۳)

۲۔ خالقِ علام۔ وہ خالق جو سب کچھ جانتا ہے۔ (۴۷)

۲۲۔ کوس۔ نقارہ۔ ڈھول (۵۷)

۲۳۔ شہنا۔ شہنائی (۵۸)

۲۴۔ گلِ سرسبد۔ باغ کا بہترین پھول (۶۰)

۲۵۔ کاسرِ اصنام۔ بتوں کا توڑنے والا (۶۰)

۲۶۔ ۶۱۔ ۶۲ بند میں جناب رسول اللہؐ کے معجزوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۳)

۲۷۔ چادرِ تطہیر۔ آیہ تطہیر آلِ رسول کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (۶۳)

۲۸۔ ۶۶ سے ۶۹ بند تک حضرت علیؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۔ اکملت لکم دینکم کلامِ پاک کی ایک آیت جس کا مطلب ہے آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد نازل ہوئی تھی (۶۶)

۳۱۔ انفسنا انفسکم ایک حدیث کی طرف اشارہ جس میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ جو میرا نفس ہے وہ تمہارا نفس ہے یعنی میرا تمہارا نفس ایک ہے۔ (۶۷)

۳۰۔ اتممت علیکم اپنی نعمت تمہارے لیے پوری کر دی، کلام پاک کی آیت۔ (۶۸)

۳۲۔ نصِ جلی۔ جو بالکل واضح اور صاف آیت ہے۔ (۷۰)

۳۴۔ ثعبان۔ اژدہا۔ (۷۸)

۳۵۔ اذا زلزلت الارض کلام پاک کی آیت۔ جب زمین میں زلزلہ آ جائے گا (۹۱)

۳۶۔ ضحاک۔ ایک ظالم بادشاہ کا نام (۸۴)

۳۷۔ تاجِ کیاں۔ بادشاہ کا تاج (۸۵)

۳۸۔ فغفور۔ چین کے بادشاہ کا لقب (۸۵)

۳۹۔ داژوں۔ اوندھا (۸۵)

۴۰۔ کاؤس۔ ایران کا مشہور بادشاہ (۸۵)

۴۱۔ قباد۔ بہت بڑا بادشاہ (۸۵)

۴۲۔ فریدوں۔ ایران کا ایک مشہور بادشاہ (۸۵)

۴۳۔ **شدّاد۔** ایک شخص جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا تھا اور ایک مصنوعی جنت بنائی تھی مگر اس کے مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ (۸۲)

۴۴۔ **دُنبال۔** مسخرہ۔ (۸۲)

مرثیہ نمبر ۱۶

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے

۱۔ **فریضۂ سحری۔** صبح کی نماز (۱)

۲۔ **شانے محاسنوں میں کیے۔** زلفوں میں کنگھی کی۔ ۴

۳۔ **مُشک۔ زباد، عطر۔** خوشبوئیں (۴)

۴۔ **سادات۔** بہت بہادر (۲)

۵۔ **سبا۔** قدیم زمانے کا ایک شہر جس کی ملکہ بلقیس بعد میں حضرت سلیمان کی بیوی ہوئی (۶)

۶۔ **پیرہنِ یوسفی۔** حضرت یوسف کا کُرتا، اس کی خوشبو سے حضرت یعقوبؑ کی کھوئی ہوئی بصارت واپس آگئی تھی۔ (۸)

۷۔ **عقیل۔** حضرت علیؑ کے بھائی کا نام (۱۰)

۸۔ **مسلم بن عقیل۔** امام حسینؑ کے چچازاد بھائی اور سفیر۔ (۱۰)

۹۔ **جعفر۔** حضرت علیؑ کے بھائی عون و محمد کے دادا (۱۰)

۱۰۔ **اٹھارہ آفتابوں کا غنچہ زمین پہ تھا۔** (۱۰)

امام حسینؑ کے اٹھارہ عزیزوں کو آفتاب کہا ہے اور ان کے اجتماع کو اٹھارہ سورجوں کا جھرمٹ قرار دیا ہے جو زمین پر اُترآیا تھا۔

۱۱۔ **ارنی گوئے اوجِ طور۔** حضرت موسیٰؑ جو طُور پر جا کر رب ارنی کہا کرتے تھے۔ (۱۱)

۱۲۔ **وادیٔ میمو اساس۔** وادی جو بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔ (۱۱)

۱۳۔ **اطلسِ زنگاریٔ فلک۔** آسمان کی نیلی اطلس، یہاں آسمان کو نیلے ریشمی اطلس سے استعارہ کیا ہے۔ (۱۲)

۱۴۔ **صنعتِ ترصیع۔** عبارت میں دو ایسے جملے یا فقرے لائے جائیں کہ ایک کے الفاظ ترتیب وار، دوسرے کے الفاظ کے ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں تو (۱۳)

اس میں ترصیع کی صفت ہوتی ہے۔ ایسی عبارت کو مرصع کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ مینا کرنا۔ سونے یا چاندی کی چیزوں پر رنگین نقش و نگار بنانے کو کہتے ہیں۔ (۱۳)

۱۶۔ وادیٔ مینو سواد۔ بہشت کے نقشے کی وادی۔ (۳)

۱۷۔ دُرّاج۔ تیتر۔

۱۸۔ کبک چکور (۱۴)

۱۹۔ تیلیو بٹیر

۲۰۔ طاؤس۔ مور

۲۱۔ سبدِ گل فروش۔ ٹوکری جس میں فروخت کرنے والے پھول رکھے جاتے ہیں۔ (۱۴)

۲۲۔ زَہر یہ عربی لفظ ہے، زرد رنگ کے پھول کو کہتے ہیں۔ (۱۵)

۲۳۔ حق سِرّہٗ اس کا راز حق ہے۔ قمری کی آواز (۱۶)

۲۴۔ سبحان ربنا۔ "کیا اچھا ہے ہمارا رب" (۱۶)

۲۵۔ یا حیّ دیا قدیر۔ اے زندہ، اے قدرت والے، خدا کے نام (۱۷)

۲۶۔ تہلیل و تسبیح۔ لا الٰہ الا اللہ کہنا، سبحان اللہ کہنا۔ (۱۷)

۱۰۔ بلس گئیں۔ کھل گئیں (۱۹)

۱۸۔ بے چوبہ سپہر۔ بغیر چوبوں کا خیمہ، آسمان سے مراد ہے (۲۰)

۱۹۔ بیت العتیق۔ خانۂ کعبہ۔ (۲۰)

۲۰۔ مدینہ۔ یثرب کا مشہور شہر جہاں جناب رسولؐ خدا کا مزارِ مقدس ہے (۲۰)

۲۱۔ کہتا تھا آسمانِ دہم، چرخِ ہفتمیں

آسمان سات ہیں۔ اس کے اوپر آٹھویں کرسی، اس کے اوپر نواں (۲۱)

"عرش"۔ لیکن شاعر کہتا ہے کہ ساتواں آسمان امام حسینؑ کے خیمے کو

عرش سے اوپر کا درجہ دیتا تھا۔

۲۲۔ شمسۂ کیواں جناب۔ شمسہ خیمے کے کلس کو کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اتنا بلند (۲۱)

کلس تھا جس کی چوکھٹ زحل کے برابر تھی۔

۲۱۔ گلِ آفتاب۔ سورج۔ سورج مکھی کے پھول کو بھی کہتے ہیں۔ (۲۱)

۲۴۔ خطِ ابیض۔ سفید لکیر، صبح صادق کی علامت۔ (۲۲)

۳۵۔ کلوخ۔ مٹی کا ڈھیلا۔ یہاں مراد زمین یا صرف مٹی سے ہے۔ (۲۳)

۳۶۔ حُسنِ صوت۔ آواز کا حُسن۔ (۲۵)

۳۷۔ قرأت۔ قرآن شریف کی آیات کو خوش الحانی کے اور صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنا۔ (۲۵)

۳۸۔ شدّ و مد۔ آواز کا اتار چڑھاؤ۔ (۲۵)

۳۹۔ افصح الفصحا فصیحوں میں سب سے بڑھ کر، مراد حضرت بلال سے ہے۔ (۲۵)

۴۰۔ لحنِ داؤد۔ حضرت داؤد بڑے خوش الحان پیمبر تھے جن کی آواز پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ (۲۵)

۴۱۔ شعبے صدائیں۔ آواز کے مختلف سُروں سے مُراد ہے۔ (۱۵)

۴۲۔ عین الکمال۔ نظر بد۔ (۲۶)

۴۳۔ لوذعی خوش تقریر، حاضر جواب (۲۶)

۴۴۔ طلاقت خوش بیانی (۲۶)

۴۵۔ قد قامت الصلوٰۃ۔ نماز قائم ہو گئی۔ اذان کے بعد کا جملہ۔ (۲۷)

۴۶۔ مُکبّر۔ تکبیر کہنے والا (۱۹)

۴۷۔ کروبیانِ عرش۔ آسمان کے فرشتے (۱۱)

۴۸۔ اپنی ہست و بود۔ اپنی زندگی، اپنی جان (۲۱)

۴۹۔ قنوت۔ نماز میں جو دعا ہاتھ اٹھا کر پڑھی جاتی ہے۔ (۲۱)

۵۰۔ اجابت کے باب وا۔ یعنی قبولیت نے در کھول دئے۔ (۳۲)

۵۱۔ تضرع۔ گریہ و زاری (۳۲)

۵۲۔ سراج۔ چراغ (۳۹)

۵۳۔ الأماں۔ خدا کی پناہ (۴۲)

۵۴۔ الحذر۔ خوف کا کلمہ، بھاگنا، بچنا (۴۲)

۵۵۔ مستجاب۔ قبول ہونا (۴۶)

۵۶۔ رہِ صواب۔ سیدھا راستہ، صحیح راستہ (۴۶)

۵۷۔ جوشنین۔ دعائے جوشنِ کبیر و جوشنِ صغیر جو آفتوں سے بچنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں۔ (۵۱)

۵۸۔ حضرت حمزہ۔ رسول اللہ کے چچا۔ بڑے بہادر پہلے شہید۔ (۵۳)

۵۹۔ مہر نبوت۔ جناب رسالت مآبؐ کے دونوں شانوں کے وسط میں ایک ابھرا ہوا قدرتی نشان تھا جو مہر نبوت کہلاتا یعنی آپ کے سچے نبی ہونے کی علامت۔ (۵۳)

۶۰۔ مُرفق۔ کُہنی (۵۵)

۶۱۔ رایت۔ علم۔ پرچم۔ (۵۵)

۶۲۔ علی ولی کے نشان۔ مراد امام حسینؑ سے ہے (۵۶)

۶۳۔ محق۔ حق دار (۵۸)

۶۴۔ ہمارے جد۔ عون و محمد کے دادا حضرت جعفر طیار سے مراد ہے جو رسول اللہؐ کے لشکر کے پہلے علم بردار تھے۔ (۵۹)

۶۵۔ عمریں قلیل۔ چھوٹی عمریں، عون و محمد بہت کم سن تھے۔ (۶۱)

۶۶۔ سبیل۔ ترکیب۔ (۶۱)

۶۷۔ عدیل۔ نظیر۔ (۶۱)

۶۸۔ وصفِ اضافی۔ وہ صفت یا خوبی جو کسی اور کی وجہ سے حاصل ہو۔ (۶۳)

۶۹۔ ہزیمت۔ شکست۔ (۶۵)

۷۰۔ گنجِ شہیداں۔ شہیدوں کا خزانہ، کربلا میں ایک بڑی سی مشترک قبر معرکۂ کربلا کے شہیدوں کی ہے۔ اس کو گنج شہیداں کہتے ہیں۔ (۷۶)

۷۱۔ نشان۔ مطلب علم سے ہے۔ (۷۵)

۷۲۔ اُمّ البنین۔ بیٹوں کی ماں، حضرت عباسؑ کی والدہ کا لقب، جن کے چار بیٹے تھے جو کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۸۱)

۷۳۔ تاروں کی چھاؤں میں دُلھن لانا۔ ہندوستان میں دُلہن کو تھوڑی رات رہے تاروں کی چھاؤں رخصت کرکے لانے کا دستور تھا (۸۱)

۷۴۔ پس از تہنیت۔ مبارک باد کے بعد۔ (۸۷)

۷۵۔ ہرنا۔ گھوڑے کی کاٹھی کا اگلا محراب نما حصہ (۹۰)

۷۶۔ زر ریزی۔ سونے کی طرح چمکنا۔ (۹۱)

۷۷۔ دولھا کا رُخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر۔ (۹۱)
استعارہ، چمکتے پنجہ پر آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دولھا کے چہرے پر سونے کا سہرا پڑا ہے۔

۷۸۔ جنودِ ضلالت۔ گمراہی کے لشکر، مراد یزیدی فوج۔ (۹۲)

۷۹۔ دودمانِ علیؑ کا چراغ۔ علیؑ کے خاندان کا چراغ (۹۳)

۸۰۔ تفوّق۔ برتری۔ (۹۴)

۸۱۔ غُرفہ۔ جھروکہ، کھڑکی، دریچہ (۹۴)

۸۲۔ بے سر ہوئے پروں میں سَراں سپاہِ شام
شام کے سردار صفوں کے اندر بے سر ہو گئے تھے۔ (۹۶)

۸۳۔ کنائی کاٹنا۔ ایک رستہ چھوڑ کر دوسرے پر ہولینا۔ (۹۹)

۸۴۔ ہُو بہُو۔ ہوبہو۔ (۹۹)

۸۵۔ موکّل۔ محافظ، نگہبان (۱۰۲)

۸۶۔ نہرواں۔ عراق عرب کا ایک شہر جہاں حضرت علیؑ نے خارجیوں کو شکست دی تھی (۱۰۲)

۸۷۔ رن چڑھے ہوئے (سپاہی) لڑائی کا تجربہ رکھنے والے (۱۰۳)

۸۸۔ نصف النہار۔ دوپہر کا وقت (۱۰۴)

۸۹۔ لیس میں ہونا۔ گھات میں ہونا۔ (۱۰۹)

۹۰۔ بن کاہل۔ حرملہ بن کاہل، یزیدی لشکر کا ماہر تیرانداز (۱۱۰)

۹۱۔ اے خاک پاک حرمتِ مہماں نگاہ دار
یہاں کربلا کی خاک سے علی اصغر کی میت کی نگہبانی کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ (۱۱۱)

۹۲۔ امام حسینؑ کے جسم پر اپنے بزرگوں کا جنگی لباس تھا جو سب بہت بڑے شجاع و بہادر تھے۔ (۱۱۲)

۹۳۔ زینِ طلاکار و نقرہ کار۔ ایسا زین جس پر سونے چاندی کا کام تھا۔ (۱۱۲)

۹۴۔ دُلدُل نژاد۔ دُلدل حضرت علیؑ کے گھوڑے کا نام تھا۔ مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑا (۱۱۳)

دلدل کی نسل سے تھا۔

۹۵۔ جوّاد۔ سخی۔ فیاض۔ ۳

۹۶۔ سمندر۔ ایک جانور جو آگ میں پیدا ہوتا اور وہیں رہتا ہے۔ ۴

۹۷۔ کالے۔ شکستہ، مضمحل ٦

۹۸۔ چنار۔ ایک چھتنار درخت جو ایران اور کشمیر میں پیدا ہوتا ہے۔ سردی کے زمانے میں اس کے پتے سرخ ہو جاتے ہیں۔

۱۹۔ **آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے**

سورج کا روشن (آئینہ جیسا) چہرہ گرد سے دھندلا گیا تھا۔ (۵۱)

۱۰۰۔ گرداب۔ بھنور (۲۰)

۱۰۱۔ ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱ بندوں میں شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ گرمی کی شدت کو طرح طرح سے دکھایا گیا ہے۔ زمین، آسمان، سورج، انسان، چرند، عناصر فطرت سب گرمی کی شدت سے تباہ حال ہیں۔ ان تشبیہوں سے بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۰۲۔ چرخ اثیر۔ آگ کا کرہ۔ (۱۲۱)

۱۰۳۔ کرۂ زمہریر۔ کرہ ہوا کا وسطی حصہ جو بے حد سرد ہے۔ (۱۲۱)

۱۰۴۔ شاہ امم۔ امتوں کا بادشاہ، امام حسینؑ۔ (۱۲۲)

۱۰۵۔ دام و دد۔ گھریلو اور جنگلی جانور یعنی ہر طرح کے جانور۔

۱۰۶۔ مروحہ جنباں۔ پنکھا جھلنے والا

۱۰۷۔ آب پاش۔ چھڑکاؤ کرنے والا۔

۱۰۸۔ خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کا لقب (۱۲۶)

۱۰۹۔ سلسبیل۔ جنت کا ایک چشمہ۔ (۱۲۶)

۱۱۰۔ سبیل۔ پیاؤ۔ (۱۲۹)

۱۱۱۔ خسیس و دنی۔ بخیل و کمینہ و کنجوس (۱۲۶)

۱۱۲۔ جم۔ ایران کے بادشاہ کا لقب۔ اس کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں روایت کے مطابق ساری دنیا نظر آتی تھی اُسے جام جم کہا جاتا ہے۔ (۱۲۸)

۱۱۳۔ کوثر۔ جنت کی ایک نہر کا نام (۱۲۸)

۱۱۴۔ کوسِ حرب۔ جنگ کا نقارہ (۱۲۸)

۱۱۵۔ کر ہونا۔ بہرا ہونا۔ (۱۲۹)

۱۱۶۔ شیر شرزہ خوفناک شیر (۱۳۲)

۱۱۷۔ غاب جنگل۔ (۱۳۳)

۱۱۸۔ اسم عزیمت اثر۔ ایسا نام جس میں دعا یا تعویز کا سا اثر ہو۔ (۱۳۳)

۱۱۹۔ تیغ کا پانی۔ تلوار کی آب یا کاٹ (۱۳۵)

۱۲۰۔ قلب وجناح و میمنہ و میسرہ تباہ۔

فوج کا درمیانی، اگلا، داہنا اور بایاں حصہ سب تباہ ہو گئے ہیں۔ (۱۴۷)

۱۲۱۔ پائے مور۔ چیونٹی کے پیر (۱۴۷)

۱۲۲۔ مخبر۔ جاسوس (۱۴۸)

۱۲۳۔ پیک۔ سفیر، قاصد۔ (۱۴۸)

۱۲۴۔ عسس۔ لشکر پہ پہرہ دینے والا۔ (۱۴۸)

۱۲۵۔ ترنگ۔ کمان کا کڑکنا، آواز۔ (۱۵۱)

۱۲۶۔ صبحِ فرس۔ گھوڑے کی آواز کا شور۔ (۱۵۱)

۱۲۷۔ ابلق۔ دورنگا (سیاہ وسفید) گھوڑا۔ (۱۵۱)

۱۲۸۔ سرنگ۔ لال رنگ کا گھوڑا (۱۵۱)

۱۲۹۔ خُوذ اس کے سامنے تھا پھپولا حباب کا

یعنی دشمن کے سروں پر پہنے خود اس تلوار کے سامنے پانی کے بلبلے سے زیادہ نہ تھے۔ (۱۵۴)

۱۳۰۔ سیسر۔ کمان کا چلّہ (۱۵۵)

۱۳۱۔ گریوا گرینہ جھاگڑا، جھگڑا (۱۶۱)

۱۳۲۔ کلفت۔ مڑہ بھدا، بے ڈول (۱۶۲)

۱۳۳۔ رویئں تن۔ کانسے کے سے جسم والا۔ نہایت قوی۔ (۱۶۲)

۱۳۴۔ دُغل۔ ؟ (۱۶۴)

(۱۶۵) ۱۳۵۔ دُھنی۔ بات پر قائم رہنے والا۔

(۱۶۵) ۱۳۶۔ بَلی طاقت ور

(۱۶۷) ۱۳۷۔ ماہی پہ ڈگمگا گئے گاوِ زمیں کے پاؤں۔

اسی روایت کی طرف اشارہ ہے جسے اکثر انیس لکھتے ہیں کہ زمین جو گائے کے سینگ پر ٹکی ہے، وہ مچھلی کی پشت پر کھڑی خوف سے ڈگمگا گئی۔

(۱۷۰) ۱۳۸۔ دست پاچہ۔ بدحواس۔

(۱۷۰) ۱۳۹۔ پشت کے فقروں۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہروں

۱۴۰۔ شاہین و کبک چھپ گئے اک جا ملا کے سر

(۱۷۳) شاہین چکور کا شکار کرتا ہے مگر اسی وقت خوف سے دونوں ایک جگہ سر جوڑ کر چھپے ہوئے تھے یعنی کسی بات کا ہوش نہ رہا تھا۔

(۱۷۹) ۱۴۱۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، پکارنے، بلانے، طلب کرنے کے جواب میں کہا جاتا ہے۔

(۱۸۲) ۱۴۲۔ اَعوَرِ سلمی۔ یزیدی فوج کا ایک سپاہی

(۱۸۲) ۱۴۳۔ سنان ابنِ انس۔ یزیدی فوج کا سردار۔ امام حسینؑ کا جانی دشمن۔

(۱۸۴) ۱۴۴۔ وا محمدا۔ اے محمدؐ آپ کی دہائی ہے۔

(۱۹۳) ۱۴۵۔ مقتدا۔ رہبر، رہنما۔

۱۴۶۔ لُٹا گئے گھر وعدہ گاہ میں

(۱۸۹) اشارہ ہے اس روایت کی طرف کہ امام حسینؑ نے بچپن میں اپنے نانا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ دینِ محمدی کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کردیں گے۔

مرثیہ نمبر ۱۷

آج شبیر پہ کیا عالمِ تنہائی ہے

(۱۰) ۹۔ نیّرِ بُرجِ امامت۔ امامت کے برج کے آفتاب یعنی امام حسینؑ

(۱۱) ۱۰۔ اہلِ کیں۔ کینہ رکھنے والے۔

۴۔ دو مشہور روایت کی تلمیح ہے۔ ایک اس واقعہ کی طرف کہ کم سنی میں امام حسینؓ نے روزہ رکھا اور حالت غیر ہونے لگی تو سورج جلد غروب ہوگیا۔ دوسری یہ کہ ایک بار امام حسینؓ بچپن میں ہرنی کے بچے کے لیے مچل گئے تھے تو ہرنی خود بچہ لے کر جناب رسول اللہؐ کے پاس آگئی تھی۔ (۱۳)

۵۔ **پذیرا۔** قبول۔ (۲۰)

۶۔ **صادق الاقرار۔** قول کا سچا۔ امام حسینؓ نے اسلام پر جان دینے کا وعدہ پورا کیا لہٰذا آپ صادق اقرار ہیں۔ (۲۰)

۷۔ **خیلِ شہدا۔** شہیدوں کا قبیلہ (۲۱)

۸۔ **طوبیٰ** بہشت کے ایک درخت کا نام (۲۲)

۹۔ **محشور ہوں گے۔** جمع ہوں گے ساتھ ہوں گے۔ (۲۲)

۱۰۔ **خاکِ شفا۔** ایسی مٹی جس کے چاٹنے سے مرض جاتا رہے۔ (۲۵)

۱۱۔ **مرہم کافور۔** کافور سے بنا مرہم جو بہت ٹھنڈا ہوتا ہے۔ (۱)

۱۲۔ **ریگِ تفتیدہ۔** تپتی ہوئی ریت۔ گرم ریت (۱)

۱۳۔ **خوں خواہ۔** خون کا بدلہ لینے والا، خون بہا لینے والا۔ (۲)

۱۴۔ **جسم کا غربال ہونا۔** چھلنی کی طرح سے جسم میں چھید چھید ہو جانا۔ (۱)

۱۵۔ **سرا پردہ** پردہ دار گھر۔ (۵۱)

مرثیہ نمبر ۱۸

جب کہ خاموش ہوئی شمعِ امامت رن میں

۱۔ **غالبِ ہر غالب۔** بہت بڑا فاتح، مراد حضرت علیؓ سے ہے۔ (۵)

۲۔ **سیدِ لولاک۔** حضرت رسالتؐ آپ کا لقب۔ (۷)

۳۔ **سلطانِ عرب۔** جناب رسول اللہؐ سے مراد۔ (۱۱)

مرثیہ نمبر ۱۹

جب غرقِ بحرِ خوں ہوئی کشتی نجات کی

۱۔ **سید سردارِ انس وجاں۔** جن اور انسان سب کے سردار یعنی جناب رسول اللہ (۱۱)

۲۔ دژآنہ — بے دھڑک۔ (۱۵)

۳۔ مُہیب — خوفناک۔ (۱۷)

۴۔ ابومخنف — کربلا کے واقعات کے ایک راوی کا نام (۲۸)

۵۔ خولی اصبحی۔ — فوج یزید کا ایک سردار (۳۱)

۶۔ دُرِ شب چراغ۔ — رات کے چراغ کی طرح چمکنے والا موتی۔ اندھیرے میں دمکنے والا موتی۔ (۳۶)

۷۔ ہودج۔ — عماری، کجاوہ (۴۶)

۸۔ گُل عذارِ فاتحِ بدر و حُنین — بدر و حنین فتح کرنے والے کا بیٹا، یعنی علیؑ کا بیٹا حسینؑ (۴۷)

مرثیہ نمبر ۲۰

اے مومنو کیا صادق الاقرار تھے شبیرؑ

۱۔ صادق الاقرار۔ — سچا، وعدہ وفا کرنے والا۔ (۱)

۲۔ وعدۂ طفلی۔ — اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب امام حسینؑ نے اسلام کے لیے جان کی بازی لگانے کا عہد اپنے نانا سے کیا تھا۔ (۱)

۳۔ مخبرِ صادق۔ — سچی خبر دینے والا، مراد جناب رسالتمآب سے ہے (۳)

۴۔ شیریں رقمانِ — صحتِ حُسن بلاغت۔ بلاغت کے حسین چہرے کی شیریں بیانی سی رقم کرنے والے۔ (۹)

۵۔ شیریں۔ — حضرت شہربانو کی کنیز۔ (۵)

۶۔ تفاوت۔ — فرق۔ مختلف (۲۹)

۷۔ کفِ دست ہوئے مطلعِ انوار
مطلب یہ ہے کہ ہتھیلیاں چمکنے لگیں۔ (۷۵)

۸۔ یدِ بیضا۔ — چمکتی ہتھیلی یعنی حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح دمک رہا تھا۔ (۷۹)

۹۔ وادیٔ ایمن — طور کی وادی، جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا نور نظر آیا تھا۔ (۷۵)

صُرّہ دینار۔ — دینار کی تھیلی، عرب میں سونے کے سکے کو دینار کہتے ہیں۔ (۷۸)

مرثیہ نمبر ۲۱

آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے

عترتِ اطہار۔ — خاندانِ رسالت کی خواتین

۲۔ عقدہ کشا۔ گرہ کھولنے والا۔ مشکل حل کرنے والا۔ (۸)

۳۔ سیلی۔ درّہ، کوڑا۔ (۱۰)

۴۔ دَف۔ ایک قسم کا عربی باجہ یا ڈھول۔ (۱۳)

۵۔ نَے۔ بانسری۔ (۱۳)

۶۔ اینَ ابی اینَ ابی۔ آے مرے باپ اے مرے باپ" (۱۸)

۷۔ سلطان حجازی۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۲۶)

۸۔ بنتِ شہ مرداں حضرت زینبؓ بنتِ علیؑ۔ (۲۷)

۹۔ مصحف۔ قرآن شریف۔ (۲۷)

۱۰۔ فرقِ قوسین۔ دوکمانوں کا فاصلہ یا فرق۔ اشارہ ہے واقعہ معراج کی طرف جب آنحضرتؐ اور خدا میں صرف دو کمانوں کا فرق رہ گیا تھا۔ (۲۹)

۱۱۔ ۲۸ بند میں حضرت علیؓ کے اعلیٰ درجات اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۹)

۱۲۔ تعزیر۔ سزا۔

مرثیہ نمبر۲۲

جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی۔

۱۔ دُودِ آہ۔ آہوں کا دھواں (۸)

۲۔ ہر در بسانِ حجرہِ چشمِ بخیل تنگ۔ (۱۰)
ہر کوٹھڑی کا در کنجوس کی آنکھ کی طرح تنگ تھا۔

۳۔ احتباس۔ گھٹن، حبس (۱۱)

۴۔ ضیق۔ تنگی، مشکل، وقت (۱۱)

۵۔ معمور۔ بند ہو جانا، کنڈی لگ جانا، بھر جانا۔ (۲۱)

۶۔ تدرو۔ ایک خوبصورت و خوش رفتار جنگلی پرندہ۔ (۴۲)

۷۔ ہر زماں۔ ہر وقت۔ (۸۱)

۱۲۔ قارون، نمرود، شدّاد، فرعون۔ ماضی کے ظالم و سرکش حکمراں اور صاحبِ ثروت جو خدا کے منکر تھے اور جن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ (۸۸)

۱۳۔ طاقِ کسریٰ کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب (۸۸)

۴ وعدۂ روزِ تخت۔ اوّل دن کا وعدہ (۸۹)

۵ خوک۔ سور

۶ یتیم و یسیر۔ یتیم بے باپ کا بچہ اور یسیر جس کی ماں نہ ہو۔ یعنی بے ماں باپ (۹۲)
کے بچے۔

۷ ۹۳ واں بند نظامی پریس کی جلد میں موجود نہیں ہے۔ مرثیہ میر انیس (نول کشور) (۹۳)
میں ہے۔

۱۸ فقیر کور۔ اندھا فقیر۔ (۹۳)

۱۹ حضرت علیؑ کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ آپ نے (۹۴)
بیٹوں کو اپنے قاتل کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

۲۰ خُلقِ مُجتبےٰ امام حسنؑ کا لقب مجتبےٰ ہے ان کے حسنِ اخلاق کا شہرہ دُور دُور (۹۵)
تک تھا۔

۲۱ دریائے فیض ابرِ کرم، منبعِ سخا
ہند امام حسینؑ کی تعریف کر رہی ہے کہ وہ فیض کا دریا، کرم کا ابر اور (۹۵)
سخاوت کا سرچشمہ ہیں۔

۲۲ حق میں مجھی فیضِ صحبتِ مولیٰ سے بہرہ ور
ہندہ امام حسینؑ کی کنیز رہ چکی تھی۔ ایک کمزور روایت یہ بھی ہے کہ
وہ کسی زمانے میں آپ کے عقد میں تھی۔ یہاں اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳ گٹا جبیں پہ کثرتِ طاعت کا ہے نشاں۔ (۱۱۸)
جو لوگ بہت زیادہ عبادت اور سجدے کرتے ہیں ان کے ماتھے
پر ایک گول نشان پڑ جاتا ہے اُسے گٹا کہتے ہیں۔

۲۴ تقویٰ۔ نیکی، پارسائی (۱۱۹)

۲۵ تعب۔ سختی، ظلم (۱۲۰)

۲۶ عارض ہو عارضہ تو شفا جانتے ہیں ہم
صبر و رضا کے مجسمہ حضرت سجادؑ کی زبان سے کہلوایا ہے کہ اگر (۱۳۴)
ہمیں بیماری لاحق ہو جائے تو ہم اسے شفا ہی سمجھتے ہیں۔

۲۷۔ قبلۂ چہارم۔ چوتھے امام۔ حضرت زین العابدین (سجاد) (۱۲۶)

۲۸۔ روزی رسانِ عاصیان واجب الوجود

سید سجاد خدا کی حمد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں وہ پروردگار ساری دنیا کو روزی دیتا ہے اور اس کا وجود ازلی ہے۔ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ (۱۲۸)

۲۹۔ مالک الرقاب۔ تمام زمین کا مالک۔ (۱۲۹)

کارہ۔ کراہت کرنے والا، بُرا سمجھنے والا۔ (۱۲۸)

اشتباہ۔ شبہ (۱۴۳)

عارض کبود ہیں۔ رخسار نیلے ہیں۔ (۱۵۸)

مرثیہ نمبر ۲۳

جب طوقِ سلاسل میں مسلسل ہوئے عابد

۱۔ مقہور۔ جس پر خدا کا قہر نازل ہو۔ (۹)

۲۔ نار سے جہنم سے (۹)

۳۔ مقنعہ۔ نقاب۔ (۱۰)

۴۔ مُو بال۔ (۱۲)

۵۔ یا اَبَنا۔ اے مرے باپ۔ (۲۳)

۶۔ اعجاز۔ کرامت، معجزہ۔ (۲۶)

۷۔ حلق بُریدہ۔ کٹا ہوا گلا۔ (۲۶)

۸۔ نخوت۔ غرور، تکبر۔ (۳۳)

۹۔ رُقعہ۔ پرچہ۔ خط۔ (۳۹)

۱۰۔ سایہ جو نہ ہوتا تو رسولِ عربی تھا۔ (۵۹)

مطلب صاف ہے آپ کے جسم مطہر کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ چونکہ علی اکبر ہم صورت رسولؐ تھے اسی لیے بنی اسد یہ کہہ رہے ہیں کہ ان میں اور آں حضرت میں بس اتنا ہی فرق تھا کہ ان کا سایہ پڑتا تھا۔

۱۱۔ حوریوں۔ حور کی جمع۔ (۷۳)

۱۲۔ سرور۔ سردار۔ امام حسینؑ سے مراد ہے۔ (۷۹)

۱۳۔ امامِ زمن۔ امامِ وقت، یہاں مطلب چوتھے امام سیّد سجاد سے ہے جو امام حسینؑ کے بعد امامِ وقت تھے۔ عقیدہ یہ ہے کہ امام کی تدفین صرف امام ہی کرسکتا ہے اور دفن کے وقت کربلا میں اعجاز سے سیّد سجاد پہنچ گئے تھے۔ (۸۱)

۱۴۔ زیارت۔ زیارت کسی مزار پر حاضری کو کہتے ہیں۔ کسی مرحوم بزرگ کو جو سلام پیش کیا جاتا ہے اُسے بھی "زیارت" کہا جاتا ہے۔ (۸۳)

مرثیہ نمبر ۲۴

دربار میں زنداں سے طلب ہوتے ہیں قیدی

۱۔ ساقین۔ پنڈلیاں۔ (۱۶)

۲۔ شۂ خوشخو۔ نیک خو بادشاہ۔ سے مراد سیّد سجاد سے ہے۔ (۱۷)

۳۔ ابنِ زیاد۔ عبید ابن زیاد، کوفے کا وہ ظالم حاکم جس کے حکم پر (اور یزید کے ایما پر) کربلا میں امام حسینؑ کو شہید کیا گیا۔ (۱۸)

۴۔ راحلہ زادِ سفر۔ اونٹ اور سفر کا سامان۔ (۱۹)

۵۔ تقیّد۔ تاکید، سختی (۲۱)

۶۔ سبطِ شۂ لولاک۔ جناب رسولِ خدا کے نواسے (۲۵)

مرثیہ نمبر ۲۵

دن گزرے بہت قید میں جب اہلِ حرم کو۔

۱۔ کاہیدہ۔ دُبلا، پتلا۔ (۹)

۲۔ کبود۔ نیلا۔ (۱۱)

۳۔ تفحص۔ تلاش، جستجو۔ (۳۰)

۴۔ مخدومہ عالم۔ ساری دنیا کی محترم۔ یعنی جناب فاطمہؑ (۳۱)

۵۔ وقر۔ عزت، توقیر۔ (۴۰)

۶۔ پذیرا۔ قبول۔ (۴۲)

۷۔ دیتِ خوں۔ خوں بہا، کسی کے قتل کا معاوضہ اس کے وارثوں کو دینا (۴۳)

۹۔ صدقہ سرِ ہفتاد و دو تن کا۔

بہتّر سروں کا صدقہ۔ یعنی کربلا کے بہتّر شہیدوں کا واسطہ ۵۶۰

مرثیہ نمبر ۲۶

نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری

۱۔ نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری

گفتگو (یا کلام) کے دسترخوان پر میری فصاحت وہ کام کرتی ہے جو (۱)

کھانے میں نمک کرتا ہے۔ یعنی میری فصاحت کلام کو بامزہ بناتی ہے

۲۔ پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مدّاحی میں

چونکہ یہ مرثیہ انیسؔ نے اپنے بیٹے میر حسن عسکری کو لکھ کر دیا تھا اس

لیے پانچویں پشت لکھا ہے۔ انیسؔ خود چوتھی پشت میں تھے۔

۳۔ جدِّ اعلےٰ۔ یعنی میر ضاحک۔ ان کے بیٹے میر حسن، پوتے میر خلیق اور پرپوتے

میر انیسؔ۔ اس بند میں اپنے بزرگوں کی مداحیِ حسینؑ اور مرثیہ گوئی

کا تذکرہ ہے۔

۴۔ عمِ ذی قدر۔ میر حسن عسکری کے دونوں چچا، میر انیسؔ کے بھائی یہ مونسؔ اور (۲)

میر انسؔ بلند پایہ مرثیہ گو تھے۔

۵۔ نثرِ بے سجع نہیں۔ سجع نثر ایسی عبارت ہوتی ہے جس میں دو فقروں یا جملوں کے آخری (۴)

لفظ ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

۶۔ متبع۔ پیرو۔ (۵)

۷۔ سحرِ حلال۔ ایسا جادو جو حرام نہیں، یہاں مطلب کرامت سے ہے۔ (۶)

۸۔ قلزمِ رحمتِ معبود کا قطرہ ہوں میں

میں خدا کی رحمت کے سمندر کی ایک بوند ہوں۔ (۶)

۹۔ مرجان۔ ایک قسم کا قیمتی پتھر، جواہر (۷)

۱۰۔ مباہات۔ فخر، ناز۔ (۸)

۱۱۔ مغلق۔ مشکل لفظ جو سمجھ میں نہ آسکے۔ ۹

۱۲۔ گنجلک۔ الجھا ہوا۔ ۱۰

۱۳۔ تعقید۔ جملوں یا مصرعوں میں لفظوں کی ترتیب آگے پیچھے ہونا۔ (۸)

۱۴۔ نقشِ ارژنگ۔ مشہور مصور مانی کی تصویروں کے مرقع کا نام۔ (۹)

۱۵۔ کاواک لکیریں۔ بے ڈول بے ڈھنگی لکیریں (۹)

۱۶-۱۷۔ مانی، بہزاد۔ مشہور ایرانی مصور (۱۰)

۱۸۔ کجی۔ یہاں بیان لفظوں کے ترچھے ہونے سے مراد ہے۔ (۱۲)

۱۹۔ بارھویں بند کے ابتدائی چار مصرعوں میں انیس نے بڑی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ ہر لفظ کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جائے تو اس میں حسن پیدا ہو جاتا ہے (۲۱)

۲۰۔ بارھویں بند کا ٹیپ کا شعر ؎

دانا آنکس کہ فصاحت بہ کلامے دارد ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد (۱۲)

کہتے ہیں جس کے کلام میں فصاحت ہو وہ جانتا ہے کہ ہر بات کے لیے ایک موقع اور ہر نکتہ کے لیے ایک مقام ہوتا ہے۔

۲۱۔ سترھویں بند میں شاعر نے باغ کے درختوں، پھولوں اور پرندوں کا ذکر کیا ہے۔ بلبل کا نغمہ، (۱۷) پھولوں کی مہک، سنبل کے لٹکتے گیسو، قمریوں کا شمشاد پر بیٹھا ہوا صدائیں بلند کرنا، سرو پر فاختہ کی کوکو "کوکو" کی آوازیں۔ یہ سب اپنی اپنی زبان میں معبودِ حقیقی کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔

۲۲۔ شادی۔ خوشی۔ (۱۸)

۲۳-۲۴۔ حضرت سلمان، حضرت ابوذر۔ جناب رسولِ خدا کے معزز صحابی۔ (۲۲)

۲۵۔ عمار، مالک اشتر۔ حضرت علیؑ کے دوست اور وفادار ساتھی۔ (۲۳)

۲۶۔ حضرت حمزہ۔ رسول اللہ کے چچا۔ (۲۳)

۲۷۔ تخشّع و تضرّع۔ عاجزی و انکسار۔ (۲۴)

۲۹۔ تذلّل۔ انکسار۔ عاجزی (۲۴)

۲۸-۳۰-۳۱۔ قیام و قعود، رکوع و سجود۔ نماز کے ارکان۔ (۲۴)

۳۲۔ سورۂ نصر۔ کلام پاک کا ایک سورہ جو فتح مکّہ کے وقت نازل ہوا تھا۔ (۲۸)

۳۳۔ چاند میں ہے عیب کلف۔ چاند کا یہ عیب ہے کہ اس میں دھبہ ہے۔ (۲۸)

۳۴۔ یوسف کنعان حسن۔ قاسم بن حسن بہت حسین تھے اس لیے ان کو حضرت (۳۳)

یوسفؑ سے تشبیہ دی ہے۔ (۳۱)

۳۵۔ **شہ مرداں، کعبۂ دیں، قبلۂ ایماں، قوّت بازوئے پیغمبر، فخر سلیماں۔**

یہ سب لقب حضرت علیؓ سے منسوب ہیں اور وہ مشکل کشا ہیں اس

لیے ان سے مدد مانگی گئی ہے۔ (۳۸)

۳۶۔ **تفرقہ پرداز۔** مراد دشمن کے سپاہیوں سے ہے۔ (۴۳)

۳۷۔ **حالی** ظاہر (۵۵)

۳۸۔ چھیاسٹویں بند میں امام حسینؑ نے دشمن کی فوج کو اپنے والد علی مرتضیٰ کی صفات بتائی ہیں۔ (۶۶)

۳۹۔ **دوشِ احمد پہ انہیں رتبۂ معراج ملا۔** (۶۶)

اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب حضرت علیؓ نے آں حضرتؐ کے

کاندھے پر چڑھ کر کعبے کے بتوں کو توڑا تھا۔

۴۰۔ نظامی پریس میں ایک بند زائد ہے جو روحِ انیس میں نہیں ہے۔ (۶۷)

۴۱۔ **حجّت اللہ۔** خدا کا ثبوت۔ مراد حضرت علیؓ سے۔ (۶۸)

۴۲۔ **قائمۂ عرش۔** عرش کا پایہ۔ (۶۹)

۴۳۔ **تیغ دو پیکر۔** دُہرے پھل والی تلوار (۷۱)

۴۴۔ غضب اللہ علیہم ان پر خدا کا غضب نازل ہو۔ قرآنِ پاک کی سورۂ فتح کا ایک ٹکڑا۔ (۷۵)

۴۵۔ **جائزہ لینا۔** حاضری لینا۔ معائنہ کرنا۔ (۷۵)

۴۶۔ **طبلقیں کٹنا۔** فوج کے دفتر میں ہر سپاہی کی ایک فائل ہوتی تھی جسے طبلق کہتے (۷۵)

تھے۔ جب کسی سپاہی کا نام خارج کیا جائے تو اس کی فائل چاک

کردی جاتی جس کو طبلق کٹنا کہا جاتا تھا۔

۴۷۔ **چہرے لنظری ہونا۔** سپاہی کا نام کٹنا۔ (۷۵)

۴۸۔ **بکتر۔** ایک قسم کی زرہ۔ (۷۸)

۴۹۔ **حصلہ۔** گھیر لینا۔ (۸۷)

۵۰۔ **لوحِ محفوظ۔** عرش پر ایک تختی ہے جس پر ایک قلم خدائی احکام اور ہونے والے

واقعات لکھتا رہتا ہے۔ (۹۹)

۵۱۔ **مکلّل بجواہر۔** جواہرات سے آراستہ پیراستہ۔ (۱۰۰)

۵۲۔ شہ جن و بشر۔ مراد امام حسینؑ سے ہے۔ (۹۱)

۵۳۔ زرہ جامہ۔ زرہ کے نیچے پہننے کا لباس۔ (۹۳)

۵۴۔ مصحف رخ۔ امام حسینؑ کے چہرے کو قرآن پاک کہا گیا ہے۔ (۹۴)

۵۵۔ جزو ہر اک تن میں شبیرؑ کا سی پارہ تھا۔ (۹۴)

کلام پاک تیس حصوں میں تقسیم ہے اور ہر حصہ پارہ کہلاتا ہے۔ امام حسینؑ کا جسم مقدس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے۔ ان کو سی پارہ (تیس ٹکڑے) کہا گیا ہے۔ اس میں تلمیح ہے کلام پاک کے تیس پاروں سے۔ (۹۴)

۵۶۔ دڑیڑے۔ دھارے۔ (۹۵)

۵۷۔ ہوتی ہیں کعبے کو گرا دینے کی (۹۵)

امام حسینؑ کے زخمی ہو کر گرنے کو کعبہ کو ڈھانا کہا گیا ہے۔

۵۸۔ پاؤں قرآن پہ رکھا۔ یعنی امام حسینؑ کا سینہ قرآن پاک کی طرح مقدس تھا اس پر (۹۹)
پیر رکھنا، گویا قرآن پاک کے ساتھ بے ادبی کرنا تھا۔

مرثیہ نمبر ۲۷

جب فاتحہ بخیر ہوا فوج شاہ کا

۱۔ جو معرض فنا میں ہیں۔ جو خود کسی نہ کسی دن فنا ہونے والے ہیں۔ (۱۵)

۲۔ غل ہے کہ ہاں نجات کا پہلو لیے ہوئے۔

مطلب یہ کہ غیب سے آواز آرہی ہے کہ ہاں ذرا سنبھل کے کہیں ساری کائنات فنا نہ ہو جائے۔ (۲۵)

۳۔ صفوف ملائک۔ فرشتوں کی قطاریں۔ (۲۷)

۴۔ دو راتیں اک سحر رخ نیکو کو دیکھیے۔ (۲۹)

اس مصرع میں دو زلفیں جو چہرے کے ادھر ادھر لٹک رہی ہیں ان کو رات کہا گیا ہے اور امام حسینؑ کے چہرہ کو صبح۔

۵۔ عنبر سارا۔ اعلیٰ درجہ کا عنبر۔ (۲۹)

۶۔ ابرو ہے یا کھنچی ہوئی حیدرؑ کی ذوالفقار یہ مو بھرے ہوئے نہیں جوہر میں آشکار (۳۰)
امام حسینؑ کی بھنوؤں کو ذوالفقار سے تشبیہ دی اور ابرو کے بالوں

کو کہا ہے کہ گویا تلوار میں جوہر ہیں۔ (اصلی فولاد میں باریک باریک
چمکتی لکیریں نظر آتی ہیں۔)

۷۔ چشم داشت۔ اُمید۔ بھروسہ۔ (۳۱)

۸۔ سرخوش ہے۔ مست ہے۔ (۳۱)

۹۔ جنّت سواد میں، یدِ بیضا بیاض میں (۳۳)

آنکھ کا ذکر کرکے شاعر کہتا ہے کہ اس آنکھ میں جو سیاہی ہے وہ
گویا جنّت ہے اور اس کے اردگرد جو سفیدی ہے وہ حضرت
موسیٰؑ کی ہتھیلی کی طرح یوں چمکتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔

۱۰۔ روشن سواد ہو۔ ذی علم ہو جائے، قابل ہو جائے۔ (۳۳)

۱۱۔ طنّاز۔ ناز کرنے والا۔ (۳۴)

۱۲۔ غم طراز۔ غم ختم کرنے والا (۳۴)

۱۳۔ آماجِ خوف۔ خوف کا نشانہ۔ (۳۵)

۱۴۔ دُرجِ دہن۔ دہن کو ڈبیا سے تشبیہ دی ہے۔ (۴۰)

۱۵۔ طوطیِ شکر شکن۔ شکر کھانے والا پرند۔ یہاں مطلب شیریں بیان سے ہے۔ (۴۰)

۱۶۔ تنافرِ کلمات۔ ایسے دو حرفوں کا ساتھ ساتھ ہونا جو کانوں کو ناگوار ہوں۔ (۴۱)

۱۷۔ منتہی۔ انتہا درجہ کا علم حاصل کرنے والا۔ (۴۲)

۱۸۔ کواکبِ فلک۔ آسمان کے تارے۔ (۴۲)

۱۹۔ زبان لال ہونا۔ زبان کا گنگ ہو جانا۔ (۴۳)

۲۰۔ لُعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ (۴۴)

۲۱۔ شبِ یلدا۔ تاریک شب۔ اندھیری رات (۴۵)

۲۲۔ یا وہ مدینہ علم کا، حیدرؑ ہے جس کا در

اس میں جناب رسول خداؐ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے یعنی:۔ (۴۶)
'انا مدینۃ العلم و علی بابھا' میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس
کا دروازہ ہیں۔

۲۳۔ گہ وہ نور بزمِ لم یزلی کا ہے جو سراج۔

وہ بزم جو ہمیشہ قائم رہے گی، یہ گردن اسی بزم کا چراغ ہے۔ (۵۲)

۲۴۔ **مورچال۔** خندق۔ حفاظت کے لیے قلعے کے گرد کھودی جانے والی کھائی۔ (۵۴)

۲۵۔ **پیپلا۔** تلوار کی نوک، تیغ کا سرا۔ (۵۸)

۲۶۔ **یوں صبر پنجتن میں گرفتار ہو گئے۔**

"صبر پڑنا" محاورہ ہے۔ "فلاں پر ہمارا صبر پڑے گا" وغیرہ۔ یہاں مطلب ہے کہ پنجتن کا صبر یزیدی فوج پر پڑا تھا۔ (۶۰)

۲۷۔ **زوج۔** جوڑا۔ یہاں مراد دو سے۔ (۶۳)

۲۸۔ **قاف سے تا قاف۔** مراد ساری دنیا۔ (۶۹)

۱۹۔ **نقطے عیاں ہیں سورۂ والشمس پر کہ خال۔** (۷۱)

قرآن شریف میں ایک سورۂ والشمس ہے۔ اسی سے امام حسینؑ کے چہرے لو اور اس پر جو تل تھے ان کو سورہ کے نقطوں سے تشبیہ دی ہے۔

۳۰۔ **اشہب ضیغم خصال۔** شیر کی خصلت رکھنے والا گھوڑا۔ (۷۲)

۳۱۔ **یکہ تاز۔** اعلیٰ درجہ کا شہ سوار۔ (۷۳)

۳۲۔ **سیاہ گوش۔** سیار، گیدڑ۔ (۷۳)

۳۳۔ **نہنگ۔** گھڑیال۔ (۷۸)

۳۴۔ **گامچیاں۔** گام کے معنی قدم کا درمیانی حصہ ۔۔۔ یہاں غالباً چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے سے مراد ہے۔ (۸۰)

۳۵۔ **ترکی تمام ہونا۔** ذہنی طاقت (یا قابلیت، عقل) کا ختم ہو جانا۔ (۸۴)

۳۶۔ **خیل خیل۔** گروہ در گروہ (۸۸)

۳۷۔ **غزا۔** لڑائی، جہاد۔ (۹۳)

۳۹۔ **سورۂ حدید۔** قرآن پاک کی ایک سورہ جس میں حضرت علیؑ کی مدح ہے۔ اور ذوالفقار کا ذکر ہے۔ (۹۷)

۴۰۔ **سبعہ سیارہ۔** حرکت کرنے والے تارے۔ (۹۹)

عفریت۔ بھوت پریت۔ (۱۰۵)

۴۲۔ غزیلو۔ شور چیخ۔ (۱۰۵)

۴۳۔ مملکتِ خدیٔ کا خدیلو۔ دھوکے کی سلطنت کا بادشاہ۔ (۱۰۵)

۴۴۔ دستِ تعدی پسند۔ ظلم و ستم کو پسند کرنے والا ہاتھ۔ (۱۱۳)

۴۵۔ تمساح و شیر شرزہ۔ جبال و بحار میں سمندر میں مگرمچھ اور پہاڑوں میں بہادر شیر (۱۱۴)

۴۶۔ سیمرغ و فیل، وہ پرپشہ، یہ پائے مور۔
اس مصرعہ میں بھی لف و نشر مرتب ہے۔ کہتے ہیں سیمرغ مچھر کے ؛ اور ہاتھی چیونٹی کے پیر کی طرح بے حقیقت (یا کمزور) تھے (۱۱۵)

۴۷۔ لاف و گزاف۔ شیخی گپ ڈینگ۔ (۱۱۹)

۴۸۔ گرز گاو سر۔ ایک قسم کا گرز جو آگے سے بہت موٹا ہوتا ہے (۱۲۵)

۴۹۔ خوں زدہ۔ آتش زدہ۔ (۱۵۹)

۵۰۔ خرابہ۔ [illegible] (۱۶۰)